

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

سِيَرَةُ الْبُخَارِيِّ

39

امام الحدیث سید الفقہاء محمد بن اسماعیل البخاری کی مفصل سوانح عمری ہے جسے اول
میں ولادت اور زمانہ طفولیت کے لئے کر طالب علمی کے سفروں کے مفصل حالات
فراغت کے بعد درس تدریس، افتاء، عام اخلاق و عبادت، عبادت و فائزہ کے کل حالات
مذکور ہیں جسے ثانی میں ان کی علمی زندگی کے کارنامے، اسلامی خدمات، فقہانہ اجتہاد
و فنون حدیثیہ تاریخ وغیرہ میں جو آپ کا پایہ ہے، ان پر مفصل بحث کے کل تصنیفات
ربما لخصوص صحیح بخاری اور اس کی شرح کا تفصیلی ذکر ہے، ان کے علاوہ بہت سی
منیہ تحقیقات قابل دید ہیں، خاتمہ میں مشاہیر تلامذہ جیسے امام مسلم، ترمذی، نسائی
دارمی، ابن خزمیر، فربری وغیرہ کے مختصر حالات ہیں،

ان حضرت مع لانا محمد عبد السلام مبارکبوی اعظم گڈاھی

المتوفی ۱۸ رجب سن ۱۳۲۲ھ ہجری ۲۲ فروری سن ۱۹۲۲ء

اپنی سیرت، اکیڈمی، لاہور



DATA ENTERED

۱۹۹۲
۱۴۲۱۰

شیخ محمد اشرف

مطبع :-

اھلحدیث اکیڈمی
کشمیری بازار کراچی

ناشر :-

اشرف پرنٹنگ کراچی

مطبع :-

ستمبر ۱۹۹۲ء

تاریخ اشاعت :-

چھ روپے

قیمت :-

فہرست عنوانات مضامین حصہ اول

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۴۲	جعفی کا ضبط ایدہ اخف کا معنی (حاشیہ)	۱۲	۱۹	دیباچہ طبع ثانی دارالمشرف	۱
۴۳	امام کی والدہ کی دعا کی برکت کے	۱۵	۲۲	نظم	۲
۴۴	امام کی بصارت کا خود کر آنا۔	۱۶	۲۹	دیباچہ طبع اول	۳
۴۵	بخارا	۱۷	۳۰	مستند و معتبر سوانح حیات لکھنے کی	۴
۴۶	امام بخاری کی تاریخ ولادت	۱۷		تعلیم کے پہلے قرآن نے دی	
	سن رشد، تعلیم و تربیت،	۱۸	۳۲	فرد اہل قرآن کی اہم مقام تفسیر قرآن کا	۵
	شیوخ و اساتذہ			ایک نمونہ (حاشیہ)	
۴۸	حفظ حدیث کا عوق پیدا ہونے	۱۹	۳۳	آنحضرتؐ شارح خلفاء راشدین دیگر صحابہ	۶
	کے وقت امام کی عمر			دو تابعین و غیر ہم کی بیحد سوا غمخیزیاں	
	ایک سند میں علامہ داغلی کی غلطی	۲۰		لکھنے میں محدثین کی سعی طبع	
	پر امام بخاری کی تہنیت پھر اس سند		۳۴	گرہ محدثین میں امام بخاری کی خصوصیت	۷
۴۹	کی تصحیح		۳۵	امام بخاری کی سوا غمخیزی متعذر باتوں	۸
	محمد بن سلام، عبداللہ بن محمد مسندی	۲۱		میں کھسی گئی۔	
۵۰	ابراہیم بن الہاشم کے مختصر تراجم			علامہ ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی کا	۹
	امام بخاری کے متعلق ان کے شیخ	۲۲		کتب خانہ (حاشیہ)	
۵۱	محمد بن سلام کی شہادت		۳۶	ان کتابوں کی فہرست جن کے بیعت	۱۰
	محمد بن سلام کا امام بخاری کو اپنی کتاب	۲۳		البخاری کی تدوین میں مدد ملی گئی	
۵۲	کے افلاطون کی تصحیح کا کام سپرد کرنا		۳۷	آنحضرتؐ کے والد مرحوم کا تذکرہ (حاشیہ)	۱۱
	علوم اسلامیہ کی طلب میں امام	۲۴	۴۱	امام بخاری کا نام نسب و ولادت	۱۲
۵۳	بخاری کا سفر اولیٰ کی تفصیل		۴۲	امام بخاری کے اصحاب کا مختصر تذکرہ	۱۳

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۲۵	صحابہ کا ایک ایک حدیث کے لئے مدینہ	۲۰	جمع رداۃ کی بنا صحابہ کے زمانہ	۲۵
۲۶	سے مسرور شام تک سفر اختیار کرنا	۵۴	مکہ پر چکی تھی۔	
۲۷	قرآن مجید میں طلب علم کے لئے سفر کرنے کی تاکید۔	۴۱	۵۵ ضرورت و اضطرار کے وقت جرح کے جواز کی دلیل	۲۶
۲۸	امام بخاری کے وہ شیوخ جو امام مالک سے ابو حنیفہ کے شیوخ کے ہم طبقہ ہیں،	۲۲	۵۷ جرح رواہ میں امام بخاری کا دستور	
۲۹	امام کا طلب علم کے لئے پہلا سفر مکہ معظمہ کی طرف	۲۳	۵۸ اخلاقی وعادات اور طرز معاشرت	۲۷
۳۰	مدینہ کا سفر	۲۲	۵۹ امام کے والد علامہ اسماعیل کا کاروبار میں غیر معمولی احتیاط اور مواقع اختیار کرنے کی احتیاز	
۳۱	بصرہ کا سفر	۲۵	۶۰ امام کی مروت و رحمت کا ایک غیر معمولی واقعہ	۲۸
۳۲	کوفہ کا سفر	۲۶	۶۱ آمدنی کا پانچ سو درہم ماہانہ فقرا اور مساکین و طلبہ پر خرچ کرنا	۲۹
۳۳	بغداد کا سفر	۲۷	۶۲ سفر میں خرچ جو کم جانے پر گھاس اور پیوں پر گذر کرنا	
۳۴	امام نے بغداد کا سفر آٹھ دفعہ کیا۔	۲۸	۶۳ چالیس برس تک ناخوش رہنا	۳۰
۳۵	شام، مصر، جزیرہ، بلاد خراسان اور ہرات سے اسے کا سفر	۲۹	۶۴ انصاف پسندی	
۳۶	عقل حدیث کی شناخت میں کمال	۵۰	۶۵ اختیار اور بے نفسی	
۳۷	علمت حدیث کی تعریف	۵۱	۶۶ تحفظ و ترک سوال	۳۱
۳۸	معرفت عقل حدیث میں جہالت کی چند شہادتیں اور واقعات	۵۲	۶۷ مسجد کا ادب و احترام	۳۲
۳۹	جمع رداۃ میں احتیاط	۵۳	۶۸ نیت و نیر سے گل اجتناب	
۴۰	انین جمع رداۃ کا شہاد اور اس کا حل درو۔	۵۴	۶۹ بے انصافی و روا داری	۳۳

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۴	بقدر میں توشہ حفظ کے امتحان کا مشہور واقعہ۔	۷۰	۸۴	۵۵
۱۰۵	سمرقند میں امتحان کا واقعہ	۷۱	۸۵	۵۶
۱۰۷	درس انتار اور بقیہ زندگی	۷۲		۵۷
۱۰۷	سردیس کی عمر میں درس حدیث شروع کر دینا	۷۳		۵۸
۱۰۹	نورے ہزار محدثین نے بلا واسطہ امام بخاری سے ان کی جامع صحیح سنی ہے	۷۴	۸۸	۵۹
۱۱۰	درس حدیث کے ساتھ انتار کا سلسلہ	۷۵	۸۹	۶۰
۱۱۱	امام بخاری کے خلاف فقہ اہل اہل کئی سازش اور امام کی طرف ایک غلط فتویٰ کی نسبت	۷۶	۹۰	۶۱
۱۱۲	وفات ۲۵۶ھ	۷۷		۶۲
۱۱۵	حاکم بخاری کے ایام سے عرب برہنہ نشی و غیرہ کا امام بخاری کے حالات بہت تراشنا	۷۸	۹۲	۶۳
۱۱۶	ابو حفص کبیری کا ایک الٰہی حدیث کے خلاف بادشاہ کے بیان بخبری کرنا۔	۷۹	۹۵	۶۴
۱۱۷	تاریخ و سن وفات	۸۰	۹۶	۶۵
۱۱۸	دفن کے بعد قبر سے توشہ محسوس ہونا	۸۱		۶۶
۱۱۹	امام نے کوئی بی ادب اور نہیں پہنچا	۸۲	۱۰۲	۶۷
۱۲۰	امام بخاری کی زندہ خانی اولاد	۸۳		۶۸
				۶۹
				۷۰
				۷۱
				۷۲
				۷۳
				۷۴
				۷۵
				۷۶
				۷۷
				۷۸
				۷۹
				۸۰
				۸۱
				۸۲
				۸۳
				۸۴
				۸۵
				۸۶
				۸۷
				۸۸
				۸۹
				۹۰
				۹۱
				۹۲
				۹۳
				۹۴
				۹۵
				۹۶
				۹۷
				۹۸
				۹۹
				۱۰۰
				۱۰۱
				۱۰۲
				۱۰۳
				۱۰۴
				۱۰۵
				۱۰۶
				۱۰۷
				۱۰۸
				۱۰۹
				۱۱۰
				۱۱۱
				۱۱۲
				۱۱۳
				۱۱۴
				۱۱۵
				۱۱۶
				۱۱۷
				۱۱۸
				۱۱۹
				۱۲۰

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	تقریباً
۱۳۶	عبدلشد بن منیر مندی، ابن ابی عمیر کے اقوال	۱۰۰	امام بخاری کے بعض اشعار	۸۴
۱۳۷	معاصرین اور اقران کی باتیں	۱۰۱	امام بخاری کے بارے میں ان کے شیوخ کی باتیں	۸۵
۱۳۸	متاخرین کی باتیں	۱۰۲	سلیمان بن حرب کا قول بن لنا اغلاظ شبتہ۔	۸۶
۱۳۹	حافظ الدنیا علامہ ابن حجر کا قول	۱۰۳	سینیل بن ادیس تلیند مالک کی نظر میں امام بخاری کی قدر و منزلت، ابو مصعب تلیند مالک کا ارشاد	۸۷
۱۴۰	یعنی حنفی کی باتیں	۱۰۴	تقیب بن سید تقفی تلیند مالک کی رائے	۸۸
۱۴۱	شامی حنفی کا قول	۱۰۵	امام احمد بن حنبل کا ارشاد	۸۹
۱۴۲	تورالحق حنفی پسر عبدالحق محدث دہلوی کا قول	۱۰۶	سید تقہار "تقیہ الامت"	۹۰
۱۴۳	امام کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں	۱۰۷	بعض کبار اساتذہ امام بخاری کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے	۹۱
۱۴۴	ایا حضرت عیسیٰ وارد ہدی، ابو عقیقہ کے مقلد ہوں گے	۱۰۸	بو شیخ دحاشیہ	۹۲
۱۴۵	کیا امام بخاری شامی یا حنبلی تھے؟	۱۰۹	سرماسی ر	۹۳
۱۴۶	امام بخاری کو طبقات شافعیہ، یا حنابلہ میں ذکر کرنے کی وجہ اور مشہور غلط فہمی کا ازالہ	۱۱۰	تینیس د	۹۴
۱۴۷	امام بخاری مجتہد مطلق تھے	۱۱۱	شیوخ کا علمی بیاعتدال میں امام بخاری کو حکم ماننا	۹۵
۱۴۸	طبقات صوفیہ میں امام بخاری کا شمار	۱۱۲	کیخاندان کی حقیقت	۹۶
۱۴۹	لوائح الانوار فی طبقات الاخیار	۱۱۳	علی بن مدینی کی مرعوبیت	۹۷
۱۵۰	امام بخاری کو صوفیہ میں شمار کرنے	۱۱۴	بکینہ دحاشیہ	۹۸
			رباب بن مرثی حسین بن مرثی کے اقوال	۹۹

نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ	نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ
۱۱۵	پر تیرتہ واستیجاب تصوف کی ابتدائی حالت	۱۳۴	۱۱۹	سلسلہ نبوت ملائکہ کے اصل وجہ دلیل ہے	۱۵۰
۱۱۶	تصوف کا دوسرا دور	۱۳۶	۱۲۰	مروجہ تصوف کے بے اصل ہونے کی دلیل	۱۵۱
۱۱۷	تیسرا دور	۱۳۷			
۱۱۸	امام بخاری کی نسبت علامہ شعلانی کا ارشاد (لاحق الاثر میں)	۱۳۹	۱۲۱	امام بخاری رحمہ کے بعض ملفوظات	۱۵۲

فہرست عنوانات مضامین حصہ دوم

۱۲۲	امام بخاری کی تصنیفات	۱۵۹	۱۲۹	دیگر مؤلفین صحاح کے اہل کوفہ سے حدیث روایت نہ کرنے کی بیان کردہ دونوں وجہیں غلط ہیں
۱۲۳	امام بخاری کی تصانیف کا سلسلہ امام صاحب تک سیکڑوں صحیح طریقوں سے ملتا ہے		۱۳۲	اصل ادب واقعی وجہ
۱۲۴	صحیح بخاری کی خصوصیت		۱۳۳	اہل کوفہ میں علی حدیث میں لود
۱۲۵	سند خوارزمی کی نسبت ابو حنیفہ کی طرف غلط ہے	۱۴۲	۱۳۴	عقود الجمان غیر متبرک کتاب ہے دعا شریف
۱۲۶	تاریخ کبیر	۱۴۳	۱۳۵	تصنیفات کی اجمالی فہرست اور ان پر مختصر تبصرہ
۱۲۷	تاریخ صغیر میں امام ابو حنیفہ کا تذکرہ	۱۴۴	۱۳۶	تاریخ کبیر
۱۲۸	تاریخ کبیر میں امام شافعی کا تذکرہ		۱۳۷	تاریخ الاوسط والانتاریخ
۱۲۹	صحیح بخاری میں امام شافعی کا ذکر	۱۴۵	۱۳۸	الصفیر
۱۳۰	امام شافعی سے حدیث روایت نہ کرنے کی وجہ	۱۴۵		
۱۳۱	سیرۃ النعمان میں امام بخاری اور	۱۴۷	۱۳۸	الجامع الکبیر خلق افعال العباد کتاب الصغیر

نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ	نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ
۱۳۹	المند الکبیر، التفسیر الکبیر، کتاب اللہ	۱۴۵	غازی پوری (حاشیہ)		
	اسامی الصحابہ رضی		صحیح بخاری کے متعلق دس ولیم	۱۵۱	۱۸۹
۱۴۰	کتاب الوصایا، البسوط، العلو	۱۴۶	بیل کی رائے		
	الکفی بالقواید، الادب المفرد		صحیح بخاری کی تالیف کا	۱۵۲	۱۹۰
۱۴۱	جزو رفع الیدین، بالوالدین	۱۴۹	خیال کیونکر پیدا ہوا۔		
۱۴۲	الاشربہ، تضایا الصحابہ والتابعین	۱۴۹	کتاب حدیث کے شروع ہوتی	۱۵۳	۱۹۰
	الرفاق		کتاب حدیث کی مانت کے وجہ	۱۵۴	۱۹۱
۱۴۳	صنف بخاری کتابا فیہ آیات الف	۱۴۹	تدوین آثار و احادیث	۱۵۵	
	حدیث		آثار و احادیث کی اولین مدین کتب	۱۵۶	۱۹۲
۱۴۴	الجامع الصغیر، جزو القراءة خلف الامام	۱۸۱	صحیح بخاری کی تصنیف کا پہلا باعث	۱۵۷	۱۹۳
۱۴۵	آیت و اذا قرئی القرآن فاستمعوا له		دوسرا باعث		
	انفتحا سے منع قراۃ خلف الامام پر		تیسرا باعث		
	استلال صحیح نہ ہونے کے وجہ		مدت تالیف اور تالیف کی	۱۶۰	۱۹۵
۱۴۶	منع قراۃ خلف الامام کی ایک مناظرہ	۱۸۶	کیفیت		
	عقل و دلیل کی تردید		صحیح بخاری کی تالیف و تہذیب	۱۶۱	۱۹۵
۱۴۷	صحیح بخاری کی مقبولیت اور	۱۸۳	سورہ برس میں تکمیل کو پہنچی		
	اس کی رفعت شان		صحیح بخاری میں احادیث درج کرنے	۱۶۲	۱۹۶
۱۴۸	شرح کتاب بخاری دین علی	۱۸۴	سے پہلے چند امور کا التزام		
	بذہ الامتہ		تراجم الباب اور کتاب التفسیر لکھنے کی	۱۶۳	۱۹۸
۱۴۹	سخاوی کی نظر میں فتح الباری کی	۱۸۷	کیفیت		
	اہمیت		صحیح بخاری کی تمام احادیث منہ کی	۱۶۴	
۱۵۰	استاذ الامتہ مافظ عبد اللہ		صحت پر شیوخ وقت کی شہادت		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	نمبر شمارہ
	کے شروط		صحیح بخاری کا عنوان تالیف	۱۶۵
۲۱۰	صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر ترجیح اور تفصیلات	۱۸۱	صحیح بخاری تالیف و ترتیب میں دو باتوں کا لحاظ۔	۱۶۶
۲۱۱	صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر صحت و جود نفاہت، استنباط نکات کے اعتبار سے نوبت ہے۔	۱۸۲	صحیح بخاری کے تراجم ابواب	۱۶۷
۲۱۲	صحیح مسلم کی صحیح بخاری پر سہولت کے اعتبار سے نوبت، عبدالرحمن بن الربیع کا فیصلہ	۱۸۳	۲۰۰ نقد البخاری فی تراجم ابواب	۱۶۸
۲۱۳	حدیثوں کی تکرار اور اختصار و تقطیع کے فوائد	۱۸۵	تراجم ابواب کے متعلق مستقل تصنیفات	۱۶۹
	جواب المسئلت للمقدسی	۱۸۶	۲۰۰ المتواری علی تراجم البخاری	۱۷۰
	تکرار اور اختصار و تقطیع کے آٹھ نایب فوائد	۱۸۷	۱۷۱ نکت اغراض البخاری المبیہہ ترجمان التراجم	
۲۱۴	صحیح بخاری کے شرح و حواشی	۱۸۸	۱۷۲ شرح تراجم لابن المنیر الشاہ ولی اللہ	
	بلا امتیاز قرعہ ہرزمانہ کے علمائے اپنے اپنے مذاق کے مطابق صحیح بخاری کی خدمت کی،	۱۸۹	۲۰۱ تراجم ابواب بخاری پر ابن خلدون کا ریمارک۔	۱۷۳
	۱۹۰ "النفس البہانی"		۱۷۴ تراجم ابواب بخاری کے متعلق ایک بڑی غلط فہمی پر تنبیہ	
۲۱۵	بعض عربی شرح و حواشی	۱۹۱	۲۰۳ مقاصد تراجم کی تفصیل	۱۷۵
	اعلام السنن للخطابی الشافعی	۱۹۲	۲۰۴ تراجم ابواب کے اغراض و مقاصد سے بھی نایدیں،	۱۷۶
۲۱۸	شرح المہلب	۱۹۳	۲۰۷ شروط صحیح بخاری	۱۷۷
			۱۷۸ امام حاکم کا دعویٰ	
			۱۷۹ اس دعویٰ کی تردید	
			۱۸۰ دیگر محدثین کے نزدیک صحیح بخاری	

نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ	نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ
۱۹۳	شرح ابن بطال وابن السین و	۲۱۹	۲۱۵	الکوثر البخاری لکولانی الحنفی	۲۲۰
	ابن المنیر الماکینی	۲۲۰	۲۱۶	شواہد التوہیح و التصحیح لابن مالک	۲۲۱
۱۹۵	شرح الحمیدی الحنفی و منطلقات الحنفی	۲۲۱	۲۱۷	فیض الباری لمولانا نفوس	
۱۹۶	الکواکب الدرری لکولانی الشافعی	۲۲۱	۲۱۸	الغیض البخاری للعلوی	
۱۹۷	شواہد التوہیح	۲۲۲	۲۱۹	شرح البخاری لابن العربی المالکی	۲۲۳
۱۹۸	اللامح الصبح	۲۲۳	۲۲۰	منوال الدارسی للبرکاتی	
۱۹۹	التلیفح		۲۲۱	نسخہ عقیدہ صحیحہ مع حل مشکلات حواشی	۲۲۵
۲۰۰	کتعہ البخاری لمحافظة الدنيا ابن حجر الشافعی			مفیدہ و جمیع نسخہ دیشخ المالک	۲۲۶
۲۰۱	وادودی	۲۲۶	۲۲۲	حل صحیح بخاری رمولوی احمد علی	۲۲۷
۲۰۲	ہدی مسادی مقدمہ فتح الباری	۲۲۷		سہارن پوری	
۲۰۳	انتقاض الاعتراض	۲۲۷	۲۲۳	تعلیقات علی صحیح البخاری	۲۲۸
۲۰۴	عمدة القاری للعلینی الحنفی		۲۲۴	عون الباری للعلامة القنوجی النوفالی	۲۲۹
۲۰۵	التصحیح للزرکشی	۲۲۷	۲۲۵	بہجتہ النفوس لابن ابی حمزہ	۲۵۱
۲۰۶	نکت لابن حجر علی الزرکشی	۲۲۷	۲۲۶	بعض شرح فارسی وارد و تراجم وغیرہ	۲۵۲
۲۰۷	مصابیح الجامع	۲۲۷			
۲۰۸	التوہیح علی الجامع ایضاً للسیوطی	۲۲۷	۲۲۷	تیسیر القاری لابن عبد الحق الدہلوی	
۲۰۹	فتح الباری لابن رجب حنبلی		۲۲۸	تیسیر الباری للشیخ وحید الزمان	۲۵۳
۲۱۰	شرح النووی ابن کثیر و البلقینی	۲۲۷	۲۲۹	رفع الالتباس	۲۵۵
۲۱۱	شرح البخاری للفیروز آبادی		۲۳۰	تقیید البہل و تیسیر المالک	۲۵۹
۲۱۲	ارشاد الساری للقططانی		۲۳۱	اطراف الصعین	۲۵۹
۲۱۳	خیر البخاری	۲۲۷	۲۳۲	المتدک علی الصعین	۲۶۲
۲۱۴	شرح صحیح البخاری للصفائی الحنفی		۲۳۳	شاہ ولی اللہ صاحب کا فیصلہ	۲۶۵

صفحہ	عنوان	نمبر شمارہ	صفحہ	عنوان	نمبر شمارہ
	عقلی علم کلام	۲۵۱	۲۶۷	صحیح بخاری پر عامیانه اعتراضات	۲۳۲
	نقلی علم کلام	۲۵۲		پہلا اعتراض	۲۳۵
	مرجیہ، جبریہ	۲۵۳		امام ابوحنیفہ عربیت میں گزردہ تھے	۲۳۶
۲۹۰	جمیہ، معتزلہ	۲۵۴	۲۶۸	امام بخاری پر پہلے اعتراض کی تقریر	۲۳۷
۲۹۰	مسائل اعتقادیہ کے متعلق محدثین	۲۵۵		اداس کے جوابات	
	کی سائنے		۲۷۱	دوسرا اعتراض اداس کے جوابات	۲۳۸
	امام مالک کا ارشاد	۲۵۶	۲۷۳	شبلی نعمانی کا پہلا اعتراض اداس	۲۳۹
	ائمہ حدیث کی سائنے کا احادیث	۲۵۷		کا جواب	
	سے مؤید ہونا		۲۷۸	دوسرا اعتراض اداس کا جواب	۲۴۰
	نقلی علم کلام کی تعریف اداس کی	۲۵۸	۲۷۷	تیسرا اعتراض	۲۴۱
	بنیاد کا عہد صحابہ میں پڑنا		۲۷۸	شبلی نعمانی کی پہلی غلطی	۲۴۲
	امام بخاری کا فرق مخالف کے رد	۲۵۹	۲۷۹	دوسری غلطی	۲۴۳
	مقابلہ میں مستقل تصانیف لکھنا،			اعتراض کا جواب	۱۴۲
۲۹۶	احمال کے جنہ ایمان بچنے کی بحث	۲۶۰	۲۸۲	التنقید	۱۴۵
۲۹۶	ایمان کی زیادت اور نقصان پر	۲۶۱		صحیح بخاری کو ایک نظر اور دیکھو	
	قرآنی دلائل			صحیح بخاری کے اولین ناقد احمد بن	۱۴۶
۲۹۷	اطلاقات شرعیہ غیر شرعیہ پر	۲۶۲		حنبل ادرابن معین	
	مقدم ہیں			دارخطی	۱۴۷
۲۹۷	الایمان قول و عمل فرید و تنقیص پر	۲۶۳		تنقید کی بنا و چیز پر ہے	۲۴۸
	ساتھ ستر دلائل			حقاید و کلام	۲۴۹
۲۹۸	ایمان میں کمی اور زیادتی دو اعتباراً	۲۶۴		علم کلام کے مسائل فلسفہ ہونان کے	۲۵۰
	سے ہوتی ہے			بیت پہلے پیدا ہو چکے تھے	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۶۵	امام ابو حنیفہ کو کیفیت کے اعتبار سے	۲۸۲	قانون تنقید کی ایجاد اور سلسلہ شریعت کا	۲۶۶	زیادت و نقصان کا انکار نہیں ہے
۲۶۶	محدثین و مکتبین میں ماہر الاختلاف	۲۸۳	استحفاظ را اصول حدیث (مختصر)	۲۶۷	امریکی
۲۶۷	امریکی	۲۸۴	اسلام کے بے	۲۶۸	صاحب سیرۃ النعمان کی ایک
۲۶۸	صاحب سیرۃ النعمان کی ایک	۲۸۵	رقہ میں عبداللہ بن مبارک کا شانہ	۲۶۹	مترجم تقریر کا جواب
۲۶۹	مترجم تقریر کا جواب	۲۸۶	بے نظیر استقبال	۲۷۰	دوسری مترجم تقریر
۲۷۰	دوسری مترجم تقریر	۲۸۷	خلیفہ مامون کا املا حدیث کی مجلس	۲۷۱	پہلا جواب
۲۷۱	پہلا جواب	۲۸۸	منعقد کرنا۔	۲۷۲	دوسرا جواب
۲۷۲	دوسرا جواب	۲۸۹	احادیث کے استحفاظ کا اہتمام	۲۷۳	تیسرا جواب (عاشیہ)
۲۷۳	تیسرا جواب (عاشیہ)	۲۹۰	اور اس میں احتیاط	۲۷۴	محدثین کرام کا طریق کار
۲۷۴	محدثین کرام کا طریق کار	۲۹۱	احادیث نبوی کے متعلق مسلمانوں کے	۲۷۵	شاہ ولی اللہ صاحب کی تحقیق
۲۷۵	شاہ ولی اللہ صاحب کی تحقیق	۲۹۲	اہتمام و گردیدگی کی پہلی وجہ	۲۷۶	مشکلیں کی دلیل اور اس کے جوابات
۲۷۶	مشکلیں کی دلیل اور اس کے جوابات	۲۹۳	دوسری وجہ	۲۷۷	مسئلہ خلق قرآن
۲۷۷	مسئلہ خلق قرآن	۲۹۴	تیسری وجہ	۲۷۸	امام ذہبی کا اپنے تلامذہ کے ہمراہ
۲۷۸	امام ذہبی کا اپنے تلامذہ کے ہمراہ	۲۹۵	مدرسہ تعلیم نسوان	۲۷۹	امام بخاری کی درس گاہ میں پہنچنا
۲۷۹	امام بخاری کی درس گاہ میں پہنچنا	۲۹۶	قلبت دایت میں حضرت ابو بکر پر اپنی	۲۸۰	امام احمد کی ثابت قدمی
۲۸۰	امام احمد کی ثابت قدمی	۲۹۷	کوڑھ کو قیاس کرنا ظلم ہے (عاشیہ)	۲۸۱	لفظی بالقرآن مخلوق کے ساتھ
۲۸۱	لفظی بالقرآن مخلوق کے ساتھ	۲۹۸	استحفاظ حدیث کے دو قوی سبب	۲۸۲	سوال اہلس کا جواب
۲۸۲	سوال اہلس کا جواب	۲۹۹	فن حدیث کے متعلق خلفائے	۲۸۳	امام ذہبی کا غلو اور تشدد
۲۸۳	امام ذہبی کا غلو اور تشدد	۳۰۰	راشدین کا اہتمام	۲۸۴	حدیثیہ اور اصول حدیث
۲۸۴	حدیثیہ اور اصول حدیث	۳۰۱	حدیث کے خلاف عمل کرنے پر صحابہ	۲۸۵	فن حدیث کی اہمیت و قدر
۲۸۵	فن حدیث کی اہمیت و قدر	۳۰۲	کا نورا ٹوک دینا		
		۳۰۳	صحابیات کا بھی یہی دستور تھا		

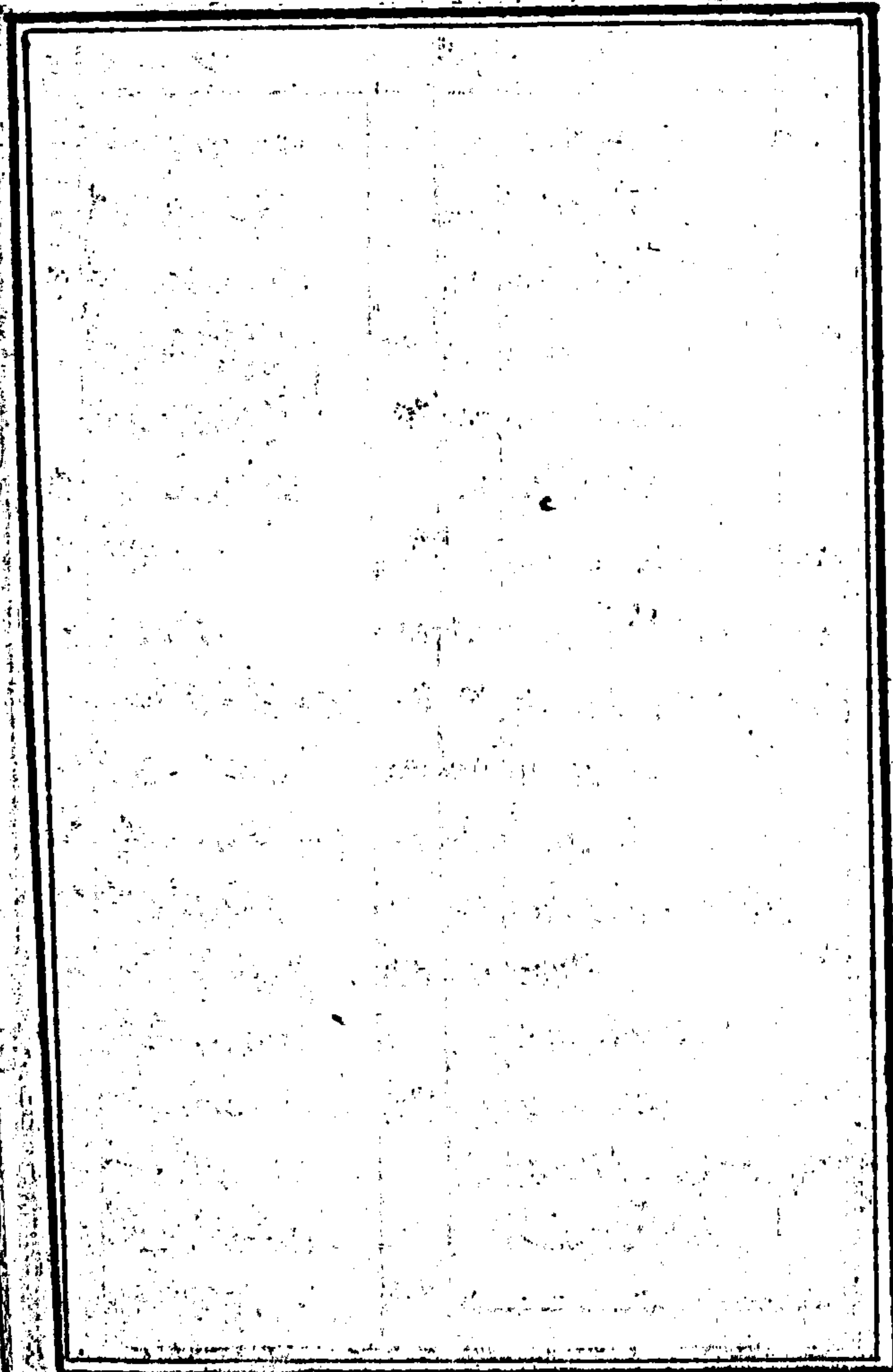
نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ	تشریح	عنوان	صفحہ
۲۹۵	حدیث کی نشر و اشاعت کے بارے میں حضرت عمر کی سنی تبلیغ اور مختلف تدابیر	۳۳۳	۳۰۷	تصحیح یا تصنیف حدیث کو امر	۳۳۴
۲۹۶	مسئلہ نفقہ دکنی مطلقہ بطلاق بائن	۳۳۵	۳۰۸	اجتہادی سمجھنے کا فشار اور اس کی تردید	۳۳۵
۲۹۷	مسئلہ سقط	۳۳۶		صحیح بخاری کی احادیث کو صحیح جاننا	۳۳۶
۲۹۸	حدیث کے بارے میں سب کے پہلے احیاء حضرت ابو بکر نے کی	۳۳۶	۳۰۹	کیوں ضروری ہے	
۲۹۹	ابو ذر غفاری کا تبلیغ و روایت	۳۳۷	۳۱۰	ایک ہی حدیث کی تسبیح و تصنیف میں محدثین کے اختلاف کے اسباب	
۳۰۰	حدیث پر اہتمام و اصرار تاخیر عصر پر خلیفہ اموی عمر بن عبدالعزیز کو عردہ کی اور مغیرہ بن شعبہ کو ابوالسود انصاری کی تنبیہ	۳۳۸	۳۱۱	ایک ہی راوی کی توثیق اور تصنیف میں اختلاف کے وجوہ صحیحین کی تمام احادیث مندر مفقود الصوت ہیں۔	
۳۰۱	جمع و تدوین حدیث کے متعلق عمر بن عبدالعزیز کا اہتمام	۳۳۹	۳۱۲	نمون حدیث میں المصنف بخاری کی خصوصیات	۳۴۰
۳۰۲	اردن رشید خلیفہ عباسی کی کوشش	۳۴۰	۳۱۳	پہلی خصوصیت دشروط شدیدہ صوت حدیث کے لئے	
۳۰۳	امام سلیمانوں کی اُردویدگی			مند منعم میں معاشرہ کے ساتھ تقاریر	
۳۰۴	بعض مجالس ائلا حدیث	۳۴۱		کی شرط صحیح بخاری کے ساتھ خالی ہے (عاشیر)	۳۴۱
۳۰۵	فن حدیث اور سلسلہ سند کی ایک بڑی خصوصیت را جتہادی غلنی و تخمینہ نہ ہونا۔	۳۴۲	۳۱۵	دوسری خصوصیت (تدوین فقرہ الحدیث)	۳۴۱
۳۰۶	کسی حدیث کی تصحیح یا تصنیف میں اجتہاد یہ میں سے نہیں ہے	۳۴۳	۳۱۶	تیسری خصوصیت (تدوین تاریخ احوال)	۳۴۲
			۳۱۷	امام ابو حنیفہ کی طرف ایک خواب کی غلط نسبت	۳۴۳

نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ	نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ
۳۱۸	امام ابو حنیفہ کی طرف سے تدوین فقہ کے مخصوص طریقہ کی نسبت ائمہ اہل سنت کی تنقید یا ایسے رجال کے میلے سے حاشیہ	۳۵۴	۳۳۳	فقہاء محدثین کا طریق اجتہاد فقہاء اصحاب کا	۳۵۴
۳۱۹	چوتھی خصوصیت (جامعیت)	۳۵۵	۳۳۴	حضرت دین کا قول نبوی کے مقابل میں	۳۵۶
۳۲۰	پانچویں خصوصیت (استنباط اصول حدیث)	۳۵۷		قول ابو حنیفہ پیش کرنے پر سخت برہم ہونا	
۳۲۱	خبر واحد کے استدلال کی صحت پر امام کی خاص توجہ	۳۵۸	۳۳۵	امام بخاری اہل ان کے تلامذہ کے بلے	۳۵۷
۳۲۲	لا یوز الزیادۃ علی کتاب الشریعہ	۳۵۹	۳۳۶	شاہ ولی اللہ کے فیصلہ	
۳۲۳	الواحد کا قاعدہ گھرنے کا مقصد حاشیہ	۳۶۰	۳۳۷	فقہاء اہل السنہ کا طریق اجتہاد و اصول فقہیت	۳۵۹
۳۲۴	اصول و روایت	۳۶۱	۳۳۸	شاہ ولی اللہ کا مفصل کلام اور اس کے نتائج	۳۶۱
۳۲۵	فن تادیل مختلف الحدیث	۳۶۲	۳۳۹	محدثین کی طرف سے اصول فقہیت کے نام و کیفیت کی نسبت غلط اور باطل	۳۶۲
۳۲۶	تنبیہ رحاشیہ	۳۶۳	۳۴۰	امام شافعی اور امام محمد کا ایک دلچسپ مکالمہ	۳۶۳
۳۲۷	شیعہ کی احادیث پر ایک اجمالی نظر	۳۶۴	۳۴۱	فقہاء محدثین یا مخصوص امام بخاری کے عراقیوں کے اصول فقہیت سے اجتناب و تنفر کے وجوہ	۳۶۴
۳۲۸	فقہ اہل السنہ فقہ اہل الحدیث	۳۶۵	۳۴۲	مخلافی میں تحریکی فقہ کا ذور حاد کے زمانے شروع ہوا	۳۶۵
۳۲۹	علی الفقہ بنار الدین	۳۶۶	۳۴۳	اہل السنہ کے ساتھ تشبیہ کی وجہ	۳۶۶
۳۳۰	اہل السنہ کے محدثین کے اصول استنباط اختیار کرنے کی وجہ	۳۶۷	۳۴۴	اہل السنہ کی طرف سے محدثین کو	۳۶۷
۳۳۱	فقہاء مجتہدین کا طریق اجتہاد و اصول فقہیت	۳۶۸			
۳۳۲	شاہ ولی اللہ کی واضح تصریحات	۳۶۹			

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳۰۱	قاسم فارجدہ سلیمان ابو بکر عبداللہ	۳۵۹		مکلفین معینا	
۳۰۲	فقہاء محدثین کی فقہ کی چند خصوصیتیں	۳۶۰	۳۸۹	اہل الرائے امام اخرا الزمان کے ضمن	۳۴۳
۳۰۵	فقہاء اہل الرائے کے مسائل مستنبط	۳۶۱		ہوں گے (عاشیر)	
	میں افراط و تفریط کا وقوع			اہل الرائے کی حضرت شیخ اہل کے	۳۴۵
۳۰۶	اہل الرائے کی غلطیوں اور افراط و	۳۶۲		ساتھ دشمنی (عاشیر)	
	تفریط سے فقہاء محدثین کے محفوظ		۳۹۰	حضرت شیخ اہل کا جمل تذکرہ (عاشیر)	۳۴۶
	رہنے کی وجہ		۳۹۰	فقہ کی مختصر تاریخ	۳۴۷
۳۰۷	فقہ اہل حدیث کی یہ خصوصیت	۳۶۳	۳۹۳	صحابہ کے اجتہادی مسائل میں اختلاف	۳۴۸
۳۰۸	فقہ اہل الحدیث کے مسائل کا موازنہ فقہ	۳۶۴		کے ٹوئیاں قائم نہیں ہوئیں	
	اہل الرائے کے			محدثین میں اختلافات مسائل کے	۳۴۹
	فقہاء اہل الرائے کے اپنے قائم کردہ	۳۶۵		فرقہ بندیوں نہیں ہوئیں	
	مصالح و عیل پر اعتماد کے افسوسناک		۳۹۳	اختلاف کی وجہ سے	۳۵۰
	نتائج		۳۹۴	فقہاء صحابہ و تابعین و محدثین کی	۳۵۱
۳۱۰	مسئلہ نماز	۳۶۶		مختصر فہرست مسائل کے مختصر تراجم	
	مسئلہ خروج بھنو عدا	۳۶۷		علی بن ابی سعید بن عمر	۳۵۲
۳۱۱	مسائل زکوٰۃ	۳۶۸	۳۹۴	ابن عباس رضی ابن عمر	۳۵۳
۳۱۲	مسئلہ زوجه منقودا الخیر	۳۶۹	۳۹۷	تسید بن ثابت رضی	۳۵۴
۳۱۲	فقہ اہل الحدیث کی دوسری خصوصیت	۳۷۰	۳۹۸	حضرت عائشہ رضی ابو ہریرہ رضی	۳۵۵
۳۱۳	تیسری خصوصیت	۳۷۱	۴۰۰	اجتہاد و استنباط کی ضرورت کہاں	۳۵۶
۳۱۴	امام بخاری کا طریق کار	۳۷۲		ہوئی ہے	
۳۱۵	فقہ اہل الحدیث کی چوتھی خصوصیت	۳۷۳		فقہائے سجد مدینہ	۳۵۷
	امام بخاری کی نقاب ستارہ اجتہاد	۳۷۴		سید بن المسیب عروہ بن زبیر	۳۵۸

نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ	نمبر شمارہ	عنوان	صفحہ
	تضار الحاکم لاکل حراما ولا یحرم حراما	۲۱۶		کی خصوصیات	
۲۲۹	فقہ اہل الرائے میں ثاب العین کی دست	۳۸۹	۲۱۵	استنباط مسائل فقہ میں امام بخاری کا دستور	۳۷۵
۲۳۰	قیاس کی تقسیم	۳۹۰	۲۲۰	استنباط مسائل فقہیہ میں مصابیح عباد	۳۷۶
	باب من شبہ اصلا معلوما بصل مسین الخ	۳۹۱		پر گہری نگاہ رکھنا	
	باب ما ینذک فی ذم الرائے القیاس	۳۹۲		استنباط مسائل میں عبارة النض،	۳۷۷
۲۳۱	قیاس علت کی مثال	۳۹۳		دلالت النض، اشارہ النض، اقتضار	
	قیاس دلالت کی مثال	۳۹۴		النض، حمل النظیر علی النظیر کے کام لینا	
	قیاس شبہ کا استعمال قدریہ معتزلی	۳۹۵	۲۲۱	استحسان، قیاس طرد، قیاس شبہ	۳۷۸
	بہمیدہ نض وغیرہ کا وطیرہ ہے			سماجتنا بیاہ قیاس علت، قیاس	
۲۳۲	قیاس طرد اور التہریوں میں ساخ تھا	۳۹۶		دلالت کا اعتبار استعمال	
۲۳۳	قیاس استحسان دیگر مجتہدین میں مستعمل تھا	۳۹۷	۲۱۸	امام بخاری کے اجتہاد کی وہ چند شاخیں	۳۷۹
	انہر ثلثہ حنفیہ کا مسکک حدیث ضعیف	۳۹۸		جن پر اعتراضات کئے گئے	
۲۳۴	کو قیاس پر مقدم کرنا،		۲۲۲	باب فضل صلوة الفجر	۳۸۰
۲۳۵	خاتمہ امام الحدیث کے تلامذہ	۳۹۹	۲۲۳	باب بل علی من یشہد بحبہ غسل	۳۸۱
	استادی اور شاگردی کا تعلق	۴۰۰		من الفسار الخ	
۲۳۶	امام الحدیث کی دستگاہ کی جامعیت	۴۰۱	۲۲۴	باب الصدقہ خیل العید	۳۸۲
۲۳۷	امام الحدیث کی زندگی کی بڑی خصوصیت	۴۰۲	۲۲۵	باب الاستماع فی الخلیفۃ	۳۸۳
۲۳۸	امام مسلم	۴۰۳		باب اذقاة العید فی رکتین الخ	۳۸۴
۲۳۹	نام و نسب و ولادت و وفات	۴۰۴	۲۲۵	باب بیح المدبر	۳۸۵
۲۴۰	تالیفات کی مختصر فہرست	۴۰۵	۲۲۶	باب طول اقیام فی صلوة اللیل	۳۸۶
۲۴۱	صحیح مسلم	۴۰۶	۲۲۷	باب ما یتخرج من الحجر	۳۸۷
۲۴۲	مقدمہ صحیح مسلم	۴۰۷	۲۲۸	من قضی لہ کثر اخری فلا یأخذہ فان	۳۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰۸	البحر المواج للعلامة غازی پوری	۲۲۴	۲۲۴	۱۵) امام دارمی رحم	۲۶۰
۲۰۹	المطر الثجاج وحاشیہ	۲۲۶	۲۲۶	نام نسب ولادت تلامذہ و شیوخ	
۲۱۰	مشارق الانوار وحاشیہ	۲۲۸	۲۲۸	تصانیف المنذرتا التفسیر الجامع	
۲۱۱	فہرست شرح صحیح مسلم	۲۲۹	۲۲۹	ابن ماجہ	۲۷۱
۲۱۲	۱۲) امام ترمذی	۲۳۰	۲۵۲	(۶) جزیرۃ الحافظ	۲۷۲
۲۱۳	نام و نسب ولادت	۲۳۱	۲۳۱	(۷) محمد بن نصر مروزی	
۲۱۴	تصنیفات	۲۳۲	۲۵۲	(۸) ابو حاتم رازی	۲۷۳
۲۱۵	جامع ترمذی	۲۳۳	۲۵۲	(۹) ابراہیم الحارثی	۲۷۵
۲۱۶	کتاب العسل شمائل ترمذی	۲۳۳	۲۵۵	(۱۰) ابو بکر بن ابی عاصم	۲۷۶
۲۱۷	شرح جامع ترمذی	۲۳۵	۲۵۶	۱۱) ابن خزیمہ	
۲۱۸	تحفۃ الاحوذی رحاشیہ	۲۳۶	۲۶۰	صحیح ابن خزیمہ	۲۷۷
۲۱۹	شرح شمائل ترمذی	۲۳۷	۲۶۳	(۱۲) محمد بن ابی حاتم الوراق	
۲۲۰	۱۳) امام نسائی رحم	۲۳۸	۲۶۶	(۱۳) المحامی	۲۷۸
۲۲۱	نام و نسب ولادت	۲۳۹	۲۶۶	(۱۴) ابراہیم النسفی	
۲۲۲	سبب وفات	۲۴۰	۲۶۸	چند دیگر حفاظ تلامذہ	۲۷۹
۲۲۳	السنن الکبریٰ	۲۴۱	۲۶۸	مؤلف کاسلسلہ تلمذ و سلسلہ	۲۷۹
۲۲۴	المجتبیٰ من السنن الکبریٰ			سندنا امام المحدثین	
۲۲۵	(۱۵) فروری		۲۶۹		



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ طبع ثانی

سیرۃ البخاری طبع اول ۱۳۲۹ھ کو شائع ہوئے آج پچھتیس برس ہو گئے
حضرت والد محترم مولانا کتاب کے اس کے شائع ہونے کے تیرہ برس بعد انتقال
فرمایا اب یہ کتاب ان کی وفات کے تیس برس بعد طبع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں جا
رہی ہے، ارباب علم نے کتاب کی اس کے شایان شان قدر و منزلت کی چٹیاں چہ
طبع اول کے تمام نسخے بہت تھوڑی مدت میں ہاتھوں ہاتھ منتقل کئے، کتاب کی قابل
رشتک مقبولیت نتیجہ قلمی مولانا مرحوم کے اخلاص کامل کا، اور شہرہ قلمی اصحوا لکتاب
بعد کتاب اللہ اور اس کے مصنف کے ساتھ مولانا کی علمی عقیدت اور والہانہ دینی
محبت و شہینگی کا اور اثر قلمی مولانا کی صحیح ٹھوس علمی خدمت کا انسا الاعمال بالنیاس
و لکل امری ما لوی۔

کتاب کی غیر معمولی مقبولیت اور اہل علم کے شدید تقاضوں کے پیش نظر مولانا
کی زندگی میں طبع ثانی شائع ہو جانا چاہیے، لیکن افسوس ہے کہ بعض مخصوص عوائق
ایہ عائلی پریشانیوں کی وجہ سے حضرت مولانا طبع ثانی کا انتظام نہ فرما سکے یہاں تک
کہ زبانتہ ملازمت دارالحدیث رحمانیہ دہلی رحیب ۱۳۳۱ھ میں، مگر اے عالم جاودانی
ہو گئے، راقم السطور ان دنوں دارالحدیث رحمانیہ میں پانچویں ہجرت میں زیر تعلیم تھا اور

اس کے دنوں چھوٹے بھائی محمد عزیز اور مولوی عبدالرحمن (مرحوم) مقامی مدرسہ میں فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے، حضرت والد محترم کی وفات کے بعد ہماری بیسہ ساداتی کے ان کی دیگر تصانیف کی طرح سیرۃ البخاری کے طبع ثانی کا کوئی ظاہری ذریعہ اور وسیلہ بھی باقی نہیں رہا، ہوش سنبھالنے کے بعد ہم تینوں کو اس کی اشاعت کی ضرورت کا برابر پورا احساس رہا، لیکن نکل مٹی اجل مسمیٰ کے ضابطہ پر لکھی اور قانونِ ربانی کے مطابق آج سے پہلے ہم اس کی طباعت و اشاعت کا انتظام نہ کر سکے۔

براہِ عزیز مولوی عبدالرحمن طائب مظاہری رحمانی کو جو نہایت خوش خلق،

شریف النفس، سلیم الطبع اچھے شاعر اور جدید عالم تھے، اللہ تعالیٰ نے اچھا ذوق عطا کیا تھا،

نفیس الطبع، لطیف المزاج بنایا تھا، وہ خصوصیت کے ساتھ کتاب کو بہتر سے بہتر شکل میں

طبع کرنے کے خواہشمند اور اس کی فکر و کوشش میں تھے، لیکن خالق الموت والحیاء کا

فیصلہ کچھ اور تھا، عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، اور وہ عین شباب میں بزبانہ ملازمت دارالحدیث

رحمانیہ دق اور سل میں مبتلا ہو کر، ارذی الحجۃ ۱۳۶۲ھ کو ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے

اور کتاب کے حسب خواہش طبع ثانی کی حسرت اپنے دل میں لے گئے، اناللہ العزائم اللہ تعالیٰ

انہیں بال بال مغفرت فرمائے، اور جنبت الفردوس میں مقام عنایت کرے۔ رَبِّ

اعْرِضْ لِي دَعْوَايَ وَاَدْخِلْنِي رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

جنگ کے زمانہ میں اپنی بے سرو سامانی اور سامان طباعت کی ہوشیارگرائی کے

باعث کتاب کی طباعت کا انتظام ہمارے در اقم الحرمہ سنا اور براہِ عزیز محمد عزیز سلمہ اللہ

امکان سے باہر تھا، اب جب کہ طواغیت عالم کی شیطانی جنگ کو ختم ہونے ایک برس

سے زائد ہو گئے ہیں، اور علمی کتابوں کی اشاعت میں نسبتاً آسانی ہو گئی ہے، بعض وجوہ

اگر احترام بندگان اور مخلص احباب کی ہمت افزائی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے ہمیں توفیق ہوئی، کہ کتاب کو طبع کر اکر اہل علم کی خدمت میں پیش کریں اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے۔

وینا تقبل منا انک انت السميع العليم

صحیح بخاری کی مشہور عالم شرح فتح الباری کا مقدمہ ہدی الساری جس قدر ضروری اور اہم ہے، کسی اہل علم سے مخفی نہیں، اس کے متعلق یہ دعویٰ کہ اس کا مطالعہ بغیر صحیح بخاری کی حقیقت سے آگاہی تقریباً ناممکن ہے، جس طرح بالغیہ سے پاک اور بالکل صحیح ہے، اسی طرح سیرۃ البخاری کے متعلق ہمارا یہ دعویٰ بالکل درست اور حقیقت پر مبنی ہے، کہ صحیح بخاری کے مطالعہ علم کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے، یہ اردو زبان میں اپنے موضوع بوجہ ميسوط مستقل کتاب ہے۔

امام المحدثین جتہد مطلق تھے، ان کے بے نظیر کمال اجتہاد کا صحیح اندازہ انکی جامع صحیح کے تراجم ابواسبک بخاری ہوتا ہے، ضرورت تھی کہ فقہ اہل الحدیث اور طریق اجتہاد فقہاء محدثین کا فقہ اہل الرائے اور طریق اجتہاد فقہاء عراق سے موازنہ کر کے ان کے درمیان فرق کو واضح کیا جاتا، تاکہ طالبین حق پر مشکف ہو جائے کہ فقہ اہل الحدیث کیوں محمود ہے اور فقہ اہل الرائے کیوں مذموم و مردود ہے، الحمد للہ کہ حضرت مولف کے حصہ ثانی میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے، ضمنی طور پر آخر میں تراجم بخاری سے متعلق اچھوتی بحث آگئی ہے، جس سے امام المحدثین کے اجتہاد کا کمال واضح ہو جائے، درحقیقت حصہ ثانی مولف کی محنتوں اور کوششوں کا مظہر اتم ہے، شکر اللہ مساعیہ جعلہا ذخیرہ یقول حضرت مولف اس کتاب کے لکھنے کے کسی پر عمل کرنا مقصود نہیں ہے، لیکن امام المحدثین

سے رفع الزام میں اگر کہیں کسی پر ضمناً الزام عاید ہو گیا ہو، تو وہ مجبوری سے ہے، اس لئے گذارش ہے، کہ کوئی صاحب بغیر پوری کتاب ملاحظہ کئے ہوئے کوئی رائے قائم نہ کریں،

طبع اول میں "تفسیر اغلاط" کی فہرست میں دیتے ہوئے اغلاط کے علاوہ چھاپہ کی تہہ سے غلطیاں تصحیح سے روٹی تھیں، اس طبع میں جہاں تک انسانی امکان سے تھیں انہماکی کوشش کی گئی ہے، اور یقین ہے، کہ یہ اغلاط سے پاک ہوگا، بعض مقامات میں ہٹری جوڑنا یا توالے رہ گئے تھے، ان کا اضافہ کر دیا گیا ہے، لیکن اس کی احتیاط کی گئی ہے، کہ اضافہ کیا ہوا عاشرہ مؤلف کی عبارت یا حاشیہ میں نہ ملتے پائے ہاں دو ایک مقام میں مؤلف کے حاشیہ کے اندر واقعی ضرورت کی وجہ سے مناسب ترمیم کر دی گئی ہے مضامین کی فہرست بالکل مختصر تھی، کوشش کی گئی ہے، کہ تمام اہم مضامین کی فہرست قارئین کے سامنے پیش کر دی جائے، کیونکہ مؤلف کے مقرر کئے ہوئے عنوانات میں سے تقریباً کثیر عنواتوں کے ماتحت متعدد ایسے اموا گئے ہیں، کہ ان پر الگ الگ ذیلی عنوان مقرر کیا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے کوششوں کو قبول فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

رَبِّ اذْرِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي اتَّبَعْتُ لِحَاثِلِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَبِّ اجْعَلْنِي مِمَّنْ يُتْلَىٰ الصَّلَاةَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا

عبید اللہ رحمانی مبارک پوری

دار الحدیث رحمانیہ دہلی

۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ

نظم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں تو ان گفت یک از صد ہزار	حمد خدا کے خسر داں موزگار
بندہ چہ گوید کہ چہا شان اوست	آنکہ خداوند ثنا همان اوست
در کفنا و دانش و دین را کلید	پر تو نور ازل آمد پدید
دم چو زنی از خودی خویش تن	بور نمیش باد قبا جان و تن
سر چو نہی بر خط دیگر منہ	جز کہ بہ فرمان پیر منہ
ہوش کن اندازہ نگہدار باش	گو کش بہ آوازہ اخبار باش
شاہ جہانم کہ سگ در گہم	من نہ امیں مع سرانے شہم
این تگتہ تا زم بہ بولے شہت	ناز و نیازم بہ قیلے شہت
دین نبی بس بود آئین من	پیروی شمرع بود دین من
دو ششم آئینہ بردن گر سیت	کیش مرا بہ ہمہ زان برتر سیت
شام برایشان سحرے می کنم	بے خبران را خبرے می کنم
آہ ازین راہ غلط کردیم	حق طلبی گنبد و شاں گردگان
مایہ ایشان ہمہ ہیچ است ہیچ	پوئیہ ایشان کم و راہ ہیچ ہیچ

عہدے سخن بسوئے شیفتگان نیالات محترہ و عقول خویش ۱۲

لایہن مردم دیو پری
 دیو بہادان خضر را ہرنان
 ظاہرن صلح و درون جگہ جنگ
 مغز ندارد چو بے مغز پوست
 دین چو کی گویے بہ چوگان شان
 سوختگانہ ز شتر را فلکان
 ما جعل دین ہمہ نیاست بس
 دین مبین را بہادند اساس
 غیب بہ قرآن صلحہ یومنون است
 کیست عمان خرد آرزو بہ دست
 رنگ ز گلہا و پیدن آرزو
 با ہمہ دانش ہمہ نادانیش
 حیرتے آئینہ خویشتن
 از حکما و عقلا پیش پیش
 در فرق تمیز نورانیان
 در روشن جلوہ سامانیان
 چہیت دانش کہ کسی آن نہایت
 داشتینہانہ چنین داشتند
 آتشش از مغز بر آوردد

ہم بقصافسانہ و افسوں گری
 فتنہ سگالان خرد و دشمنان
 باطن شان یو و یرون آب رنگ
 جلوہ فروشان سخن لغز و دست
 ہوش و خرد دشمن ایمان شان
 خود زده گاندہ جان بہ ہرنان
 مرکز شان آرزو ہوا و ہوس
 ہائے کہ پروا نش در آئے قیاس
 غافل ازینہا کہ خرد و فنون است
 غیب چہ دانند چہ در پردہ است
 جوش بہ صہبا در سیدن آرزو
 جو ہر شس آئینہ ویرا نیشتن
 خود ز خودش حیلہ برانگنختن
 آخر از آنان کہ گذشتند پیش
 از قبیل طبقہ یونانیان
 از صفت آسودہ سامانیان
 بہرہ ز دانش کس اندیشاں نہایت
 دانش داد و دل و دین داشتند
 طائر ادراک چوں پر بر کشود

ہاں کثارت چو بالا ترک
 سجدہ پے آتش دھور پیش برد
 غایت ادراک ہمیں مست و بس
 کی بدو حق بہ رسیدن رسید
 برتے اگر گویم ازیں داستان
 کا رہا اور اک چوزہ گرتدے
 تانہ رسیدا بر کرم در نشان
 نیز نیم مست کر رائے و عقول
 چون گنم انصاف فراموش چون
 تکیہ مکن بر خود سست اساس
 درہ سئل است اساس کسان
 در نہ بود قول نبی با درت
 واں چہ بود تا بلب آری سوال
 رحلت و تحقیق قابل ہیں!
 جرح ہیں ذریعے تعدیل رو
 دین صرف از خوف بازداں
 لعل گرانسایہ ز فادرا بر آرز
 علم حدیث آمدہ علم شگرت
 رنجیت ہماں تیر تہا بک فلک
 نے غلط علم آب و سرخ خویش برد
 عاقبت عقل خستیں مست و بس
 آنکہ بداد و در شور و دیدن تروید
 طول شود منتظر این داستان
 وحی چہا فاضل ہمیں شہادت
 سرودہ شد آتش زرد وشتیاں
 اول امر است الیہوا الرسول
 خواندہ ام آخر اخلا تعقلون
 بیشتر اخبار ازاں پس قیاس
 قول نبی رہ کہ قیاس کسان
 باش کہ بر شے کثرت درت
 گوئم انسان پیش کہ علم الرجال
 علت داستان دلسل بین
 تا بہ بخلا ہے تفصیل رو
 چیت خرف چیت شد بازداں
 گنج زرا ز خاک بخارا بر آرز
 قلم معنی مست در و حرف حرف

لے ماعبادت الشمس والقمر الا بالمقاسر • سنن دارمی

ثانی قسران نہ بود غیر او
 چیت بخارا چہ تماشادروست
 حافظ اقبالی شہنشاہ وحی
 گفت ہمان آنکہ نبی گفتہ بود
 بود سعی محوسی شہراو
 صیت کمالش ز عرب تا عجم
 قدر کمالش کہ نہ ماند کسے
 لطف حق است از گری نیست این
 من کہ گل از پوست بیاوردہ ام
 تارہ مرز مزمرد کار نیست
 زیم مرا آندہ سازے درگ
 خون جگرمانہ بود جام و خم
 بامی شیر از میالائے لب
 پیے غلط از دخل وقت من
 شمع شوناں کہ شبست دوزخند
 سیر بخاری و بخارا بکن
 عربدہ بانویش نہ زیدہ ہے
 حسرت بخارا نہ کنی سیر او
 ناقد اخبار محمد از دست
 حامل اسناد ہواخواہ وحی
 در رہ دین گوہر جان سفتہ بود
 رفت دونی حل معنی شد او
 بصرہ شد اکنون بہ بخارا ہم
 شیمہ دریا چہ شناسد نصے
 در خود ہر خیرہ سرے نیست این
 ہیں کہ بدست ہتر آوردہ ام
 ز مزمرد من ہم ازین تار نیست
 ساز مرا سوز و گدازے درگ
 بے بیٹے می شنوم شور خم
 بادہ بے شیشے کن از من طلب
 سادہ روغن باغن تکلف مکن
 ماہ منت شمع شب افروز شد
 ترک تگ تاز خدا زان بکن
 طعنہ بہ ہم کیش نہ زیدہ ہے

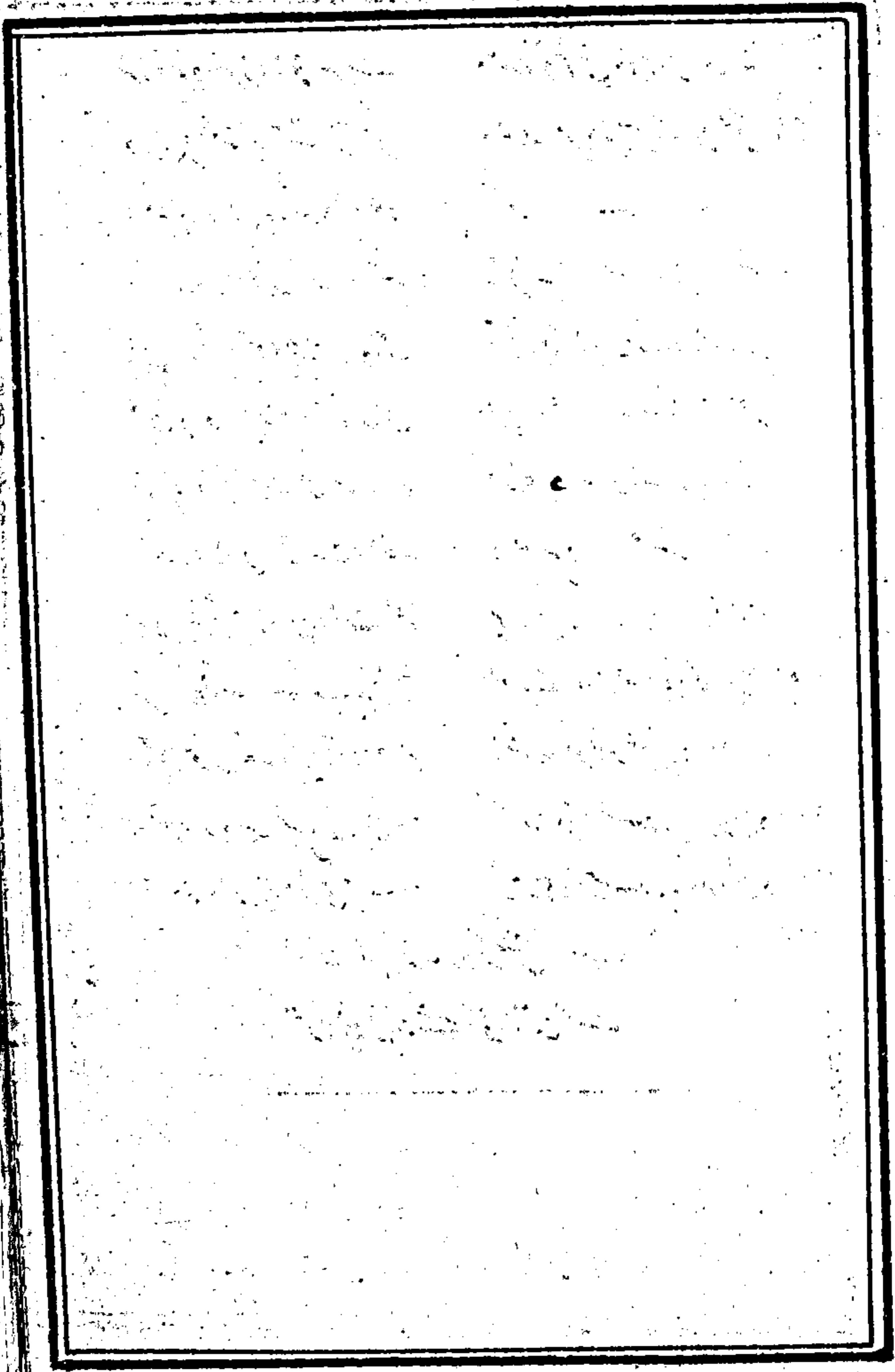
تہ تجلا و ثانی یثرب کہ محمد از دست، نہا لکما قال الجامی ویاتی قولہ فی مسد

و گوہر اسرار خفی سفتہ بودہ است شمع رہ یثرب و بطما شداوہ

ہرزہ مرد ہرزہ مگو نہ بینہ
 در نہ ہی طنتہ با عیب ان مکن
 زخمہ پریش ان بہرگہ تار بود
 راست بہ قانون اثر ساختم
 این روش و حلوبہ جولان بہ بین
 فرق گل و خار ز ہم دانشناس
 ذرہ چو خود آئینہ سیملتے
 شجیدہ بابال اثر شد فگار
 بقی نیم گرم روان رفتہ ام
 آن نے کلک است نہ بارندہ میخ
 غنچہ محواں یک جین آوردہ ام
 شیوہ ار باب کمال این بود
 ہست اگر چہرہ زنگی سیاہ
 گو کہ خود آئینہ چہ وارد گناہ

کشت من از خار و گر گلشن است

حسن قبول از دے سعی از من است



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دیباچہ طبع اول

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

اما بعد کسی کی سرگذشت یا سوانح عمری لکھنے کی غایت عام طور پر یہ خیال کی جاتی ہے، کہ اس کے پڑھنے والوں میں اپنی زندگی کے نشیب و فراز کا احساس پیدا ہو اور آنے والی نسلیں اس کے مطالعے سے عبرت پذیر ہو کر ان غلطیوں سے بچیں، جن سے ان کو بچنا لازم ہے لیکن اس عام غایت کے علاوہ ان مقدمات یا نوافل کی سوانح عمریوں کو ایک خصوصیت خاص حاصل ہے، جن کی سبب سے اس لئے لکھی گئی ہیں، کہ خلق اللہ کے دلوں میں ان کی پیروی کا خیال امدان کی ریس پیدا ہو، آنے والی نسلیں انہیں پڑھ کر اپنا چال چلن، رفتار، کردار، عادات، خصائل، اعمال ان ہادیوں کے سے بنائیں، جن کو خداوند عالم نے دنیا میں تنگی کا نور بنا کر بھیجا تھا، جن کی تخلیق سے مقصود تھا عالم میں توحید پھیلانا، اور فطرتی دین کی تعلیم اور اشاعت کرنی، خالق اور مخلوق کے مابین جو رشتہ غلامی سے اس پر مشتبہ کرنا، اور آخرت جہاں انسان کو مرنے کے بعد دوسری زندگی ملنی ہے، یاد دلانی اس کا لازمی نتیجہ ہے، کہ دنیا میں امن و امان قائم رہے، بنی نوع انسان کی ترقی ہو، مخلوق میں سے خالق کی اطاعت بجالائے، دنیا میں اور ج کمال تک پہنچا، و آخرت میں اس کا اصل لہجہ وادی ہے، اچھے مدارج پائے، غرض دینی اور دنیاوی نعمتوں سے

بہرہ اندوز ہونا اس کا لازمی نتیجہ ہے،

اس میں کیا شک ہے، کہ مستند قابل اعتبار نتیجہ تیز سوانح عمری لکھنے کی تعلیم اول اول قرآن سنہ دی، اسی قرآنی تعلیم کا اثر ہے، جو آج کثرت سے قابل اعتبار اور مستند سوانح عمریاں نظر آتی ہیں، اہل مغرب جو آج اس فن میں مشرق کے ہمارے نظر آ رہے ہیں، اسی قرآن کے زہرہ زبا ہیں

کیا کوئی شخص ایسی سوانح عمری کسی کی دکھا سکتا ہے، جو اس قرآنی تعلیم سے پہلے لکھی گئی ہو اور مستند ماننی گئی ہو، یہی وجہ ہے کہ جس قدر سوانح عمریاں قبل نزول قرآن لکھی گئی ہیں بالکل بے اعتبار، ہزاروں اغلاط سے مملو ہیں۔

کیا عیسانی دنیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتی، پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح کے حالات زندگی اس قدر مخبوط ہیں؟ کیا یہود دنیا میں موجود نہیں؟ کیا وہ موسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے؟ یا جو اس کے حضرت موسیٰ کی سرگذشت کیوں اس قدر بے ہودہ قصوں اور خوش گپیوں سے بھری ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے، کہ یہ فن خاص قرآنی تعلیم کا ایک شعبہ ہے، جو ان کو نصیب نہ ہوا۔

دیکھو ذوالقرنین، اصحاب کہف وغیرہ کی بابت کس قدر خوش گپیاں لکھی ہیں، قرآن نے سب کو اڑا کر چھینا، مگر باقیہ تصویب کیسے دی؟ قرآن نے ہم کو وہ مستند اور سچی سوانح عمری لکھتی ہی نہیں سکتی بلکہ اس کے ساتھ اس کی غائت بھی بتائی اور یہ بھی تعلیم کی، کہ خدا کی غیر محدود مخلوق میں ہر شخص اس قابل نہیں، کہ اس کی سوانح عمری یا سرگذشت لکھی جائے، اس کے لائق خدا کے تمہید بندے ہوا کرتے ہیں، آدم، نوح، ابراہیم، اسمعیل،

یوسف، شعیب، یوط، صالح، ذوالکفل، زکریا، یحییٰ، صالح، یونس، یونس، موسیٰ، ہارون علیہ السلام، محمد علیہ السلام، والصلوات والسلام علیہم
 ایسے ہیں جن کے حالات زندگی فلم بند کئے جائیں،

حضرت نوح حضرت آدم حضرت یونس کے حالات پڑھو جن میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ حالات زندگی لکھنے میں صرف ایک پہلو اختیار کرنا انسان کے خلاف ہے سچی نکتہ چینی کرنی بھی سوانح عمری لکھنے کا ایک جزو ہے۔

قرآن میں ایک جگہ کئی نبیوں کا ذکر فرما کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا خیر اھمدا اقتدا ہے یہی ڈھنگ آپ کو بھی پامیے
 مختصر نفلوں میں غایت کی طرف اشارہ کر دیا،

عام نفلوں میں کافہ اہمیت کو مخاطب کر کے فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ
 رسول اللہ کی سیرت میں تمہارے لئے
 حَسَنًا اچھی اقتدار ہے۔

اس حکم عام نے مسلمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور سیرت کا جمع کرنا اس کا جاننا اس کی پابندی کرنی لازم کر دیا، اسی عام حکم کی بنا پر محدثین نے دین کا احسان قیامت تک اہل اسلام ایک لمحہ کے لئے نبیوں نہیں سکتے، کمال جانفشانی اور انتہاء وجہ کی سعی سے جو انسانی طاقت سے ممکن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری اور حالات زندگی کو متنبہ سندیوں سے جمع کر دیا، اگر محدثین کی جان توڑ سعی نہ ہوتی تو کج ہم اپنے نبی کے سچے اوصیاء حالات زندگی سے بائکل محروم رہتے اور لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنًا کی تعمیل سخت مشکل ہوتی، ایسی حالت میں

یا تو اہل عراق کی طرح قیاسی تکے چلاتے یا فرقہ اہل قرآن کی طرح قرآن کے طبع و
معنی لگانے، یا یہود و نصاریٰ کی طرح لاکھوں بے سوچاقتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے عین اللہ یا ابن اللہ بنانے کے لئے تصنیف کرتے۔

محدثین کی جان توڑ سعی میں تک محدود نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء
اور جانشینوں کی بھی صحیح صحیح سوانح عمریاں حکم علیکم سننہ و سنتہ الخلفاء الراشدین
جمع کر دیں، اور آگے ترقی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہوں کی سوانح عمریاں

لے یہ ایک نیا فرقہ بن رہتا ہے، جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل، آپ کی
تعلیم و آپ کے اقوال کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتا، اپنی دلانے سے جو معنی چاہتا ہے قرآن کے لگانے، ہونہ
کے لئے ہم اہل قرآن کے پرچہ اشاعت القرآن سے ایک مثال پیش کرتے ہیں، آیا کہ یہ فیما بین اولادہ لیبین
نادینا ہ ان یا ابراہیم قد صدقتا الو یا انا کن لنا نغزی المحسنین ان هذا الہو ابلاء
المبین وقدینا بنجر عظیم کا ترجمہ اس طرح کیا ہے، پھر دونوں آپس میں متفق ہو گئے قرآنی ارعاد پر، تو
پھر بھی ابراہیم سلام علیہ اپنی خطا پر آگاہ نہ ہوا، یعنی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ ڈالے اس کو ہاتھ کے بل سے
رک کر دیا ہم نے اس کے اس باطل خواب خیال کو یعنی ہم نے اس کو پار شاد فرمایا، کہ اے ابراہیم تحقیق کیوں
سمجھتا ہے تو ایسے باطل خواب خیال کو سو ہم نے اس کو نگاہ رکھا، کیونکہ تحقیق ہم ہمیشہ اسی طرح محفوظ دامون
رکھتے ہیں جبکہ رسل انبیاء کو اور اس لئے اس کے خواب کو رد کر دیا، کہ یہ باطل خواب و خیال ایک بہت
بڑی بھاری غلطی و خطا ابراہیم کی تھی ظاہر و باہر طور پر، اور اس کے بدیہ ہم نے اس کو یہ سمجھا دیا، کہ تو صرف
وہی قربانی کیا کہ جس کا حکم کتاب اللہ میں موجود ہے، اور وہ ہر طرح صحیح و سالم کامل عمر اچھی موتی تازی بھی
ہوئے انتہی بلفظہ۔ ناظرین اس ترجمہ کے آپ اس فرقہ کی سفایت کا پتہ لگا سکتے ہیں،
اسے لازم کرنا میرا طریقہ اور میرے جانشینوں کا جو سیدھی راہ پانے والے ہیں، اسے

تخصر طریق پر لکھ ڈالیں، اس باب میں اصحابہ السید الغایہ، السیفیہ ابے بہرکت بن
 بن ابی اسحاق کے بڑھ کر تابعین کے حالات ضبط کئے و علم جہاں محدثین کی بدولت اب تک یہ
 سلسلہ جاری ہے، ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے لکھا ہے کہ علم رجال پر مسلمان جتنا فخر کرے
 بجائے، نہ ایسی کوئی قوم نڈری، اور نہ ایسا ہے جس نے مسلمان کی طرح بارہ سو پچیس
 ہزار کے علماء کے حالات زندگی لکھے ہوں، ہم کو پانچ لاکھ مشہور عالموں کا تذکرہ
 ان کی کتابوں سے مل سکتا ہے۔

محدثین کی جماعت میں امام بخاری کو جو خصوصیت حاصل ہے، اس سے کون
 واقف نہیں؟ امام بخاری وہ شخص ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت
 اور آپ کے اصحاب و دیگر ناموران اسلام کے مستند اور صحیح سوانح عمریوں کے مجموعہ

لمہ آگے میں کر جان امام بخاری کے تفویضات کی شرح آتی ہے، جو امام بخاری ہی سے منقول ہے، ارکان امام
 بخاری کا یہ مقولہ پڑھو گے کہ انسان محدث کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 احادیث کے ساتھ آپ کے اصحاب کی سیرتوں سے انسان کی تعداد اور علمائے امت کے حالات، انکی واپس
 دنیا، ان کے گذران، جلنے سکونت سے آگاہ نہ ہو، امام بخاری کے ان قول سے اندازہ کیا جاسکتا ہے
 کہ محدثین کے لئے فن سیرت میں کمال پیدا کرنا، اگر قدر ضروری ہے۔

عہدہ الحافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ فی شرح منہج المجتہد علامہ عزالدین ابن اللاتیر البزری
 المتوفی ۶۳۳ھ کتب فی تراجم آفات خمس باب من الصحابة جمع فیہ کتب اثیر ابی قتیبہ ابن مسرور و
 ابی موسیٰ و ابی نعیم و ابن عبد البر و زاد من غیرہ اسماء و ضبط جنتی اشیاء حسنہ علی بابہ من اشکر العربیہ المختار
 فی الامم و الکتاب ۲، عہدہ الحافظ ابی عمران عبد البر اللاتسی القزلبی المالکی المتوفی ۶۱۲ھ و من حسن
 کتب التقدیم فی الصحابة و اثرہم و انہ ۱۲

کرنے کا التزام بڑے اہتمام کے ساتھ کیا، اس مہتمم بالشان کام کے لئے اپنی زندگی دوت
 آسائش، عافیت سب قربان کر دی اس میں جس قدر ان کو کامیابی ہوئی اس سے بچہ بچہ
 واقف ہے، اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ امام المحدثین، امیر المؤمنین فی الحدیث
 کے لقب سے ملقب ہوئے، ایران کی پرکھی ہوئی حدیثوں اور جانچے ہوئے روایوں پر
 کمال وثوق کیا گیا، ایران کی مشہور کتاب جامع صحیح کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ
 کا خطاب دیا گیا،

جفاکشی، محنت، علم، استغناء، حرم و احتیاط، صدق و
 دیانت و تقویٰ، عدل و انصاف، خدمتِ خلق، اشاعتِ علوم
 کی عظیم تصویر بن کر عالم کو نمونہ دکھا دیا، سب سے بڑی بات یہ کہ اتباعِ سیرت
 رسول میں اپنے کوننا کر کے اہل اسلام کو اتباعِ سیرت رسول کا وہ سماپیش کر دیا جو کہ
 خلفائے راشدین اور صحابہ میں پایا جاتا تھا، ان سب کے علاوہ ان کی فامت سے فقہ
 الحدیث کی جس طرح تکمیل اور اشاعت ہوئی ظاہر ہے، حقیقتاً اگر ایسے شخص کی
 سوانح عمری نہ لکھی جاتی شکر ہے کہ اہل قلم نے متعدد زبانوں میں اور مطولاً و مختصراً
 سو کئی کتابوں میں ان کی سوانح عمری لکھی۔ عربی، فارسی، ترکی، انگریزی، فرسچ
 زبانوں کا اب تک مجھے پتہ چل سکا۔

ظلم تھا، اور نہایت ظلم تھا، اگر ہماری اردو زبان اس دولت سے محروم رہتی
 اس لئے کہ باستانہ نے چند ساٹھے چھو کر ڈراؤ بولنے والے مسلمان امام بخاری کی

لئے الفوائد الدراری فی ترجمہ محمد بن اسماعیل البخاری ۱۲۱۷ھ صرف اسی قدر نہیں، بلکہ اس کی حدود
 مترت نہ سمجھنے والوں کو تبع غیر سبیل المؤمنین قرار دیا گیا، ۱۲۱۷ھ ختم الشد بالفقہ ۱۲

عقیدت رکھتے ہیں اس کے سوا آج کل یہ بھی دیکھا جاتا ہے، کہ بعض کوتاہ بینوں کو جن کے دل دماغ آبائی تقلید سے خراب ہو چکے ہیں امام صاحب کی نقیص میں خاص مترا آتا ہے، بعض غلط باتیں جن کی وہ کوئی سند بیان نہیں کر سکتے امام صاحب کی طرف نسبت کرتے ہیں، اور ان کو خوب چمکاتے ہیں، حالانکہ آفتاب پر خاک ڈالنے کا جو نتیجہ ہے ظاہر ہے۔

ایک مدت سے میرے دماغ میں امام المحدثین کی سوانح عمری لکھنے کا خیال چکر لگا رہا تھا، لیکن بے بضاعتی اور مواد کی قلت کسی طرح اس طرف قدم بڑھانے کی اجازت نہیں دیتی تھی، ایک بار جناب مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی سے اس کا تذکرہ ہوا، علامہ موصوف نے ہمت دلا کر کتابوں کا پشتارہ لگا دیا، اور مواد کے فراہم کرنے کے لئے دو درواز ملکوں میں خطوط بھیجے، نسخ مطبوعہ اور قلمیہ برابر میرے پاس بھیجتے رہے، علاوہ بریں خاں بہادر خدابخش صاحب مرحوم سی آئی کا مشہور کتب خانہ ایک غنیمت بارہ اور خداداد نعمت تھا۔

میں افسوس سے کہتا ہوں، کہ اس اہم کام کے لئے جس قدر مواد کی ضرورت تھی فراہم نہ ہو سکے، تاہم جس قدر مہیا ہو گئے، بہت غنیمت ہے، اور علامہ ابوالطیب کی

علم علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی کا کتب خانہ بھی قابل دید ہے، اس کتب خانہ میں علامہ موصوف نے بہر فن کی کارآمد کتابیں فراہم کی ہیں، مادہ شیب و روزنامی دھن میں ہیں، معقول ادب، لغت، تاریخ، علاوہ تمام فنون اسلامیہ میں بھی فن حدیث کے اس قدر مواد فراہم ہیں، کہ اکثر نامی کتب خانے ان سے خالی ہیں، اکثر نسخ قلمیہ ایسے ایسے نادر موجود ہیں، جن سے یورپ کے بڑے بڑے کتب خانے خالی ہیں، ساتھ اس کے آپ سفیدین اہل علم کا بڑی گرم جوشی سے ہر مقدم کرتے اور عاریت دیتے ہیں۔

علم دوست طبیعت کی برکت و خان بہادر خدائش مرحوم کے کتب خانہ کا فیض ان دونوں کا شکر یہ کسی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

وہ کتب فلیپ جین سے زیادہ تر مدونی گئی، ان میں انساب سمعانی، طیفقا
لحنایہ، تمہید، العقد المذہب، الفوائد الدراری، تفسیر المہمل،
المام ابن ذوق العید ثقافت ابن جہان خاص قابل ذکر ہیں۔

حافظ ذوقی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام المحدثین کی سیرت میں اپنی
ایک مستقل تالیف کا پتہ دیا ہے۔ اسی طرح حافظ ابن الملحق نے العقد المذہب
میں اور علامہ محمد بن اسماعیل امیر البیہانی نے سبل السلام میں امام المحدثین کی
سیرت میں اپنی اپنی مستقل اور جامع تالیفات کا پتہ دیا ہے لیکن میں ایسی قسمت کہاں
سے لانا کہ یہ جو اہرات میرے ہاتھ لگتے، ان محققین (حافظ ذوقی، حافظ ابن الملحق
علامہ محمد بن اسماعیل) کی شان ہی بتاتی ہے کہ امام بخاری کی سیرت میں یہ
تالیفات کیسی جامع اور بے مثل ہوں گی اور کن تحقیقات اور تدقیقات و بسط سے
لکھی گئی ہوں گی

ہاں ایک بے بہا تالیف الفوائد الدراری مولانا علامہ امین علی بخاری، خان
بہادر خدائش خان صاحب مرحوم کے کتب خانہ سے دستیاب ہوئی، جو امام بخاری
کے حالات میں ایک مستقل اور جامع تالیف ہے اور درحقیقت مستقل تالیف ایک
ہی ہاتھ لگی، وہ بھی کتاب مرتب ہونے کے بعد تاہم اس مبارک تالیف سے بہت

بہت کثافت مدنی سے کام لیتے ہیں، منہ ۱۱۲ فوس اب اس کتب خانہ سے علامہ مرحوم کے اخلاف میں سے
نہ کوئی خانہ اعلیٰ کے والا ہے، وہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے والا، انشاء اللہ، عبید اللہ رحمانی عن مولانا علامہ امین

کچھ مدولی گئی

طبقات الحنا بل مولفہ قاضی ابوالعین محمد بن محمد جو ۵۲۲ھ ہجری میں تالیف کی گئی ہے اس کا بھی ایک عتیق نسخہ پٹنہ کے کتب خانہ میں موجود تھا جو سنہ ۶۲ھ میں علامہ ابن الدائم کے نسخے نقل کیا گیا ہے اس میں بھی امام صاحب کے حالات بہت بسط سے درج ہیں امام کا ایک عتیق نسخہ علامہ ابوالطیب کے کتب خانہ میں ملا اس میں بھی امام صاحب کے حالات ملتے ہیں تقیید المہمل مولفہ علامہ ابوعلی غسانی کا عتیق نسخہ بھی علامہ ابوالطیب کے کتب خانہ میں موجود تھا اس میں امام صاحب کے حالات بہت بسط سے درج ہیں

کتب مطبوعہ میں مقدمہ شرح الباری ایک جامع تالیف اور حرثیت سے بے مثل ہے، حافظ ابن حجر کا تخریج ان کی دست نظر کثرت تالیفات تالیفات کی مقبولیت اس تالیف کے علو شان کی شاہد ہے اس کا خاتمہ امام بخاری کی سوانح کے لئے وقف کیا گیا ہے اور تہذیب التہذیب کہ اس پر جس قدر فخر کیا جائے بجائے حیدرآباد سے ۱۲ مہینوں میں طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مطبع دارۃ المعارف کا یہ احسان تمام دنیا کے مسلمانوں پر ہے

ان کے علاوہ تہذیب الاسما واللغات المتنوعی، الطبقات الکبریٰ، لبکی، وفيات الاعیان، میزان الاعتدال، ابن خلدون مع مقدمہ تذکرۃ الحفاظ، معجم البلدان، یاقوت حموی، فتح المغیث، کشف الظنون، حجة اللہ بالقبہ تاریخ کامل، تاریخ صغیر امام بخاری، رجال مشکوٰۃ، کتاب الامم لثافعی، فتح الباری، عینی شرح بخاری، تراجم بخاری شاہ ولی اللہ

کے زیادہ کام لیا گیا، ان کے علاوہ اور جن کتابوں سے مدد لی گئی، ان کا ذکر ان مقامات پر کر دیا گیا ہے،

میں شکر کرتا ہوں کہ جو کچھ لکھا گیا، محدثین اور مؤرخین محققین کی تالیفات سے لیا گیا، جو تنقید الرجال اور تحقیق الروایات کے بانی تھے، اور صحیح و غلط میں امتیاز کے اصول قائم کرنے والے، بیان بالکل سادہ اور انشا پر دازی کی رنگ آمیزیوں سے مبرا ہے، امام بخاری سے جیسی سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کی، اس لحاظ سے امام بخاری کی سوانح عمری کو انشا پر دازی کی رنگ آمیزیوں سے بالکل مبرا ہونا لازم تھا ہے

تکلف کے بری ہے حسن ذاتی قبلے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

بات کا بتگر بنانا، رائی کو سپاڑ بنا کر دکھانا، ایک انشا پر داز کے لئے ایسے کہاں ہے لیکن اس مؤرخ کے لئے جو موضوع بحث کا اصلی خط و قال دکھانا فرض جانتا ہے کسی طرح کہاں نہیں کہا جاسکتا۔

ہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے، کہ اس کتاب میں کچھ ایسے مضامین بھی ملیں گے جن سے عام لوگوں کو چنداں دل چسپی نہ ہوگی، کیونکہ وہ تاریخی حیثیت سے الگ محثرانہ یا قتیہانہ رنگ کے ہوں گے، میں اس میں مجبور تھا، جب امام بخاری کی سوانح عمری لکھنے میں ان کی تالیفات پر دوزخ اور نظر ڈالنی ضرور تھی، تو میں ان باتوں کو کیونکر نظر انداز کر سکتا تھا،

میں مکرر اپنی بے یقینا عتی اور عاجزی کا اعتراف کرتا ہوں، یہ کام نہایت جہتم
یا نشان تھا، اور میں کسی طرح اس کا اہل نہیں تھا، لیکن سے

آسمان بار امانت تو انست کشید قرعہ فال بنام من و یوانہ زودند

ایسے شخص کی سوانح عمری یا حالات زندگی قلم بند کرنے میں کسے اجتہاد اور تجربہ علمی کا عالم میں غلطکہ ہو جس کی صداقت و بیانت میں کی اعجاز و مفاہوت حافظہ میں کی وقت فطری اور نکتہ سنجی کا تمام جہان میں چرچہ ہو جس کی تصنیف نے اسلام میں اصح الکتب کا رتبہ حاصل کیا جس کی تالیف پر عمل کرنے والے باستانوں نے چند بائیس کروڑ نفوس ہوں کس قدر مشکل اور اہم ہے اس کے لئے جیسے دل و دماغ و سمیت نظر کثرت طبع، ثاقب رائے کی ضرورت ہے ظاہر ہے من آنم کہ من دنم آیا ز خدا خود بشتاس

میں اس تالیف میں جناب مولوی محمد یعقوب صاحب صاحب دق پوری مدرسین عظیم آباد کا شکر یہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا اس لئے کہ آپ کے دائرہ دولت پر مجھے ایسا طیشانہ حاصل ہوا جیسا کہ چاہیے آپ نے اپنا کارآمد کتب خانہ میرے حوالہ کر دیا

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے عہد تیز ادوں کو ہر طرح با اقبال اور دینی اور دنیاوی نعمتوں کے مالا مال رکھے اور میرے والد مرحوم کی جن کو اس ناچیز تالیف کے مکمل ہو کر شائع ہونے کے بعد شوق تھا جس کی حسرت وہ دنیا کے لئے کر گئے منفرت فرمائے اور اس ناچیز تالیف کو قبولیت کی صفت میں جگہ دے

خاکسار

عبدالسلام مبارک پوری عفی عنہ

لے ہو خان محمد بن امان اللہ بن حسام الدین المجدیوں کان تلامذہ القرآن
خاشعاً للہ تعالیٰ حافظاً للادعیۃ الماثورۃ متبعاً للسنن النبویۃ شغفاً بہا
(بیتہ منہ)

عاقلة تلال والحرام حواجا فادما للخالق صابرا شاكرا مرض مدة طويلة
 حتى توفاه الله يوم الاحد تاسع عشر شوال من سنة الف و ثلث مائة و
 سبع وعشرين بعد غروب الشمس حين نادى المؤذن الاذان المغرب
 الله اكبر فلباه قائلا لا اله الا الله فانا لله وانا اليه راجعون - اللهم اغفر
 له وقد ولد سنة ١٢٥٥ هـ كذا وجدته مكتوبا بخطه -

شرا علق ان اسمه عبدى الفاسد راب اى ايضا كان امن الله
 وكان رئيس القوم وكان طيبا مرجعا للخلاق توفي سنة ١٢٩٩ هـ وقد
 تلمذ على الشيخ الشهير فى الافاق الشاه ابى اسحق اللهراوى وهو
 من تلامذة الشاه عبد العزيز وهو محمد ناصح وكان من العارفين
 باخبار كذا كتب مولانا عبد الله الاله ابادى رجهاى فى رسالته
 شرفرت فى عظيم اباد برسالة مولانا الشاه ابى اسحق اللهراوى
 الا عظه كدهى اسمها "نور العينين فى اثبات رفع اليد بن واد
 فيها" لما اتبعت الرسول صلى الله عليه وسلم له ابله عصيت
 نعمان او السفيان والزهرى " ١٢ منه

منه يوم من نماذمة الاخر الزائر الاله ابادى كذا كتب فى رسالته نور العينين ١٢ منه
 منه فى مكتبة مولانا محمد سعيد المغنورى ١٢ منه

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 نَحْمَدُكَ يَا وَيْلَهُ نَسْتَعِينُ وَنُصَلِّيُ وَنُصَلِّىٰ عَلَىٰ رَسُوْلِهِ مَعًا وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ اِلَىٰ يَوْمِ الدِّيْنِ

امام بخاری کا نام و نسب و ولادت

محمد نام ابو عبد اللہ کنیت، امام الحدیث اور امیر المؤمنین فی الحدیث لقب، شجرہ نسب یہ ہے ”محمد بن اسماعیل بن المغیرہ بن بردزبہ بن بزدیہ الخیر کے دو ناموں سے یہ امر دعویٰ کیا کہ عموماً مسلم ہے، ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ عمی النسب تھے، بردزبہ کے معنی محدثین نے کسان بتلے ہیں، بردزبہ کے والد کا نام صرف علامہ تاج الدین کی نے طبقات کبریٰ میں بزدبہ لکھا ہے، ان کے سوا دوسرے تذکرہ نویس امام بخاری کے نسب نامہ کو بردزبہ تک پہنچا کر ختم کر دیتے ہیں

بردزبہ اور ان کے والد بزدبہ کے حالات سے تاریخی صفحات بالکل ساکت ہیں، صرف اس قدر تہہ چلتا ہے کہ فارسی النسب تھے، اور اپنا قومی مذہب رکھتے

تھے ان کے الفاظ یہ ہیں، بردزبہ بن بزدبہ بید موحدة مفتوحة ثم ذال معجمة مكسوة وقيل بدان بردزبہ الاحتمال وقيل غير ذلك، طبقات ۱۲، مانظ ابن حجر کہتے ہیں کان بردزبہ فارسی علی دین قوم یعنی امام بخاری کے دادا فارسی تھے، اور اپنا قومی مذہب رکھتے تھے، اس بنا پر اگر محدثین کے اس دعویٰ کو کہ دربار رسالت کا یہ ارشاد ولو کان الدین عننا لثربا لذهب بہ رجل

تھے، مغیرہ امام بخاری کے پرداد نے میان حنفی حاکم بخاری کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بخارا میں آکر بودوباش اختیار کی، اس وقت کا اسلامی دستور تھا کہ جو آدمی جس کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوتا، اسی کے قبیلہ کی طرف منسوب ہو جاتا، جس کو اسلام میں نسبت دلا کہتے ہیں مغیرہ اس عام قانون سے کیونکر مستثنی ہو سکتے تھے، اس لئے وہ خود بھی ادران کی آنے والی نسلیں تھیں کہ امام بخاری بھی حنفی کہلائے،

من فارس اوقال من ابناء فارس حتی يتناولہم درہمیشین گوئی امام بخاری پر ایسی ہی کھلی اور واضح کتافات صادق آئی، جس طرح آفتاب نکلنے پر کسی کو دن ہونے میں شبہ نہیں رہتا، کیا تاریخ حقارت اور بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھ سکتی ہے، امام بخاری نے جو اسلامی خدمتیں انجام دیں، وہ تاریخی صفحات پر ایسے جلی قلم سے کندہ ہیں، جس کو زمانہ کی گردش نہ مٹا سکیں نہ مٹا سکیں گی نہ تاریخ کے اوراق دھوئے جاسکتے ہیں، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمانوں کی رجحانت جو یورپ کے مہوورے زلفوں کی اسیر ہو چکی ہے، اور دہریت کی کرنجی آنکھوں نے اپنا شیدا بنا لیا ہے اس صحیح اور مستند پیشین گوئی کو لغو نہ کہتی ہوگی، کیونکہ وہ دوسرے سے رسولوں کی باتوں کو بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتی ہے، اور نہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں، کہ امام بخاری کی ان بے مثل خدمات کو دیکھ کر جس کا چار دانگ عالم میں شہرہ ہے، اور عجمی نسلوں میں بجز امام بخاری کے دوسروں کو اس کا عشر عشر بھی نصیب نہیں ہوا، بعض کوتاہ بین مسلمان اس پیشین گوئی کو امام بخاری پر صادق آنے سے انکار نہ کرتے تو ہینگے کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آفتاب نکلنے پر بھی خدا کی بعض مخلوق کو سبھائی نہیں دیتا تو اگر بخاری کی بے مثل خدمات سے ان کی آنکھیں بے بصیرت ہوں، یا صدمت روشنی سے وہ آنکھیں نہ کھول سکیں، تو کون سی تعجب کی بات ہے ۱۱ منہ عہہ اگر نہ یا اتنی دور اور بستی پر بھی دین اسلام ہوگا تو بھی ایک آدمی فارس کا یا فارسی نسل جا کر لادے گا ۱۲

حافظ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں: - فنسب الیہ (الجعفی) نسبة وکلاء عملا
 بملذہب من یری ان من اسلم علی ید شخص کان وکلاء لرواؤنا ذیل له الجعفی
 امام بخاری کا غاندان کبھی غلامی کی طرف منسوب نہیں ہوا، اس لئے ہم کو اس کی
 نفی کے لئے وہ زچتیں نہیں اٹھانی پڑیں، جو ہمارے ہم عصر شمس العلماء نعمانی صاحب کو
 سیرت النعمان لکھتے وقت اٹھانی پڑیں، اور اس کے لئے ان کو کئی صفحے سیاہ کرنے پڑے
 اور نیز امام بخاری کے سلسلہ نسب میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے، جس کی
 توجیہات میں ہم نے خلفات بارہویہ کے کام لینا پڑا ہے، اور قیاسات بعیدہ لگا کر
 دوزانہ کاربائیں بنانی پڑیں، ان بعض مؤرخین نے بجد سے بروزہ امام بخاری کے پروادا
 کا نام حنفی لکھا ہے

امام بخاری کے والد کا نام اسماعیل کنیت ابو الحسن سے یہ بڑے پایہ کے
 محدث تھے، امام مالک کے تلمیذ اور ان کے صحبت یافتہ تھے، افسوس علامہ اسماعیل
 کی کسی تالیف کا اب تک پتہ نہ چل سکا۔

سہ جعفی منسوب ہے جعفی ہی کی طرف جس طرح کرسی کی طرف نسبت کرنے میں کرسی ہی ہوتا ہے جعفی
 کرسی ابن سعد العسیرہ البوصی بالہین قائم فی القاموس یعنی جعفی یمن کے ایک قبیلہ کے جد کا نام ہے
 بعض مؤرخین نے جعفی مقام سکونت کو بھی لکھا ہے، لیکن یہ محقق نہیں ہے،
 ۱۵۳ حنفی ایک بہت بڑا عقلمند آدمی گذرا ہے، تب لوگ کسی کو بڑا عقلمند پاتے، اس کو
 حنفی کہنے لگتے، جس طرح بڑے سخی کو قائم کہتے ہیں، معادوم ہوتا ہے، کہ بروزہ نہایت عقل مند
 آدمی تھے، اس وجہ سے لوگ حنفی بھی کہتے ہوں گے، لیکن اصل نام بروزہ تھا الا حنفی اصل
 مشہور بالعقل فضریب بہ مثل ۱۲۴ حاشیہ دارمی

اسما عیسیٰ نے حماد بن زید، امام مالک، ابو معاویہ اور دیگر اعیان زمانہ سے حدیثیں روایت کیں، عبد اللہ بن مبارک کی صحبت اور تربیت میں رہے، اہل عراق اور احمد بن حنبلہ، نصر بن اسدین وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں، امام بخاری نے خود اپنے والد کا تذکرہ تاریخ کبیر میں لکھا ہے، اور نیز ان کا ترجمہ حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: اسمعیل بن ابراہیم والد البخاری بروی عن حماد بن زید و مالک و روى عنه العراقیون علامہ اسماعیل بڑے پاکیزہ نفس اور نہایت محتاط تھے، احمد بن حنبلہ بیان کرتے ہیں، کہ میں اسماعیل کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر تھا، اس وقت آپ نے فرمایا، کہ میں اپنے عانس کروہ مال میں ایک درم بھی مستحب نہیں پاتا ابن حنبلہ کہتے ہیں خصوصاً غرت الی نفسی عند ذلك، یعنی پس کر میرا نفس نہایت ذلیل ہو گیا۔

امام بخاری میں علاوہ دیگر فضائل اور مفاخر کے ایک فخر اور فضل یہ بھی تھا، کہ باپ اور بیٹے دونوں محدث اور صاحب فضل تھے، یہ فخر اہل اسلام میں چیدہ لوگوں کو حاصل ہوتا۔

امام بخاری کی والدہ بڑی عابدہ اور ساتھ بکرات تھیں، خدا سے دعا کرنا رونا عجزی کرنا ان کا حصہ خاص تھا، امام بخاری کی آنکھیں صغریٰ میں خراب ہو گئی تھیں، بصارت جاتی رہی، اطباء علاج سے عاجز آ گئے، امام بخاری کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا، کہ وہ فرار سے ہیں، کہ تمہارے

رونے اور دعا کرنے سے تہہ اسے بیٹے کی آنکھیں اٹھنے سے درست کر دیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جس شب کو میں نے خواب دیکھا، اسی کی صبح کو میرے بیٹے محمد کی آنکھیں درست ہو گئیں، روشنی پلٹ آئی اور وہ بیٹا ہو گئے۔ انہوں نے بیٹائی جانے کی کیفیت اور اس کا سبب مفصل معلوم نہ ہو سکا، لیکن بعد پلٹنے کے اس بیٹائی کی قوت اس درجہ پہنچی کہ چاندنی راتوں میں تاریخ کبیر کا مسودہ لکھا، ابو علی غسانی کے الفاظ یہ ہیں:۔۔۔ کان محمد بن اسمعیل قد ذهب بصره في حياہ و كانت له والدة متعبدة فرأت ابراهيم خليل الرحمن صلوات الله عليه في المنام فقال لها ان الله تبارك وتعالى قد رد بصر ابنك بكثرة دعائك وبكائك قالت فاصبحت وقد رد الله عليه بصره۔

زمین کے جس خطہ میں امام بخاری کی ولادت ہوئی، علاقہ خراسان کا مشہور و معروف شہر بخارا ہے، بخارا، علاقہ ماوراء النہر کے شہروں میں ایک قدیم اور بڑا وسیع و شاندار شہر ہے، فتوحات اسلامیہ سے پہلے یہ شہر لوگ سامانیہ کا دار السلطنت تھا، درپائے جیون کے دوروں کی مسافت پر نہایت مسلح اور ہوا دار زمین پر آباد ہے، چھتیس میل کی دست میں اس کی شہر نپاہ ہے، اس شہر سے پانچ سو فرسخ، ہر قدر ۳ فرسخ، مرد بارہ

لے علامہ بخاری کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری کی بیٹائی جو بارہ جاتی رہی تھی، ایک بار بچپن میں جس کا ذکر عوامی مؤرخین امام بخاری کے والدہ کے تذکرہ میں ان کے فہمائیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، دوسری بار طالب علی کے سفر میں جب ان کو وہ وہاں شہر تگرمی میں اکثر تبلیغ مسافت کے افادات پڑے، چنانچہ اسی طالب علی کے زمانہ میں جب وہ خراسان پہنچے تو کسی نے بتدبیر جانی کہ سر کے بالوں کو گرہن لگائی، اس کا سہارا لگائی، یہ تدبیر کارآمد ہوئی، اور بیٹائی پلٹ آئی، اور پلٹ آئی۔

منزل اور خوارزم پندرہ منزل پر آباد ہے، اس شہر کے آباد اور بارونق و شاندا ہونے کا اندازہ
اس سے کیا جاسکتا ہے، کہ حافظ شیرازی نے اپنے محبوب کے وصل کے کاہن کے لئے
اسی شہر کو منتخب کیا ہے

اگر ان ترک شیرازی بدست آوردند مارا بخال مندوش غنیمت سمرقند و بخارا را
بخارا کتب فتح ہوا؛ اور مسلمانوں کا قبضہ اس پر کب سے ہے؟ مورخین اس میں
مختلف الاقوال ہیں، علامہ حموی نے معجم البلدان میں کئی قول نقل کئے ہیں، ایک قول
یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کے عہد تیزارہ سعید نے امیر معاویہ کے زمانہ خلافت
۳۵۵ھ میں فتح کیا جو امیر معاویہ کی طرف سے خراسان کے حاکم تھے، دوسرا قول
یہ ہے جس کو علامہ ابن اثیر نے بھی تاریخ کامل میں لکھا ہے، کہ قتیبہ بن مسلم نے حجاج
کی سلطنت ۳۸۸ھ یا ۳۹۰ھ میں فتح کیا، بہر حال اس پر مورخین کا اتفاق ہے، کہ نبی امیہ
کے زمانہ میں اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، اور آج تک ہے،

علامہ یاقوت حموی، حذیقہ بن الیمان صحابی مکہ کے واسطہ سے بخارا کے وصف
میں ایک طویل حدیث بھی روایت کرتے ہیں، جس سے بخارا کی انتہا درجہ کی تفصیلات

لے خطہ ماوراء النہر میں بخارا کی زرخیزی ضرب المثل ہے، علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے
ہیں، "ولاشک انہا دینہ قدیمہ زمرہ کثیرۃ البساتین واسعة الفواکہ جیدتہا" یعنی بے شمار بخارا
ایک قدیم شہر ہے، جو نہایت پر فضا ہے، اور باغات و چھلدار درختوں اور عمدہ میوہ جات کے
آباد ہے، علامہ موصوف نے کتاب الصور کے مصنف کا جو مقولہ نقل کیا ہے، اس کے بھی
اس شہر کی شاندار کا پتہ چلتا ہے، وانا زمرہ بلا دیار النہر نانی لم اولدنا یعنی فی الاسلام
پیدا حسن فارحان بخارا، معجم البلدان ص ۲۰ ج ۲ -

ثابت ہوتی ہے اس فضیلت کی بنا پر حذیفہ نے یہ تمنا کی تھی کہ کاش میرے ہاتھ پر فتح ہوتا، اس حدیث کو ایک طویل سند کے ساتھ جس میں بہت سے واسطے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اس حدیث کا محدثین کے طریقہ پر ثابت ہونا مشکل ہے،

محمد بن اسماعیل جو آگے چل کر امام المحدثین، امیر المؤمنین فی الحدیث، سید الفقہاء کے القاب سے ممتاز ہونے والے تھے، جن کے وجود سے سن نبویہ نئی زندگی پانے والی تھی، اسی خطہ بخارا سے تاریخ ۱۳۱۳ ماہ عید الفطر ۱۹۲۲ ہجری میں بعد نماز جمعہ ماہ عید کی طرح نمودار ہوئے، جامی نے

سکہ کہ در شرب و بطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند
امام بخاری کا بیان ہے کہ اپنا ستر ولادت میں نے اپنے والد کے ہاتھ کا لکھا ہوا پایا

امام بخاری کے علاوہ بہتیرے اہل کمال سرزمین بخارا سے نکلے ابو علی بن سینا جو فلسفہ یونان اور طب و منطق کا مسلم ثانی کہا جاتا ہے، اسی سرزمین میں پیدا ہوا اور منصب وزارت تک پہنچ کر ۳۲۸ھ میں وفات پائی ریاضت حموی

سن رشد، تعلیم و تربیت، شیوخ و اساتذہ

امام بخاری کے والدین کے حالات اگرچہ مختصر ہی طریقے سے ہی معلوم کرنے کے بعد یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کی تعلیم و تربیت کس انداز کے ساتھ ہوئی ہوگی علامہ قسطلانی نے کسی محدث کا یہ جہل امام بخاری کی تربیت میں نہایت جامع نقل کیا ہے

فقد ربي في حجر العلي حتى ديانو
 ارقيضع ثدي الفضل فكان خطامه
 على هذا الدنيا
 پایا اور اسی پر خطامہ واقع ہوا

آپ کے والد اسماخین کی وفات اس وقت ہوئی، جب کہ آپ صغیر السن تھے
 اس وجہ سے امام بخاری کی پرورش کی متکفل ان کی والدہ ہوئیں، جب آپ نے ہوش
 سمجھا لیا، تو خود آپ کے دل میں حفظ حدیث و تحصیل فنون اسلام اور تقیہ احادیث کا
 شوق پیدا ہو گیا، اور کیوں نہ ہوتا، یہ تو پدر بندگوار کی میراث تھی، محمد بن ابی حاتم و راق
 کہتے ہیں:-

سمعت البخاری يقول الهممت
 بحفظ الحديث واذ اني المكتيب
 یعنی میں نے خود امام بخاری کو فرماتے سنا دیا کہ
 تھے کہ میرا نیت ہے اس وقت حفظ حدیث کا

شوق دیا، جب کہ میں مکتب ہی میں تھا،

راق کہتے ہیں، میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ کے دل میں جس وقت حفظ احادیث
 کا شوق دیا گیا، آپ کی عمر اس وقت کیا تھی، آپ نے فرمایا

عشر سنين او اقل
 دس برس یا اس سے بھی کم۔

اسی سن سے آپ محدثین کے حلقہ درس میں شامل ہونے لگے،
 اسی اترارے تحصیل میں ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ علامہ داؤد بن جبار نے اس
 وقت بڑے پایہ کے محدث تھے، ہزن کی درس گاہ بڑی بارونق اور مشہور تھی، حسب معمول

۱۲ مقدمہ فتح الباری ۱۲ ابو جعفر محمد بن ابی حاتم، امام بخاری کے کاتب اور صحیح بخاری کے

داوی بھی ہیں ۱۲ مقدمہ فتح الباری ۱۲ ۱۱ سے دورھ چھڑانا

درس دے رہے تھے، امام بخاری بھی درس میں شامل تھے، علامہ داخل نے ایک عرصے
 کی سندوں بیان کی "سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم" امام بخاری نے عرض کیا
 ان ایا الزبیر عن ابراہیم یعنی ابو الزبیر نے ابراہیم سے روایتیں کی ہیں؟
 امام بخاری کا یہ طلب تھا کہ حدیث کی سند میں آپ غلطی کرتے ہیں، اس حدیث سے
 علامہ داخل چونک پڑے اور یہی کے ساتھ کچھ ڈانٹ کے الفاظ فرماتے، امام بخاری نے
 نہایت متانت سے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس اصل ہو تو اس کی طرف مراجعت فرمائیے
 علامہ داخل گھر میں اشریف لے گئے اور اس کو ملاحظہ فرمایا، تو امام بخاری کہہ ٹوکن تسلیم کر لیا
 اور اپنی غلطی پر متنبہ ہو گئے، لیکن سند کی تصحیح باقی رہ گئی تھی، منصف مزاج حدیث کے بارہ انسا
 یابوں کہو کہ امتحان اس سند کی تصحیح کا سوال امام بخاری پر ہی پیش کر دیا، گھوسے بارہ اگر فرمایا
 کیف ہو یا علامہ؟
 رٹ کے صحیح سند کس طرح ہے؟

امام بخاری نے برجستہ عرض کیا "صحیح سند یہ ہے ابو الزبیر و ابو بن عدی عن ابراہیم"
 علامہ داخل نے قلم لے کر کتاب کی تصحیح کرنی اور رندامت کے بچے میں فرمائے گئے
 رٹ کے تمہارا قول صحیح تھا، غلطی میری تھی، کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ جس وقت علامہ
 داخل کی آپ نے غلطی پکڑی تھی، آپ کا کیا سن تھا، فرمایا گیا رہ برس۔

جس طرح امام بخاری کے دل میں دس ہی برس کے سن سے حفظ حدیث کا شوق
 پیدا ہوا، اور ہمیشہ ترقی کرتا گیا، اسی طرح اس کے ساتھی یہ شوق بھی نشوونما پاتا گیا، کہ صحیح
 حدیثوں کو غیر صحیح سے الگ کریں، حدیثوں کے علل کو پہچانیں، روایہ حدیث کے حالات سے
 واقفیت پیدا کریں، ان کی عدالت، قوت نسبت، دیانت، صدق، طرز معاشرت، جلے
 سکونت، سنہ ولادت، سنہ وفات، باہم اتفاق و خیرہ سے کامل آگاہی حاصل کریں، سلسلہ

روایات کو ایک دوسرے سے ملا کر ان کی جانچ پڑتال کریں اور ان کے اتصال و انقطاع پر عبور حاصل کریں، اور فنون حدیثیہ کو درجہ تکمیل تک پہنچائیں، حدیثوں سے مسائل کا استخراج کریں، اور آیات قرآنیہ کو احادیث پر تطبیق دیں، غرض ان باتوں کی طرف پہلے ہی سے میلان تھا، اور جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا تھا، ان باتوں کا خیال دل میں راسخ ہوتا جاتا تھا وہ شیوخ بخارا جن کی درس گاہیں امام کے زمانہ ابتدائے تحصیل میں نہایت ممتاز تھیں، اور وہ بڑے پایہ کے محدث اور مرجع خلائق گئے جاتے تھے، ان میں محمد بن سلام بکندی،

محمد بن یوسف بکندی، عبداللہ بن محمد سنندی، ابراہیم بن الاشعث وغیرہ خاص اعیان کہتے ہیں، امام صاحب کا وامنِ محققین ابتداء انہیں اساتذہ کی فیاضیوں کا ممنون ہے۔

محمد بن سلام بکندی، عبداللہ بن مبارک، ابن عیینہ کے شاگرد ہیں، امام مالک

کا زمانہ پایا ہے، علوم اسلامیہ کی تھیں، اور اشاعت میں اسی پیر

درم صرف کئے، ایک بار شیخ کی درس گاہ میں ان کا قلم ٹوٹ

گیا، تو پکار دیا کہ فی قلم ایک اشرفی دیا جاوے گا، قلم آنا شروع

ہوئے اور سینکڑوں قلم اسی وقت خرید لئے، امام احمد فرماتے ہیں یہ

نے ابن سلام بکندی سے پانچ ہزار صرف موضوع حدیثیں روایت

کیں، ۲۲۵۰ میں وفات پانی رتذکرۃ الحفاظ)

عبداللہ بن محمد سنندی ان کو احادیث مسندہ کے ساتھ خاص شرف تھا، اسی

درجہ سے ان کو سنندی کہا جاتا ہے، ابن عیینہ، فضیل بن عیاض معمر

ابن سلیمان کے تلمیذ ہیں، ۱۲۰ھ میں ولادت ہے، ۲۲۹ھ میں

وفات پانی احمد بن یسار کہتے ہیں عرف بالضبیط والانتقائات

یہ بیان حنفی کے پوتے ہیں، جن کے ہاتھ پر امام بخاری کے ادا

مسلمان ہوئے تھے، (تذکرۃ الحفاظ)

ابو اسحاق بن الاشعث بخارا کے رہنے والے ہیں، فضیل بن عیاض، ابن عبینہ کے تلمیذ

ہیں، ابن حمید ابن کی سند حمیدی مشہور ہے، ان کے شاگرد ہیں،

امام صاحب نے ان سے بہت بڑا ذخیرہ فتون حدیثیہ کا حاصل کر لیا، اور سولہ برس کے سن تک اپنے وطن کے ان شیوخ سے جو قابل وثوق اور قابل اذد وایت تھے فارغ ہو چکے تھے، عبداللہ بن مبارک کی کتابوں کو درجن کو مدت سے دست بردار مانہ نے ناپید کر دیا ہے، ازبر کر چکے تھے، اہل الراس کے اقوال و مسائل اجتہاد یہ سے کامل آگاہی حاصل کر لی تھی، ان کے شیوخ و اساتذہ کے دلوں میں ان کا سکہ جم چکا تھا اکثر وہ شیوخ بھی جو اپنے وقت کے امام فن تھے، آپ کے حلقہ درس میں پہنچ جانے سے مرعوب ہو جاتے، اور حدیث بیان کرنے میں تامل کرتے، کہ مبادا محمد بن اسماعیل کے سامنے کوئی غلطی ہو جائے، امام کے سامنے اپنی کتابیں پیش کرتے، کہ وہ اس کی غلطیوں کی تصحیح فرمائیں، کوئی کہتا بیعت لنا اغلاط شعبۃ یعنی شعبۃ الشاک کی غلطیاں ہم سے بیان کر دیجئے

انہیں امام کا درجہ وقت تک امام بخاری تعقیب حدیث کے لئے رحلت نہیں فرمائی تھی، ایک واقعہ یہ ہے، جس کو علامہ سلیم بن مجاہد بیان کرتے ہیں، کہ ایک روز میں محدث وقت محمد بن سلام بکندی کی خدمت میں حاضر ہوا، محدث صاحب نے فرمایا اس سے پہلے تم آگے تو ایک لڑکا ایسا دیکھتے جس کو ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں، یہ سن

لہ نقات ابن جبان ۲۲ لکھ مقدمہ تطلانی ۱۲ مقدمہ فتح الباری ۱۲

کر مجھے حیرت ہوئی، اسی وقت ان کی تلاش میں چلا، اتفاقاً مجھ سے ملاقات ہو گئی، میں نے کہا لڑکے تمہارا ہی دعوت ہے، کہ مجھے ستر ہزار حدیثیں اذیر ہیں، امام صاحب نے کہا ہاں! بلاشبہ مجھے اس قدر حدیثیں یاد ہیں، بلکہ اس سے بھی ناپید، اور صرف حدیثوں کی یاد پر موقوف نہیں ہے، جس حدیث کی نسبت سوال کر دو گے، خواہ مرفوع ہو یا موقوف یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہو یا صحابہ و تابعین کا کلام میں اکثر روایات کی وفات، جلے سکونت اور دیگر حالات کا پتہ دے سکتا ہوں، اور جو قول یا فعل صحابی یا تابعی کا روایت کروں گا، اس کے ساتھ یہ بھی بتا سکتا ہوں، کمان کا یہ قول و فعل کس آیت یا حدیث سے ماخوذ ہے

ایک بار محمد بن سلام بکندی نے (قبل سفر) امام بخاری سے کہا، کہ تم میری کتاب کو دیکھ جاؤ اور جو غلطی اس میں پاؤ، اس کی تصحیح کر دو، کسی نے علامہ بکندی سے براہِ تعجب پوچھا، کہ یہ کون نوجوان لڑکا ہے؟ سائل کا مطلب یہ تھا، کہ آپ شیخ وقت امام فن ہو کر ایک نوجوان لڑکے سے فرما رہے ہیں، کہ میری کتابوں کو اس غرض سے دیکھو، کہ اس کی غلطیاں نکال دو، علامہ موصوف نے جواب میں فرمایا:

هذا الذي ليس مثلهما
کہ اس کا کوئی ثانی نہیں ہے

علامہ بکندی فرمایا کرتے، کہ جب محمد بن اسمعیل میرے حلقہ درس میں آتے ہیں تو میں متحیر ہو جاتا ہوں، اور حدیث بیان کرتے ہیں مجھے خود معلوم ہوتا ہے، کہ میں محمد بن اسمعیل کے سامنے غلطی نہ کر جاؤں، حافظ ابن حجر نے علامہ بکندی کے الفاظ پر نقل کئے ہیں: کلاما دخل علی محمد بن اسمعیل تحیرت وکلاما زال خائفامنا، یعنی

۲۱ مقدمہ فتح اباری ۱۲ ۲۱ مقدمہ قسطلانی ۱۲

یخشى ان یطحى بعصرتہ۔

یہ سب اقوال محمد بن سلام بکیندی کے اس وقت کی ہیں جس وقت تک امام بخاری کی تحصیل نے وطن رنجارا کے شیوخ تک محدود تھی اور امام بخاری نے اپنے وطن سے علوم اسلامیہ کے لئے رحلت نہیں فرمائی تھی، کیونکہ امام بخاری نے جب اپنے وطن سے رحلت فرمائی، تو اس کے بعد علامہ بکیندی کو امام بخاری سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

علوم اسلامیہ کی طلب میں امام بخاری کی رحلت و سفر اور اس کی تفصیل

رحلت محدثین کی اصطلاح میں وہ سفر ہے جو عدیث یا حدیث کی ماخذ عالی حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین کو اس سفر کے ساتھ جلیبا ٹیمز معمولی شغف تھا، اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے، ایک ایک حدیث کے لئے یا صرف اس کی جانچ کے لئے ایک ایک مہینہ کے سفر کی حدوتیں برداشت کرتے اور جب تک سنکر یاد نہیں کر لیتے یا تحقیق نہیں کر لیتے چن نہیں آتا، چند واقعات رحلت کے لکھنے سے ضرور ہیں، جس سے اس زمانہ کے شوق پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

عبداللہ بن زیدہ کہتے ہیں، کہ ایک صحابی مدینہ سے سفر کر کے مصر میں فضالہ بن عبید کے پاس رجا ایک دوسرے صحابی ہیں، پہنچے اور ملاقات ہوئی، تو دیکھا کہ اپنی روشنی کو گھاس کھلا رہے ہیں، فضالہ نے دیکھتے ہی معمولی سلام و مصافحہ کے بعد صوبہ بخارا خوش آمدید کہا، یہ سنکر صحابی مذکور نے فضالہ سے کہا۔

لقد اتكنا من اثرًا“

میں آپ کے پاس ملاقات کی غرض سے نہیں آیا

بلکہ اس غرض سے آیا ہوں، کہ آپ اور میں دونوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے ایک حدیث سنی تھی مجھے امید ہے کہ آپ کو یاد ہوگی، آپ بھولے نہ ہوں گے، قصہ

نے پوچھا، مَا هُوَ؟ وہ کوئی حدیث ہے، صحابی مذکور نے کہا کذا کذا افلاں حدیث ہے

جابر بن عبد اللہ ایک عیال القدر صحابی ہیں، کہتے ہیں، کہ مجھ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ایک حدیث بواسطہ پہنچی، جس کو بالمشافہہ میں نے آپ سے نہیں سنا تھا،

اس کی تحقیق کے لئے ایک اذغٹ خرید کیا، اور اس پر پالان کس کر ایک ماہ کا سفر قطع کر کے

ملک شام میں داخل ہوا، عبد اللہ بن انیس سے صحابی کے دروازے پہنچ کر دربان سے

کہا، کہ اندر خبر کرو، کہ جابر دروازے پر کھڑا ہے، دربان نے خبر کی، حکم ہوا، کہ دریافت

کر دو، کون جابر؟ کیا جابر بن عبد اللہ؟ جابر نے کہا ہاں! عبد اللہ بن انیس یہ سن کر

بہت جلدی میں کپڑے سمجھالنے ہوئے نکلے سلام اور مصافحہ کے بعد جابر نے پوچھا

کہ تمہاری روایت سے مجھے ایک حدیث دربارہ قصص میں پہنچی ہے، جس کو میں نے

خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے، مجھے خوف ہے کہ مابا و

میری یا تمہاری موت آجائے، اور اس دولت سے محرومی رہ جائے، پس عبد اللہ بن

انیس نے وہ حدیث بیان کر دی۔

دہیش بن عبد اللہ المعافری کہتے ہیں، کہ ایک دفعہ ایک انصاری صحابی سفر کر

کے مسند بن مخلد کے پاس پہنچے، اتفاقاً اس وقت سلمہ بنہ کے سو رہے تھے، انصاری

صحابی نے کہا، سلمہ کو جگا دو، لوگوں نے جگا نے سے انکار کیا، لیکن بالآخر انصاری کے

اصرار پر جگا نے گئے، آواز سن کر سلمہ مر جا کہتے ہوئے باہر آئے، اور عرض کیا، سواری

سے اتربیے، انصاری نے کہا جب تک تم عقبہ بن عامر کو نہ بلاؤ گے، میں سواری سے اتروں گا، یعنی ان سے ایک سخت ضرورت ہے، سلمہ نے عقبہ بن عامر کو بلا یا جب عقبہ آئے تو انصاری نے کہا، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے من وجد سلما علی عور منہ فسترہ فکانا احی مؤثودۃ من قیرھا عقبہ نے کہا ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ایسا فرماتے تھے، ابو العالیہ کہتے ہیں ہم لوگ بصرہ میں جن حدیثوں کو سنتے، پھر مدینہ انہیں کی تحقیق کے لئے سفر کرتے، کہ صحابہ کی زبان سے بلا واسطہ نہیں۔

ابراہیم بن ادیم جو بہت بڑے بزرگ اور مانے ہوئے صحابی ہیں، فرماتے ہیں: ان اللہ یرفع البلاء عن هذه الامۃ
یعنی اللہ تعالیٰ اس امت سے بلاؤں کو اٹھا دے گا
بوحلۃ اصحاب الحدیث
حدیث کی رحلت کی برکتوں سے اٹھائیں گے،

یعنی بن معین بڑے پایہ کے محدث ہیں، فرماتے ہیں:۔
لاتونس رشد امن رجل یکتب فی
یعنی کبھی ایسے شخص کو بلاہ یا بی نہیں ہو سکتی جو
بلدہ ولا یرحل۔
اپنے ہی شہر میں حدیثیں لکھا کرے اور سفر نہ کرے
ان سے قطع نظر کر کے دیکھو، تو قرآن پاک خود اس مبارک سفر کے لئے ناکبر
مزید کہتا ہے۔

فَلَوْ لَا نَفَرْنَا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ حَتَّىٰ نَتَقَّ
لَيَسْفَعُنَا فِي الدِّينِ وَلَيُنْذِرُنَا حُومَ
اخَارَ جَعُولًا لِّعَلْمٍ وَتَوْبَةٍ
یعنی کیوں ہمیں سفر کیا، ہر جماعت سے چند
لوگوں نے، تا بچھ پیدا کریں دین میں اور ڈراؤں
اپنی قوم کو جب پٹ کر آویں۔

محمد بن زین نے حلت کے یہ شرط لگائی ہے۔

وإذا عذر على الرحلة فلا يترك في
بلد من الرواة إلا ويكتب عنهما
تيسر من الأحاديث عوان قلت
عاشي كولو

امام صاحب کو جب اس سفر کی نوبت آئی تو وہ ایسا وقت ہے کہ فتوحات
کی کثرت اور اسلامی مقبوضات کی وسعت کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ
کے بعد تابعین، تبع تابعین دور دراز ملکوں میں پھیل چکے ہیں، تابعین حدیث دور دور کے
بلاد و امصار میں اپنا فیض جاری کر رہے ہیں، حریم کو اس وجہ سے کہ علوم اسلامیہ کے
اصلی مرکز و ہیبط وحی ہیں، البتہ ایک خاص ایسا زب سے، تاہم صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی
جماعت دوسرے دوسرے ملکوں میں سکونت پذیر ہو گئی ہے، اس وجہ سے ایسے شخص کو
جس نے علوم اسلامیہ کے شوق میں آنکھیں کھولی ہوں، اسی کی دھن میں نشوونما پائی ہو
ایک طویل طویل، نامحدود سفر کے لئے تیار ہونا لازم تھا،

اس کام کے لئے ایسا ہی مضبوط حوصلہ ایسی ہی عالی ہمتی، وسعت دماغی اور کشادہ
دلی کی ضرورت تھی، جیسی خداوند عالم نے فطرۃ امام بخاری میں ودیعت رکھی تھی، سفر کے
مصائب سے تنگ دل نہ ہونا، ناقول پر فائقے کھینچنے پر بھی حوصلہ کا پست نہ ہونا، سواری
نہ ہونے کی حالت میں پاؤں میں پیچھے سے باندھ کر پا پیادہ سفر کرتے رہنا، سخت سخت
مشکلات میں پیشانی پر نہ آنے دینا، ساگ تپوں پر گذارہ کی نوبت پر بھی دل کا ولولہ
اور جوش کم نہ ہونا، دل میں جو اس شوق بھڑکی ہوئی ہے، ہزاروں مشکلات بھیلنے پر بھی
نہ بھینا، صعوبات سفر کو راحت سمجھنا، اس کام کے لئے اپنی دولت اور اپنی زندگی کو نذر

کر دینا کسی معمولی دل و دماغ، جو صلہ اور ہمت واسطے آدمی کا کام نہ تھا، یہی وہ اوصاف ہیں جنہوں نے امام بخاری کو اگلے ائمہ کے جو امام بخاری سے زمانہ میں کہیں مقدم

ہم طبقہ بنا دیا، اور جن الاخرون السابقون کے معنی ظاہر کر دیئے،

سابقین من سید ائمتہ ثقی فی ذریعہ کرتے، اگر امام بخاری صحابہ میں ہوتے، تو خدا کی بڑی نشانی ہوتے، لیکن عام خیال یہ ہے، کہ اگر امام بخاری تابعین میں ہی ہوتے تو بھی خدا کی بڑی نشانی ہوتے، ان کی جان نشانی اور اس کے ساتھ سیلان ذہن، بلند حوصلگی، تو حافظہ نے ان کو بڑے بڑے ائمہ کا ہم پلہ بنا دیا۔

امام بخاری کے متقدم اساتذہ ایسے ہیں، جو امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیوخ کے ہم طبقہ ہیں، مثلاً

امام بخاری (۱)، محمد بن عبدالشہر آشوری (۲)، حمید (۳)، انس صحابی (۴)۔

امام بخاری (۱)، کی بنی بر ابراہیم (۲)، یزید بن ابی عیینہ (۳)، سلمہ بن الاکوع الصحابی (۴)۔

امام بخاری (۱)، علی بن عیاش (۲)، حریر بن عثمان (۳)، عبدالشہر آشوری (۴)۔

امام بخاری (۱)، ابو نعیم (۲)، الأشعث (۳)، الصحابی المنفرد۔

امام بخاری (۱)، عبدالشہر آشوری (۲)، معروف (۳)، ابو الطفیل عن علی (۴)۔

امام بخاری (۱)، خالد بن یحییٰ (۲)، عیسیٰ بن طہمان (۳)، انس (۴)۔

امام بخاری (۱)، عصام بن خالد (۲)، حریر بن عثمان (۳)، عبدالشہر آشوری (۴)۔

مثلاً امام ابو حنیفہ جو سلسلہ روایت، سلسلہ الذمیب اور بہت ہی اعلیٰ سمجھا جاتا ہے، وہ یہ ہے

امام ابو حنیفہ (۱)، حماد بن ابی سلیمان (۲)، ابراہیم (۳)، علقمہ (۴)، عبدالشہر آشوری (۵)۔

رسالہ مناقب شافعی از امام رازی۔

اسی طرح کے چند سلسلوں کو لکھ کر محدثین لکھتے ہیں "کان البخاری سمع
شعبتومن کان فی طبقته" یعنی گویا امام بخاری نے شعبہ اور ان کے ہم طبقہ سے
حدیث لی، جو امام مالک و امام ابو حنیفہ کے اساتذہ تھے۔

مکی بن ابراہیم، یزید بن ابی عبید اور جعفر صادق کے شاگرد ہیں ہترہ تابعیوں
سے اخذ روایت کرتے ہیں، ساتھ حج کئے، حافظ الحدیث الثقیف

ان کا مشہور وصف ہے، امام بخاری اور ابن معین کے شیخ ہیں

۲۱۵۔ بصری میں وفات پائی۔ خلاصہ

علی بن عیاش، ان کی نسبت محدثین کا اصلا اثبات مشہور مقولہ ہے ۲۰۵

میں وفات پائی، لیث و حرزین عثمان کے شاگرد ہیں، امام بخاری

امام احمد و ابن معین کے شیخ ہیں،

تعمیر قضیل بن دین "الفاظ العلم، ثقہ، یقظان، عارف بالحدیث ان کے مشہور

اوصاف ہیں، عیش کے شاگرد ہیں، ۲۱۹ میں وفات پائی،

عبید اللہ بن موسیٰ ۲۱۳ میں وفات پائی، حافظ الحدیث صاحب المنہر

کہے جاتے ہیں ابن حمیح اور ہشام بن عروہ کے شاگرد ہیں،

عصام بن خالد الحمصی ۲۱۵ میں وفات پائی، حرزین عثمان کے شاگرد ہیں

امام نسائی فرماتے ہیں "ثقہ"

خلاد بن عیسیٰ سلمی مسعود مالک بن مغول کے شاگرد ہیں، ۲۱۳ میں وفات

پائی، ائمہ حدیث را امام احمد، ابو داؤد فرماتے ہیں "ثقہ"

امام بخاری اپنی عمر کے سولہویں برس تک اپنے ہی ملک کے اساتذہ سے تحصیل

کرتے رہے، وطن سے فارغ ہو کر پہلے آپ نے ملک حجاز کا قصد کیا، جو علوم اسلامیہ کا ماڈی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا، جہاں وحی اتری، جبریل آئے، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن اور اسلام کا مرکز تھا، امام بخاری کے کاتب ابن ابی حاتم وراق بیان کرتے ہیں، کہ امام صاحب فرماتے ہیں، کہ جب میں عبداللہ بن مبارک اور وکیع کی تصنیفات کو ازبر کر چکا اور اہل الہائے کے کلام کو خوب سمجھ چکا، تو میں نے حجاز کا سفر کیا، میری عمر اس وقت سولہ برس کی تھی،

وراق کی روایت سے ثابت ہے، کہ پہلی رحلت امام صاحب کی سن ۲۱ھ میں ہوئی، اور ابتدائے سماعت ۲۰ھ یا ۲۱ھ ہجری سے، اس قبیل زمانہ میں امام صاحب نے اپنے ہی وطن میں وہ فضل و کمال حاصل کیا، جو بڑے تعجب کی نگاہ سے

اہل الہائے کا اثر عراق عجم کی ہوا میں سرایت کر گیا تھا، اس لئے ابتدائی تعلیم میں اہل الہائے کے اقوال و کلام کے طرز و جہاد کا سیکنا لازم تھا، امام بخاری نے ابتدائی میں اس کی طرف توجہ کی، امدان کے طرز استدلال و تخریج کے خلاف ہو گئے وہ فرماتے ہیں، ونبہت کلام مؤلاد، لیکن ان کی بلند ہمت کچھ اور ہی دولت حاصل کرنا چاہتی تھی، عبداللہ بن مبارک کی تصنیفات اور محدثین کی صحبت نے ان کی نظر میں اسے بہت حقیر دکھایا، اہل تحقیق کجا مانل، بایند و قیاس، ہنہ سواراں نہ چنین مید مقرر یزند، و آخر ان کی بلند ہمت طبیعت نے کلام اہل الہائے سے اس طرح کنارہ کشی کی، کہ اسے صریح الفاظ میں بھی یونہی پسند کرتے اور فرماتے، ونبہت کلام مؤلاد، اس نفرت کی خاص وجہ یہ تھی کہ امام صاحب کے خیال میں جیسا کہ واقعہ میں بھی یہی ہے، کہ اہل الہائے کے قیاسی انہماک نے اشاعت و احادیث میں بہت بڑا نقصان پہنچا یا، ۱۲ منہ ۱۳ مقدمہ فتح الباری ۱۳

و کچا جاتا تھا، اداہل کمال کے نزدیک پایہ و لوق و اعتماد رکھتا تھا، جو بڑے بڑے سامانوں
کو تازہ لیت نصیب نہ ہوا، سولہویں برس ۲۱۳ھ ہجری میں اپنی والدہ کے ساتھ مکہ معظمہ
پہنچے، اس سفر میں آپ کے بڑے بھائی احمد بھی ساتھ تھے، آپ کی والدہ اور بھائی نے
حج سے فراغت کر کے وطن کا قصد کیا، لیکن امام صاحب نے مکہ معظمہ میں اقامت
اختیار کی، اداہل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر علوم اسلامیہ کے مشور
میں والدہ و بھائی کی مفارقت کی اصلاً پر واہ تہ کی تکمیل کے لئے مکہ کے شیوخ کی
درس گاہوں میں عافتری شروع کی

اس وقت مکہ میں جن کی درس گاہیں ممتاز تھیں، اور جو لوگ مرہج خلکان

اور امام فن سمجھے جلتے تھے، ان میں امام ابوالولید احمد بن الارزاقی، عبدالشہین بن

سماعیل بن سالم الصالح، ابوبکر عبدالشہین الزبیر، علامہ حمیدی خاص امتیاز رکھتے
تھے، ان کے علاوہ دوسرے شیوخ جن کا قیام مکہ میں تھا اور جن سے امام بخاری
نے استفادہ کیا، ان کی تفصیل اس مختصر میں گنجائش نہیں رکھتی

مکہ کے بعد مدینہ کا رخ کیا، جہاں اطراف عالم کے لوگ سفر کے آتے اور
علوم نبویہ سیکھ کر جاتے، اہل جن کی طرف ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا یوشک
ان یضرب اکبادا کابل الخ

عمر عزیز کے اٹھارہویں برس ۲۱۲ھ میں مدینہ پہنچے، مدینہ میں اس وقت جو

لوگ درس دیتے تھے، ان میں ابراہیم بن المنذر، مطرف بن عبداللہ، ابراہیم بن عمر

ابو ثابت محمد بن عبید اللہ، عبدالعزیز بن عبداللہ الوسی اور ان کے اقران خاص
کو قابل ذکر ہیں۔

مدینہ کے بقیہ شیوخ کی تفصیل کے لئے وسیع میدان چاہیے، یہ اس کا فرض ہے جو امام بخاری کے شیوخ کے لئے مستقل کتاب لکھے، اسی سفر میں انہوں نے مدینہ میں اپنی تاریخ کبیر کا مسودہ چاندنی راتوں میں لکھا، بالاتفاق مورخین نے ملک حجازہ جس میں مکہ، طائف، جدو، مدینہ شامل ہیں، میں ان کی مدت اقامت چھ برس بتائی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ مدت اتنا مدت علی الاطلاق، یعنی ایک سفر میں نہیں ہے۔

بصرہ کا قصد کیا جو وسعت علم، اور اشاعت حدیث کے اعتبار سے بہت ترقی پر تھا۔

بصرہ پہنچ کر امام ابو عاصم النبیل، صفوان بن علی، بدل بن المحجر، حرمی، ابن عمارہ، عفان بن مسلم، محمد بن عزرہ، سلیمان بن حرب، ابوالوید الطیالسی، امام عارم، محمد بن سنان اور ان کے معاصرین و اقران سے استفادہ کرتے رہے۔ بصرہ کا سفر امام صاحب نے چار بار کیا ہے، امام صاحب کا مقولہ ہے:

ورحلت الی البصرہ اربع مرات

۱۔ مقدمہ فتح الباری ۱۲ کے اگرچہ ہم عصر نعمانی صاحب نے سیرت النعمان میں علوم اسلامیہ کے اعتبار سے بصرہ اور کوفہ کو حرمین کا ہمسر بتایا ہے، لیکن یہ بات کبھی ممکن نہیں، نہ واقعات اس کی شہادت دے سکتے ہیں، کوفہ کے خیال نے ہم عصر مذکور کو کچھ ایسا گردیدہ بنایا، کہ ان کو اپنے منصب و مورخ کا بھی خیال نہ رہا، اور بعض افاضل کا یہ مقولہ نہایت معنی ثابت ہوتا ہے فی المثل کوفہ دلش بردہ است، از دلیاں حسیت کہ آزرده است

اس کی مزید تفصیل حصہ ثانیہ میں آتی ہے ۱۳ منہ

بصرہ کے بعد کوفہ کا سفر ہے، کوفہ کا سفر بھی آپ نے بہ کرات و مرآت کیا ہے، اسی طرح بغداد کی رحلت بھی، وراق نے امام بخاری کا مقولہ بغداد اور کوفہ کے سفر کے بارے میں یوں نقل کیا ہے، وکان حسی کو دخلت الی الکوفۃ و
البغداد مع المحدثین کوفہ کے چند مشاہیر شیوخ کے نام امام نووی نے تہذیب
الاسماء واللغات میں یہ گناے ہیں، عبداللہ بن کوشی، ابو نعیم احمد بن یعقوب، اسمعیل
بن ابان، الحسن بن ربیع، خالد بن محمد، سعید بن حفص، طلح بن غنم، عمر بن حفص، عروہ،
خلیصہ بن عقبہ، ابو عثمان، یہ مشاہیر کوفہ ہیں، جن پر امام بخاری نے بعد تحقیق و لوق کیا،
اور جن سے روایتیں ہیں۔

بغداد و خلافت عباسیہ کا دار السلطنت تھا، سلطنت کی علمی قدر افزائی
نے بغداد کو مزج علوم بنادیا تھا، اور ہر طرف سے اہل کمال جمع ہو گئے تھے، اس وجہ
سے بغداد کا سفر بھی بہ کرات و مرآت اختیار کیا، بغداد کے شیوخ میں امام احمد بن حنبل
محمد بن عیسیٰ الصبیح، محمد بن سائق، سرتج بن النعمان وغیرہ قابل ذکر ہیں، علامہ ابو علی
غسانی تقییداً مبہل میں لکھتے ہیں، کہ امام بخاری سب سے کھلی بار جو بغداد سے رخصت
ہونے لگے جو امام صاحب کا بغداد کا آنکھواں سفر تھا، اور امام احمد بن حنبل سے ملنے
گئے، تو امام موصوف نے دروٹاک لہجہ میں حسرت سے فرمایا۔

ان ترک الناس والعصر والعلم
 آپ آدمی و اہل زمانہ اور علم کو چھوڑ کر خراسان
 و نصیرالی خراسان
 جاتے ہیں۔

لہ مقدر فتح الباری ۱۲۵ اس کی تفصیل کسی قدر لگے آئی ہے ۱۲۵ خراسان پر کوفہ کی تائید
 و قیاس کا اثر بے طرح چھائی تھا، ادا تو ال الرجال سے تخریج فرودات فہم یہی معراج ترقی اور اہلی

جب امام بخاری پر ابوطاہر حاکم بخارا نے ایک بہتان لگا کر بخارا سے نکلوانے کی تدبیر کی تو امام بخاری امام احمد بن حنبل کا مقولہ یاد کر کے افسوس کرتے تھے، اور فرماتے "الان اذکرة" اب مجھے امام احمد کا مقولہ یاد آتا ہے، علامہ ابو علی غسانی کی روایت سے معلوم ہوا کہ بغداد کا سفر امام صاحب نے آٹھ بار کیا

شام کا سفر کیا، اور وہاں پہنچ کر علامہ یوسف فریابی، ابو نصر اسحاق بن ابراہیم آدم بن ابی ایاس، ابو الیمان الحکم بن نافع، حیوۃ بن شریح، اور وہاں کے معاصرین سے تکمیل کی،

مصر پہنچے، اور عثمان بن صالح، سعید بن ابی مریم، عبدالسد بن صالح، احمد بن صالح، احمد بن شیب، اصبخ بن الفرج، سعید بن ابی عیسیٰ، سعید بن کثیر بن عقیب، یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر اور ان کے اقران سے تکمیل کی،

جزیرہ کا سفر کیا، ادا احمد بن عبد الملک السخزانی، احمد بن زید الخزانی، عمرو بن الخلف، اسماعیل بن عبداللہ الرقی وغیرہ سے استفادہ کیا،

خراسان کے اطلع میں مروان بن مروان، ہرات، نیشاپور سے، جبال خراسان یہ سب امام بخاری کی قدیم ولعت گاہیں، اور بخارا کے مضافات سمرقند اور تاشقند وغیرہ بہ تو امام بخاری کے وطن ہی ہیں۔

مروان بن علی بن حسن بن شعیب، عبداللہ بن محمد بن مقاتل اور ان کے اقران سے حدیثیں لیں۔

دین سمجھانے لگا، اس کے خلاف کرنے والوں سے مزاحمت کی جاتی، اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل رگستان کے مقابلہ بغداد، خراسان کو گریبا مادی ناس سے خاسع کیا، ۱۲۱ تیبدا مہل۔

ملح میں ملی بن ابراہیم، یحییٰ بن یسیر، محمد بن ابان، حسن بن شجاع، یحییٰ بن موسیٰ
قیسیہ، اور ان کے معاصرین سے امام بخاری سے زیادہ روایتیں لیں۔

سیراقہ میں جا کر احمد بن ابی الولید الحنفی سے اور نیشاپور میں یحییٰ بن یسیر، بشر
بن الحکم، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع اور ان کے اقران سے استفادہ کیا

اس کے میں ابراہیم بن موسیٰ سے، واسط میں حسان بن حسان، احسان بن
عبدالمدبر، سعید بن عبداللہ اور ان کے اقران سے تحصیل کی۔

اس مختصر سی تفصیل کے بعد حاکم جیسے محدث لکھتے ہیں :-

فقد رحل البخاری الى هذه البلاد
المنكورة في طلب العلم وقاد في
كل مدينة على مشائخها قال وإنما
بسميت من كل ناحية جماعة من
المتقدمين ليستدل به على أعلى استاد
انما علم کے لئے گئے، اور وہاں اقامت
کی، یہیں تھے تو صرف ان کی سند عالی
کی دلیل کے طور پر کچھ متقدمین کے نام
گنائے ہیں۔

خطیب بغدادی کے الفاظ یہ ہیں :-

رحل البخاری الى محدث الامصا
وكتب بخراسان والجبال ومدن
العراق كلها وبالبحار والشام و
مصر وورد بغداد دفعات
امام بخاری نے ان تمام شہروں کے محدثین کی
طرف سفر کیا، اور خراسان و جبال خراسان اور
عراق کے تمام ملکوں اور حجاز و شام و مصر میں
حدیثیں لکھیں، بغداد دفعات گئے۔

جعفر بن محمد بن حطان کہتے ہیں میں نے امام بخاری کو فرمائے سنا،

کتبت عن ألف شيخ من العلماء
ایک ہزار سے زیادہ اساتذہ سے میں

وزیادۃ ولپی عندی حدیث

نے حدیثیں لکھیں اور بغیر سند کے کوئی

حدیث یاد نہیں رکھتا

الاذکر استادہ

مورخین نے اس زیادتی کی مقدار انہی بتائی ہے جس میں حسب بیان علامہ
کربانی صحیح بخاری میں ۲۸۹ شیوخ ہیں اور پہلا طبقہ علمائے تبع تابعین کا ہے لیکن
یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ امام بخاری فرمایا کرتے کہ میں نے انہیں شیوخ سے
حدیث لی جو ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے قابل تھے اور اعمال کو جزو ایمان کہتے
تھے جیسا کہ صحابہ سے لے کر علمائے تابعین کا خیال تھا

تاج الدین سبکی طبقات کبریٰ میں امام صاحب کی رحلتوں میں جزیرہ جلنے
کی نفی کرتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری جزیرہ کے شیوخ سے بواسطہ روایت
کرتے ہیں لیکن علامہ موصوف کا یہ قول امام نووی اور حافظ ابن حجر کی تحقیق کے
خلاف ہے۔

علل حدیث کی شناخت میں کمال

محدثین کی اصطلاح میں علت حدیث کہتے ہیں ان وجوہات اور
اسباب کو جو نہایت ظنی اور غامض ہوتے ہیں ساتھ اس کے حدیث کی صحت اور
قبولیت میں قاصر ہوتے ہیں، حالانکہ حدیث کا ہرگز ہر طرح صحیح اور سالم ہوتی ہے
یہ علم علوم حدیثیہ میں نہایت دقیق اور مشکل سمجھا گیا ہے اس کے لئے دنیا
مواہب انوار رواقہ پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ ہر راوی کے الفاظ حدیث اور

۱۲ مقدمہ فتح الباری ۱۲ تک فتح المنیت ۱۲

حدیثوں کا احاطہ بھی ضروری محدثین بالاتفاق کہتے ہیں۔

ومعرفة هذا من اتمن النواع
العلوم وادقها واشرها وانما
يمكن من اشكافها اهل الحفظ
التام والفهم الشاقب والخبرة
الكاملة ولهذه المزية والتكلم
في هذا النوع الاجمع قبيل من
المحدثين كعلي بن مديني واحمد

یعنی یہ علم نہایت غامض اور ادق اور بڑا
شریف ہے، اس فن میں کلام کرنے کی
قدرت انہیں محدثین کو ہے، جن کی سمجھ
روشن تھی، جن کی قوت حافظہ میں کمال
تھا، جن کو خبرت کا ملہ تھی، جیسے علی بن
مدینی، امام احمد، امام بخاری، امام ابو ذر
اور حبان کے ہم پایہ تھے۔

والبخاری والی زرعو من حد احد وهو له

حاکم کہتے ہیں، حدیث کی تفصیل میں تین مجموعی قولوں کا کمال ہے الحفظ

والفهم، والمعرفتا اس فن کا اور علوم حدیثیہ سے اعلیٰ و اشرف ہونا اس سے
معلوم کیا جاسکتا ہے، کہ علی بن مدینی فرمایا کرتے، مجھے کسی حدیث کی علت معلوم
ہو جاتا، اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے، کہ میں ایسی بیس حدیثیں لکھوں، جو مجھے
معلوم نہ ہوں

حقیقت امر یہ ہے، کہ جو حدیث ظاہر میں موصول معلوم ہوتی ہو، اس کے

چھپے ہوئے ارسال و القطار کو جاننا، یا ظاہر میں مرفوع سے لیکن یہ پتہ لگانا کہ در

اصل یہ حدیث مرفوع سے، فلاں راوی نے مرفوع کر دیا ہے، یا کسی حدیث کا

دوسرے میں اختلاط کا پتہ لگانا، یا کسی راوی کے وہم کو معلوم کر لینا نہایت مشکل

لہ شرح برجاتی ۱۲، لکھ فتح المغیث ۲۰

مہرے رواد کے موالیدہ و قیات تاریخی واقعات سلسلہ شاگردی استاذی رواد
کی رحلت ان کی سکونت شاگرد استاذ کا لقا و عدم نفاذ ایک حدیث کی متعدد
سندوں کا پتہ جب تک ان امور میں مہارت تام نہ ہو کسی طرح اس فن
میں دخل نہیں ہو سکتا،

امام بخاری نے بڑی دستگاہ جس فن میں حاصل کی وہ علل حدیث کی
واقفیت ہے، حافظ احمد بن حمدون کہتے ہیں کہ مجھے عثمان بن ابی سعید بن مروان
کے جنازہ میں امام بخاری کے ساتھ شرکت کا اتفاق ہوا میں نے محمد بن یحییٰ زہبی کو
جو امام فن ہیں دیکھا کہ امام بخاری پر اسما رواد اور علل حدیث کے سوالات پیش
کرتے ہیں اور امام بخاری اس مسرعت اور تیزی سے جواب دیتے ہیں جیسے کوئی
قل هو اللہ احد کی سورہ پڑھتا ہوا،

ابو احمد عشر کہتے ہیں کہ میں ایک روز نیشاپور میں محمد بن اسمعیل کی خدمت
میں حاضر تھا کہ امام مسلم آئے اور انہوں نے ایک معلق حدیث کے ابتدائی الفاظ
پڑھ کر یہ سوال پیش کیا کہ آپ کے پاس اس حدیث کی سند ہو تو آپ اس معلق
حدیث کو متصل کر دیجئے، اور حدیث کا بھی صرف اشارہ کر دیا، اس حدیث کے
الفاظ یہ ہیں عبید اللہ بن عمر عن ابی الزبیر عن جابر قال بعثنا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرآة ومعنا ابو عبیدة الحدیث بطولہ
عبید اللہ بن عمر تابعی ہیں، ان کے نیچے کے رواد کا تذکرہ سوال میں چھوڑ دیا گیا، گویا اس
سوال کے مقاصد یہ تھے، آیا امام بخاری کو اس حدیث کا علم ہے یا نہیں اگر ہے
تو ان کے پاس اس کی سند بھی ہے یا نہیں، اگر سند بخاری ہے تو معلق یا صحیح، اگر معلق

ہے، تو امام بخاری کو اس کی عظمت کا علم ہے یا نہیں، امام صاحب نے اسی وقت
اس طرح حدیث کو مستند اور متصل الاسناد پڑھو یا حدیث ابن ابی ادریس
حدیثی اخی عن سلیمان بن بلال عن عبید اللہ ذکری الحدیث بتما
اسی صحیح کا یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے، کہ ایک شخص نے ایک حدیث مع
سند پر بھی رجحاج بن محمد عن ابن جریر عن موسیٰ بن عقبہ عن سہیل
بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کفارۃ المجلس اذا قام العبد ان يقول سبحانک اللہم مجدک استغفرک اتوب الیک
امام مسلم نے یہ حدیث سنکر امام بخاری کو مخاطب کر کے عرض کی، کیا اس حدیث کی
سند اس سے بڑھ کر دنیا بھر میں ہے؟ امام بخاری نے فرمایا:-

”فعمد کنتہ معلول“
ہاں سند تو اچھی ہے، لیکن معلول ہے

امام مسلم سننے کے ساتھ ہی کانپ لٹھے، اور کہا لا الہ الا اللہ آپ مجھے اس کی
مذمت بتا دیجیے، امام بخاری نے فرمایا:-

”استر ما ستر اللہ“
جس پر اللہ نے پردہ ڈالا، تم بھی اس پر پردہ ڈالو۔

یہ حدیث شاندار ہے، لوگ ایسے ہی رعن حجج بن محمد عن ابن جریر عن موسیٰ
بن عقبہ عن سہیل بن ابی صالح روایت کرتے ہیں، امام مسلم نے دوبارہ بغایت لہجرت

لہ مقدمۃ فتح الباری ۱۲۱ کے محدثین کا قاعدہ تھا، کہ علوم حدیث کی باریکیاں باسانی نہیں جانتے
تھے، جب تک طالب کا شوق اور گرویدگی درجہ کمال کو نہ پہنچ جائے، بالخصوص جب کہ طالب

کے شوق کا اندازہ کرنا مقصود ہوتا، ایک بار ایک محدث نے اپنے شاگرد کے ایک حدیث بیان
کی، تو فرمایا، لو ہم نے تم کو باسانی بتا دیا ۱۲ صحیح بخاری ۱۲

امام بخاری کی پیشانی پر بوسہ دے کر اس حدیث کی علت کا سوال کیا اور فریب تھا کہ رونا شروع کریں امام بخاری نے درخواست منظور کر لی اور فرمایا۔

کتب ان کان وکایدا اگر ضروری سمجھتے ہو تو اس حدیث کی سند غیر معلول کھو۔

امام صاحب نے اپنی غیر معلول سند کے اس حدیث کو یوں روایت کیا،

حدثنی موسیٰ بن اسمعیل حدثنا وهیب حدثنا موسیٰ بن عقبہ عن عرو بن

بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفارۃ المجلس الحدیث

امام مسلم نے اس سند کو سن کر فرمایا۔

لا یغضاب الا حاسدا واثمہد ان یعنی آپ کے وہی شخص بغض رکھے گا جو آپ کا حاسد

لیس فی الدنیا مثلاً ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ حبیب

آج دنیا کے پردہ پر کوئی نہیں۔

احمد بن حمدون قصار اس واقعہ میں اس قدر زاید بیان کرتے ہیں کہ امام مسلم

نے جب یہ سند (ابن جریر عن موسیٰ بن عقبہ عن سہیل بن ابی صالح عن

ابیہ عن ابی ہریرۃ) امام بخاری کے سامنے پیش کی تو امام صاحب نے اس معلول سند کا

سلسلہ دو طریقوں کے (۱) محمد بن سلام حدثنا محمد بن یزید اخبرنا ابن جریر (

(۲) احمد بن حنبل ویحییٰ بن معین قال حدثنا حجاج بن محمد عن ابن جریر (

بیان کر کے فرمایا الا انہ معلول یعنی گو کہ ابن جریر تک اس سند کے طرق متعدد ہیں

لیکن پھر بھی یہ حدیث ہے

امام مسلم نے اور زیادہ اصرار کیا کہ ضرور اس سند کی علت پر جھکا گا ہی ہو

چاہیے، امام صاحب نے سکوت فرمایا لیکن جب امام مسلم کا شوق اور شوق کے

ساتھ اصرار حد سے متجاوز ہو چلا، تو امام صاحب نے اس سند کی علت اس طرح بیان کی کہ موسیٰ بن عقبہ کی کوئی حدیث سہیل سے سند نہیں آئی، کسی راوی نے غلطی سے اس کو سند امر فروعاً کر دیا ہے، اور حقیقت اس سند سے یہ حدیث موقوف آئی ہے پھر اس کا موقوف ہونا ذیل کی دوسری سند سے ثابت کیا حدیث ناموسی بن اسماعیل حدیثنا وھیب قال حدثنا سہیل عن عون بن عبد اللہ قولہ یعنی یہ امر سبذیح صحیح ثابت ہے کہ سہیل نے عبد اللہ بن عون کا قول روایت کیا ہے کسی نے غلطی سے اس کو امر فروعاً روایت کر دیا۔

امام بخاری کے اس غامض اور زرقین فن رعل حدیث میں کمال دست گام رکھنے پر امام ترمذی کی وہ شہادت کافی ہے، جو انہوں نے اپنی پیش بہ تصنیف کتاب الععل میں دی ہے۔

امام ترمذی لکھتے ہیں، کہ جامع ترمذی میں جس قدر میں نے حدیثوں کی علتیں بیان کی ہیں، یا رجال یا تاریخ میں کلام کیا ہے، اکثر حصہ اس کا امام بخاری کی تاریخ سے لکھا ہے، اور زیادہ تر رعل میں نے خود اپنے استاد بخاری سے بالمشافہہ سیکھے ہیں، ہاں بعض بعض علتیں امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی اور ابو زرعة سے بھی سیکھیں لیکن زیادہ تر امام بخاری ہی سے، دارمی اور ابو زرعة سے بہت کم امام ترمذی فرمایا کرتے تھے۔

لعلہ بالعلل والاسیاتید میں نے رعل اور اسانید میں امام بخاری سے بڑھ کر امام محمد بن اسماعیل البخاری کو نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ امام بخاری شیخ وقت علامہ فریابی کی مجلس میں موجود تھے شیخ نے

۱۲ مقدمہ فتح الباری ۱۱۲ کتاب الععل صفحہ ۳۳۵۔ ۳۳۶ مقدمہ فتح الباری ۱۲

ایک حدیث بیان کی جس کی سند یہ تھی سفیان عن ابی عمرہ عن ابی الخطاب
 عن ابی حمزہ (عائز بن مجلس کے کسی نے بھی سفیان کے اوپر کے راویوں کو نہیں سمجھا،
 اس لئے کہ سب کنیت کے ساتھ ذکر تھے، امام بخاری نے اسی وقت عرض کیا،
 ابو عمرو "معمر بن راشد" ہیں، ابو الخطاب "قتادہ بن دعامہ" ہیں، ابو حمزہ "انس بن مالک"
 ہیں، یہ کہہ کر عرض کیا، کہ سفیان ثوری کا قاعدہ ہے، کہ مشہور راویوں کو کنیت کے
 ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

جرح رواۃ میں احتیاط

کسی راوی پر جرح کرنا نہایت خطرناک امر ہے، اسی واسطے صوفیوں کی ایک
 بڑی جماعت اس کو سخت میسوب جانتی ہے، لیکن یہ ان کی سادہ لوحی ہے، کیونکہ ضرورت
 کے وقت اگر سچا عیب دیا جائے، تو دنیا سے عدل وانصاف لٹھ
 جائے، اور دنیا سخت مظالم میں گرفتار ہو جائے، پس جس طرح میسوب پر پردہ ڈالنا
 ہمارا فرض ہے، اسی طرح دیانت کے ساتھ ضرورت کے وقت سچا عیب ظاہر کرنا بھی ضروری ہے،
 جن لوگوں نے جرح سے کنارہ کشی اختیار کی، اور لوگوں کو روکا، وہ لوگ جرح کو
 عیب میں داخل کرتے ہیں، اور آیت لا یغتب بعضکم بعضا پڑھتے ہیں، اور
 کبھی اس عمل کا اعادہ کرتے ہیں، اعراض الناس عن حفر النار وقف
 علیہا الحدیث والحکام یہ خیال ایک حد تک صحیح ہو سکتا ہے، لیکن یہ سب اسی

۱۔ مقدم فتح ابیاری ۱۲، عن الطبقات الکبریٰ ۱۳، عن لوگوں کی آئینہ جہنم کا لڑھا ہے
 جس پر حکام اور محدثین کھڑے ہیں ۱۴

روز کے لئے ہے، جب کوئی شخص بلا وجہ بلا ضرورت اور بلا اجازت شریعت ایسا کرے
 لیکن جب ضرورت شرعی داعی ہو تو محمود ہے نہ مذموم، جب ہم دیکھتے ہیں کہ قطع نظر ان لوگوں
 کے جن کو مسلمانوں سے نفی اور عداوت ہے مسلمانوں ہی کی ایک جماعت جو بلبا بہ نہایت
 پارسا اور صوفیوں کے رنگ میں تھی، نیک نیتی سے فضائل اور ترغیب میں حدیثیں وضع
 کرنا تو اسب جانتی تھی، بعد الکریم و ضاع نے باوجود مسلمان ہونے کے خود تسلیم کیا کہ چار
 ہزار حدیثیں اس کے موضوعات سے ہیں۔

وضع کے بعد مسائل غلط فہمیاں، بے احتیاطیاں، توہمات، قلت حافظہ
 ہے تو اگر محدثین ان کا وضع ہونا، مسائل ہونا، بے احتیاط ہونا، ضعیف حافظہ، غیر
 عادل ہونا، کاذب ہونا، واہم ہونا، نہ بیان کرتے، تو کج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 صحیح اقوال اور آپ کی سچی حدیثوں کا تیر صحابہ و تابعین کے صحیح آثار کا پتہ چلنا امر محال ہے
 حاملین حدیث نے اس کی علت خود بیان فرمائی ہے،

وجوز ذلك صيانة للشرعية فانه لو
 لم يكن لما يميز الصادق من الكاذب
 والفاستق من الغافل والمغفل من
 الضابط واختلفت الاحاديث الصحيحة
 بالسقمة قامت الملاحك والزناد قدا
 من كل جانب للافساد في الشريعة
 وقد قال الله تعالى يا ايها الذين
 امنوا ان جلدكم فاستونبها فتبينوا

جرح در آہ شریعت کی حفاظت کے لئے جائز
 رکھی گئی ہے، کیونکہ اگر جرح و قدرح دعاۃ جائز
 نہ ہو، تو جھوٹا سچے سے فاسق عادل سے بیدار بختر
 نازل سے قوی الحافظہ ضعیف الحافظہ سے قوی
 مسائل سے الگ نہیں ہو سکتے، اور احادیث صحیحہ
 غیر صحیحہ سے لگ لگڈ ہو جاتی، اور محدثین
 کے لوگ ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوتے، اور دین میں
 ایک طوفان بے تیری برپا ہو جاتا، خود اللہ پاک نے

Marfat.com

جب دنیاوی معاملات میں وا شہد و اذوی عدل منکر کا حکم ہے تو دینی معاملات جو نہایت خطرناک ہیں، ان کے لئے کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے جرح رجال کی بنا اگرچہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں پڑ چکی تھی، اور خوارج و روافض وغیرہ پیدا ہو چکے تھے، حدیثوں کے لینے میں احتیاط شروع ہو گئی تھی، خود صحابہ سے بہت سی جرحیں ثابت ہیں لیکن اس وقت تک سلسلہ حدیث میں زیادہ وسائل پیدا نہیں ہوئے تھے، اس لئے چنداں ضرورت نہ ہوئی، آگے چل کر وسائل بڑھے، اور بڑی پرست کرتے پیدا ہو گئے،

اس لئے اکابر تابعین حسن بصری، طاؤس، ابوبنخثانی، عبداللہ بن عون سلیمان تمیمی، امام مالک، یحییٰ بن سعید شعبہ وغیرہ جو اراکین فن حدیث ہیں، و نیز ان کے بعد کے محدثین، جن کا تقویٰ و دیانت مسلم ہے، بہ نیت ذب عن الرسول و عن الاسلام و نصیحا مسلمین اس طرف متوجہ ہو گئے، رجال کی دیکھ بھال بڑی سختی سے شروع کی اور اس کے لئے اصول و ضوابط مقرر کئے، مثلاً معاصر کی جرح معاصر کے حق میں قدامت میں مقبول اور قدامت میں غیر مقبول ہے، وغیرہ۔

اس میں کیا شبہ ہے، کہ قرآن میں جہاں حکم دیا ہے ان جاء کو فاستقینا فتبینوا یہی حکم دیا گیا و لا یختب بعضکم بعضا، جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ضرورت اور اضطرار کے وقت جرح جائز ہے، اور جس قدر ضرورت ہو، اس سے تل برابر بیش ناجائز، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ جرح نہایت خطرناک امر ہے جس میں نہایت دیانت، راست بازی و تقویٰ اور سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

ابن خلاد نے امام محمد بن سعید قطان سے پوچھا کیا آپ کو ان لوگوں سے
خوف نہیں ہے جن کی عدشیں آپ نے ترک کر دیں، کہ قیامت کے دن آپ کے
فریق ہوں؟ ابن قطان نے فرمایا کہ ان کا مدعی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
مخاصمت سے اچھا ہے، اگر میں باوجود علم کے کہ یہ شخص بددیانت، کاذب، متسائل
ہے، روایت لوں تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا فریق بناؤں،
امام بخاری نے جو احتیاط جرح رجال میں اختیار کی، وہ اعلیٰ درجہ کی دیانت

اخلاص، تقویٰ پر دلالت کرتی ہے، جرح رجال میں ان کا طریقہ یہ ہے، کہ ایسے الفاظ
سے جرح کی جائے، کہ کوئی شخص جرح کرنے والے پر مواخذہ نہ کر سکے، چنانچہ ان کی
جرحیں ترکوہ، انکراہ الناس، المتروک، الساقط، فیہ نظر، استوعا عنہ وغیرہ
الفاظ کے ساتھ ہوا کرتی ہیں، وضاع، نذاب جیسے الفاظ سے جرح بہت قلیل آپ
سے ثابت ہوئی بہت سخت جرح امام بخاری کی منکر الحدیث سے، امام بخاری کی
یہ اصطلاح ہے، کہ جب وہ منکر الحدیث بولتے ہیں، تو اس کے وایت حلال نہیں ہے
قال ابن القطان قال البخاری کل من قلت فیہ منکر الحدیث لا یحل
الروایۃ عنہ۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا، جس
میں تدلیس کے ہونے کا گمان تھا، آپ نے فرمایا یا ایہا فلان ترائی ادلیس یعنی کیا تم
کو گمان ہے، کہ میں تدلیس کرتا ہوں، حالانکہ میں نے اسی تدلیس کے شبہ پر ایک شخص کی

۱۰ حاشیہ الفیۃ العرانی تختہ الباقی ۱۲ لے فتح المغیث ۱۲ لے اس حکایت کو صرف علامہ
مجلونی نے الفوائد الدرداری میں لکھا ہے ۱۲

دس ہزار حدیثیں ترک کر دیں، اور اسی قدر نہیں، بلکہ اس سے زائد ایک دوسرے شخص کی تمام حدیثوں کو نظر انداز کر دیا، جس میں مجھ کو تامل و نظر تھا، اسی واقعہ سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ آپ کو موضوع التہم سے کس قدر نفرت اور پرہیز تھا۔

علامہ مخلوفی نے امام بخاری کے احتیاط اور تہمت کے محل سے درج کرنے کی ایک حکایت نقل کی ہے۔

امام صاحب کو اپنے تخلصی علوم کے زمانے میں ایک دفعہ دریا کا سفر پیش آیا، آپ جہاز میں سوار ہوئے تو آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھی تھیں، ایک شخص نے جہاز والوں سے امام صاحب کی خدمت میں حسن عقیدت ظاہر کیا، اور آپ کے ساتھ اس نے نہایت غلامانہ رکھا، اس خدمت گزاری کی وجہ سے امام صاحب کا میلان خاطر بھی اس کی جانب ہو گیا، شدہ شدہ اس کا یہ انجام ہوا، کہ آپ نے اپنی ان اشرفیوں کی اسے اطلاع دے دی۔

ایک روز ان کا یہ رفیق سوکراٹھا، اور دونا، چھینا، کپڑے بھاڑنا، سرسٹینا شروع کر دیا، لوگ یہ دیکھ کر متعجبانہ حیرت کے لہجے میں پوچھنے لگے، کیا مولیٰ، لوگوں کے اصرار پر اس نے کہا، میرے پاس ہزار اشرفیوں کی ایک تھیلی تھی، وہ گم ہو گئی، لوگ کشتی والوں کے پیچھے پڑ گئے، اور ایک ایک کی تلاشی لی جانے لگی، امام صاحب نے چپکے سے آہستہ اشرفیوں کی تھیلی سمندر میں پھینک دی، شدہ شدہ امام صاحب کی بھی تلاشی لی گئی، جب کسی کے پاس سے تھیلی برآمد نہ ہوئی، تو اہل جہاز نے اس کو سخت ملامت کی۔

لوگ جہاز سے اترے، تو وہ رفیق تنہائی میں ان سے ملا اور پوچھا کہ فرماؤ

آپ نے شرفیوں کی وہ کھٹیلی کیا کی؟ امام صاحب نے فرمایا، میں نے سمندر میں پھینک دی، اس نے پوچھا، کہ آپ کے دل نے اس قدر رقم کیشیر کا ضائع ہونا کیونکر گوارا کیا؟ امام صاحب نے فرمایا، کہ تمہاری عقل کہاں ہے، کیا تم نہیں جانتے، کہ میری تمام عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی طلب میں ختم ہو گئی اور میری ثقاہت دنیا میں مشہور ہے، تو کیا میرے لئے سرقہ کا اشتباہ اپنے اوپر لینا کس طرح مناسب تھا، جس دولت و ثقاہت اور اعتبار کو میں نے تمام عمر میں حاصل کیا، اس کو چند شرفیوں کی وجہ سے کھود دیتا؟

امام صاحب کے ایک شیخ حدیث ہیں، جن کا نام ہے مسدد و امام صاحب ان کی نسبت فرماتے ہیں:-

مسدد کا مسدد دلا ابالی
ان یكون کتبی عندہ او عندی
یعنی مسدد صاحب راستی، اسم باسی ہیں
میری کتابیں میرے پاس رہیں، خواہ ان
کے مجھے کسی طرح کا کھٹکا نہیں

اس مقولے سے معلوم ہوا کہ کتب حدیثیہ کے استحفاظ میں اسی قدر احتیاط سے کام لیتے جس طرح اخذ روایت میں، اور ہر شخص کے پاس اپنی کتابوں کا رہنا پسند نہ فرماتے

اخلاق و عادات اور طرز معاشرت

امام بخاری کو اپنے والد علامہ اسماعیل کے ترکہ سے بڑی دولت لاحق ہو گئی تھی، علامہ اسماعیل کی تجارت کوئی معمولی تجارت نہ تھی، لیکن جس طرح عام تاجر لوگوں

کا قاعدہ ہے کہ بہتیری بد احتیاطیاں، اپنی عقلمندی یا اہل کاروں کی کستی یا غلطی سے ایسی واقع ہوتی رہتی ہیں، جن سے ایک محتاط آدمی کو پرہیز لازم ہے، اور اس طرح حاصل کردہ دولت مشتتبہ خیال کی جاتی ہے، علامہ اسماعیل کی تجارت ان بد احتیاطیوں سے پاک رہی، اسماعیل کا اپنی وفات کے وقت ابو حفص سے جوان کے خاص تلاندہ بیٹھے یہ فرمانا کہ میں اپنے مال میں ایک درہم بھی حرام یا مشتتبہ نہیں پاتا، اور یہ سن کر ابو حفص کا چونکا ہونا تیرا تا ہے، کہ امام اسماعیل نے معمول سے زیادہ احتیاط کی تھی، اور مواقع اشتباہ سے بہت دور رہتے تھے، اسماعیل کا وفات کے وقت یہ کہنا اس غرض سے تھا، کہ میرا وارث جو آئندہ تمام دنیا کا امام بنتے والا تھا، اور جس کو امام الحدیث کا خطاب ملنے والا تھا، اس کو مشتتبہ خیال کر کے اس سے دست برداری نہ کرے، بلکہ اپنی مشکلات میں اس سے مدد لے۔ یہ مال بالکل طاہر اور ہر طرح طیب ہے،

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں، امام بخاری نے اس مال کو مضاربت (جو تجارت کی ایک صورت ہے) لگا دیا تھا، اور اس طرح وہ بالکل فارغ البال ہو کر علم نبوی کی جستجو میں مصروف ہوئے، اور ضلئے پاک نے ہر طرح کے استغناء سے بہرہ ور کر رکھا تھا،

کمزاج ہیں انتہا درجہ کی مروت اور رحم دلی خدا نے عطا کی تھی، ایک دفعہ ایک مضارب (شریک تجارت) چالیس ہزار درہم دیا بیٹھا، آپ کے خاص

لے مضاربت کہتے ہیں، اس تجارت کو جس میں ایک شخص کا مال باندھو، اور دوسرے کی محنت ہو، اور نفع میں سب برابر اور نصف یا ربع یا ثلث وغیرہ کی شرکت ہو، منہ ۳۰ منہ ۳۰، مقدّم فتح الباری

تاریخہ محمد بن ابی حاتم وغیرہ نے عرض کیا، کہ قرضدار آمل پہنچ گیا ہے اس سے وہ
وصول کر لیجئے، آپ نے فرمایا، کہ تم کو مناسب نہیں، کہ قرضدار کو پریشانی میں ڈالیں
محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں، کہ قرضدار کو ہماری اس تحریک کی خبر پہنچی، تو خوارزم
چلا گیا، پھر ہم نے عرض کی کہ اب بھی بےید نہیں ہے، آپ حکومت سے مدد
لیجئے، اور گوزن کی طرف سے ایک خط حاکم خوارزم کے نام لکھو ایسے قرضدار
بات کی بات میں گرفتار ہو سکتا ہے، امام صاحب نے فرمایا، میں حکومت سے
ایک خط کی طرح کروں گا، تو حکومت میرے دین میں طمع کرے گی، اس طرح میں
حکومت کا ممنون منت بننا نہیں چاہتا، نہ اپنا دین دنیا کے عوض بیچنا چاہتا ہوں،
آخر امام بخاری کے بھی خواہوں نے بلا اطلاع آپ کے ایک خط ابی سلمہ
کاشانی سے (جو اس وقت آمل کا گورنر تھا) لکھوا کر قرضدار کو گرفتار کرانا چاہا،
جب اس کی خبر امام صاحب کو پہنچی، تو بہت رنجیدہ ہوئے، اور فرمایا، کہ تم مجھ سے
زیادہ میرے پیڑ خواہ نہ بنو، اسی وقت ایک خط کسی شاگرد کے نام خوارزم لکھا، کہ
میرے قرضدار سے کچھ تعرض نہ کیا جائے، قرضدار خوارزم سے چھوٹا تو مرد کا
کیا، لیکن دوسرے تاجروں سے مڑھ بھیر ہو گئی، اور حکومت کو بھی اس معاملہ کی
خبر ہو گئی، حکومت کی جانب سے سختی ہوئی، تو امام بخاری کو اس کا افسوس ہوا، اور
بکراہت قرضدار سے یہ طے کیا، کہ پچیس ہزار میں سے سال میں دس درم دے
دیارے، مذاق کہتے ہیں، اس قرض کا آخر انجام یہ ہوا، کہ امام بخاری تک ایک
حبیبی نہیں پہنچا،

اس تجارت رمضان کی آمدنی سے سترہ سو روپے امام بخاری کا مقصد تھا

خالق خدا کو نفع پہنچانا جس قدر اہل علم اور طلبہ رہتے اس سے ان کی خبر گیری کی عاقبتی شیوخ و محدثین کی مدد کی جاتی، مہینے میں اپنی آمدنی کا پانسو درہم فقرا اور مساکین، محدثین اور طلبہ پر صرف کرتے، طلبہ کے قلوب علوم نبویہ کی تخیس کے لئے پر جاتے، اہل علم کے ساتھ کثیر الاحسان رہتے، کھانے پینے کے تکلفات اور عیش پسندی سے بہت دور رہتے، جفاکشی کی عادت طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔

کہ محمد بن ابی حاتم امام بخاری کے کاتب کہتے ہیں کہ ایک بار طالب علمی کے زمانہ میں آدم بن ابی ایاس کے پاس جانے میں ماہ خرچ چوک گیا، تو کئی روز گھاس کی ٹپیاں کھا کر گزار دیئے، اور مطلق کسی کو نہ اس کی خبر کی نہ شواہل کیا۔

ابوالحسن یوسف بن ابی ذر بخاری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام بخاری علیہ السلام ہو گئے، ان کا قارورہ طیبوں کو دکھایا گیا، طیبیوں نے قارورہ دیکھ کر کہا، یہ قارورہ

ان دردیشوں کے قارورہ سے مشابہ ہے، جو روٹیوں کے ساتھ ناخوشی کا استعمال نہیں کرتے، اور جن کا نذران صرف خشک روٹیوں پر ہے، علاج بھی بالاتفاق یہی تجویز ہوا، کمان کو روٹیوں کے ساتھ ناخوشی دیا جانے، آپکے پوچھا گیا، تو معلوم ہوا کہ چالیس برس سے ناخوش نہیں کھایا ہے، عرض کیا گیا، کہ اطباء نے آپ کے علاج میں ناخوشی تجویز کیا ہے، آپ نے پسند کر علاج سے انکار کر دیا، ان کے شیوخ اور دیگر اہل علم نے مجبور کیا، تو روٹیوں کے ساتھ شکر کھانی منظور کی،

حقیقت امر یہ ہے کہ جو شخص اعادیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت میں یونما بخروی و یونما بالعقیق ہو، اس کو کھانے اور پینے کے تکلفات سے بہا تعلق

کبھی جبال خراسان میں دکھائی دے رہا ہے، تو کبھی کوہ لبنان پر مقیم ہے، کبھی بصرہ کا
 سفر و پیش ہے، تو کبھی کوفہ میں درس دیتا نظر آتا ہے، کبھی مسجد نبوی میں بین الحراب
 والی صبح حدیثوں کا مجموعہ تیار کر رہا ہے، کبھی کسی شیخ کے پاس جانے میں خرچ
 ہو گیا ہے، تو بھوک کی تکلیف کو جنگل کی پیوں سے دفع کرتا ہے، اور تین روز
 متواتر گھاس پات پر گزارہ کر کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم
 چلنے کا شرف حاصل کرتا ہے، جو ان کو غزوة ذات الخنبط میں پیش آیا تھا، کبھی مجلس
 درس میں کئی روز تک دکھائی نہیں دیتا، تفتیش کرنے پر معلوم ہوتا ہے، کہ پھر لنگی
 سارے کپڑے فروخت ہو چکے ہیں، جیابے دامن پکڑ رکھا ہے، اس لئے حجرے سے
 باہر نکلنا مشکل ہے، کبھی مسافر خانہ کی تیاری میں معاروں کے آگے ایٹھیس اور گارہ
 پہنچانے میں مشغول ہے، منع کرنے پر ہذا الذی ینفعنی کہہ رہا ہے، کیونکہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کا شوق دل میں جوش زن ہے، جو مسجد نبوی کی تیاری
 اور غزوة احزاب کے روز خندق کھودنے میں پیش آیا جن موقعوں میں خود نفس نفیس
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کل صحابہ رضی اللہ عنہم مٹی اور پتھر کے اٹھانے میں
 مشغول تھے، اور جوش مسرت میں فرماتے تھے

هذا الحمال، الاحمال خيبر هذا البر، بنا واطهر

یہ بوجہ جس کو ہم اٹھاتے ہیں، خیبر کے خرموں اور کھجوروں کے بوجہ نہیں ہیں، خدا کی قسم یہ

کے غزوة ذات الخنبط کو غزوة سیف البحر بھی کہتے ہیں، ایک چھوٹا سا لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے سمرقند کے ساحل کی طرف یہ ماتحتی ابو عبیدہ بن الجراح بھیجا تھا، اس لشکر کو اس سفر میں دیر لگ
 گئی، رسد ختم ہو گئی، تو درخت کی پیوں پر گزارہ کرنے لگے، صبح بخاری

بوجھاس کے کہیں زیادہ اچھے اور نفع بخش ہیں

کبھی واعدا والہما استطعم بہ من قوتہ ومن رباط الخیل کی تعمیل میں مستغرق ہے اور تیر اندازی کی مشاتی کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں جا رہا ہے کبھی نماز کے اندر کسی آیت یا سورہ کے پڑھنے میں اس قدر شغف ہے کہ موذی جانور کے نیش زنی کی حس تک نہیں، فراغت پانے پر دیکھا جاتا ہے تو نیش کا اس قدر ضرب ہے کہ نیش زدہ عضو متورم ہو گیا ہے،

مزاج میں خلاترسی بہت تھی، اسی طرح رجم دلی، انصاف پسندی یہ سب اوصاف گویا خلقی تھے، عبداللہ بن محمد الصبار فی کہتے ہیں، کہ میں ایک دفعہ حجر بن اسماعیل را امام بخاری، کی خدمت میں ان کے مکان پر حاضر تھا، آپ کی لونڈی آئی اور آپ کی طرف سے نعل چلی، اس کے پاؤں کی ٹھوک سے دو ات الٹ کر وشنائی گر گئی، امام بخاری نے غصہ سے فرمایا: کیف تمسین، کس طرح چلتی ہے، شوخ لونڈی نے جواب دیا، اذالہر کین طریق کیف امشی، راستہ نہ ہوا تو کیوں کر چلوں، امام صاحب یہ جواب سن کر بجائے غصہ ہونے کے فرماتے ہیں: جاییں نے تجھے آزاد کر دیا، عیاشی کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: غضبتک یا ابا عبد اللہ، آپ کو تو اس نے غصہ دلانے کی بات کی، آپ نے بجائے غصہ کرنے کے آزاد کر دیا، امام صاحب نے فرمایا: رضیت نفسی بما فعلت جو اس نے کیا، میں نے اپنے نفس کہا اس پر راضی کر لیا، گویا امام بخاری نے بجائے لونڈی کی تہنید کرنے کے

لہ اسید بن خضیر جو حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے ایک حبیب القدر صحابی ہیں، غزیرہ تبوک کی واپسی میں ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا تھا، اسے قدرت الفتح ۱۲

اپنے نفس کی تنبیہ کی

ایک دفعہ ابو حفص نے جو امام بخاری کے والد اسماعیل کے تلمیذ خاص تھے، کچھ مال امام بخاری کی خدمت میں بھیجا، بعض تاجروں نے شام کو آکر پانچ ہزار نفع دے کر خریدنا چاہا، امام صاحب نے فرمایا، آج آپ تشریف لے جائیں، میں صبح اس کی بات سخت کروں گا، صبح ہوئی، تو دوسرے تاجر پہنچے، انہوں نے بجائے پانچ ہزار کے دس ہزار نفع دے کر خریدنا چاہا، امام صاحب نے پچھلے تاجروں کو یہ کہہ کر واپس کر دیا، کہ میں نے بوقت شب اس تاجر کو جو میرے پاس آیا تھا، مال دینے کی نیت کر لی تھی، چنانچہ وہ مال پہلے تاجر کے حوالہ کر دیا، اور پانچ ہزار کے اضافہ کی مطلق پرمانہ کی، اور فرمایا کہ احب ان انقض نیتی میں اپنی نیت توڑنی پسند نہیں کرتا، اصل غرض یہ تھی نفس کو ایثار پر مستعد رکھنا، اور مال کی محبت سے جو نہایت مذموم صفت کے دور رکھنا، کنز ع آخراں صفرا بسودای کشد

✓ حفص بن عمر الاشقر کہتے ہیں، کہ ہم لوگ بصرہ میں حدیث لکھتے تھے، ہمارے ساتھ امام بخاری بھی کتابت حدیث میں شریک تھے، امام بخاری کو ہم نے کئی روز کتابت حدیث میں شریک نہ پایا، تلاش کی، تو اپنے حجرہ میں عریاں ملے، دریافت کرنے سے معلوم ہوا، کہ خرچ بائکل چوک گیا ہے، بدن کے کپڑے بھی فروخت ہو چکے ہیں، بالآخر ہم نے چندہ کیا، اور آپ کے لئے پارچے تیار کر لئے، تو اس وقت سے، ہمارے ساتھ کتابت میں شریک ہوئے، ایسی حالت گذر جانے پر بھی کسی سے اپنی حاجت پیش نہ کی (تو نگرگی بدل است نہ بال)

✓ ایک روز ابو معشر ضریر بنا بیٹا، اسے فرمایا "اے ابو معشر مجھے معاف کرو"

ابومشیر نے متحیر ہو کر پوچھا: سنا ہی یہ کیا؟ اور کس بات کی معافی؟ امام بخاری نے کہا کہ آپ نے ایک روز ایک حدیث بیان فرمائی تھی، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ بہت خوش ہیں اور فرط مسرت سے سراوردا تھول کو ہلار رہے ہیں، یہ دیکھ کر مجھے مسکراہٹ آگئی تھی، ابومشیر نے عرض کیا: "انت فی حل رحمتك اللہ" آپ پر خدا رحم کرے آپ سے کسی طرح کی باز پرس نہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص نے مسجد میں آپ کی ریش مبارک کے ایک تڑکا نکال کر وہیں مسجد میں ڈال دیا، جب تک لوگ آپ کی خدمت میں حاضر رہے اور باتیں کرتے رہے، آپ کی نگاہ برابر اس تڑکے کی طرف تھی، لوگوں کی نظر بجا کر آپ نے وہ تڑکا اٹھا کر آئینہ میں رکھ لیا اور مسجد کے باہر ڈال دیا، یہ آداب مسجد اور اس کا احترام ہے، جس چیز کے دائرہ استھری صفات اور محفوظ رکھی جائے، اس سے مسجد کو رسی صاف رکھنا چاہیے۔

✓ مزاج میں بہت بڑی احتیاط تھی، غیبت کے نہایت کنارہ کش رہتے فرماتے
 ما غبت منذ علمت ان الغیبة یعنی جب سے مجھے علم ہوا کہ غیبت کنی، رام بہت
 حرام اس وقت سے ہیں، کسی کی غیبت نہیں کی

فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ میرا کوئی خصم (مدعی) قیامت کے دن نہ ہوگا، وفاق کہتے ہیں، میں نے کہا، آپ پر لوگ تاریخ کے بارے میں وحید لگاتے ہیں، کماں میں لوگوں کی غیبت سے اور غیبت حرام ہے، آپ نے فرمایا: تاریخ میں جو بچے سے متقدمین کے اقوال منقول ہیں، وہ نقلہ من عند الفسناہم نے اپنی جانب

سے کوئی بات نہیں کہی

کا امام صاحب کا ایک بے نظیر و صفت ان کی بے تعصبی ہے، جب ہم صحیح بخاری کا مطالعہ کرتے ہیں جو امام صاحب کی ایک ایسی تالیف ہے جس میں انتہا سے زیادہ احتیاط اور تشدد درپنا ہے، اسی احتیاط کا ایک انتہائی درجہ یہ تھا، کہ صحت کے یقین ہونے پر بھی استخارہ کے بعد جامع صحیح میں حدیث کو داخل کرتے تو جامع صحیح کی سندوں میں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں، جو مذہب اہل سنت کے خلاف تھے، امام صاحب نے ان سے روایت کرنے میں کچھ تامل نہیں کیا، مگر چہ خود ان کے مذہب سے اختلاف رکھتے تھے،

لیکن یہاں یہ بتا دینا بھی ضرور ہے، کہ یہ بے تعصبی اور انصاف پسندی وہیں تک محدود تھی، جہاں تک انکی روایت میں اشتباہ نہ پیدا کرتی، چنانچہ محدثین کا یہ قاعدہ ہے، کہ اہل ہوائی درافضی، خارجی، معتزلی وغیرہ، اسے اسی وقت تک روایت لینا جائز ہے، جب تک وہ اپنی بدعت کی تردید پر زور نہ دیتا ہو، اور نہ اس کے مذہب میں مہوٹ بولنا جائز ہو، اور نہ مہوٹ کا کسی حالت میں مستفاد ہو، تم دیکھو گے، ایسے راوی صحیح بخاری میں موجود ہیں، جن کی نسبت لکھا ہے، رخی بالتشیع باوجود اس تہمت تشیع کے امام صاحب نے ان سے روایت اخذ کی، اور اس روایت کو صحیح بخاری میں داخل فرمایا، تم کو ایسے بھی تہمت دلاوی کتب رجال میں ملیں گے، جن کی نسبت لکھا ہے، کہ امام بخاری نے اسے تشیع اور رخی کی تہمت سے ترک کر دیا، بات اس میں اسی قدر ہے، کہ شیعوں کی ایک بواعث کذب کی بخور ہی نہیں، بلکہ مستفاد ہے، اسی لئے ان سے امام صاحب

نے احتراز کیا، کیونکہ ایسے لوگوں کی روایتوں پر کسی طرح اعتماد نہیں ہو سکتا
 جہاں جرح میں احتیاط تھی، رواۃ حدیث کے اوصاف بیان کرنے میں بھی
 کمال احتیاط تھی، ان کے واقعی اوصاف اور سچی توثیق بیان کرنے میں دریغ نہ کرتے

سنن کی پابندیاں

حدیثوں کا سلسلہ سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہونا ہے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال و تقریرات
 کے مشید اور شقیقتے سے اس کا اندازہ قیاس سے باہر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے صحابیوں کی صحبت تابعیوں نے پائی، اور اسی رنگ میں رنگے گئے، ان میں
 بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی قریب قریب وہی گرویدگی رہی، جس کو
 انہوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی تھی، یہ سلسلہ محدثین پر عمل
 رخصتم ہونا ہے، مگر چہ ہم یہ دعویٰ تو کر نہیں سکتے، کہ آپ کے صحابیوں میں جس قدر شیفتگی

ہے، چنانچہ شیعوں کی ایک بڑی جماعت کذب کو عین ایمان جانتی ہے، وہ کتاب جس سے بڑھ
 کر شیعوں کے یہاں معتبر کتاب نہیں ہے، لا محول کافی، اس میں اس قسم کی روایات موجود ہیں جن
 میں کلمہ شیعہ نے عملاً کذب کی تعلیم کی، جہاں کسی طرح کا خوف و ہراس نہیں تھا، بلکہ شیعوں کے اصول
 میں اختلاف روایات ائمہ کی تبلیغ کا ایک بہت بڑا چلتا ہوا قاعدہ رہنا معمول علی التقیہ ہے
 جس سے کسی روایت پر اعتماد نہیں ہو سکتا، ہر لوگوں میں اپنی ہوس کی پابندی میں جس روایت کو
 اپنی خواہش کے خلاف ہائے کا بول بٹھے گا، نہ معمول علی التقیہ، چنانچہ استعمار میں شایع
 کوئی ایسا مقام ہوگا، جہاں معمول علی التقیہ نہ کہا گیا ہو، ۱۲ منہ

اور حبش تھا، اسی پیمانہ اور اندازہ کا جو شہ کل تابعیوں میں اور ان کے بعد کل محدثین تک
برابر قائم رہا، تاہم محدثین کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ان پر
عمل کرنے کے ساتھ ایسی ہی شیفتگی اور گرویدگی تھی جس کا بیان آج نادرات سے
شمار کیا جاتا ہے، امام احمد قبل فرماتے ہیں:-

ما كنت قرأت حدیث الا عملت
به حتی مررت ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم احتم وعطی الحجام
دینارا فا حتمت واعطیت الحجام
دینارا۔ (تدریب)

یعنی کوئی حدیث میں نے ایسی نہیں پڑھی جس
پر میں نے عمل نہیں کیا، حتیٰ کہ جب میں نے
یہ پڑھا، کہ آپ نے چھنی لگائی اور حجام کو
ایک اشرفی دی، تو میں نے بھی چھنی لگائی اور
حجام کو ایک اشرفی دی۔

دیح بن جراح ایک بڑے پارے کے محدث تھے، وہ فرمایا کرتے:-

اذا اردت ان تحفظ حدیثا
فاعمل بہا

اگر حدیث یاد کرنا چاہو تو اس پر عمل
کو (تدریب)

علامہ ابراہیم بن اسماعیل محدث فرماتے ہیں:-

کناستعین علی حفظ الحدیث
بالعمل

ہر پٹوں کے یاد کرنے کا فریب ہم
عمل کو بناتے تھے،

اس لئے اصول کی کتابوں میں جہاں طالب حدیث کے لئے آداب مذکور ہوئے

ہیں، اول ایک ادب یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے

علامہ سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں "طالب حدیث کو لا بدی ہے کہ عبادت

فضائل اعمال و آداب کے بیان میں جو احادیث سے ان پر عمل کرے، یہ حدیث

کی زکوٰۃ ہے اور حدیثوں کے یاد ہونے کا باعث "حدیثوں کی اس غالی پابندی کی وجہ
 سے اور بھی محکمین کو روٹی امہ میں قیاس اور رائے لگانے سے نفرت اور دوری ہوتی
 گئی انسان کے صفیہ دل پر خالص لیل والحدیث نہاد" کا مضمون نقش کا لکھ ہوتا
 گیا وہ بات بات پر طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متلاشی ہوتے اور . . .
 کسی ایسے امر کو جس کی صحت ان کو معلوم ہو گئی، ترک کرنا نہیں چاہتے،
 تیر اندازی باوجود اس کے کہ علماء کافن نہیں ہے، لیکن چونکہ اجاد نیش میں اس
 کی سفیت وارد ہے، امام بخاری تیر اندازی کی مشاقی کے لئے سوار ہو کر برابر میدان
 میں تشریف لے جاتے تھے اور اس قدر مشاق ہو گئے تھے، کہ آپ کا تیر بھی نشانہ
 سے خطا نہ کرتا، وراق کہتے ہیں کہ میں کبھی امام بخاری کا تیر خطا کرتے ہوئے نہیں
 دیکھا، حالانکہ میں مدتوں ان کی صحبت میں رہا، ان ایک دفعہ کا واقعہ ہے، کہ ہم لوگ
 فربر سے تیر اندازی کے لئے نکلے، اور تیر اندازی شروع ہوئی، اتفاقاً امام بخاری، کا
 تیر ایک پل رجو کی نہر پر بنا ہوا تھا، کی میخ پر جا کر ایسا بیٹھا، کہ پل کو نقصان پہنچا، آپ
 فی الفور سواری سے اتر کر پل کے پاس تشریف لے گئے اور تیر کو رخ سے نکالا،
 اور ہم کو آواز دی "ہم قریب پیچھے تو آچکے افسوس سے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا
 "ابو جعفر وراق، تم اس پل کے مالک کے پاس جاؤ، اور کہو، کہ ہم سے تمہارا
 پل خراب ہو گیا ہے، اگر تم جازت دو، تو تمہارا پل جیسا تھا بنا دو، یا تمہاری خوشی
 ہو، تو ہم سے اس کی قیمت لے لو، اور یہاں تھو معات کرو" پل کے مالک رعبید بن
 الاخضر نے کہا، بیجا کہ "امام بخاری کو میرا سلام نہوا اور عرض کرو، کہ کچھ مضائقہ نہیں
 میرا کل مال اور ساری دولت آپ پر قربان ہے، آپ کچھ متر در نہ ہوں" امام بخاری

سنا کر نہایت بے شائستگی ہوئے، اور اس خوشی میں انہوں نے سو درم غربا اور مساکین کو تقسیم کئے، اور پانچ سو درہمیں روایت لیں۔

شہر بخارا کے باہر ایک مہمان سرا بنوایا تھا، تعمیر کے وقت جو مزدور معماروں کو انٹیشیں پہنچاتے ان میں خود امام بخاری بھی شامل تھے، اپنے سر پر انٹیشیں رکھ کر لے جاتے اور معماروں کو دیتے، ایک شاگرد نے ازراہ دلسوزی ایک روز عرض کیا، کہ آپ کو اس محنت کی کیا ضرورت ہے، امام بخاری نے فرمایا۔

لھذا الذی ینفعنی، یہ وہ کام ہے جو مجھ کو نفع دے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق میں اپنے ہاتھوں سے خندق کھودتے تھے نیکو کوئی سخت چٹان نکل آتی تھی تو آپ ہی اپنے دست مبارک سے اس کو سر کرتے اور مسجد نبوی کی تعمیر میں اپنے دست مبارک کے صحابوں کے ہمراہ پتھر اور انٹیشیں دھوتے، عمار رضی اللہ عنہ قوی تھے، دو ادویات انٹیشیں لے جاتے تھے، تو اس پر آپ

کا پیار اور لطف خاص ہوتا، اور اس مزدوری کے کام میں کبھی کبھی جوش بڑھ جاتا اور جز کے اشعار پڑھنے لگتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے،

اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا بِالْآخِرَةِ فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ
هَذَا الْحِمَالُ كَالْحِمَالِ خَيْرٌ هَذَا أَبْرَارٌ بَيْنَا وَاطْرَارٌ

اور صحابوں کے رجز یہ تھے

اللَّهُمَّ لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اس رجز کے کئی اشعار ہیں، اور صحاح میں یہ واقعات بڑی تفصیل سے

مذکور ہیں یہ سنت امام بخاری کیونکر چھوڑ سکتے تھے،

دلاق کہتے ہیں: جب ہمائسرا طیار ہو گیا، تو آپ نے دعوتِ داد بے کی
کہ ابو عبد اللہ حاکم اپنی مسلسل سند سے بیان کرتے ہیں، کہ امام بخاری رمضان
میں جب لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو بڑی ہلکی پڑھتے، پورے مہینہ میں
ایک ختم کرتے تھے اور خود تنہا نصف شب سے سحر تک پڑھتے، اور تین روز میں
ایک ختم کرتے، اور پھر صبح سے لے کر افطار کے وقت ایک ختم روزانہ کرتے، اس
حساب کے کل ختم قرآن رمضان شریف کے اکتالیس ہوتے، فرمایا کرتے تھے، کہ ہر ختم
قرآن پر ایک دعا قبول ہوتی ہے، اس میں کیا شک ہے، کہ رمضان کے دنوں میں
قرآن نازل کیا گیا، اور شہورِ رمضان الذی اتزل فیہ القرآن صاف فرما دیا گیا
اور یہ بھی بہ ثواب ثابت ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل
رمضان میں قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اس واسطے خدا کے بندوں کو رمضان میں قرآن
سے شغف بڑھ جاتا ہے، ل

امام بخاری کا یہ معمول ہمیشہ کا تھا، کہ پھلی شب کو تیرہ رکعتیں نماز پڑھتے، ان میں
دو ایک رکعت پڑھتے، آپ نے فرمایا، کہ میں نے دربارِ الہی میں دو باتوں کی درخواست
کی، خدا نے دونوں اسی وقت منظور کر لیں، اس سے مجھے خوف ہوا، کہ ایسا نہ ہو، کہ میری
مزدوریوں کا بدلہ نہیں مل جائے، اور آخرت گھاٹے میں رہے، اس لئے میں نے
درخواست کرنی ترک کر دی، امام بخاری کا قول ہے، کہ میں نے جب کوئی دنیا کی
بات کا ذکر کیا، تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا کر لی، اس کے بعد ذکر کیا

لے تا شہ پہل مضاہن مقدمہ فتح الباری اور الطبقات الکبریٰ سے لئے گئے ۱۲

اور فرماتے تھے کہ انسان کو ایسی حالت میں رہنا چاہیے کہ اگر وہ دربار الہی میں سوال کرے تو اس کا سوال روز کیا جائے یہ ایک نہایت جامع جملہ امام بخاری کے محفوظات میں ہے جس کی شرح نہایت طویل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عمال روزی کھانا چاہیے سچ بولنا چاہیے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے، اس کے ساتھ غلام اور محبت پیدا کرنا چاہیے، اس سے کبھی غفلت نہ کرنا چاہیے۔

طبیعت نہایت جفاکش اور محنتی واقع ہونی چاہی، جو کام خود کر سکتے تھے کبھی

اس میں دوسروں کے مدد لینا پسند نہ کرتے،

سہ مذاق کہتے ہیں کتاب التفسیر لکھتے وقت رات میں پندرہ بیس بار اٹھتے اور چراغ جلا کر حدیثوں پر نشان دیتے، حالانکہ میں ان کے پاس موجود ہوتا تھا، میں نے ایک روز عرض کی کہ آپ مجھے کیوں نہیں جگا دیتے؟ میں چراغ جلا دیا کروں، یا جو کام ہو مجھے فرمائیے، جواب میں آپ نے فرمایا۔

نت رجلا شاب فلا حب ان
فسد عليك نومك
تم جوان آدمی ہو، میں تمہاری نیند خراب کرنا
نہیں چاہتا۔

سلاطین اور امرا کی مخالفت سے دوری

سلاطین اور امرا کی مخالفت اور مخالفت کے دور رہتے تھے، ان کی جاہ و بے جا
خوشامدوں اور تعریفوں سے پرہیز کرتے، ان کا یہ خیال تھا کہ ان کی صحبت میں کبھی دین
میں استقامت باقی نہیں رہ سکتی، ان کی رعایت میں ایک سچا دیندار کہاں سے کہاں

۱۲ مقرر فتح الباری والطبقات الکبریٰ ۱۲ لکھ تہذیب التہذیب ۱۲

کھسک جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا، تو تم آج فقہ کی کتابوں میں کاباس بہ کی اس قدر کثرت نہ پاتے، امام بخاری کا یہ اپنا جہاد نہ تھا، یہ حدیث نبوی کی تمہیل تھی، امام صاحب کے محفوظات میں ہے، کہ اصرار کی صحبت میں علم کی ذلت ہے، اور ان کی خوشامد میں میں کما نقصان
 کہ خالد بن احمد ذہبی سلطنت طاہریہ کی طرف سے بخارا کا گورنر تھا، اس کے امام بخاری کی خدمت میں رجب امام المحدثین نے تکمیل کے بعد شہر بخارا میں مسدور رہے۔

۱۲۱ مشکوٰۃ کتاب العلم ۱۲۱ مقدمۃ الفتح ۱۲۱ خلفائے عباسیہ کی حکومت سب سے پہلے خراسان میں ضعیف ہوئی، یہاں ملوک طاہریہ کا ایک خاندان قائم ہو گیا، جس کا پایہ تخت نیشاپور اور بوشہر قرار پایا، ملوک طاہریہ کو خلفائے عباسیہ کا خود سے گورنر سمجھنا چاہیے، یہ لوگ خلفائے بغداد سے معروف نہ تھے، لیکن ان کے خاندان میں پے در پے ولایت کا ہونا خاندان کی قوت کا ثبوت دیتا ہے جس سے خلفائے عباسیہ کی کمزوری ضرور لازم آتی ہے۔

ملوک طاہریہ کی بنیاد یوں پڑی، کہ طاہر بن حسین رحبن نے خلیفہ مامون الرشید عباسی کے بھائی امین الرشید کو قتل کیا تھا، گو بہ ظاہر مامون کا بہی خواد تھا، لیکن مامون اپنی عالی منشی کو کیا کرتا، کہ وہ اپنے بھائی کے قاتل کو کسی طرح دل سے پسند نہیں کرتا تھا، مامون نے اپنے بی بی خیرا کو بہت چھپایا، لیکن طاہر بن طاہر ہو ہی گیا، اور وہ کسی طرح خراسان کی گورنری کا پردانہ لے کر مامون کی خدمت سے الگ ہو گیا۔

خراسان پہنچ کر طاہر نے ایک روز مامون کا نام خطبہ جمعہ میں نہیں لیا، اور یہی ابتدائی بغاوت تھی، لیکن اتفاق کے وہ دوسرے ہی دن مر گیا، اور اس کے بعد طلحہ بن طاہر علی بن طلحہ، عبداللہ بن طاہر، طاہر بن عبداللہ، محمد بن طاہر بن عبداللہ پے در پے یہ پانچ والی خلفائے بغداد کے حکم سے تقریباً تھے، اور برابر مصلح خاندان رہے ۱۲۱ منہ

متمکن ہو کر درس دینا شروع کیا، اور طالبین حدیث اور شائقین علوم کی جماعت
 فیض یاب ہونے کے لئے جوق جوق چلی آرہی تھی، عالم میں ایک شہرت مچی ہوئی
 تھی، یہ درخواست بھیجی، کہ آپ حریم شاہی میں تشریف لا کر مجھے اور شاہزادوں کو
 صحیح بخاری اور تاریخ کا درس دیں، امام صاحب نے صاف انکار کر دیا، اور دیکھا
 دیا، کہ امام مالک جیسے علم کے قدردان اب بھی دنیا میں موجود ہیں، جن کو دنیا کی
 مخالفت کی بالکل پروا نہیں، نہ زر و مال، اور دنیاوی جاہ و جلال کی طمع، جس کی
 معرفت درخواست بھیجی تھی، امام صاحب کے اسی کے ذریعہ کہلا بھیجا، کہ میں حریم شاہی
 میں جا کر خوشامدی بننا نہیں چاہتا، اس میں علم کی بے قدری ہے، پھر اس نے
 درخواست کی، کہ بہتر اگر آپ حریم شاہی میں تشریف لانا نہیں پسند کرتے، تو
 شاہزادوں کے لئے غاص وقت دیں، جس میں عام خلقت کی شرکت نہ ہو، آپ
 نے فرمایا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے، اس میں عام و خاص سب
 کا حق مساوی ہے، میزی دس گاہ اور مسجد کا دروازہ ہر وقت اور ہر شخص کے لئے
 کھلا ہوا ہے، جس کو شوق ہو آکر مستفید ہو، کسی کے لئے روک ٹوک نہیں ہے
 میں کبھی ایسی درخواست منظور نہیں کر سکتا، اگر ناخوش ہو، تو میرا درس بزور روک دو
 لیکون لی عند اللہ عذراً
 تا مجھے خدا کے دربار میں عذر ہو

اس صاف اور بے لگاؤ جواب سے والی بخارا کو سخت برہمی پیدا ہوئی اور
 آپ کے خارج البلد کرنے کی فکر میں ہو گیا، لیکن امام بخاری کا سکہ تمام مسلمانوں پر ایسا
 جما ہوا تھا، کہ وہ بزور سلطنت کچھ نہ کر سکا، آخر چند لوگوں کو اس بات کے لئے مقرر
 کیا، کہ کوئی الزام امام صاحب پر ایسا قائم کیا جائے، جس سے عام لوگوں کو آپ

سے برہمی پیدا ہو چنانچہ ایک جھوٹا اتہام لگا کر شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا جس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ

امام المحدثین کی شہرت اور مسلمانوں کا اشتیاق

✓ امام المحدثین زمین کے جس خطہ میں تشریف لے جاتے مسلمانوں کا اس قدر هجوم ہوتا کہ ہمارے الفاظ اس کے بیان کے لئے کافی نہیں ہو سکتے، لوگ ان کے فضل و کمال بے نظیر نقاہت، خداداد حافظہ، تبحر فی العلم کے خلاف قیاس حکایات سن سن کر دیکھنے کی تمنا کرتے، جہاں پہنچتے اس قدر هجوم ہوتا کہ تل و دھرے کو جگہ نہیں ملتی۔

نیکیس کے بعد جب بخارا کا قصد کیا، اور بخارا والوں کو آپ کی تشریف آوری کی خبر پہنچی تو سارا شہر استقبال کے لئے اٹھ آیا، شہر سے باہر تین میل تک جیسے استادہ ہو گئے، کوئی آدمی قابل تذکرہ شہر میں باقی نہ رہا، شہر میں بڑی شان و شوکت سے لئے گئے، اور ان پر اشرافیاں، روپے، مٹھائیاں، نثار کی گئیں

امام مسلم فرماتے ہیں، کہ جب نیشاپور والوں نے آپ کے نیشاپور تشریف لانے کی خبر پائی تو اہل شہر کے دو دو منزل، تین تین منزل سے جا کر ان کا استقبال کیا، اور شہر میں اس شان و شوکت سے لئے گئے، کہ امام مسلم کہتے ہیں، میں نے وہ شان و تزک آج تک نہ کسی حاکم کا دیکھا، نہ کسی اہل علم کا، محمد بن منصور کہتے ہیں کہ صرف گھوڑے سوار چار ہزار تھے، پیادہ پانچلنے والوں، گدھے سواروں، فخر سواروں کا اندازہ نہ تھا

ایک بار بغداد تشریف لے گئے، جو بنی عباس کا دار الخلافت تھا، عباسیوں کی قدر دانی سے بغداد کو علوم اسلامیہ کا مرکز بنا رکھا تھا، اہل بغداد نے آپ کی شہرت سن کر ان کے کمالات علمیہ، خدا داد حافظہ کی جانچ کا سامان نہایت وسیع بہانہ پہلے ہی سے کر رکھا تھا، بصرہ والوں کو ان کے بصرہ پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی، تو ایک عجیب ہنگامہ مچ گیا۔

یوسف بن موسیٰ مرہزی کہتے ہیں، میں بصرہ کی جامع مسجد میں ایک بار موجود تھا، ایک نقیب کو پکارنے سنا، علم والو! محمد بن اسماعیل بخاری پہنچ گئے، لوگ ان کی تعظیم کو ٹوٹ پڑے، میں بھی لوگوں کے ساتھ ساتھ تھا، میں نے امام بخاری کو ایک نوجوان آدمی دیکھا آپ کی دائرہ کی بال بال کھل پاتھ، وہ ایک ستون کے پیچھے نقل پڑھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہو گئے، تو لوگوں نے گھیر لیا، اور تمام لوگوں کی ٹانگی بندھ گئی، اہل بصرہ نے درخواست کی، کہ آپ ہمارے لئے مجلس اہل قائم کریں، آپ نے منظور فرمایا، نقیب نے دوبارہ جامع بصرہ میں پکارا، علم والو! امام بخاری سے مجلس اہل قائم کی گئی تھی، انہوں نے منظور کر لی ہے، کل فلاں مقام پر مجلس اہل قائم ہوگی، صبح ہوتے ہی فقہاء، متکلمین، محدثین حفاظ کی بڑی بڑی جماعتیں جوق کی جوق آنا شروع ہوئیں، یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں ہزاروں، ہزار کا مجمع ہو گیا، امام بخاری املاء کے لئے منبر پر رونق افروز ہوئے، قبل اس کے کہ حدیثوں کا لکھنا شروع کریں، آپ نے فرمایا:۔

اہل بصرہ! آپ لوگوں نے مجھ سے درخواست کی، کہ میں آپ لوگوں کے

لئے مجلس اقامت کروں، میں نے منظور بھی کر لیا، میں ابھی کمسن جوان ہوں، میں چاہتا ہوں
 کہ تمہارے شہر بصرہ کی حدیثوں کو جو تمہارے پاس نہیں ہیں، بیان کروں، اس پر
 بصرہ والے متعجب ہوئے، اور ان کا اشتیاق دو بار ہو گیا، نگاہیں اشتیاق میں
 ٹھٹھنے لگیں، کہ آواز آئی اور پہلی حدیث کا املا یوں شروع ہوا

حدثنا عبد الله بن عثمان بن حيلة بن رواد لعنتكى ببلد كعب
 قال ثنا ابى عن شعبة عن منصور وغيره عن سالم بن ابى الجعد عن
 انس بن مالك ان اعدا بيا جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال
 يا رسول الله ارجل يجيب القوم بالحديث

اس حدیث کو لکھا کر آپ نے فرمایا، بصرہ والو! یہ حدیث تمہارے
 پاس منصور کے واسطے سے نہیں ہے، بلکہ دوسرے واسطے سے ہے

یوسف بن موسیٰ کہتے ہیں، کہ ایک مجلس کا بل آپ نے اسی طریقہ پر
 لکھائی، ہر حدیث کے بعد فرماتے تھے، بصرہ والو! تمہارے پاس یہ حدیث اس
 سند سے نہیں پہنچی، تمہارے پاس یہ حدیث دوسری سند سے مروی ہے

یہ بصرہ وہ شہر ہے، جسے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں آباد
 کرایا تھا، وسعت علم اور اشاعت حدیث کے اعتبار سے نہایت ممتاز تھا، بصرہ
 اور کوفہ یہ دونوں شہر اسلامی علوم کے دارالعلم خیال کئے جاتے تھے، مگر محظروں
 مدنیہ منورہ کے ہم پایہ کہنا، تو نہایت جسارت ہے، اور نہ ایسا ہونا کبھی ممکن ہے
 تاہم اسلامی علوم کے اعتبار سے یہ دونوں شہر ایک زمانہ میں بہت بلند پایہ تسلیم
 کئے گئے ہیں۔

علامہ ذہبی نے اسلام کے دوسرے تیسرے دور میں جن لوگوں کو حالیین
 حدیث کا لقب دیا ہے، اور ان کے مستقل ترجمے لکھے ہیں، ان میں مشرق بن ابی جری
 امام حسن بصری، قتادہ، شعبہ بن حجاج، محمد بن سیرین، فن حدیث اور تعبیر کے امام
 اسی بصرہ کے رہنے والے یا نزل تھے،

رائے و تدبیر، عقل و فراست، ذہانت و طباطبی امام بخاری کے وہ مشہور
 و صاف ہیں، جن کو موافق و مخالف سب کے تسلیم کیا ہے، امام قتیبہ بن سعید کہا کرتے
 تھے، میں نے مدتوں علماء کی خوشہ چینی کی ہے، لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا،
 محمد بن اسمعیل جیسا جامع شخص نہیں دیکھا، امام بخاری اپنے زمانے میں دیا اعتبار عقل
 و دانش، فہم و فراست کے، ویسے ہی تھے، جیسے خلیفہ عمر بن الخطاب اپنے زمانہ میں،
 امام بخاری کی ذہانت عموماً ضرب المثل ہے، یہاں تک کہ جب ان کا اجماع
 ذکر بھی آجاتا ہے، تو ساتھ ہی یہ صفت بھی ضرور بیان کی جاتی ہے، علامہ ذہبی نے
 تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہایت اختصار کے ساتھ لکھا ہے، تاہم اس فقرہ
 کو نہ چھوڑ سکے،

وكان رأساً في الذكاء رأساً
 في العلم
 یعنی آپ ذکاوت اور علم میں سب سے
 فائق تھے،

یہ بات عموماً راجح ہے، کہ ہمارے مؤرخین تذکروں اور رجال کی کتابوں میں
 علماء کے حالات میں ان کی تیزی ذہن، قوت حافظہ، بے نیازی، تواضع، قناعت
 زہد، اتقا وغیرہ اس قسم کے اوصاف لکھتے ہیں، لیکن عقل، رائے، فراست، تدبیر،

کا ذکر نہیں کرتے، گویا یہ باتیں دنیا داروں کے ساتھ مخصوص ہیں، اسی بات کو علامہ ابن خلدون نے اس پیرایہ میں لکھ لیا ہے، کہ علماء کا کردہ انتظام اور ریاست سے بالکل مناسبت نہیں رکھتا، اور یہ بالکل سچ ہے، حالانکہ سچ پوچھئے، تو علماء میں ان اوصاف کی زیادہ ضرورت ہے، اسلام بخلاف اور مذہبوں کے دین کے ساتھ دنیوی انتظامات کا بھی مقنا ہے۔

خلفائے اولین کے حالات پڑھو، سیاست اور انتظام ملکی کے لحاظ سے تمام دنیا کے سلاطین اور فرمانرواؤں میں کون شخص ان کا ہم پایہ کہا جاسکتا ہے، بے شبہ اس خصوصیت کے اعتبار سے امام المحدثین تمام فرقوں کے علماء میں ممتاز ہیں، کہ وہ مذہبی امور کے ساتھ دنیوی ضرورتوں کے بھی اندازہ دان تھے، گویا سلاطین اور امراء کے کوسوں الگ رہتے، شاہی تعلقات سے انتہا دور رہتے، منفر رہتے، لیکن قیام عمارت سلطنت کے اعلیٰ سے اعلیٰ قوانین آپس نے احادیث و آئینے تنظیم کر کے بتائے، صحیح بخاری کے وہ حصے جن میں معاملات کا بیان ہے، کتاب السیر تک خور سے پڑھو، اور باریک نگاہ سے دیکھو، حقیقت امر یہ ہے، کہ چونکہ امام علیؑ تریں قوانین شرعیہ امام المحدثین نے صحیح صحیح حدیثوں سے استخراج اور تنظیم کر کے صحیح بخاری میں ذکر کئے ہیں، تمدن کی جان، اور سلطنت کی روح رواں ہے اور حق یہ ہے، کہ امام المحدثین ہی کی خداداد نفاہت کا یہ حصہ تھا۔

لے اور ٹیس جیوگرافیکل ڈکشنری ملینو، لندن ۱۹۰۹ء میں ٹومس ولیم ہیل صاحب لکھتے ہیں، کہ امام بخاری شہود مقنن گذرے ہیں، مذہب اسلام کے متعلق ان کا مجموعہ احادیث صحیح بخاری کے لقب سے مشہور ہے، تمام احادیث میں سب سے بڑا حصہ مندرجہ جاتا ہے، منقول انارکبان، مقدمہ مصنفہ اولیٰ اور ثانیہ

ہم دیکھتے ہیں، کہ جو قومیں آج ترقی پزیر ہیں جن کا ستارہ اقبال اوج پر
 تاباں ہے، امام المحدثین کے قوانین مستنبطہ کو گوگردا حمر کے بھی زیادہ عزت کی نگاہ
 سے دیکھتی ہیں، جیسے جیسے تجربہ ان کو جاتا جاتا ہے، ان کا شرف بڑھتا جاتا ہے،
 اور جس قدر ان قوانین کی پابندی کی جاتی ہے، سلطنت پر امن ہوتی جاتی ہے، اور
 تمدن ترقی پذیر۔

معقول و منقول میں تطبیق دینی، قوانین اسلامیہ کو قوانین عقلیہ کے مطابق
 کر کے دکھانا، آج اعلیٰ درجہ کا کمال سمجھا جاتا ہے، قوم کی قوم اس کی طرف متوجہ ہے،
 علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن حزم نے اس موضوع پر مستقل تصنیفیں لکھی ہیں
 اسلامی میگزینوں نے تو آج اس کا ٹھیکہ لیا ہے، اور حقیقت میں یہی ایک موضوع
 ہے جو علم کلام کی روح رواں ہے، اور اسلام کی کمال خوبی اسی میں ہے کہ اس
 کے قوانین، قوانین عقل کے خلاف نہیں، امام المحدثین کو یہ موضوع ہزار برس سے
 بھی پہلے خیال میں آیا تھا، چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب شرح تراجم ابواب
 میں لکھتے ہیں :-

و کثیرا ما یستخرج الاھاب المفہومۃ بالعقل من الکتاب والسنۃ بنحو

م۔ آر۔ اسکے میں مطبوعہ لندن ۱۸۹۰ء صفحہ ۳۵۹، انام بخاری اور ان کی تصحیح کے متعلق اسی قسم
 کی شہادیں حسب ذیل کتابوں میں بھی موجود ہیں، انسا ئیکلو پیڈیا آف اسلام جلد اول
 صفحہ ۸۷، ۸۸، ۸۵، ۸۶، ۸۷، انسا ئیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۲۰ صفحہ ۳۷۲، طبع چہارم (۱۳۱۷) ایضاً جلد
 صفحہ ۶۷، ۶۸، ۶۹، انسا ئیکلو پیڈیا آف ریجن اینڈ انٹرفیکس جلد ۱ صفحہ ۱۵۵، (۱۹۱۰ء) اور
 انتخاب صحیح بخاری پر ۱۷، ہیوز کی دیکٹری آف اسلام صفحہ

من الاستدلال والاعادات الكائنة في زمانه صلى الله عليه وسلم
ومثل هذا لا يدرك حسدا الا من مارس كتب الاحاب واجال
عقله في ميدان اداب قومها شرط لبها من السنة اصلا
سأبها ان يورثها في اورث ذكره نويس امام المحدثين کے اور کمالات کا ذکر کرتے ہیں
وہاں قوت عافظہ کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ علیحدہ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں
ان کی قوت عافظہ کے واقعات محدثین میں ضرب المثل ہیں

جب در صنف السن تھے، تو ان کے اساتذہ اس خداداد قوت کو دیکھ کر
کہتے، یہ پونہ بار لڑکا ہے، ایک روز احمد بن حنبل نے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر کہا
ہذا یكون له هیتا، ان کا ڈنکہ بچے گا، ایسے ہی ایک روز سلیمان بن
حرب نے بھی کہا،

امام ترمذی کہتے ہیں کہ ایک روز امام بخاری، عبد اللہ بن منیر کے پاس
بیٹھے تھے، جب امام بخاری اٹھے، تو عبد اللہ بن منیر نے فرمایا،
یا ابا عبد اللہ جعلک اللہ
اسے ابو عبد اللہ خدا تم کو اس امت کی
ذیت بنا لے۔

امام ترمذی کہتے ہیں، خدا نے عبد اللہ بن منیر کی دعا سن لی، اور حقیقت میں امام
بخاری کو اس امت کے لئے موجب افتخار بنایا،
عاشد بن اسماعیل کہتے ہیں، کہ امام بخاری ہمارے ساتھ شیوخ بصرہ کی

لے تاکہ یہ سب معانی القوائد الدلاری سے اخذ ہیں ۱۳ بحسب بغیم المیم و کسر السنون و نسیم
ابد آخروا، مقدمتا لفتح ۱۲

درس گاہوں میں شامل ہوتے، لیکن لکھنے سے کوئی تعلق نہ تھا اس حالت میں کچھ دن گذر گئے، تو ہم نے ان کو سمجھانا شروع کیا، کہ آپ ناحق اپنا وقت ضائع کرتے ہیں جب ہماری باتوں کو سنتے سنتے گھبرا گئے، تو فرمانے لگے

قد اکثر تدر علی تم لوگ حد سے متجاوز ہو چلے۔

اچھا تم نے جو لکھا ہے پیش کرتے جاؤ، لوگوں نے اپنے اپنے لکھے ہوئے اجزاء لکھے اور پڑھنا شروع کئے، جب لوگ سنا کر فارغ ہو چکے، تو امام صاحب نے پندرہ ہزار حدیثیں ان اجزاء کے علاوہ پڑھ کر سنادیں، اور ہمارے لکھے ہوئے اجزاء بھی سب دہرا گئے، یہاں تک کہ ہم نے اپنے اپنے لکھے ہوئے اجزاء کی تصحیح آپ کے حفظ سے کر لی،

اور ہر سبب تانی کہتے ہیں، کہ ہم لوگ امام سلیمان بن حرب کی درس گاہ میں حاضر ہوئے، اور ہمارے ساتھ محمد بن اسماعیل رنجاری ہوئے، وہ صرف سن لیا کرتے لکھتے نہ تھے، بعض لوگوں نے اعتراض کیا، کہ یہ کیوں نہیں لکھتے تحقیق کے بعد معلوم ہوا، کہ جب بخارا جاتے ہیں، تو یہاں رملہ کی نکھی ہوئی حدیثیں قلم بند کرتے ہیں، مجلس درس میں قلم بند کرنے کا دستور نہیں۔

سلیمان بن حرب اپنے وقت کے بڑے پایہ کے امام، حافظ حدیث اور رملہ کے قاضی ہیں، شجرہ، جریر بن حازم جیسے ائمہ فن کے شاگرد ہیں، یحییٰ قطان

لے الثواتر الدراری، عہد غلیفہ مامون عباسی نے قاضی یحییٰ سے پوچھا، کہ تم میں بصرہ میں کس کو چھوڑا، قاضی صاحب نے منجملہ اور مشائخ کے سلیمان بن حرب کا نام لیا، اور بڑی تعریف کی، غلیفہ نے ان کو لکھا، کہ قاضی مقرر کر دیا، تہذیب التہذیب،

محمد بن جعفر جیسے لوگ ائمہ جرح و تعدیل ان کے قدیم تلامذہ ہیں، حافظہ اس غضب کا تھا کہ دس ہزار حدیثیں روایت کیں، اور ہاتھ میں کتاب نہ تھی۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں ایک بار شہر بغداد میں ان کی درس گاہ میں حاضر ہوا، تو حاضرین درس کا تخمینہ چالیس ہزار تھا، ۲۲۲ھ میں وفات پائی، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، باوجود اس فضل و کمال کے امام بخاری سے فرماتے۔

بین لنا غلاط متبیتا مجھے شجہ کی غلطیوں پر متنبہ کر دیا کرو

کسی نے مانتا ابو العباس الفضل بن العباس سے جو فضلك کے ساتھ مشہور ہیں اور نہایت بلند پایہ محدث ہیں، پوچھا کہ دو شخصوں را امام ابو زرہ اور امام بخاری، میں سے بڑا حافظ حدیث کون ہے؟ ابو العباس نے کہا، مجھ کو محمد بن اسماعیل بخاری سے ملاقات نہیں، مطلب یہ تھا کہ جس کو میں نے دیکھا ہی نہیں، اس کے علم و فضل کا اندازہ کیونکر کر سکتا ہوں، اور دوسرے ذی علم کے ساتھ سے نسبت کیونکر دے سکتا ہوں، علامہ فضلك امام نسائی کے شیخ اور تعینی کے شاگرد ہیں، ۲۸۰ھ تک زندہ رہے۔

علامہ فضلك کہتے ہیں کہ اتفاقاً حلوان اور بغداد کے درمیان میں جھگڑا اور امام بخاری سے ملاقات ہو گئی، میں اپنے عزم کو منسوخ کر کے امام صاحب کے ہمراہ بولیا، اور ایک منزل تک برابر ساتھ رہا، اور بڑی سعی کی، کہ امام کے سامنے ایسی حدیث پیش کر دوں، جس کو وہ نہ جانتے ہوں، آخر میں تھک گیا، اور مجھے اس میں کامیابی نہ ہوئی، لیکن ابو زرہ کے سامنے ان کے سر کے بالوں کی تعداد میں ایسی حدیثیں گن دے سکتا ہوں، جن کو وہ نہیں جانتے۔

امام ابو زرعه بہت بڑے پارے کے امام ہیں، امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ کے شیخ ہیں، اور امام الحدیثین کے معاصر ۲۶۷ھ میں وفات پائی، امام احمد کہتے ہیں "ما جاوز البحر احفظ من ابی زرعة" بغداد و دار الخلافت کے پل سے ابو زرعه سے بڑھ کر احفظ کوئی نہیں گذرا، صرف قرآن کے باب میں دس ہزار حدیثیں یاد تھیں،

ابو الطیب حاتم بن منصور وہ شخص ہیں، کہ قوت حافظہ کے بارے میں ان کی اور حافظ ابو زرعه کی حدیثیں نظیر دیا کرتے ہیں، وہ فرمایا کرتے۔

محمد بن اسماعیل ایتہ من آیات اللہ فی بصرہ و نفاذہ فی العلم یعنی امام بخاری بصیرت علمی اور علوم میں تبحر کی وجہ سے خدا کی ایک نشانی ہے۔

اس خدا دار حافظہ اور ذکاوت اور کمال بصیرت کی وجہ سے آپ کے شیوخ آپ کا بہت احترام کرتے، بعض شیوخ ان کے سامنے درس دینے سے رکتے لگتے۔

شرح الفیہ شرح بخاری، کتب تواریخ، مقدمہ الفتح، تمییز الشکل، تہذیب الاسما، طبقات کبریٰ للسیکی، طبقات جنابہ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ونیز ان کے علاوہ بہت سی کتابوں میں امام الحدیثین کی قوت حافظہ و بصیرت کی جانچ کا

ایک واقعہ لکھا ہے، جو امام صاحب کو دار الخلافت بغداد میں پیش آیا تھا، اس امتحان کا قصہ علمائے بغداد نے اس وجہ سے کیا تھا، کہ امام صاحب کی قوت

حافظہ اور بصیرت فی الحدیث کے عجیب و غریب قصے اسلامی دنیا میں نہایت زور شور سے پھیل چلے گئے، اور شہرت پکڑتے جاتے گئے،

امام الحدیثین دار الخلافت بغداد میں پہنچے، جو ان دنوں غلقاری بنی عباس

کی علمی تعدادیوں کی وجہ سے اسلامی علوم کا مرکز بنا ہوا تھا، بغداد کی علمی ترقی کا اندازہ
اس سے کیا جاسکتا ہے، کہ غلیفہ ہارون اور مامون جیسے جامع کمالات اور شائق
علوم بغداد کی علمی ترقی کو اوج کمال تک پہنچانے والے تھے،

مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں، کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا
اور باوجود شیوخ کی اس کثرت کے میں پل اتر کر نہیں گیا، یعنی ایک ہی شہر بغداد
میں آٹھ سو ساآئذہ حدیث ان کو ایسے مل گئے، جو شیخ کا لقب حاصل کر چکے تھے
مشکلیں، محدثین، فقہاء تمام اطراف عالم سے آتے تھے اور بغداد میں جمع ہو گئے تھے اور
بنی عباس کی خلافت کو ایک معتد بہ زمانہ گذر چکا تھا، علوم اسلامیہ پر کیا موقوف
ہے، بغداد تمام اہل کمال کا بلجا و ماوی تھا

ایک مرتبہ صرف ان طبیبوں کا شمار کیا گیا، جن کو سند طبابت عطا کی گئی تھی
تو ان کی تعداد نو سو تھی، مزید برآں وہ اطباء اس شمار سے خارج ہیں، جو بوجہ شہرت
فضل و کمال امتحان سے مستثنیٰ رہے، یا جن کو سرکار خلافت میں تعلق حاصل تھا،
خدا کو علم ہے، کہ ایسے طبیب کتنے ہوں گے، اور ان کی تعداد نو سو کے عدد کو کہاں
تک بڑھا دیتی، قیاس کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں، کہ جس شہر میں نو سو سے زیادہ سند
یافتہ طبیب ہوں گے، اس میں کتنے محدث ہوں گے اور کس قدر ادیب و ہندس،
۱۰ امام بخاری کا بانی شہرت دار الخلافت بغداد میں تشریف لے جانا کوئی معمولی

بات تھی، امام صاحب کے حفظ، اتقان، مبہریت، نوکادت کی جانچ کے لئے گویا
تمام دار الخلافہ کے محدثین نے اتفاق کر کے یہ ترکیب سوچی، کہ سو حدیثوں کو لے کر
اس طرح الٹ پلٹ کیا، کہ ایک حدیث کی سند دوسری حدیث کے متن میں ملا

دی، اسی طرح پوری سو حدیثوں کی سند اور متن کو غلط ملط کر کے دس آدمیوں کے حوالہ کیا، اور ایک مجمع عام میں امتحان کی ٹھہری، شہر بھر کے اہل کمال جمع ہوئے، پھر اٹھ آیا، ایک آدمی نے دس حدیثوں میں سے ایک حدیث پڑھی، امام صاحب نے فرمایا، ادا دسری مجھے نہیں معلوم، پھر دوسری حدیث پڑھی، امام صاحب نے دسری کا ادا دسری فرمایا، یہاں تک کہ پہلے شخص نے اپنی غت ربود کی ہوتی دسوں حدیثوں کو سنا دیا، اور امام صاحب دسری کا ادا دسری کا جملہ دہراتے رہے۔

دوسرا کھڑا ہوا، اس نے بھی ایک دو کر کے اپنی دسوتی حدیثوں کو پیش کیا، اسی طرح یکے بعد دیگرے دسوں نے مل کر سو حدیثوں کو پورا کیا، اور امام صاحب کا دسری ایک جملہ کا ادا دسری کل حدیثوں کے جواب میں تھا، جب اس طرح سو حدیثیں پوری ہو چکیں، تو مجمع میں جو لوگ امام صاحب کے نادان تھے اور اس فن سے نااہل تھے، ان کی باہم چشمک ہونے لگی، اور یہ خیال خام ان کے دلوں میں بکنے لگا، کہ امام بخاری عاجز رہ گئے، اور ان کے حافظہ، مبصریت اور کمالات علمی کے جس قدر افسانے سن گئے ہیں، غلط ہیں، لیکن جو لوگ آپ کے فضل و کمال سے کسی قدر واقف تھے، بول اٹھے، فہم الرجل، امام ہماری اس ترکیب کو سمجھ گئے،

امام الحدیثین اسی وقت کھڑے ہو کر پہلے سائل کی طرف مخاطب ہوئے اور اس کے سوالات کی پہلی حدیث پڑھ کر فرمایا۔

اما حدیثک الاول فہذا الاستحباب
یعنی تمہاری پہلی حدیث جس سند سے تم نے
خطا و غبار پر کنا۔
بیان کی تھی غلط تھی، اس کی اصل سند یہ ہے

اسی طرح دوسری حدیث تیسری حدیث یہاں تک کہ دسوں حدیثوں کو اسی کی ترتیب سے پڑھ کر غلط کو صحیح سے الگ کر دیا، اسی طرح دوسرے تیسرے پڑھتے حتیٰ کہ دسوں سائلین کی پوری سو حدیثوں کو بہ ترتیب سوال پڑھ کر سنا دیا، اور ان کی سندوں کو صحیح کر دیا، اس خدا داد حافظہ و ذکاوت و تبحر کو دیکھ کر اہل بغداد حیرت میں آگئے، اور آپ کے کمالات کا سب کو ایسا ہی یقین ہو گیا، جیسا کہ آفتاب نکلنے پر دن کا۔

صاحب مرقاة نکھتے ہیں: فبہذا الناس عند ذلك واذ عتوا له مبصرین فن اور اہل کمال کے نزدیک غلط سندوں کو صحیح کر کے بتا دینا، اگرچہ بڑا کمال ہے، لیکن سب سے زیادہ تعجب چیز بات اس امتحان میں یہ ہوئی، کہ ان سو غلط اسنادوں کو جو سوالوں میں پیش کی گئی تھیں، امام الحدیث نے ایک ہی بار سنا تھا، لیکن جس ترتیب سے سنا تھا، اسی ترتیب سے ان سب کو پڑھ کر دہرا دیا، اور فرمایا، کہ تمہاری یہ سب سندیں ان فنون کے ساتھ غلط ہیں، فلاں تین کی فلاں سند صحیح ہے، اور فلاں تین کی فلاں سند

صحیح ہے اسی طرح جب امام بخاری سمرقند پہنچے، اس وقت سمرقند میں چار سو محدث ایسے کابل الفن موجود تھے، جو مزاج خلاق خیال کئے جاتے تھے، امام الحدیث کی مبصریت اور تبحر علمی کی خبر ان کو پہلے سے پہنچ چکی تھی، اور ان کے کان اس صدائے بھرپور چکے تھے، اہل سمرقند نے اتفاق کر کے نودن تک بڑا مجمع کیا، اور امام الحدیث کے مخالفہ دینے میں ساری قوت صرف کر ڈالی، اہل شام کی حدیثوں کو عراقیوں

سے یعنی لوگ حیرت میں ہو گئے، اور امام بخاری کے کمالات کا یقین ہو گیا، اسے مقدمۃ الفتح ۱۲

کی اسانید میں، اور اہل عراق کی سندوں کو شامیوں کی حدیث میں ملا دیا، مجالس کے متنوں کو مینیوں کی سندوں میں غلط ملط کر کے امام المحدثین پر پیش کیں، لیکن امام المحدثین نے ساری غلطیوں کی قلعی کھول دی، اور نہ کہیں سند میں جو کے نہ متن میں، آخر اہل سمرقند عاجز آ گئے، اور آپ کے فداوار حافظہ اور بصیرت کے آگے ان کے سر خم ہو گئے۔

سلا علی فارسی لکھتے ہیں: فما استطاعوا (اہل سمرقند) مع ذلك ان يتعلقوا علیہ بسقطہ تا فی اسنادہ ولا فی متن، امام المحدثین خود فرماتے ہیں، کہ ایک روز میں نے حضرت انسؓ کے شاگردوں کا شمار کیا، تو میں سو شاگرد حضرت انسؓ کے ایک لمحہ میں مجھے یاد آ گئے۔

سلا وراق کہتے ہیں، کہ ایک روز امام بخاری نے رات میں احادیث شمار کرنی شروع کیں، تو دو لاکھ حدیثوں کو شمار کیا، جو انہوں نے اپنی مختلف تصانیف میں داخل کی تھیں، اور فرمایا، کہ اگر مجھ سے کہا جائے، تو میں ابھی بیٹھ کر صرف ایک نماز کے متعلق دس ہزار حدیثیں روایت کر سکتا ہوں،

سلا وراق کہتے ہیں، کہ امام بخاری نے کتاب الہبیہ لکھی، جس میں انہوں نے پانسو حدیثیں روایت کیں، حالانکہ وریح کی کتاب الہبیہ میں صرف دو یا تین حدیثیں سند ہیں، اور ابن المبارک کی کتاب الہبیہ میں صرف پانچ یا چھ۔

ابو بکر کلوذانی کہتے ہیں، میں نے محمد بن اسماعیل حبیبی آدمی نہیں دیکھا جس کتاب کو اٹھا کر ایک نظر دیکھتے یا دکر لیتے۔

درس واقف اور لقیہ زندگی

جس بات نے مسلمانوں کو اس پر مجبور اور آمادہ کیا، کہ امام المحدثین کو مندر
درس پر بٹھا کر ان سے استفادہ کریں، وہ قوت اجتہاد میں کمال اور علم رجال کے
کامل واقفیت فن حدیث کے نکات سے کمال آگاہی تھی، اور حدیثوں کے علل
غامضہ رحس کے قریب تک بڑے بڑے ماہرین فن کے ذہن نہیں پہنچ سکتے
تھے) میں تبحر تھا، ان کے علاوہ ضداد و حافظہ، اور ذکاوت و تقابہت نے اس پر
اور بھی رنگ چڑھایا تھا، کہ آپ کے حافظہ سے لوگ کتابوں کی صحت کرتے، فقہاء
کے عجیب و غریب کارنامے صحیح بخاری کے تراجم ابواب سے واضح ہیں، اس کا
اجمالی بیان حصہ دوم میں آتا ہے۔

چچا صاحب دین اسماعیل کہتے ہیں، کہ اہل علم بخاری کے سچے پڑھے یہاں تک
کہ ان کو روک کر مجبور کرتے، اور راہ میں بٹھا کر ان سے حدیثیں لکھتے، اور ہزاروں ہزار
کا جمع ہو جاتا، حالانکہ ابھی آپ سبزہ آغاز بھی نہ ہوئے تھے، دکان مشابہ
یخرج وجہہ۔

ابو بکر بن السیاس ^{کہ} الایمن کہتے ہیں، کہ ہم نے امام بخاری سے امام فریابی کے
دروازہ پر حدیث لکھی، حالانکہ وہ بہت کم سن تھے، امام فریابی کی وفات ۲۱۲ھ
اس حساب سے امام بخاری کا سن اس وقت سترہ خواہ اٹھارہ برس کا ہوگا، اس کم سنی
پر بھی لوگ امام المحدثین کو درس دینے پر مجبور کرتے تھے، اور بڑی سی اور سفارش

لے طبقات کبریٰ ۱۲۱ سے تہذیب الاسما والاقاب ۱۲

کی جاتی تھی، کہ امام بخاری مستند درس کو مزین فرمادیں، لیکن امام الحدیث ابن کثیر نے
کولہ دیتے،

امام الحدیث ابن کثیر کے شاگرد و راق محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں، کہ مجھ سے امام الحدیث
نے فرمایا، کہ میں درس دینے کے لئے اس وقت تک نہیں بیٹھا، جب تک صحیح
حدیثوں کو سفیم سے امتیاز نہیں کر لیا، اور اہل الرائے کی کتابوں کو بالاستیعاب
مطالعہ نہیں کر لیا، اور بصرہ کی کل حدیثوں کا استقصا نہیں کر لیا، صحیح حدیثوں کو سفیم
سے امتیاز کرنا جیسا مشکل امر ہے مخفی نہیں، اس کے لئے کتنے فنون کی تکمیل ضروری
ہے، علم تاریخ، انسب، موالید، و فیات، حدیثوں کے علل غامضہ پر عبور، مراتب
جمع و تعدیل کی شناخت، اور قوت اجتہاد یہ میں کمال، انہیں کمالات کی وجہ سے
امام الحدیث ابن کثیر عامۃ امام الحدیث سے حدیث لینے کی لوگوں کو ترغیب
دیتے، امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں:-

یا معشر اصحاب الحدیث انظروا
الی ہذا الشباب وخذوا عنہ
فانہ لو کان فی زمن المحسن
البصری لاحتاج الیہ بالمعرفۃ
بالحدیث و فقہہ۔
یعنی اے جماعت حدیث والو! دیکھو اس نوجوان
(امام بخاری) سے حدیث لو کیونکہ اگر نوجوان
امام حسن بصری کے زمانہ میں بھی ہوتا تو وہ بھی اس
کے (علم کے) محتاج ہوتے، اس وجہ سے کہ اس
کو حدیث و فقہ امت میں بھیرت کا لقب ہے۔

جب امام الحدیث ابن کثیر نے درس دینا شروع کیا، اور اس کے درس کی شہرت
ہوتی، تو درس گاہ میں اس قدماء مجوم ہوتا، کہ تل دھرنے کی جگہ نہ ملتی، امام الحدیث ابن کثیر نے
مختلف مقامات میں درس دیا، کبھی بصرہ، کبھی بغداد، کبھی بخارا، لیکن اخیر عمر میں

برابر بخلا میں درس دیتے رہے۔

امام المحدثین کے تلامذہ کا سلسلہ غیر محدود و نظر آتا ہے، دنیا کے اسلام کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے، جہاں آپ کے تلامذہ کا اثر سلسلہ بہ سلسلہ نہ پہنچا ہو، امام فریری کہتے ہیں، کہ امام المحدثین سے بلا واسطہ نوے ہزار محدثین نے صرف صحیح بخاری سنی، امام المحدثین کی درس گاہ میں امام صاحب کے قدیم شیوخ آکر زانوئے تلمذتہ کر کے، اور امام المحدثین کی تقریریں ضبط کر کے، محدثین و مورخین نے ان تلامذہ کی فہرست علیحدہ قائم کی ہے، جو پہلے امام المحدثین کے شیوخ تھے، اور جب امام المحدثین نے سند دوس کو مزین کیا، تو ان لوگوں نے تلمذ اختیار کیا اور برابر امام المحدثین سے استفادہ کرتے رہے، اور ان کے حلقہ درس میں آکر حاضری دیتے رہے۔

عبداللہ بن محمد انسندی، عبداللہ بن منیر، اسحاق بن احمد السمری، محمد بن خلفت، ابن قتیبہ وغیرہ بڑے پائے کے لوگ ہیں، اور خود بڑے صاحب کمال ہیں، لیکن امام صاحب کے نکات حدیثیہ اور تدریقات فقہیہ کے ضبط سے ان کو چارہ نہ تھا،

سہ امام المحدثین کے وہ اقران جن کو امام المحدثین سے ہم سہری کا دعویٰ تھا، لیکن امام المحدثین کے فضل و کمال کو مان کر ان کے حلقہ درس میں آکر مستفید ہوتے، امام ابو زرعہ لادی، ابو جاکم نازی، ابراہیم الحیرانی، ابو بلر بن ابی عاصم، موسیٰ بن ہارون لہ بغداد، بعیرہ، بخارا، حجاز کے علاوہ طرطوس، بیت بھی امام بخاری کے درس کے ممنون ہیں، ۱۲ مقدور قسطلانی، تقیید المہمل و طبقات الکبریٰ ۱۲ لہ مقدمہ فتح الباری ۱۲

جمال، محمد بن عبدالقادر مطین، اسحاق بن احمد بن زکریا الفارسی، ابوبکر محمد بن اسحاق
 ابن خزیمہ، قاسم بن زکریا، محمد بن عبدالقادر الحضرمی، صاحب المعارف محمد بن قتیبہ
 ابوبکر الاعمین جیسے لوگ علم الرجال، فن تاریخ، فن حدیث، فن تدریس و جرح کے
 امام مانے جاتے ہیں، علامہ ذہبی نے ان کے مستقل تراجم لکھے ہیں، امام المحدثین
 کی تحقیقات کے دلدارہ تھے، حلقہ درس میں آکر امام صاحب کی تقریروں کو لکھتے امام
 المحدثین کے وہ تلامذہ جن کی آج عالم میں بڑی شہرت ہے، جو فنون اسلامیہ کے
 رکن مانے جاتے ہیں، جن کی روایتوں اور حدیثوں پر اسلامی مسائل کا بڑا دار و مدار ہے۔
امام مسلم بن حجاج صاحب الصحیح، امام ابو عبد الرحمن نسائی صاحب سنن
المجتبیٰ، امام علی بن ترمذی صاحب الجوامع، امام محمد بن نصر مروزی صاحب تالیفات
امام دارمی، امام ابن خزیمہ فقیہ صاحب الصحیح وغیرہ ہیں، یہ تلامذہ بڑے بڑے
پایہ کے محدث اور فقیہ ہیں، خانہ میں مشہور تلامذہ کی تفصیل آتی ہے، انشاء اللہ الرحمن
اگرچہ امام المحدثین تحصیل ہی کے زمانہ سے فتویٰ دینے پر مجبور کئے گئے، اور
 ان کے سامنے ان کے اساتذہ بھی فتویٰ دینے سے کئے اور انہیں کی طرف اشارہ
 کرتے لیکن تحصیل کے بعد جب سے بخارا میں درس دینا شروع کیا، تو درس کے ساتھ
 افتاد کا کام بلا استقلال برابر جاری تھا، اور گو ان کے تلامذہ نے ان کے فتاویٰ کو
 جو مختلف اوقات میں ان کے پوچھے گئے مستقل تالیف میں علیحدہ جمع کرنے کا التزام
 نہیں کیا، لیکن صحیح بخاری کے تراجم ابواب کو ان کے فتاویٰ کی مستقل تصنیف
 خیال کرنا چاہیے، جو مسئلہ ان پر پیش کیا جاتا، قرآن سے یا حدیثوں یا آثار صحابہ رضی
 سے ثابت کرتے، استدلال میں اکثر ایسا دقیق اور لطیف پیرایہ ہوتا، کہ معمولی دل

دوران کا آدمی مشکل سے سمجھتا اور حبیصل لبتی تو سکوت فرماتے، اسی لئے کچھ تراجم ابواب صحیح بخاری میں حدیث یا آیت یا آثار صحابہ سے خالی ہیں، اور بعض میں صرف قرآن کی آیت اور بعض میں آثار صحابہ ہی ہیں، نامتین کے بیاض نہیں چھوڑتے بلکہ ملا کر لکھ دیا ہے، اس لئے تراجم ابواب میں پیچیدگی زیادہ بڑھ گئی، درزہ بہت آسانی تھی، امام المحدثین نے خود قضاہ سے صحابہ و تابعین کے جمع کرنے کا التزام ابتدا ہی میں کیا، اور انہیں سے زیادہ کام لیتے رہے، اس لئے کہ امام صاحب کے خیال میں مسائل نیاسیرہ سے احادیث نبوی یا قضاہ سے صحابہ پر نقص وارد کرنا، اور ہر مسئلہ میں اپنی ایک مستقل رائے رکھنی، یہی وہ چیز ہے جس کو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔

یہ مکر گذر چکا ہے، کہ امام المحدثین کے درس و افتار کے زمانہ کے کہیں چلے سے تمام خراسان بلکہ عراق عجم پر اہل الراء کا غلبہ ہو گیا تھا، ان کو اپنے اساتذہ کے اقوال اور قیاسات پر بہت سخت جو د تھا، وہ اپنے اساتذہ کے مقابل میں صحابیوں کو بھی کم لگاتے، اس کی مزید تفصیل حصہ دوم میں آتی ہے، اور بخارا وغیرہ میں اہل الراء کا ایسا قوی اثر تھا، کہ دوسرے لوگوں کو یوں مشکل تھا، لیکن امام صاحب نے اس کی مطلقاً پروا نہ کی، کیونکہ ان کی طبیعت فطرۃً حق گوئی میں بے باک واقع ہوئی تھی، انہوں نے صحیح بخاری میں اہل الراء پر جس طرح تعریضیات کی ہیں، مخفی نہیں، مدتوں بخارا میں صحیح بخاری کا درس دیتے رہے، بالآخر اس کا یہ نتیجہ ہوا، کہ ان کے لئے والی ملک سے سازش کی گئی، اور یہ حکم صادر کرایا گیا، کہ وہ فتوے دینے کا منصب نہیں رکھتے، اور قصہ یہ مشہور کیا گیا، کہ امام بخاری نے یہ فتوے

دیا ہے کہ ایک بکری کا دودھ دو لڑکے پی لیویں، تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔
 حالانکہ اس فتویٰ کے ناقل بجز اہل الرائے کے کوئی دوسرے لوگ نہیں ملتے اور ان
 کو جو تعصب و دوسروں کے عقائد و ظاہر ہے، محدثین کی ایذا رسانی میں ان کو غالب
 قسم کا مزا آتا۔ اس لئے اس واقعہ کے صدق پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے، اور کونسا
 قرینہ ہے کہ امام صاحب نے ایسا فتویٰ دیا، اور فقہائے اہل الرائے نے جھوٹ
 تصنیف کر کے ان کی طرف نسبت نہیں کی ہوگی، جب کہ وہ امام شافعی کی شان
 میں جھوٹی حدیثیں تصنیف کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قال رسول
 اللہ کے ساتھ نسبت کر دیتے ہیں۔

اگر دو منٹ کے لئے بقرض محال تسلیم کر لیں، کہ امام المحدثین نے ایسا فتویٰ
 ہی دیا ہو، تو وہ اس جرم میں فتوے دینے کے منصب سے بزور حکومت کیوں
 معزول کرائے گئے، حالانکہ فقہائے اہل الرائے کے فتاویٰ اٹھا کر دیکھو، ان میں
 ایسے ایسے مسائل ملتے ہیں جن کو دیکھ کر تیرت ہوتی ہے، کہ اہل الرائے نے ایسے
 فتاویٰ اور مسائل بنائے ہوں گے، لیکن اس پر بھی وہ کبھی اس منصب سے معزول
 نہیں کئے گئے، کیوں؟ اس لئے کہ المحدثین خطی و یصیب

فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی صاحب الفوائد البہیہ میں لکھتے ہیں :-
 وہی حکایت مشرہورۃ فی کتب اصحابنا۔ ذکرہا ایضا صاحب
 العنایتہ وغیرہ من شراح المہدایتہ۔ لکنی استبعد وقوعہا بالنسبتہ

سے وہ موضوع ہر شے میں جن کو اہل الرائے نے گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب
 کر دیا ہے، ان کا وضع کرنا خود اہل الرائے کو مسلم ہے

الی جلالتہ قدر البخاری ودقتہ فہمہ وسعتہ نظرہ وغور فکرہ
مما لا یحقی علی من انتفع بصیحہ علی تقدیر حدیثہا فالبتہ نخیل
فاضل لکھنوی نے اس عبارت میں تین جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب

یہ قصہ صرف ہماری رختیوں کی کتابوں میں مشہور ہے، لیکن اس کا
ناقل دنیا کا کوئی مورخ نہیں، حالانکہ امام بخاری کی سوانح عمری مختصر اور مطولاً سو
کے بالا کتابوں میں لکھی گئی ہے

دوسرا جواب

امام الحدیث بخاری کی نسبت ایسا واقعہ بعید الوقوع ہے، کیونکہ امام بخاری
کی جلالت قدر، وقت فہم، وسعت نظر، ان کا غور و فکر ایسے شخص پر کسی طرح پوشیدہ
نہیں ہو سکتا، جس نے ان کی صحیح بخاری کو سمجھا، اور اس کے نفع اٹھایا ہو، پھر کیونکر
خیال کیا جاسکتا ہے، کہ ایسا فتوے امام الحدیث جیسے شخص نے دیا ہوگا۔

تیسرا جواب

اچھا مان لو کہ انہوں نے ایسا فتویٰ دیا ہو، لیکن یہ بتاؤ کہ خطا مجتہدین سے
ہوتی ہے یا نہیں؟ المجتہد یخطئ ویصیب
منکران چوں دیدہ شرم و حیا بر ہم ننند اہمت آلودگی بروا من فریم نہند

عظیم آباد کے بعض کوتاہ بینیوں نے اس واقعہ کی رحیم کی حقیقت معلوم ہو
 چکی آج کل بڑی شہرت دی ہے اور خوب چمکایا ہے۔

وفات شب عید الفطر وقت عشاء ۲۵ھ

خلدین احمد دہلی، حاکم بخارا کی درخواست نامنظور کرنے کا واقعہ اجمالاً
 مذکور ہو چکا ہے، آپ نے اس کی درخواست نامنظور کر دی، تو حاکم شہر کو یہ بات
 آداب شاہی اور حکومت کی شان بڑھانے کے خلاف معلوم ہوئی، اس سے اس کو
 سخت برہمی پیدا ہوئی، حکومت کے زور پر تو وہ آپ کا کچھ نہ کر سکا، تب اس کے
 لئے اس نے یہ تدبیر سوچی، کہ مریش بن زرغام اور اسی طرح کے چند اشخاص کو اس سے

ملنے یہ شخص شہر بخارا کے مشہور اور بڑے فقہائے حنفیہ میں شمار کیا جاتا ہے، فقہائے حنفیہ کو رحیم کی

مذہب غلطی قیاس تک محدود تھی، جو اپنے ائمہ کے اقوال یا قواعد منقہ کو وحیِ اسمانی تصور کر کے اسی

پر استخراج مسائل کی بنا رکھتے، اور اپنے ائمہ کے مقابل میں کسی کو نہیں لگانے دیتے، محدثین سے عالم

تسمیٰ پر فاضل تھی، ابوحنیفہ کبیر علیہ السلام نے حنفیہ میں بڑے مشہور اور مستند شخص ہیں، اور امام بخاری کے علم

ہیں، ان کے نانہ میں ایک شخص مذہب حنفی یعنی رائے و قیاس کو چھوڑ کر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے

لگا اور فتح الیوم کرنے لگا، ابوحنیفہ کو اس کی خیر ہو گئی، تو وہ سخت غضبناک ہوئے اور اس کے بارے

میں سخت دست کہنے لگے، اور بادشاہ سے جا کر کہا، بادشاہ نے عباد کو حکم دیا کہ برسر بازار اس کے

دوسے لگانے جائیں، آخر کار کچھ لوگ درجہ کھا کر شیخ موصوف کے پاس آئے اور اس کے پاس سے

سفارش کی، اور اس کو لا کر ان کے حضور میں حاضر کیا، اور اس نے توبہ کی تو اس سے عہد و پیمانے کر دیے

زمین و مسلمان کر کے، چھوڑا تب اس کی جان بچا، رفتاری حمادیہ و تاتار خانہ (۱۸۴۰ء) سے طبقات کبریٰ

ہا اور کیا کہ آپ پر کوئی الزام قائم کریں جس سے عوام کے قلوب پر خاص اثر پڑے اور
 آپ کے تبحر علمی اور تقدس کا سکہ جو تمام مسلمانوں کے قلوب پر جما ہوا ہے اس
 الزام کے ذریعہ اٹھا کر مسلمانوں کے قلوب کو آپ سے پھیر دیں ان لوگوں کے
 امام الحدیث پر یہ تمہمت قائم کی کہ آپ قرآنی الفاظ کے مخلوق ہونے کے قابل ہیں
 اس غلط الزام کی عام طور پر شہرت دی گئی، جب شہر میں ایک منہکا مریج گیا تو
 آپ کو شہر چھوڑنے کا حکم دیا گیا، آپ نے شہر کے نکلنے کے وقت ہر دعا دی

اللہم ارہم ما قصدونی بہ فی

نفسہم وادکادھم

چند روز کے بعد اس دعا کا یہ اثر مرتب ہوا کہ خالد بن یحییٰ حاکم بخارا کے بارے
 میں طاہر لوہی کی طرف سے رجوع وقت خراسان پر حکمران تھے یہ حکم سنیا کہ خالد بن
 یحییٰ کو گدھے پر بٹھا کر شہر کی جائے اور شہر کے بعد قید کیا جائے، انجام یہ ہوا کہ
 قید خانہ ہی میں بعد چندے مر گیا

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں امان نداد کہ شربک سحر کند
 ان مفسدین میں سے ہر ایک شخص کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہوا کسی کو اپنی
 جان میں روز بد و کھینا پڑا کسی کو اپنی اولاد میں حریش بن ورقار کو اپنے گھروالوں میں
 وہ ذلت اٹھانی پڑی، جو قابل بیان نہیں

امام صاحب بخارا سے نکل کر بکند ہنچے چونکہ اس بہتان کی شہیریں کوئی
 دقیقہ گوشش کا باقی نہیں رکھا گیا تھا اس کی خبر بکند میں پہلے ہی پہنچ چکی تھی
 بکند کے لوگ دو فریق ہو گئے ایک فریق امام بخاری کو اس الزام سے بری جانتا تھا

دوسرا مفسدین کا شریک تھا، امام بخاری نے اس اختلاف کی وجہ سے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ جانا، اس درمیان میں سمرقند کے لوگوں کو امام بخاری کے بیکند تشریف لانے کی خبر پہنچ گئی، سمرقندیوں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی، کہ سمرقند تشریف لاکر مسند درس کو مزین فرماویں، آپ نے درخواست منظور فرمائی، اور سمرقند کی جانب روانہ ہوئے، سمرقند کے قریب ایک بستی میں جس کا نام خرتنگ تھا اپنے ایک قرابت کے مکان پر فرود گئے۔

عبد القدوس بن مختار کہتے ہیں کہ خرتنگ پہنچ کر ایک روز میں نے ان کو مسجد کی نماز کے بعد دعا کرتے سنا، کہ خدایا! تیری زمین باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے مجھے اپنے پاس بلا لے، خدا نے یہ دعا قبول کر لی اور چند روز کے بعد ہی آپ نے وفات پائی،

سائب بن جریل رحین کے یہاں امام بخاری مقیم تھے کہتے ہیں، چند روز تک امام بخاری میرے مکان پر شیخ و تدریس تھے، آخر بیمار ہو گئے، اسی حالت میں سمرقندیوں کی طرف سے درخواستیں آنے شروع ہوئیں، اور بہت زور دیا گیا، کہ آپ سمرقند تشریف لے جائیں، انہوں نے حالت مرض ہی میں جانا منظور فرمایا، لیکن جب ان کو یہ خبر معلوم ہوئی، کہ بخارا کا فتنہ سمرقند میں بھی پہنچ گیا، اور بیکند کی طرح سمرقند میں بھی دو جماعتیں ہو گئی ہیں، ایک مخالف دوسری موافق، تو انہوں نے اپنے لئے دعا فرمائی، کہ خدایا! مجھے اپنے پاس بلا لے، مجھ پر تیری زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہو گئی ہے، اختلاف کے بعد سمرقند والوں نے اس بے بنیاد اہمیت کے غلط ہونے پر اتفاق کیا، اور آپ کے سمرقند لے جانے پر بہت زور دیا۔

آپ نے ساری طلب کی اور چلنے کے لئے تیار ہو گئے اور سب سے پہلے عمارہ باندھا
 میں اور ایک دوسرے آدمی نے مل کر ان کے دونوں بازو تھامے، ساری کی طرف
 پندرہ بیس قدم بڑھے ہوں گے، کہ فرمایا مجھے چھوڑ دو، مجھ میں ضعف بڑھتا جا رہا ہے
 ہم نے آپ کو چھوڑ دیا، آپ نے دست مبارک اٹھا کر کچھ دعائیں کیں اور بیٹ
 گئے، آپ کے جسم سے بے اندازہ پسینہ جاری ہو گیا، یہاں تک کہ آپ نے شب
 عید الفطر ۱۲۵۷ کو تیرہ دن کم ۶۲ برس کی عمر میں وفات پائی انا لله وانا الیہ راجعون

روح پرواز کر جانے کے بعد بھی برابر جسم سے پسینہ جاری رہا یہاں تک
 کہ غسل سے رکفن میں پیٹ دیئے گئے، کچھ لوگ سمرقند سے جانے کے خواہاں
 ہوئے اور تدفین کی جگہ میں اختلاف ہوا لیکن بعد اختلاف اسی پر اتفاق ہو گیا
 کہ اسی موضع خرنک میں دفن کئے جائیں، عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر دفن کر دئے

گئے، اور اس طرح وہ آفتاب عالم تاب اعاذیت رسول اللہ کا خادم تمام دنیا
 کے مسلمانوں کا محسن، عامل علوم نبویہ خاک میں چھپ گیا، اور دنیا میں تاریکی چھا گئی
 ایک شاعر نے دل چرپ اختصار کے ساتھ امام صاحب کا سال
 ولادت و سال وفات اور تعداد سن ذیل کے دو شعروں میں یوں نظم کیا ہے،
 کان البتاری حافظا و محدثا جمع الصحیح مکمل التحذیر
 میلادہ خلدی و مدۃ عمرہ فیہا حنیفا و انقبوی فی نور
 دفن کے بعد قبر سے ایک نہایت تیز خوشبو پھیلی جس کو نور فین عنبر اور

شہ تذکرۃ الحفاظ ۱۲۷ الفوائد الدراری و مقدمہ فتح الباری رالطبقات الکبریٰ ۱۲

اس طرح کے واقعات اور بھی بسند صحیح ثابت ہیں، بطور کہتے ہیں کہ محبوب سے مالک بن دینار

اور مشک سے بھی بڑھی ہوئی لکھتے ہیں، اور اس خوشبو کا اس قدر شہرہ ہونا بیان کرتے ہیں، کہ دور دراز سے لوگ اس خبر کی تصدیق کے لئے آتے، اور مٹی لے جاتے تھے، بستی والوں کو خوف ہوا، کہ قبر کی مٹی بیچ نہیں سکتی، اس کے لئے کوئی حفاظت چاہیے، مجبور ہو کر قبر گھیر دی گئی، اور اس طرح سے مٹی کی حفاظت کی گئی

اور راق کہتے ہیں، کہ امام صاحب نے مرنے سے پہلے وصیت فرمائی، کہ مجھے (مطابق سنت) تین کپڑوں میں دفنانا، ان میں کپڑے، عمامہ نہ ہو، خطیب اپنی مسند سے عبدالواحد بن آدم البطواری کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا، کہ آپ ایک جگہ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں، میں نے سلام کر کے عرض کیا، کہ کس کا انتظار ہے؟ فرمایا: انتظار محمد بن اسمعیل، محمد بن اسمعیل کا منتظر ہوں، چند روز کے بعد جب امام بخاری کے انتقال کی خبر مجھے معلوم ہوئی، تو میں نے اپنے خواب اور وقت کو ملایا، تو امام صاحب کے انتقال کا وہی دن اور وقت نکلا، جو میں نے خواب میں دیکھا تھا

گو تاریخی حیثیت سے خواب چندان اعتبار کی چیز نہ ہو، مگر شریعت نے مستند

اور سچے خواب کو نبوت کا چھپا لیسواں جز بتایا ہے، بالخصوص وہ خواب جس میں

نے بیان کیا، کہ عبدالواحد بن غالب جب شہید ہوئے، اور دفن کئے گئے، تو ان کی قبر کے ایسی تیز خوشبو پھیلی، جو مشک کے بڑھ کر تھی، تاریخ صغیر بخاری، منہ لہ، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہوا امام بخاری کی وفات پر علمائے امت
نے بڑی حسرتیں ظاہر کیں

یحییٰ بن حنفریہ کی فرمایا کرتے "امام بخاری کی موت علم کی موت ہے"
علامہ ولی الدین خطیب مؤلف مشکوٰۃ المصابیح نے اجمال میں اور علامہ
قاری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی
علامہ عجلونی نے اس پر سوال پیش کیا ہے کہ ابو عبد اللہ آپ کی کنیت کن ہے
صحیح ہو سکتی ہے لیکن خود علامہ نے اس سوال کا جواب بھی دیا ہے کہ کنیت کے لئے
اولاد ہونا شرط نہیں، عرب کا قدیم دستور ہے کہ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی کنیت
بلا اولاد ہونے سے منقرض ہی میں رکھ دیا کرتے جس کی بے شمار نقلیں موجود ہیں
امام صاحب گو عجمی نسل ہیں لیکن بلاد خراسان میں بالخصوص اہل علم پر جو اثر اہل
عرب کا تھا، مخفی نہیں ہے۔

انسوس ہمیں اس بارے میں قدیم سے قدیم شخص کا جو قول مل سکا ہے وہ
ولی الدین عراقی ہیں، جو بہت متاخر صدی کے آدمی ہیں
علامہ عجلونی نے تو نکاح ہی میں شبہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں، اگر امام صاحب
نے نکاح کیا ہوتا تو ضرور اس کا ذکر ہوتا، ہمیں انسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ مؤرخین
کا یہ قاعدہ نہیں، کہ نکاح کا حال بھی لکھا کریں، سینکڑوں نام ایسے تاریخ کی کتابوں
میں گئے جن کا نکاح کا ذکر نہیں، پھر ایسے ضعیف احتمالات کی وجہ سے ایک سند
مؤکد سے امام صاحب کیونکر محروم کہے جاسکتے، جب تک صحیح سند
ترک ثابت نہ ہو،

میں یہ کہتا ہوں کہ امام صاحب کے گونہ گونہ اولاد نہ چھوڑی ہوتا ہم آج
 دنیا میں امام بخاری کی روحانی اولاد کی تعداد ۲۲ کروڑ ۶ لاکھ ۸ ہزار کے قریب پہنچتی
 ہے۔ اگر ان میں سے ان سبب مسلمانوں کو مستثنیٰ بھی کر دیا جائے جو موجودہ قرآن
 پر بوجہ ترتیب عثمانی یقین کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں، اور اپنے لئے صحیح قرآن
 کسی نماز میں بند سمجھتے ہیں، تو بھی ان محدودے چند کی نفی سے امام صاحب کی
 معنوی اولاد میں کسی طرح کی کمی نہیں ہو سکتی، خدا کے فضل سے احکم الکتاب بعد
 کتاب اللہ کے ماننے والوں کی تعداد یونانیوں کی ترقی ہی کرتی جاتی ہے۔

امام بخاری شاعر نہ تھے، لیکن کبھی کبھی کلام منظوم سے دلچسپی لے لیا کرتے
 تھے اور ان کی زبان سے فصیحیت امیر اشعار موزون ہو جاتے تھے جس کو شاعری
 نہیں کہتے اور نہ اس پر رقی کل واد یہیمون، عداوق آتا ہے، خود رست
 کتاب صلی اللہ علیہ وسلم سے جربستہ الفاظ موزون نکل پڑتے جو صحیح حدیثوں میں مذکور
 ہیں ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ میں نے بخط مستملی امام بخاری کا یہ شعر لکھا ہوا دیکھا
 انتسرفی الفرائض فضل رکوع قسسی ان یکون موتک بقتما
 کہ صحیحہ رأیت من غیر مستقیم ذہبت نفسہ الصلیحۃ فلتد
 یعنی فراغت کے وقت رکوع نماز کی فضیلت حاصل کرنے کو غنیمت جانو
 یہ معلوم تمہاری موت اچانک پہنچ جائے بہتیرے صحیح اور تندرست آدمیوں کو
 میں نے دیکھا کہ ان کی جان ہر طرح صحیح سالم تھی، اچانک جاتی رہی۔

۱۸۹۷ء کے مطابق ہے، دیکھو اخبار المؤمنین، ۱۲۰

سابق یگانہ اقوام کی رپورٹ ۱۹۷۲ء کے مطابق مسلمانان عالم کی تعداد ۶۰۳ ملین یعنی ۶۰ کروڑ ۳

جب امام المحدثین کو ان کے تلمیذ حافظ امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی صاحب السنن کی موت کی خبر پہنچی تو آپ نے یہ عبرت کا شعر فرمایا، اور میت دیر تک سرگریباں رہے۔

ان عشت، تفجع بالاحبۃ کلہم
و بقاء نفسک کا ابا لک افجع
اگر حیات طویل ہوتی، تو تم کو اپنے کل اجاب کی موت کے غم اٹھانے
ہوں گے، اس وجہ سے تمہارا زندہ رہنا بڑا درد مند ہوگا،

نصیحت کے بھرا ہوا امام المحدثین کا ایک شعر یہ ہے
مثل الیہ ہاتھ لاتی اجالہا
حتی تساق الی المجازہ تنحدر
یعنی غافلوں کی مشاں چار پائیوں جیسی ہے، کہ منخر تک لے جا کر فریح کرنے
تک انہیں موت کی کچھ حس نہیں ہوتی۔

ایک شعر حکمت آموز یہ ہے

خالق الناس بخلق واسع
لا تکن کلہا علی الناس قہراً
وسیع خالق کے ساتھ لوگوں کے ملتے جلتے رہو اور خندہ پیشانی سے بڑاؤ نہ
کتنے کی طرح لوگوں پر بھونکتے نہ رہو، انی الحقیقت یہ اشعار حکیمانہ مقولے ہیں جو ان
من الشعر لحکمتہ کے مصداق ہیں۔

یہ اشعار علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں نقل کئے ہیں

امام بخاری کے ہاں ان کے شیوخ کی رائیں

شیخ کی رائے اس کے تلمیذ کی نسبت جیسی معتبر اور صحیح ہوتی ہے اور ہونی

چاہیے دوسرے لوگوں کی نہیں ہو سکتی، نہ معاصرین کی نہ متاخرین کی، شیخ تلمیذ کی
ذہانت، طباعی، محنت، شوق، جفاکشی، سمجھ، فراست سے بہت کچھ واقفیت
ہوتی ہے، استاد کو شاگرد کے کسی یا طبعی جوہر کے جانچنے کے زیادہ مواقع ملتے
ہیں، وہ درس دینے میں اچھی طرح تلمیذ کی ہر ادرا پر نگاہ رکھتا ہے۔

ہم مناسب خیال کرتے ہیں، کہ امام صاحب کے جوہر طبعی یا کسی کے اندازہ
کے لئے امام صاحب کے اساتذہ کے اقوال پیش کریں۔

سلیمان بن حرب کا قول "بین لنا غلاط شعبۃ پہلے نذر چکا، سلیمان بن
حرب کے رتبہ سے کون واقف نہیں، باوجود استاد ہونے سے امام بخاری
سے ان کا یہ جملہ فرمانا، کہ مجھے شعبہ کی غلطیوں پر متنبہ کر دیا کرو، امام بخاری کے تبحر
علمی کی بڑی قوی دلیل ہے، ۵۸

اسماعیل بن ادریس، امام مالک کے شاگرد اور امام بخاری و مسلم کے شیخ ہیں
۲۳۳ھ میں وفات پائی، امام بخاری جب ان کی کتابوں سے صحیح حدیثوں کو چنتے،
تو وہ خود بھی اپنے لئے ان منتخب حدیثوں کو لکھ لیتے، اور فخریہ بیان کرتے، کہ یہ
حدیثیں محمد بن اسماعیل (امام بخاری) کی منتخب کردہ ہیں، ایک روز امام بخاری سے
فرمایا کہ تم میری ساری کتابوں کو دیکھ دو، اور جس قدر مال و دولت میرے پاس
ہے، وہ سب تمہارا ہے، اور میں تمام عمر ممنون رہوں گا۔

ایک دن محدثین نے جمع ہو کر امام بخاری سے اس وجہ کے کہ امام صاحب

لے اساتذہ مشیوخ کی شہادتیں زیادہ تر مقدمہ فتح الباری، تفسیر المہمل، طبقات کبریٰ،
اور تہذیب التہذیب سے ماخوذ ہیں۔

کو اسماعیل بن اویس بہت مانتے ہیں، کہا کہ آپ شیخ سے سفارش کیجئے، کہ آج کچھ حدیث کا درس پڑھاویں، امام نے سفارش کی، تو شیخ نے اس سے سفارش کی یہ قدر کی، کہ نوٹری کو بلا یا، اور حکم دیا کہ اشرافیوں کی ایک مجلس لے آجیب اشرافیوں کی مجلس لگائی، تو امام صاحب کے کہا، کہ آپ اس کو تقسیم کر دیجئے، امام نے عرض کیا میں نے حدیث کے درس میں زیادتی کی عرض کی تھی، اس کی درخواست نہ تھی، اسماعیل نے کہا، آپ کی سفارش منظور ہے، اور یہ اس پر اضافہ ہے،

ابو مصعب احمد امام مالک کے شاگرد ہیں، خلیفہ ہامون الرشید کی طرف سے مدینہ کے عہدہ قضا پر مامور تھے، وہی نے لکھنا ہے کہ امام مافی السنۃ والا حکام زہیر کہتے ہیں، ابو مصعب بلا شرکت غیر سے فقیہ ہیں، یعنی ان کا کوئی ہم پایہ نہ تھا، مؤلفین صحاح کہتے کہ شیخ ہیں، ۲۴۱ھ میں وفات پائی، وہ فرماتے ہیں، محمد بن اسماعیل افقہ عندنا یعنی امام بخاری ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل سے لحدیث من احمد بن حنبل سے فقہامت میں زیادہ کمال اور حدیث میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔

ایک شخص نے اعتراض کیا، کہ ابو مصعب! آپ لے تو خود سے پڑھاویا ابو مصعب بولے، اگر تم امام مالک سے لے ہوئے، اور امام بخاری اور امام مالک دونوں کے چہرے پر خود کیا ہوتا، تو تم بول اٹھتے، کہ دونوں فقہامت اور عبارت فی الحدیث میں برابر ہیں

عبدان بن عثمان مرقدی کہتے ہیں، کہ میں نے اس نوجوان را امام بخاری سے پڑھ کر مبصر نہیں دیکھا،

محمد بن قتیبہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں ابو عاصم النبیل کی خدمت میں حاضر تھا
 میں نے ان کے پاس ایک لڑکے کو دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا وطن کہاں ہے کہا بخارا
 پوچھا لڑکے کے کس کے ہو؟ کہا اسماعیل کے میں نے کہا تم میرے قرابت دار ہو امام
 ابو عاصم کے سامنے اسی مجلس میں حاضرین سے ایک شخص نے کہا۔

هذا السلام يناطح الكباش يعنى
 یعنی یہ لڑکا تو شیوخ وقت کا مقابلہ

يقادح الشيوخ
 کرتا ہے ✓ ۵۵

حالانکہ ابو عاصم النبیل کا مرتبہ جو فن حدیث میں تسلیم کیا گیا ہے، ظاہر ہے امام شجاع
 باوجود اس فضل و کمال کے فرماتے "والله ما لایتا مثله" یعنی ابو عاصم النبیل
 جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا، بڑے بڑے اہل کمال کو ان کی شاگردی پونا زرقا،
 قتیبہ بن سعید ثقفی، امام مالک، لیت اور اسماعیل بن جعفر کے شاگرد ہیں
 امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کے شیخ ہیں، یہ بہت بڑے امام مانے جاتے
 ہیں، علامہ حمیدی اور امام احمد ان کے شاغیوں سے ہیں ۲۳۰ھ میں وفات پائی
 قتیبہ فرماتے ہیں میں فقہاء محدثین، زہاد، عباد کی خدمتوں میں مدلول رہا، اور ایک
 زمانہ تک ان کی خوشہ چینی کی لیکن حیب سے میں نے ہوش سنبھالا، محمد بن اسماعیل
 امام بخاری جیسا جامع کمالات نہیں دیکھا، امام بخاری اپنے زمانہ میں ذہم فراست
 عقل، دانش، حق گوئی کے اعتبار سے، ویسے ہی تھے جیسے غلیظ عمر اپنے زمانہ میں

لذہم و لیلیف ہم دیکھتے ہیں کہ فرقہ مشعی امام الحدیث سے بہت ناخوش ہیں، پرچہ اصلاح و جوہر عکس بہت نام
 زنگی کا فور کی سچی مثال ہے، کو امام الحدیث کی نسبت بہت زہان درازی کرتے دیکھا، اس کی وجہ
 ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھی، امام ثقفی کے مقولہ کو دیکھنے اور بخاری کے حالات پڑھنے سے بن وجہ معلوم

ہو گئی، وہ کیا، حق گوئی اور ذہم و فراست میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشابہت، ۱۲ منہ

اگر امام بخاری صحابہ میں ہوتے، تو خدا کی ایک بڑی نشانی ہوتے۔

محمد بن یوسف ہمدانی کہتے ہیں، کہ ہم لوگ قتیبہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شعرانی نے جس کا نام ابو یعقوب تھا، آکر قتیبہ سے امام بخاری کی تعریف پوچھی، قتیبہ نے فرمایا، لوگو! سنو میں نے فن حدیث میں بہت حاصل کی، فقہ و سائنس میں بھی تبحر حاصل کیا، فقہاء زیادہ عباد کی مجلسوں میں بھی مدتوں بیٹھا، لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا، محمد بن اسمعیل جیسا کسی کو نہیں دیکھا، اس کا قتیبہ بن سعید سے ایک بار مسئلہ پوچھا گیا، کہ نشہ میں جو شخص طلاق دے، اس کا کیا حکم ہے؟ اس وقت اتفاقاً محمد بن اسمعیل پہنچ گئے، قتیبہ نے سائل کو مخاطب کر کے فرمایا، دیکھو احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی بن مدینی کو خدا کے تبار سے پاس بھیج دیا ہے، ان نے مسئلہ پوچھا،

ہیسا کہتے ہیں، میں بصرہ میں قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر تھا، انہوں نے فرمایا کہ میری درس گاہ میں پورب، چھیم غرض ساری دنیا کے طلباء اور محدثین دور دراز کی مسافت طے کر کے پہنچے، لیکن اب تک محمد بن اسمعیل (امام بخاری) جیسا شخص نہیں آیا۔

ہیسا کہتے ہیں، کہ قتیبہ نے صحیح کہا، میں نے یحییٰ بن معین اور قتیبہ دونوں کو دیکھا، کہ امام بخاری کے یہاں آتے تھے، اور یحییٰ بن معین حدیث اور مسندت اسناد میں امام بخاری کے منقاد رہتے۔

ابراہیم بن محمد بن سلام کہتے ہیں، کہ روسائے محدثین سعید بن ابی مریم حجاج بن منبہال، اسماعیل بن ابی اویس، حمیدی، نعیم بن حماد، محمد بن یحییٰ بن ابی عمر الخزاز

حسین بن علی الحلوانی، محمد بن میمون، ابراہیم بن المنذر، ابو کرب محمد بن العلاء ابن المثنیٰ
اور ابراہیم بن موسیٰ وغیرہ، محمد بن اسماعیل، امام بخاری، کو بعیرت اور معرفت فی
الحدیث میں اپنی ذات پر تزیح دیتے۔

امام احمد بن حنبل جو مذہب کے ایک رکن ملتے جلتے ہیں، قرطبہ خراسان کی
زمین سے امام بخاری جیسا کسی کو پیدا نہیں کیا، امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے
عبداللہ نے اپنے والد سے حفاظت حدیث کا سوال کیا، تو امام احمد نے اول اول امام
المحدثین ہی کا نام لیا،

امام المحدثین کی فقہائت کا اندازہ فقہاء و محدثین کی شہادتوں سے کیا جا
سکتا ہے، تو یہ محول محدثین جو بجائے خود ایسے ایسے منازل پر پہنچے ہیں جن کے مستقل
تذکرے لکھے گئے ہیں، امام بخاری کی فقہائت کی کن پر زور لفظوں میں شہادت سے
رہے ہیں، لیکن امام کی فقہائت کا میاں ہم اقوال الرجال کو بنانا نہیں چاہتے، بلکہ اس
کی بناج کا طریقہ اور ہے، اس کی مستقل بحث حصہ ثانیہ میں آتی ہے
یعقوب بن ابراہیم دورقی اور نسیم بن حماد خزاعی کہتے ہیں "محمد بن اسماعیل
فقیہ ہذا اکامنا"

محمد بن بشار جو بقیع بن ہار شہر ہون میں، فرماتے ہیں، محمد بن
اسماعیل انقد خلق اللہ فی زماننا
حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں، میں بصرہ میں موجود تھا، کہ محمد بن اسماعیل امام
بخاری کی آمد کی خبر پہنچی، محمد بن بشار نے سن کر فرمایا:۔
قدم الیوم سید الفقہاء آج سید الفقہاء آئے ہیں۔

محمد بن ابراہیم بوشنجی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن بشار کو ۲۲۲ھ میں فرماتے ہوئے سنا: انا افتخر بہ محمد بن اسماعیل، منذ سنین میں امام بخاری کی وجہ سے برسوں کے فخر کرتا ہوں، حالانکہ امام بخاری محمد بن بشار کے تلامذہ میں ہیں علی بن حجر فرماتے ہیں کہ خراسان نے تین شخصوں کو پیدا کیا، اول بان میں امام بخاری ہیں، اور امام بخاری سب میں زیادہ فقیہ اور سب کے علم میں زیادہ ہیں، دہلی بن حجر بڑے پایہ کے محدث ہیں، شریک اور اسماعیل بن جعفر کے تلمیذ اور امام بخاری، نسائی، مسلم اور ترمذی کے شیخ ہیں، ۲۲۲ھ میں وفات پائی، احمد بن اسحاق سمرقندی رحمت بڑے ذی علم اور زاہد تھے، امام الحدیث ابن حجر کے شیخ تھے، اور یحییٰ بن علی بن عسید جیسے لوگوں کے تلمیذ تھے، ۲۲۲ھ میں وفات پائی فرماتے کہ جو شخص چاہے کہ سچے اور واقعی فقیہ کو دیکھے، تو وہ محمد بن اسماعیل کو دیکھے۔

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں، میں ایک روز امام صاحب کی خدمت میں حاضر تھا، آپ کے پاس عمرو بن زرارہ، اور محمد بن زافع موجود تھے اور امام الحدیث ابن حجر پر علی حدیث کے سوالات پیش کر رہے، وقت زہمتا ان دونوں نے حاشد بن زرارہ کو مخاطب کر کے فرمایا، امام بخاری کی شان میں غلطی نہ کرو، جس پایہ کے فقیہ رہے ہیں ان کی قدر شناسی کرو، ان پر ہزار تیرہ ہزار روپے سے تقابلیت اور بصیرت

عہ نسبتہ الی بوشنجی بضم الموحدة فتح الشین المعجمة و سکون النون و صیم بیبۃ زمرۃ خصیبتہ نے طہ مشجر من نواحی ہرۃ بنیہما عشرۃ فراسخ ۱۲ مستجم ابلدان سے بضم اول و سکون ثانیہ و بعد الالف لاء و نسبتہ الی سمرقندی قریۃ بنیہما و بین بخاری ثلاثۃ فراسخ ۱۳

اور علم میں بڑھے ہوتے ہیں۔

عبداللہ بن محمد بن سعید کہتے ہیں، کہ احمد بن حرب نیشاپوری کا انتقال ہو گیا تو امام اسحاق بن راہویہ، اور امام بخاری جازہ کے ساتھ جارہے تھے، میں نے اہل علم اور اہل بصیرت کو کہتے سنا، کہ امام بخاری، اسحاق بن راہویہ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ عبداللہ بن محمد فریبانی لکھتے ہیں، کہ میں ابن اشکاب کی درس گاہ میں حاضر تھا، ایک شخص نے جو حفاظ حدیث میں گنا جاتا تھا، آکر یہ کہا، کہ تم کو محمد بن اسماعیل بخاری کی حاجت نہیں، ابن اشکاب یہ جملہ ستر کہتے رہتے رہتے ہوئے، درس کو بند کر دیا، اور ناخوش ہو کر مجلس درس سے اٹھ گئے، ابن اشکاب بڑے پایہ کے محدث، امام وقت تھے، ذابئی لکھتے ہیں، الحافظ الامام سلمہؓ میں وفات پائی، موسیٰ بن قریش کہتے ہیں، عبداللہ بن یوسف تنیسلی نے امام بخاری سے کہا، انظر فی کتبی واخبرنی بما فیہا، آپ میری کتابوں کو دیکھئے، اور مجھے ان کی غلطیوں پر متنبہ کر دیجئے، امام بخاری نے فرمایا، نعم، ہاں۔ یہ حیرت سے دیکھا جائے گا، کہ امام بخاری اپنے شیوخ کے علمی مباحث چکانے کے لئے حکم مانے جاتے ہیں، اور جو فیصلہ کرتے ہیں، بے تامل ان کے شیوخ مان لیتے ہیں، حالانکہ وہ خود اس فن کے ماہر ہیں، امام الحدیث ابن ابی عمیر حمیدی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اتفاقاً علامہ حمیدی اور ایک دوسرے محدث کے مابین ایک حدیث میں اختلاف ہوا تھا، جب علامہ حمیدی نے امام بخاری کو دیکھا

لہ کبیرین و تشدید النون و یارسا کتہ و اسین مہملۃ نسبتہ الی تیس جزیرۃ فی بحر مصر قریبہ من البر
ما بین القراہد میاط و القرانی مشرقہا ۱۲ معجم البلدان

فرمایا کہ اب ہمارا فیصلہ ہو جائے گا۔ جب وہ بحث امام بخاری پر پیش کی گئی تو امام بخاری نے علامہ حمیدی کو ڈگری دی۔ کیونکہ حق بجانب وہی ہے، علامہ حمیدی بہت بڑے امام فن تھے۔ ان کی روایت بڑے پائے کی سمجھی جاتی ہے، ابو بکر مدینی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن اسحاق بن راہویہ کی مجلس درس میں موجود تھے۔ وہ ایک حدیث پر پہنچے جس کی سند میں صحابی کے شاگرد عطا کینارانی تھے اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری سے پوچھا ایش بھی کینارانی کی ہے؟ امام المحدثین نے فرمایا میں کا ایک گاڑوں ہے۔ اس کے بعد تفصیل بیان کی کہ حضرت معادیر نے اپنے عہد خلافت میں ایک صحابی کو مین بھیجا تھا اسی وقت عطا کینارانی نے یہ حدیثیں اسی صحابی سے سنی تھیں اسحاق بن راہویہ نے اس تحقیق کو سن کر امام المحدثین سے فرمایا کہ آپ نے ایسا مفصل بیان کیا کہ گویا آپ وہاں موجود تھے۔

فتح بن نوح نیشاپوری کہتے ہیں میں ایک دفعہ علی بن مدینی کی درس گاہ میں موجود تھا۔ امام المحدثین بخاری علی بن مدینی کے دائیں جانب بیٹھے تھے جب علی بن مدینی کوئی حدیث بیان کرتے تو مزعوب ہو کر امام المحدثین کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے کہ کہیں کوئی غلطی تو اس میں نہیں ہوئی۔ امام بخاری کہتے ہیں میں نے کسی ذی علم کے پاس سوائے علی بن مدینی کے اپنے کو ہٹایا نہ جانا کیونکہ وہ بڑے اہل کمال سے تھے۔ حامد بن احمد کہتے ہیں جب اس کا ذکر علی بن مدینی سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ دعوا قطعاً سارا ہی مشہور ہے امام بخاری کی بات چھوڑ دو کیونکہ انہوں نے اپنے جیسا کسی کو نہیں امام المحدثین کہتے ہیں علی بن مدینی مجھ سے شاعر خراسان کے حالات پوچھنے

جب میں محمد بن سلام شیکندیؒ و امام بخاری کے قدیم شیخ ہیں اکاذکر کرتا۔ تو وہ نہیں پہچانتے۔ آخر ایک دن کہنے لگے کہ امام بخاری جس کو تم سکارو وہ میرے نزدیک اچھا ہے۔ وہ نہیں پہچانتا، اس کے معنی ہوئے مستور الحال ناقابلِ حجت ہونا۔ یہ ایک قسم کی جرح ہے، ایک دفعہ عمر دین علی فلاس کے شاگردوں نے ایک حدیث امام المحدثین سے پوچھی امام نے فرمایا۔ لا اعرفہ۔ مجھے نہیں معلوم۔ یہ سن کر سائلین کو بڑی خوشی ہوئی۔ اور یہ سمجھے کہ امام بخاری کو یہ حدیث معلوم نہیں۔ وہ لوگ عمر دین علی فلاس کے پاس گئے اور عرض کیا کہ ہم نے ایک حدیث امام بخاری سے پوچھی۔ وہ حدیث ان کو معلوم نہ تھی۔ ابن فلاس نے کہا۔ جس حدیث کو امام بخاری نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں۔ یہ تمہاری خوشی ہے موقع ہے۔ ابن فلاس کہا کرتے۔ میرے دوست محمد بن اسماعیل جیسا خراسان میں کوئی نہیں۔

حافظہ جابر بن عبد البر سے پایہ کے محدث ہیں۔ خطیب کہتے ہیں۔ امام فی علم الحدیث، ان کے اوصاف حوالہ۔ رجال مصنف مشہور اوصاف میں ۱۲۲۰ میں انتقال فرمایا فرماتے۔ فضل محمد بن اسماعیل علی العمار کففضل الرجال علی النساء، امام بخاری کی فضیلت سارے علماء و فقہا محدثین پر ایسی ہی ہے۔ جیسے مردوں کو عورتوں پر اور فرماتے۔

هو ایت من آیات اللہ تمہی
یعنی امام بخاری خدا کی ایک نشانی ہیں بوزمین پر
علی الارض
چلتی پھرتی ہے۔

حسین بن عمر بن محمد بن جو امام بخاری۔ نسائی۔ ترمذی۔ اور مسلم کے شیخ ہیں۔

۱۔ کہ لہو عدۃ و سکون ائمتنا یہ بعد ہا کات مفتوحة نسبتہ الی بکیند بلدہ میں بخاری و یحییٰ علی مرحلہ میں بخاری و یحییٰ ابلدات

اور عبداللہ بن مبارک فضل بن موسیٰ اور انہوں نے شمس جیسے تابعیوں کے شاگرد ہیں
بہت بڑے شخص ہیں ۲۳۳ھ میں وفات پائی، کہا کرتے ہیں

ما را یت مثل محمد بن اسمعیل میں نے امام بخاری جیسا کسی کو نہیں دیکھا، گویا وہ رسول اللہ
کا ذرہ لہر مخلوق الا للحدیث مسلم کی حدیثوں ہی کی خدمت کے لیے پیدا کئے گئے تھے

ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبد بن نمیر سے کون ناواقف ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں۔
ہم نے امام بخاری جیسا اہل کمال کسی کو نہیں دیکھا۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ امام صاحب
کو "بازل" کا مل کہا کرتے۔

فربری کہتے ہیں۔ عبداللہ بن منیر کو میں نے دیکھا کہ امام بخاری سے احادیث
لکھ رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں: انا من تلامذتہ۔ حالانکہ وہ امام صاحب کے شیوخ
سے ہیں۔ امام صاحب نے صحیح بخاری میں بہت سی حدیثیں ان سے روایت کی ہیں۔
ان کی وفات اور امام احمد بن حنبل کی وفات ایک سنہ میں واقع ہوئی، امام احمد بن
خود ان کی مدح میں فرماتے ہیں: لہ اسر مشلہ

✓ دراق کہتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن جعفر بکندی کو کہتے سنا۔ کاش میں اپنی
عمر کا ایک حصہ امام بخاری کی حیات میں بڑھا دیتا۔ میری موت آدمی کی موت
ہوگی۔ اور امام بخاری کی موت علم کی موت ہے۔ اور فرماتے اگر امام بخاری نہ
ہوتے تو نیشاپور میں زندگی خوشگوار نہ ہوتی۔ ✓

عبداللہ بن محمد المسندی فرماتے۔ امام بخاری امام ہیں۔ جو ان کو امام نہ
جانے۔۔۔ جنہم جھجو۔ اور فرماتے حفاظار دنیا میں انہیں ہیں اول ان میں امام بخاری ہیں
سما شہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم لوگ امام بخاری کی درس گاہ میں حاضر تھے

اسحاق ابن راہویہ اور عمرو بن زرارہ بھی موجود تھے۔ عمرو بن زرارہ امام بخاری کے مستملی تھے۔ اور محدثین امام بخاری سے حدیثیں لکھ رہے تھے۔ اسحاق بن راہویہ لوگوں سے کہتے جاتے تھے۔ محمد بن اسماعیل البصری۔ امام بخاری مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ حالانکہ امام بخاری اُس وقت سبزہ آغاز جوان تھے۔

امام بخاری کے معاصرین و اقران کی رائیں

«المعاصرة سبب المنازرة» ایک مشہور مقولہ ہے۔ معاصرین کی چٹنگ سے بچنا نہایت مشکل امر ہے۔ یہ عادت قریباً طبیعت ہوتی ہے۔ کہ جو ہم فن اہل کمال ایک زمانہ میں ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کے کمال کا اعتراف کما حقہ نہیں کرتے۔ الا ماشاء اللہ۔ جب ایک ہی عہد کے دو ہم فن اہل کمال کے دل ٹوٹے جاتے ہیں تو ان کی باہمی بے پروائی رقابت کے اثر سے کم و بیش پر خاش و مغائرت کی حد تک ترقی کی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام بخاری کے بارے میں ان کے ان معاصرین کی آراء و اقوال کو نقل کریں جن کا فضل و کمال ماثلاً ہوا ہے۔ اور وہ باوجود معاشرت کے امام صاحب کے کمالات کو صرف حیرت ہی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ ان کے فضل و کمال کا اعتراف ایسے الفاظ میں کرتے ہیں۔ جن سے امام صاحب کی اعلیٰ درجہ کی علمی فصیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور ہر منصف مزاج کے لیے ان کی خدا داد قہاست اور قوتِ حافظہ فہم و تبحر علمی کے اندازہ کرنے کا پیمانہ ہاتھ لگتا ہے۔ گو صحیح بخاری کے رہتے ہوئے ان خارجی شہادتوں کی ضرورت نہیں۔

امام ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ کہ خراسان میں امام بخاری جیسا کوئی اسفظ

نہیں ہوا۔ اور نہ خراسان سے عراق کی طرف امام بخاری جیسا ذمی علم کوئی آیا۔
محمد بن حریث کہتے ہیں کہ میں نے امام زرعہ سے ابن ابی عمیر کے بارے میں
سوال کیا تو انہوں نے کہا: ترکہ ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری نے اسے
ترک کر دیا ہے۔ پھر اس کے بارے میں کیا پوچھنا ہے۔

حسین عجمی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری اور مسلم سے بڑھ کر حافظ حدیث
نہیں دیکھا! امام مسلم سب کچھ تھے لیکن امام بخاری کے رتبے کو نہ پہنچ سکے! اور میں
امام ابو زرعہ اور ابو حاتم رازی کو امام بخاری کی باتوں پر کان لگا کر دھیان سے
سننے دیکھا۔ امام الحدیث کی نسبت عجمی کے اور الفاظ یہ ہیں:

کان ائمة من الاصل دینا فاضلا یعنی امام بخاری ایک امت تھے بڑے
یحسن کل شئی وکان اعلم من محمد دیانت دار۔ ہر فن کو اچھا جانتے تھے۔ اور
بن یحییٰ بکذا وکذا۔ محمد بن یحییٰ ذہبی سے کئی گونہ بڑھ کر تھے۔

عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی صاحب السنن فرماتے ہیں کہ میں حرمین حجاز
شام عراق سب جگہ پھرا۔ اور علما سے ملاقات کی۔ لیکن امام بخاری جیسا جامع کسی کو
نہیں پایا! امام بخاری ہم سے کہیں بڑھ کر فقیہ عالم طالب حدیث تھے۔

امام دارمی سے ایک حدیث کی صحت کا سوال کیا گیا جس کی تصحیح امام
بخاری کر چکے تھے امام دارمی نے امام صاحب کی تصحیح مان کر سائل سے فرمایا۔
امام بخاری مجھ سے کہیں بڑھ کر بصیرت والے ہیں۔ امام دارمی کے اور الفاظ یہ ہیں۔

ہو اکیس خلق الله عقل عز الله یعنی امام بخاری خدا کی مخلوق میں بہت ہوشیار
ما امر به ونہی عنہ من کتابہ و دانا ہیں۔ خدا نے قرآن میں یا اپنے نبی کی زبان

علی لسان نبیہ اذا قرأ محمد بقران
 شغل قلبہ وبصرہ وسمعہ وتفکر فی
 را حادیت نبویہ میں جو احکام فرمائے یا جس سے
 منع کیا۔ ان کو امام بخاری نے خوب سمجھا جب
 امثالہ و عرف حلالہ من حرامہ وہ قرآن پڑھتے ان کی آنکھ ان کا دل قرآن میں گڑ
 جاتا۔ وہ اس کے کلیات میں غور کرتے۔ اس کے حلالی و حرام پہچانتے۔

ابو حاتم بن منصور فرماتے ہیں یہ امام بخاری بوجہ علمی بصیرت اور عبور کے
 خدا کی ایک نشانی ہیں۔

ابو سہیل ثقیہ کہتے ہیں کہ میں بصرہ۔ کوفہ۔ شام۔ حجاز سب جگہ پھرا اور ہر جگہ
 کے علماء سے ملا۔ جب امام بخاری کا تذکرہ ان کے درمیان میں ہوتا۔ تو سب کے
 سب بالاتفاق امام بخاری کو اپنے اور پر فضیلت دیتے۔

ابو سہیل کہتے ہیں میں نے مصر میں تیس اہل کمال سے زیادہ کو کہتے سنا کہ
 ہمارے آرزو دنیا میں صرف یہ ہے کہ امام بخاری کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔
 ان کی زیارت سے ہمارے آنکھیں منور ہوتیں۔

صالح بن محمد جزیرہ کہتے ہیں یہ ماہر آیت خراسانیہ ازہر من محمد
 بن اسمعیل واحفظ للحديث

امام بخاری دارالعلوم بغداد میں درس دے رہے تھے۔ تو صالح بن محمد امام صاحب
 کے مستعملی تھے۔ صالح بن محمد کہتے ہیں کہ امام صاحب کی درس گاہ کے حاضرین کی
 تعداد میں ہزار تھی۔ محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں یہ بغداد کے اہل علم نے امام بخاری
 کو ایک خط لکھا۔ جس میں امام صاحب کو مخاطب کر کے یہ شعر لکھا ہے

المسلمون تجیر ما بقیت لہم ولیس بعد الشیخ حین تفتقد

یعنی امام بخاری جب تک تم زندہ ہو مسلمانوں میں خیر و برکت ہے۔ خدا نخواستہ
آپ جس وقت نہیں رہیں گے تو اس وقت خیر و برکت کہاں۔

✓ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ کہتے ہیں۔ امام بخاری سے بڑھ کر احادیث
رسول اللہ کا عالم آسمان کے نیچے کوئی نہیں ہے۔

ابو عمر و خفاف کہتے ہیں: امام بخاری علم حدیث میں امام احمد و اسحاق سے
میسوں و درجہ بڑھ کر ہیں۔ جو شخص امام بخاری کے بارے میں کلام کرے گا اس پر
میرزا جی طرف سے ہزاروں لعنتیں ہیں۔ اگر امام بخاری اس دروازہ سے گزر جائیں۔
اور میں حدیث بیان کرتا ہوں تو میں رعب سے بھر جاؤں۔

✓ عبداللہ بن حماد اہلی کہتے ہیں: میری یہی تمنا تھی کہ میں امام بخاری کے
جسم کا ایک بال ہوتا۔ اور جو شرف اس بال کو حاصل ہے۔ مجھے حاصل ہوتا۔
سلیم بن مجاہد کہتے ہیں۔ ساٹھ برس گزر گئے کہ میں نے کسی کو امام بخاری سے
زیادہ فقیر نہیں دیکھا۔ حافظ موسیٰ بن ہارون حمال کہتے ہیں۔ کہ میری تحقیق ہے کہ اگر
کل اہل اسلام مجتمع ہو کر امام بخاری جیسا شخص دکھلانا چاہیں تو نہ دکھلا سکیں گے۔
تقیید المہمل اور مقدمہ فتح الباری وغیرہ سے بخیاں اثنی عشر مشاہیر
فضلا کے چند نام گنائے گئے جن کا علم و فضل مسلم ہے۔ اور ان کی تحقیقات پر
اہل اسلام ناز کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی اس مختصر میں گنجائش
نہیں۔ اس کے لیے طبقات کبریٰ۔ الفوائد الداری۔ مقدمہ فتح الباری کا
مطالعہ کرنا چاہیے۔

فضلائے متاخرین کی رائیں

امام بخاری کی مدح و ثنا میں اگر متاخرین کے اقوال نقل کئے جائیں تو کتنے دفتر لکھنے پڑیں۔ حافظ ابن حجر کا یہ مقولہ نہایت صحیح ہے۔

ولو فحقت باب شئنا الا ثمة عليه من
تاخر عن عصره لفقى القرطاس ففدت
الانفاس وذا لئلا يجر كلاما حل لرو
انما ذكوت كلام ابن عقدة وابي
احمد عنوا لذلک وبعدهما تقدم
من شئنا كيار مشائخه عبيد لا يجتبع
الى حكاية من تاخره لانك انما اتوا بما
شاهدوا وروى عن اهلوا بخلان من بعد
فان شئنا هم وصنفهم بنى على الاصول على ما
نقل اليهم وبنوا المقامين فرق ظاهرا وليس العيان كالخبر۔

یعنی امام بخاری کی مدح میں اگر متاخرین کے
اقوال نقل کرنے شروع کروں۔ تو کاغذ ختم ہو جائے
اور عمر صرف ہو جائے متاخرین کی مدح سرائی
بحر بے پایاں ہے۔ متاخرین میں ابن عقده۔ اور
ابو احمد کے اقوال میں نے بطور نمونہ کے نقل کئے
ہیں۔ کیونکہ مشائخ کبار کی مدح کے بعد متاخرین
کی مدح سرائی کی کوئی حاجت نہیں رہتی
سنہ دہائیوں میں جو متقدمین کے لکھے یا نہیں
اور حاشیہ کے پورا مشہور ہے۔

ہمارا اچھتہ ارادہ تھا کہ امام الحدیث کی شان میں فضلائے متاخرین کے اقوال
بالتفصیل لکھیں۔ اور ہر مدحی کے اہل علم کے اقوال ملتقط کرنے کے لیے علیحدہ
علیحدہ عنوان قائم کریں۔ لیکن ایسا کرنے میں تطویل لا طائل تھی۔ جس سے ہم کو
ہمارے احباب نے بے دردی و کایہ اور حقیقت میں کتاب کا حجم اس قدر بڑھ جاتا کہ طبع
کے بار کا تحمل ہونا مشکل تھا۔ اس لیے ہم نے مجبور ہو کر شیخ الاسلام کے فقرات

مذکورہ یا لاپرواہی کتفا کی جس کا جی چاہے شرح صحیح بخاری اور کتب تاریخ و رجال سے ان اقوال کو ملے لفظ کرے۔

تاہم اس خصوصیت کے لحاظ سے کہ یہ کتاب مارو و زبان میں لکھی گئی ہے اور زیادہ حصہ اس زمانہ کے سمجھنے والوں کا وہ ہے۔ جو انہیں بزرگوں کے اقوال کا پابند ہے جو ان کے ہم مشرب ہوں۔ اس لیے ان کے ہم مشرب علماء کے چند اقوال ان کی تشفی کے لیے نقل کر دیئے جاتے ہیں۔ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں۔

المحافظ الحفیظ الشہید المیراثا تدا بصیر
الذی شہدت بحفظہ العلماء افتقات
واعترفت بقبطہ المشاہد الاثبات لہ
ینکر فضلہ علماء ہذا الشان ولا تنازع
فی صحۃ تنقیدہ اثنان کا امام الہام حجة

یعنی شرح بخاری ص ۱۰۱ امام بخاری
حدیثوں کے پرکھتے واسلے اہل بصیرت
راہل شہرت ہیں امام ہیں اہل اسلام کے
یہ حجت ہیں۔ علمائے ثقافت نے ان کی
فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

ایضاً صحیح بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اتفق علماء الشرق والغرب علی انہیں
بعد کتاب اللہ احسن من صحیح البخاری
ومسلو

یعنی شرح بخاری ص ۱۰۱ تمام دنیا کے علماء
اس بات پر متفق ہیں کہ خدا کی کتاب کے بعد
صحیح بخاری و سلم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں

ایضاً اطبق علی قبولہ بلا خلاف
علماء الاسلاف والاختلاف (عینی علی البخاری)

یعنی علمائے متقدمین و
متاخرین صحیح بخاری کی مقبولیت پر متفق ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی صاحب رد المختار شارح و المختار کا قول ہے

علہ عقود اللسانی فی مسند العوالی مطبوعہ مصر ۱۲

کامام الخلفی محمد بن رسول البشیر

حیث وجد فی امتہ مثل هذا الفرد

العدد یر النظیر من کان وجوده من النعم

الکبری علی العالم المومنین فی الحدیث

احد سلاطین الاسلام الامام المجتهد

ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری بن

المنیر بن برزنجہ الجعفی مولا امام

المومنین و سلطان المحدثین الحافظ الشہید

و الناقد البصیر وقد اجمع الثقات علی حفظہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

یعنی امام بخاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں کہ حضرت کی

امت میں ایسا بے نظیر شخص پایا گیا ہے جو بے مثل

ہے جس کا وجود ایک نعمت کبریٰ ہے جو

امیر المومنین فی الحدیث ہیں سلطان المحدثین میں

امام ہیں مجتہد ہیں ناقد بصیر ہیں آگے لکھتے

ہیں امام بخاری کی جلالت قدر پر حفظ پر

اتفاق پر تمام دنیا کے ثقہ لوگوں نے اتقان کیا

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

و اتقانہ بجلالہ قدر کما عدوا من اجل حمورہ

تجر علمی، وسعت معلومات، ذکاوت قوت اجتہاد۔ سیدان ذہن۔ قوت حفاظہ پر
 روشنی ڈالنی بے شبہ آفتاب کو مشعل دکھانا ہے۔ بے ساختہ یہ مصرع زبان
 پر جاری ہو جاتا ہے کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی یا علامہ بحر العلوم لکھنوی یا دیگر فضلاء کے
 اقوال سے امام المحدثین کی رفعت شان دکھلانی ایک نعل عبث ہے بلکہ
 امام المحدثین کی عظمت شان کو گھٹانا ہے۔ علامہ سبکی کا یہ فرمانا بہت صحیح ہے
 علاعن المدح حق ما یزان بہ کانما المدح من مقدار لا یضغ

امام بخاری کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں

جہاں بلند خیال اپنی تقلید نے اپنی وسعت و داعی اور بلند پروازی
 سے حضرت عیسیٰ اور امام مہدیؑ جیسے لوگوں سے اپنے ائمہ کی تقلید کرا چھوڑی
 حنفیوں نے کہا امام آخر الزماں حنفی ہوں گے، شافعیوں نے کہا شافعی ہوں گے

۱۔ مادعین کی مدح ان کے ہم رتبہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ حج ان کے رتبہ سے نیچی رہ جاتی ہے
 ۲۔ در مختار میں لکھتے ہیں وقد جفقت لہ الحکمہ لاصحابہ وانما عہ من ذمہ الی ہذا الایام
 الی ان یحکمہ مذہب عیسیٰ علیہ السلام اور علامہ طحاوی لکھتے ہیں ادعی بعض الحنفیۃ ان
 کلام من عیسیٰ والمہدی یقلد ان مذہب الامام ابی حنیفۃ یعنی صاحب دین
 فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب برابر رہے گا۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام انہیں کے مذہب کے مقلد
 ہوں گے۔ اسی طرح علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ بعض حنفیہ نے یہ بھی کہا کہ حضرت عیسیٰ اور امام مہدیؑ
 امام ابوحنیفہ کے مقلد ہوں گے۔ پھر لکھتے ہیں علا ان الشافعیۃ یقولون بموافقتہ اجتزادۃ للشافعیۃ ۱۳

جس سے صوفی وقت علامہ محی الدین ابن عربی جیسے صاف طینت کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ ان سے بھی باد جو دسادہ دلی کے نہ رہا گیا۔ اور فتوحات مکہ میں صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالے، خلاف عقل تھا کہ ایسے بلند خیال لوگ امام محمدین سے چوک جائیں۔ علامہ عجلونی لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب میں وہ اہل تقلید نے اختلاف کیا ہے، بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ امام صاحب شافعی تھے، ابو عاصم نے امام صاحب کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا اور وجہ یہ لکھی انہ سمع من الکراہیسی وابی ثور و ابو عفرانی و تفرغ علی الحمیدی و کلہم من اصحاب الشافعی رحم یعنی امام بخاری اس جرم میں شافعی ہیں کہ انہوں نے کراہیسی ابی ثور۔ زعفرانی سے حدیثیں سنیں، اور حمیدی سے تفرغ حاصل کیا اور یہ سب

لہ اصل عبارت یہ ہے تفسیر ماقتد من انفا من اخذ البخاری عن الکراہیسی و ابو عفرانی و ابی ثور ان یكون شافعیاً وقد اختلفت فی مذہب فقہ انہ شافعی المذہب جری علیہ التلمذ السبکی فی طبقاتہ فقال ذکرہ ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیہ فقال انہ سمع من الکراہیسی و ابو ثور و ابو عفرانی و تفرغ علی الحمیدی و کلہم من اصحاب الشافعی انقی قیل انہ حنبلی و ذکرہ ابو الحسن بن العزاقی فی اصحاب الامام احمد بن حنبل و اسند عن البخاری انہ قال خلعت یندلائمان مراراً و فی کل ذلك اجالس احمد بن حنبل فقال لی احرم اذ اعنتہ یا ابا عبد اللہ تترك العلم والناس و تصیر الی خراسان فقال البخاری فاننا الان اذکر قولہ

عہ صحیح بخاری میں امام شافعی پر مسائل فقیہ میں نجاستہ عنسالة الشعر و صلوة الجمعة عن الاربعین وغیرہ میں صراحتاً نہ موجود ہے ۱۲ منہ

امام شافعی کے تلامذہ ہیں۔ ابو عاصم کے خلف علامہ ابوالحسن ابن عراقی یہ فرماتے ہیں کہ نہیں امام صاحب حنبلی المذہب تھے۔ اس لیے کہ امام احمد بن حنبل کے تلامذہ میں ہیں۔ امام بخاری کا خود اپنا بیان ہے کہ میں آٹھ بار بغداد گیا ہوں اور ہر بار امام احمد کے پاس بیٹھا۔ آخری بار جب میں رخصت ہونے لگا تو آپ نے اجازت دینے میں تامل فرمایا تھا۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ امام صاحب کو کسی نے حنفی نہیں لکھا حالانکہ جب فقہ کے خیال سے حنبلی یا شافعی کہا جاتا ہے تو امام صاحب کو حنفی بھی ضرور کہنا چاہیے کیونکہ ابتداء تحصیل میں قبل از سفر امام صاحب نے فقہ حنفی اور اس کے اصول تخریج کو حاصل ہی نہیں بلکہ اچھی طرح ازبر کر لیا تھا۔ خود امام صاحب کا بیان ہے قہمت و حفظت کلام ہو لاء۔ افسوس کسی صاحب نے اس طرف توجہ نہ کی۔ شاید صحیح بخاری کے بعض الناس نے اس طرف سے خیال پھیر دیا، ہمیں افسوس ہے ان لوگوں پر جن کو طبقات شافعیہ کے مطالعہ کی بھی نوبت آئی ہے اور پھر امام بخاری کو شافعی المذہب قرار دیتے ہیں، حالانکہ ابو عاصم اور سبکی وابن المسلق وغیرہ کی ایک خاص اصطلاح ہے وہ یہ کہ جن کو امام شافعی یا امام احمد سے علاقہ تلمذ کا ہوتا ہے ان کو طبقات شوافع و طبقات

عہ اگر سلسلہ تلمذ سے مقلد ہونا ثابت ہو سکتا ہے تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کس جرم میں اس قانون سے الگ کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ کا تلمذ امام مالک سے کتب اصول حدیث و تدریب وغیرہ میں بصراحت موجود ہے۔ اور امام شافعی کا تلمذ محتاج بیان نہیں پھر لوگ کیونکہ مالکی نہ ہونے ۱۲۔

حنابلہ میں شمار کرتے ہیں اگرچہ اس نے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے
 مذہب میں مخالفت کی ہو اور اگرچہ وہ مذہب مستقل رکھتا ہو اور صاحب
 اجتہاد ہو۔ اسی بنا پر ابو عامر اور علامہ سبکی نے طبقات شوافع میں امام احمد
 بن حنبل اور واژ و ظاہری وغیرہ کو شمار کیا حالانکہ یہ لوگ بلانکیر صاحب
 اجتہاد اور صاحب مذہب مستقل ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب اہل تقلید نے ائمہ کی تقلید کے وجوب کا دعویٰ
 کیا وہ بھی ائمہ اربعہ کی تقلید کا ثواب اس دعوائے وجوب کے بعد کسی کو
 محقق کیوں کر کہہ سکتے تھے، اور اپنے ائمہ کی تخریجات کے سامنے کسی کے علم و توت
 اجتہاد کو کیوں کر تسلیم کر سکتے تھے، شاید اور بھی ممکن ہو تا تو ترقی کر کے تابعین و
 صحابہ کو اپنے ائمہ کا مقلد بناتے، آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر الوعزم
 کو اور امام مہدیؑ کو حنفی اور شافعی بنا دیا۔

علامہ عمبلونی ان دو قولوں کے بعد ایک تمیز قول لکھتے ہیں وقیل کان
 مجتهدا مطلقا واختاره البخاری قال والمیل بكونه مجتهدا مطلقا صرح به
 تقی الدین تیمیہ فقال اندامام فی الفقه من اهل الاجتہاد یعنی امام بخاری
 مجتہد مطلق تھے اسی کو علامہ سخاوی نے مختار کہا ہے اور کہا اسی کو ترجیح ہے کہ
 امام بخاری مجتہد مطلق تھے ان کے مجتہد مطلق ہونے کی تصریح کی ہے علامہ
 تقی الدین بن تیمیہ نے۔ وہ لکھتے ہیں کہ امام المحدثین امام فی الفقه تھے اور
 اہل اجتہاد تھے؛

عہد احوال جرح علامہ شامی و شیخ فور الحق و شیخ الاسلام و دیگر لوگوں نے امام صاحب کے باقی برحقیند

طبقات صوفیہ میں امام صاحب کا شمار

یہ بات کچھ کم حیرت سے نہیں دیکھی جائے گی کہ، مشہور محقق علامہ شعرانی نے امام المحدثین کو ان صوفیوں میں شمار کیا ہے جن کا تصوف مانا ہوا ہے اور جن کی پیروی کی جاتی ہے، علامہ موصوف اپنی اس قابل قدر تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں انہوں نے امام صاحب و دیگر صوفیائے کرام و اولیاء اللہ کے حالات انتخاب فرمائے ہیں، لکھتے ہیں لخصت فی جماعۃ من الاولیاء الذین یقتدی بہم من الصحابۃ والتابعین الی آخر القرن التاسع وبعض العاشر خلاصہ یہ کہ میں نے اس کتاب میں صحابہ اور تابعین اور نویں صدی تک کے تمام تراویح اور دسویں صدی کے بعض ان اولیاء اللہ کی جماعت کو منتخب کیا ہے جن کی اقتدا کی جاتی ہے، یہ کتاب علامہ موصوف کی مشہور کتاب الطبقات الکبریٰ کا ایک حصہ ہے۔ اس حصہ کا نام محقق موصوف نے لواقع الانوار فی طبقات الاخیار رکھا ہے، علامہ کے قول سے واضح ہے کہ اس کتاب کا موضوع ہی علامہ نے مانے ہوئے اولیاء اللہ کے نفوس قدسیہ کو قرار دیا ہے، پھر علامہ نے اپنی اس تالیف کی غایت یہ بتائی

البتیہ صخرہ سابقہ، مجتہد مطلق ہونے کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ وقال صاحب الغیب ان البخاری مجتہد لا یدب فیہ وما اشتهر اندشانی نلموا اقتدایاہ فی المسائل المشہورۃ انتھی رتد بسط شیخنا الکلام علی مذاہب اصحاب الصحاح البت فی مقدمۃ تحفۃ الا حوذی ص ۱۱۱ نارجع الیہا ۱۱۱ بید اللہ ابرہمانی

و مقصودی من هذا التالیف فقہ یعنی میرا مقصود اس تالیف کے سلف کا طریقہ بتانا ہے
طریق القوم فی التصوف من احاب کہ ان کا طریقہ تصوف میں کیا تھا۔ ان کے مقامات
المقامات والاحوال کاغیر۔ ان کے احوال کیسے تھے۔

امام بخاری کو طبقاتِ صوفیہ میں شمار کرنے کو دو جماعتیں سخت حیرت کی
نگاہ سے دیکھیں گی۔ ان میں پہلی جماعت موجودہ صوفیوں کی ہے اس لیے
کہ موجودہ زمانہ کے عملی تصوف اور مردِ جبہ صوفیت پر نظر کرتے ہوئے یہ جملہ کہ
امام بخاری مانے ہوئے کامل صوفی تھے "نہایت بے جوڑی سی بات معلوم ہوتی ہے
امام بخاری کے دربار میں نہ عرسِ مقامانہ محفلِ توالی۔ نہ تصورِ شیخینہ آنکھیں بند
کرنی۔ نہ چاہ کشتی۔ نہ رسمِ گاگر۔ نہ مردوں سے بد و مانگنی۔ نہ کوئی درگاہ۔ نہ قل۔
نہ فائزہ۔ نہ مریدوں کے نذرانے پر گزارہ۔ نہ قبروں کا چڑھاوا۔ نہ قیامِ مولد۔
نہ مجلسِ مولودی کی ہیئتِ کذائی۔ نہ گلے ملا کر غزلیات گانے نہ اہل حال کا اچھل
کود۔ نہ وحدت وجود کا عقیدہ۔ نہ صلواتِ غوثیہ۔ نہ مراقبہ کشفِ قبور، بلکہ صرف
احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس اسی کی پابندی اسی کا چرچہ
تھا جو موجودہ تصوف کی بیخ و بنیاد کا استیصال کرتا ہے۔"
دوسری جماعت اہل حدیث کی ہے۔ امام بخاری کی نسبت یہ جماعت
یقین کرتی ہے کہ وہ سیرۃ رسول اللہ کے ولداہ تھے۔ اسی کی تدوین اور
انشاعت و پابندی میں اپنی عمر کا سارا حصہ تمام کر دیا۔ بدعات سے محترز
اسی وجہ سے جس قدر فرقے نئے نئے پیدا ہو گئے تھے۔ ان کو امام صاحب
بدعتی اور محدث کہتے تھے۔ اور ان کا رد نہایت جوش سے صحیح بخاری میں

لکھا ہے۔ یہاں تک کہ اعمال کے جزو ایمان ہونے کا صراحتاً حدیثوں میں تذکرہ وارد ہوا۔ اس وجہ سے جو اس کا قائل نہ ہوتا اس کو امام صاحب مڑھی کہتے۔ امام صاحب کی اس طرز زندگی پر نظر کرتے ہوئے کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ وہ صوفی تھے کیونکہ تصوف بھی ایک محدث چیز ہے امام صاحب کو صوفی کہنا امام صاحب کے ذامن تقدس پر بدعت کا دھبہ لگانا ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ تصوف جس نے آج اپنے اتباع کو جلد سے زیادہ بدنام کر رکھا ہے کسی زمانہ میں بڑی خیر و برکت اور بہت ہی محمود چیز تھی۔ احکام شرعی کی سختی سے پابندی۔ ایثار نفس... ہدایت مخلوق میں سعی کرنی۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کا شوق۔ مصائب پر صبر و استقامت۔ جہاد کے لیے ہمت و مستعد رہنا۔ اپنے نفس کا انتقام نہ لینا۔ مکارم اخلاق کا پھیلانا۔ دنیا سے بے رغبتی۔ پابندی تقویٰ۔ بدعات سے اجتناب۔ غرض شریعت نے جن باتوں کو عزم امور تاکیدی باتیں اور اصلی مقاصد فرمائی ہیں انہیں کا اصلی مرقع تھا۔ ان کو کون محمود نہ کہے گا صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں باتوں سے خاک سے اکسیر اور مس سے گند بن گئے۔ ان کا تصوف نام رکھنا اصطلاح جدید تو بیشک ہے۔ لیکن مقصود واضح ہو جانے پر چنداں مضائقہ نہیں۔ و لا مشاخر فی الاصطلاح۔ اس عالم کا ایک عام قانون ہے "تغیر" اس عام قانون سے تصوف کیونکہ مستثنیٰ رہ سکتا تھا۔ اختلاط اقوام و مذاہب و امتداد زمانہ سے اس نے بھی کئی رنگ اختیار کئے۔ اگر ہمارے وہ برادران جو صفات اور بے لوث مسلمان رہنا

پسند فرماتے ہیں ہمیں اجازت دیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ گواصطلاح جدید ہے،
 کہ ابتدائی حالت تصوف کی وہی تھی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
 آپ کے اصحاب نے عملی برتاؤ سے دکھایا جو آج تک کتب احادیث و وفات
 حدیثیہ میں بے کم و کاست محفوظ ہے۔ جب تک فلسفہ یونان نے مسلمانوں
 میں زور نہیں پکڑا تھا۔ رومن کیتھولک کا اختلاط نہیں ہوا تھا۔ تصوف اپنی
 اصلی صورت پر باقی تھا۔ لیکن فلسفہ کی یورش۔ رومن کیتھولک کے اختلاط
 نے تصوف میں بہت بڑا اثر پیدا کیا، وحدت وجود خاص فلسفہ یونان
 کا مسئلہ ہے۔ تصوف کا جزو اور لازمی امر مانا گیا۔ منصور کا انا الحق اور
 ایک دوسرے صوفی کا یہ شعر

بچہ در بچہ خدا داریم + ما چہ پروا نے مصطفیٰ داریم

اسی تصوف کا نتیجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے بزرگان دین
 کو حاضر ناظر جاننا مخلوق کو خالق میں اور خالق کو مخلوق میں گھٹ میل کرنا
 اسی کے تجذبات کا نتیجہ ہے۔ نصوص الحکم۔ و تالیفات محقق طوسی وغیرہ
 اسی فلسفہ کے اختلاط کے نتائج ہیں۔ تصوف نے فلسفہ یونان سے وہ وہ
 دقیق ابھارت لیے جو عام ذہنوں سے کہیں بالاتر تھے۔ اسی وجہ سے تصوف
 بہت مشکل امر سمجھا گیا اور بات یہ بنائی گئی کہ یہ علم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے سے سینہ بسینہ آتا ہے۔ جو عین قدر
 فلسفی تھا اسی قدر کامل صوفی سمجھا گیا۔ اور تصوف ایک نہایت دقیق فن تھا
 کیا گیا۔ یہ ہے تصوف کا دوسرا دور جو درحقیقت فلسفہ یونان ہے۔ اس کے

بعد تصوف نے ہنود برہمنوں جو تشیوں جو گیوں گبروں کے اختلاط سے ایک تیسرا رنگ اختیار کیا۔ تصور شیخ جو کہ ماہذا التماثل اللتی انتم لہا عاکفون کا پورا نوٹ ہے ہنود تصوف قرار دیا گیا اپنے ایجاد کردہ ریاضات عملیات اور زیادہ تر جو گیوں جو تشیوں برہمنوں گبروں کے عملیات ریاضات کی مشاتی سے سرور گارہ گیا۔ اس کے علاوہ عرس کرتا طوائف قبر کرنا مردوں کو بیکار کرنا۔ قبروں پر غلاف چڑھانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بزرگوں کو فیضان یقین کرنا۔ چلہ کشی کرنی۔ آنکھیں بند کرنی۔ کاکلیں بڑھانی۔ قوالی کرانی کشف قبور کے لیے مراقبہ کرنا۔ غرض اسی طرح کی بیسیوں باتیں ہیں جو آج کل تصوف

لے ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے فہانی صاحب کی وہ شہادت کافی ہے جو اپنے اللہ وہ جلدۃً میں دی ہے، آپ کہتے ہیں: بہت سے مسلمانوں کے فضلہ نے آذر کیوان کی شاگردی کی، اور چونکہ وہ موحّد صوفی تھے اس لیے سلوک کے مقامات اس سے طے کئے، ان میں سے محمد علی شیرازی، محمد سعید اعظمی، عاشق بیگ، محمود بیگ کا حال مصنف دہستانی نے تفصیل سے لکھا ہے۔ لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ شیخ بہا الدین عالمی نے بھی آذر کیوان کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا۔ آذر کیوان کا موبدان سے سلوک کے مقامات حل کرنا یہیں دلیل ہے کہ یہ تصوف نہ تھا سلامی چیز ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ بسینہ آیا ہے! اسی واسطے آج دنیا میں یہود، نصاریٰ، گبر، ہنود وغیرہ تمام فرقوں میں صوفی پائے جاتے ہیں۔ پھر نعمانی صاحب کہتے ہیں موبد مردشی ندر دشت کی نسل سے تھا اکثر خوارق عادات اس صادر ہوتے، پھر کہتے ہیں موبد خوش، جوتی، ایک مدت تک حق کی تلاش میں تمام دنیا میں پھرتا رہا آخر آذر کیوان کی خدمت میں پہنچا اور اس سے مقامات سلوک تحصیل کئے۔ دیکھو رسالہ اللہ وہ جلد۲۔ یہ ہے تصوف کی حالت جس کو سینہ بسینہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چلے آئے گا دعویٰ کیا جاتا ہے ۱۲ سنہ ۱۰۰۰ گبروں نے

کی جان سمجھی جاتی ہیں۔ جس شخص میں یہ باتیں نہیں ہیں نہ عام طور سے لوگ اسے
صوفی جانتے ہیں نہ وہ اپنے کو صوفی سمجھتا ہے۔ یہ تصوف کا تیسرا دور ہے۔

تصوف کی پچھلی دو صورتوں کے لحاظ سے ایک ایسے محدث کو صوفی
کہنا جو تنقیدِ حال میں تشدد و تنقیدِ حدیث میں سخت شروط کا پابند ہو۔ فن
تاریخ میں مقدم قوم ہو۔ امام المحدثین کے لقب سے ممتاز ہو۔ احادیث کے
خلافات عمل کرنے والے کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہو۔ کیا حیرت
بخش نہیں ہے؟ بہر حال علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

وہ صوفی بزرگان اور لیڈر اللہ جن کی آج عالم میں پیروی کی جاتی ہے اور مانے ہوئے
صوفی ہیں۔ ان میں امام بخاری بھی ہیں رضی اللہ عنہم امام بخاری ان علمائے عالمین
سے ہیں جن کے تذکرے کے وقت خدا کی رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔ امام
بخاری صائم الدہر ہمیشہ روزہ رکھنے والے ادب جارع تھے۔ اس خیال سے کہ
بیت الخلا میں بار بار جانے میں بے ستر ہونا پڑتا ہے۔ خداوند عالم سے کیا چاہیے
آپ نے غذا کم کرنی شروع کر دی۔ چند روز میں عادت کرتے کرتے یہ نوبت پہنچی
کہ ایک خرما یا ایک بادام پر گزار دینے کی عادت ہو گئی ۱۵۴ھ ہجری میں ولادت ہوئی
۱۵۶ھ میں عید الفطر کی شب میں وفات پائی۔ سمرقند سے دو میل کے فاصلہ پر
قریب نمرتک میں مدفون ہوئے۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک میری مدد اور ذمہ کرنے والے
دونوں برابر ہیں اور فرماتے ہیں مجھے امید ہے کہ میں خدا سے ایسی حالت میں ملوں گا
کہ مجھ سے اس امر کا سوال نہ ہو گا کہ تو نے فلاں شخص کی غیبت کی تھی۔ کبھی آپ

یہ ذر و سخت کے معاملے میں نہیں پڑے۔ دوسرے لوگ انجام دیتے، انتہا درجہ کے پرہیزگار تھے۔ اندھیرے میں سوتے اور راتوں کو بیسیوں بار اٹھ کر چفتان سے چراغ روشن کر کے احادیث لکھتے یا صحیح حدیثوں پر نشان دیتے اور سو رہتے۔

راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز تیرہ رکعتیں پڑھتے۔ ان میں ایک رکعت وتر علاحدہ پڑھتے۔ رمضان کی راتوں میں ثلاث قرآن روزانہ اکیلے تہجد کی نماز میں پڑھتے اور تیسرے روز ختم قرآن کرتے۔ فرمایا کرتے کہ ہر ختم قرآن پر دعا مقبول ہوتی ہے، امام بخاری نے جب کوئی حدیث صحیح بخاری میں داخل زمانی تو شکرانہ کی دو رکعتیں ادا کیں۔ اپنے والد کے مال سے کھاتے رہے۔ اس وجہ سے کہ ان کے والد کا مال غیر مشتبہ تھا۔ ان کے علاوہ امام صاحب کے اور اوصاف بکثرت ہیں اور مشہور ہیں۔

علامہ شعرانی نے امام صاحب کے دلی الشہادہ برگزیدہ خلا ہونے کے وجوہات نہایت اختصار کے ساتھ تلخیص کئے ہیں۔ ہماری اس کتاب کے ناظرین کو امام صاحب کے وہ حالات مفصل معلوم ہوں گے جو تصوف کی روح و دال ہیں۔ مثلاً احادیث کی تحقیق، تنقید، جمع، نشر میں عمر عزیز کو ختم کر دینا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلدادہ ہونا، ساری عمر اسی دُھن میں رہنا، اس میں تکلیفوں کو راحت جاننا، بدعات اور غلات طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا، ان کی تردید کرنی، اشاعت احادیث اور فقہ الحدیث میں سرگرم رہنا، سنن کی پابندی میں مضبوط رہنا وغیرہ وغیرہ۔

جب ایک مشہور علامہ نے ایام صاحب اور نیز دیگر اکابر ملت و صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین کی ایک جماعت کو صوفیوں میں شمار کیا ہے تو مناسب ہے کہ تصوف محدث پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے۔ جس سے ان اکابر ملت کا اس مردِ جہ تصوف سے بیزاری کا یقین کیا جائے اور یہ یقین کیا جائے کہ اگر یہ اکابر ملت صوفی تھے تو وہ تصوف "مردِ جہ تصوف" سے کوئی نسبت نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ وہ کچھ اور ہی تھا۔

عام طور پر اب تصوف کے لیے سلسلہ بیعت بالخصوص قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ مجددیہ، صابریہ، شاذلیہ، نظامیہ، سہروردیہ وغیرہ کا ہونا شرط بتایا جاتا ہے۔ اب تک سلسلہ بیعت کے سینکڑوں طریقے ایجاد ہو چکے ہیں۔ اور ایجاد ہوتے جاتے ہیں۔ اور کتنے آئندہ ایجاد ہوں گے۔ اور ہر ایک کے آداب اشغال و وظائف جدا گانہ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور اس کے بعد خلفائے راشدین، و نیز تابعین و تبع تابعین، اور اس کے بعد کئی صدیوں تک تو بجز بیعت امارت اور بیعت توبہ کے دوسری بیعتوں کا پتہ نہیں، اور ان دونوں بیعتوں کے لیے خود عہد مبارک نبوی میں اور اس کے بعد صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں نہ سلسلہ بیعت تھا، نہ اس کا ثبوت کہیں سے پایا جاتا ہے۔ بیعت امارت کے وقت نہ سلسلہ بیعت ملا تا نہ اس کا کوئی سلسلہ ہوتا۔ اسی طرح بیعت توبہ کے وقت توبہ کو لیتا اور ترکِ معاصی پر اقرار سے لیتا۔ اور اس بیعت کا لینے والا ہی وہی خلیفہ یا

سہ نیا نکالا ہوا امانہ

امام ہوتا۔ لیکن آگے چل کر جب خلافت سلطنت کی صورت میں بدل گئی اور دنیاوی
 زمان رواؤں اور دینی مقتداؤں کا درگروہ جداگانہ قائم ہو گیا۔ تو بیعت توبہ کا حکم
 وقت سے منتقل ہو کر دینی مقتداؤں میں چلی آئی۔ لوگ کسی مقتدا سے وقت و جو
 اعلیٰ درجہ کا متقی ہوتا، کے ہاتھ پر توبہ کر لیتے۔ وہ بیعت توبہ سے لیتا۔ لیکن پھر بھی
 سلسلہ بیعت نہیں ملتا کہ مجھے فلاں کے ہاتھ پر بیعت توبہ حاصل ہے اور ان کو
 فلاں کے ہاتھ پر۔ رفتہ رفتہ گتے یاں قائم ہو گئیں۔ خالق ہیں نہیں تو سلسلہ بیعت بھی
 ملایا جانے لگا، اب جس قدر مسلمان ہیں قریب قریب سب اس کے خوگر ہو گئے!
 یہ ہے بیعت کی مختصر کیفیت۔ جب سلسلہ بیعت قائم ہوا۔ تو ہر ایک کے آداب،
 اشغال، وظائف، طریقے جداگانہ قائم ہو گئے۔ اور ہر گدی نشین نے اپنے مذاق
 کے موافق جو چاہا اپنے عقیدت مندوں میں جاری کیا اور آئندہ چل کر وہ خدائی
 چیز ٹھہر گئی۔

ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تصوف پر سنن دارمی کی ایک حدیث سے
 روشنی ڈالیں جس سے اس کے محدث اور خلافت طریقیہ اسلام ہونے اور اصحاب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیزاری کا اندازہ کیا جاسکے،
 عبد اللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے کون واقف نہیں؟ خبر
 امت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں، کہ ہم لوگ قبل نماز فجر عبد اللہ بن مسعود کے
 دروازہ پر ان کے انتظار میں بیٹھتے اور ساتھ ہو کر مسجد آتے، ایک روز ابو موسیٰ اشعری

طہ بیعت کی پوری بحث دیکھنی ہو تو رسالہ تعلیم بیعت و معارف مولانا سلامت اللہ صاحب جیراں پوری دیکھ جاؤ
 یہ کتاب اپنے باب بے مثل اور نہایت مکمل ہے۔ بڑے سلیس پیرائے میں محققانہ اور مدلل لکھی گئی ہے۔

دگر آئے ہوئے، آئے ہم سے پوچھا کہ عبدالرحمن بن عبد اللہ بن مسعود کی کنیت ہے
 نکلے ہم نے کہا نہیں۔ وہ بھی انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب ابن مسعود نکلے تو ابو موسیٰ
 نے کہا ابھی ابھی میں نے مسجد نبوی میں ایک امر منکر و خلافت طریقہ رسول اللہ
 یعنی بدعت دیکھا ہے۔ لیکن دیکھنے میں بعلا معلوم ہوتا ہے۔ ابن مسعود کیا دیکھا
 ہے؟ ابو موسیٰ! میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ ہمارے انتظار میں مسجد نبوی
 میں حلقے باندھ باندھ کر بیٹھی ہے اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں۔ ہر
 حلقے میں ایک شخص ہے جو کہتا ہے

کبر و امامتہ تکبیرۃ نیکبرون مائتہ یعنی سو بار تکبیر کہو۔ وہ سو بار تکبیر کہتے ہیں۔ پھر کہتا ہے۔

صلوا مانند فیہ لولون مائتہ یعنی سو بار لا الہ الا اللہ کہو۔ وہ لا الہ الا اللہ

کہتے ہیں۔ پھر اسی طرح سو بار سبحان اللہ کہنے کی ہدایت کرتا ہے وہ سبحان اللہ

کہتے ہیں۔ ابن مسعود۔ تو تم نے کیا کہا؟ ابو موسیٰ۔ آپ کے انتظار میں میں نے کچھ

نہیں کہا۔ بات کرتے کرتے دونوں مسجد میں پہنچ گئے تو دیکھا کہ ابو موسیٰ کے

بیان کے موافق مسجد نبوی میں ذکر جاری ہے۔ ابن مسعود نے ایک حلقہ والوں

سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ کنکریاں ہیں۔

جب تک تسبیح اور مالاد عزیزہ ایجاد نہیں ہوا تھا، ان پر اللہ کی تکبیر، تہلیل، تسبیح

پکارتے ہیں۔ ابن مسعود نے فرمایا تم بجائے تکبیر، تہلیل، تسبیح کے اپنے گناہوں کو

شمار کرو۔ میں ضمانت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسنات کو ضائع نہیں

کرے گا۔ انیسویں ہے تم کو اسے امت محمد صلعم کس قدر جلد تمہاری خرابی پہنچ گئی

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تم میں کثرت سے موجود ہیں۔

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملبوس کپڑے بھی نہ پھٹے۔ ابھی آپ کے استعمال کے باسن بھی نہ ٹوٹے اور تم میں بدعتیں شروع ہو گئیں، تو شاید تم ایسے طریقہ پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے عمدہ ہے اور زیادہ ہدایت والا ہے۔ کیا تم اس بدعت سے ضلالت کا دروازہ کھول رہے ہو، لوگوں نے معذرت کہا۔

واللہ ما ادرنا بہ الا الخیر
ابن مسعود نے فرمایا

کہ من مریبنا للخیر ان یصیبہ
کتنے خیر کے ارادہ کرنے والے میں جو ہرگز خیر کو نہیں پہنچتے۔
اس سے ان اور ادا و اشغال اور ذکر کے طریقوں کا اندازہ کر دو جو سینکڑوں برس بعد گدی نشینوں نے ایجاد کر کے اپنے عقیدت مندوں میں جاری کئے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس کو کس نفرت کی نگاہ سے دیکھتے، صحابی کے اس اثر سے مسلمان کو عموماً اور مومنوں کو خصوصاً عبرت پکڑنی چاہیے آج ہزاروں وظائف، اوراد، اذکار نئے نئے ایجاد ہو گئے۔ ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت: یہ بات عام طور پر دیکھی جاتی ہے کہ اگر کسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور وظیفہ بتایا جائے جو صحیح سند سے ثابت ہے تو اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتا۔ لیکن اگر کسی بیعت والے پر کا وظیفہ بتایا جاتا ہے تو عمل کے لیے طیار، اللہ تعالیٰ امت بیعت کو اپنی اصلی حالت پر لاوے اور مسلمانوں کو ان حالوں سے نجات دے کہ وہ تعزیرت سے نکلیں اور ترقی کریں اور قرون اولیٰ کا

سماں ان میں بھی نظر آئے۔ پتہ ہے۔

خیرانہد ید محمد صلی اللہ علیہ وسلم (منہج) یعنی سب سے بہتر طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

امام صاحب کے ملفوظات

قاضی ولید بن ابراہیم (امام بخاری کے تلامذہ میں ہیں) اسی کی تصانیف پر مامور تھے، کہتے ہیں، کہ جب میری عزیز عمر کا بہت سا حصہ گزر چکا، تو مجھے علم حدیث کا شوق پیدا ہوا، اس وقت امام بخاری کا عالم میں غلغلہ تھا۔ میری نگاہ بھی امام صاحب ہی کی درگاہ کی جانب اٹھی۔ کیونکہ شرق سے غرب تک انہیں کا چہرہ تھا۔ میں نے حاضر ہو کر امام صاحب سے اپنے دلی مقصد کا اظہار کیا۔ امام صاحب نے میری درخواست سن کر فرمایا۔

یا بنی کا تدخل فی امر الابد معرفتہ یعنی پیارے صاحبزادے کسی کام میں ہرگز نہ ہاتھ لگاؤ
حدادۃ والوقوف علی مقادیرو کا جب تک اس کے حدود اور اس کی مقادیر سے
واقف نہ حاصل کر لو۔ پھر فرمایا۔

واعلم ان الرجل لا یصیر حدثا کمالا فی حدیثہ
الا بعد ان یتبایر مع اربعہ کا ربیع مثل اربع
فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع
کا ربیع وکل ہذا الرباعیات لاتتم الا باربع مع
یہ غلام دارین ہے،

اربیع فاذا تمت لہ کلہا مات علیہ اربعہ وابتلی باربع فاذا صیر علی ذلک اکرمد اللہ فی
الدنیا باربع واصلیہ فی الاخرۃ باربع

قاضی صاحب کہتے ہیں، کہ میں ان بارہ رباعیات کو سن کر دنگ ہو گیا، عرض کیا، کہ آپ اس

اجمال کی تفصیل فرمائیے، امام صاحب نے فریاد نعرہ اٹھایا ابھی تفصیل کو پھر امام صاحب نے اس کی تفصیل فرمائی :-

پہلی رباعی، ان یکتب ادبعا، یعنی چار چیزیں لکھے رادل، احادیث رسول اللہ رضانی، حالات صحابہ اور ان کی تعداد رثالث تاہی اور ان کے حالات رابع، بقیہ علمائے امت اور ان کی تواریخ۔

دوسری رباعی۔ مع ادبع، چار کے ساتھ لکھے رادل، رجال حدیث کے نام۔ رثانی، ان کی کنیت رثالث، ان کی جائے سکونت رابع، ان کے سنوآت ولادت و وفات۔

تیسری رباعی۔ کا ربع، چار کی طرح لکھے، جس طرح خطیب کے لیے محلازم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے لیے درود مزدوری ہے، سورتوں کے لیے بسم اللہ اور نماز کے لیے تکبیرات، لازم ہیں، ایسے ہی رجال کے نام ان کی کنیت ان کی جائے سکونت ان کے سنوآت ولادت و وفات لکھنے کو لازم جانے۔

چوتھی رباعی۔ مثل اربع، چار کے مثل لکھے، مسندآت روہ حدیثیں جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے، مرسلات، روہ حدیثیں جن میں صحابی مذکور نہ ہوں، موثقات، روہ حدیثیں جو صحابی یا تابعی کے اقوال ہیں مقطوعات جس حدیث کا بیج سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو، غرض ہر قسم کی حدیث کا استقصا کرے۔

پانچویں رباعی۔ فی ادبع، چار وقتوں میں لکھنے، کم سن ہیں، جوانی میں سن حکومت یعنی ادھیڑ پن میں، بڑھاپے میں، غرض کسی سن میں تحصیل کا جوش کم نہ ہو، اور نہ کسی سن میں قلم رُ کے اور طلب سے سیرمی ہو۔

چھٹی رباعی۔ عند اربع، چار حالتوں میں، عظیم القرضتی۔ فرست، ذراع
دستی، تنگ دستی، جس حالت میں ہو خیال بند حاد ہے۔

ساتویں رباعی۔ باد بچ، چار میں لکھے، پہاڑ، سمندر، آبادی، جنگل، غرض
جہاں پائے لکھے۔

آٹھویں رباعی۔ علی اربع، چار چیزوں پر لکھے، پتھر، چرٹے، ہڈی،
سیپ، جب تک کا غدمیر نہ ہو۔

نویں رباعی۔ عن اربع، چار سے لے کر لکھے۔ جو سن میں بڑے ہوں،
اور جو سن میں کم ہوں اور جو سن میں برابر ہوں، اور اپنے والد کے خط سے بشرطیکہ خط کا یقین ہو،
دسویں رباعی۔ لاد بچ، چار کاموں کے لیے لکھے، اللہ کی رضامندی کے لیے،
عمل کے لیے بشرطیکہ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو، طابین حدیث میں اشاعت کے لیے
تالیفات میں جمع کرنے کے لیے، کیونکہ تالیفات کی وجہ سے اس کا قیام رہتا ہے،
ہاں یہ دس رباعیات جن کے بغیر نہیں پوری ہوتیں وہ دوسری دو رباعیاں
ہیں، پہلی کسی ہے (۱) فن کتابت۔ علم لغت، صرف و نحو، میں ماہر ہونا۔

(۲) دوسری رباعی۔ مہربی اور خدا کی عطا یعنی صحت، قدرت علم کا شوق، قوت
حافظہ جب یہ بارہ رباعیات کسی کو نصیب ہو جائیں، تو ان کی خوشی میں وہ چار چیزوں کو
جو نہایت پیاری ہیں یعنی بیوی۔ اولاد۔ مال۔ وطن، بے وقعت سمجھتا ہے۔ اور چار
چیزوں میں مبتلا ہوتا ہے، دشمنوں کی خندہ زنی میں، دوستوں کی ملامت میں، کوتاہ
بینوں کی طعن زنی میں، علمائے عصر کے حسد میں، جب ان چار پر صبر کرتا ہے تو
دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کو چار چیزوں سے معزز کرتا ہے۔ قناعت کی عزت،

ایمانی رہے کہ یہیت حق است اس از خلق نیست و دائمی خوشی سے دو لختیہم
 حیوۃ طیبہ علمی لذت سے اور آخرت میں چار دولتوں سے مالامال
 کیا جائے گا انشاء اللہ اپنے بھائیوں کے شفیق بننے کا درجہ ملنے سے، عرض
 اعظم کے سایہ سے رحمت کا ظل (لا ظل الا ظلہ) تو ض کو ٹر پر پانی پلانے کے درجہ سے
 رحمت کا صلہ (لا صلہ الا صلہ) انبیاء اور مرسلین کی ہمسائیگی سے (اولئک مع الکتب
 انعم اللہ علیہم من النبیین) یہ کہہ کر فرمایا لو! صاحبزادے ہم نے جو
 شیوخ سے متفرق سنے تھے تم کو ایک ہی بار سنا دیا اب چاہو علم حدیث
 حاصل کر دیا چھوڑ دو وہ قاضی ابوالعباس کہتے ہیں۔ امام بخاری کا یہ کلام سن کر
 میں متفکر اور ساکت ہو گیا اور دیر تک سر نیچے کئے ہوئے تھا۔ کیونکہ ذہن ہمیشہ
 کی تحصیل کا بارگراں جس کو امام صاحب نے رباعیات مذکورہ بالا میں بیان
 کیا تھا میں متحمل نہیں ہو سکتا تھا امام صاحب نے میرے سکوت اور تفکر کو
 دیکھ کر فرمایا۔ فان لم تطلق احتمال المشاق کلها فعلیک بالفقہ الذی سے
 یمکنک تعلمہ وانت فی البیت قاریا کن لا یجتلیج الی بعد الا سفار و
 وطی الا بار و رکوب البحار و هو مع ذلک الحدیث غلامہ یہ کہ اگر
 تم سے علم حدیث کی تحصیل بوجہ مشقت تائے کثیرہ ممکن نہ ہو تو تم علم فقہ ہی حاصل
 کر دو جس میں سفر کی تکلیفوں سے نجات مل جائے گی اور علم فقہ باوجود سہل
 الحصول ہونے کے حدیث ہی کا ثمرہ ہے و تدرب الیہ راوی۔
 ایک دوسرا ملفوظ امام بخاری کا حافظ ابن حجر نے یہ نقل کیا ہے۔
 لا اعلم شیئا یجتلیج الیہ الا دھونی یعنی کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کی حاجت ہو اور

الکتاب والسنة قيل لم يكن معرفة
 ذلك قال نعم
 جاننا بھی ممکن ہے۔

فرمایا ہاں۔ خلاصہ یہ کہ کسی امام یا عالم کے قواعدِ مختصرہ یا سکوت کو نفس کے برابر تسلیم کر کے ان سے مسائل اور جزئیات پیش آنے والی کی تخریج کرنا اور پھر ان مسائلِ مستخرجہ کو بجائے نفس مان کر تخریج و تخریج کرتے رہنا اس کا حکم اللہ اور رسول نے نہیں دیا ہے۔ امام المحدثین کا خلاصہ زندگی یہ ہے کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر کے سیرت رسول اور سیرت صحابہ کا نمونہ عالم کے سامنے پیش کر دیا اور اہل اسلام کو بتائے کہ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ اور ان پر عمل اس طرح کیا جاتا ہے اور اس کے جنب میں آراء الرجال کو اس طرح بے وقعت سمجھا جاتا ہے اور ان سے پرہیز کیا جاتا ہے۔

زاراز کشکول اہل الرائے متوال تخرور و بر سر خوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تتمہ

حصہ اول میں امام بخاری کے واقعات زندگی لکھے گئے ہیں
 حصہ دوم میں ان کے علمی کارنامے دکھائے گئے ہیں اور ان کی
 تصنیفات اور فقہیت وغیرہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور حقیقت
 میں حصہ ثانی حضرت مولف کی محنتوں اور کوششوں کی متاثر شاہ
 ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حصہ دوم

امام الحدیث کی تصنیفات

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ

مُحَمَّدًا وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

قطع نظر تو اتر اور شہرت کے امام بخاری کی تصنیفات کا سلسلہ اس قدر
 امام صاحب تک ایک دو نہیں سینکڑوں طریقے سے ملتا ہے جو ہر طرح
 صحت کا جامع ہے، اور آج تک علماء اسلام نے رخواہ کسی مذہب کے
 ہوں باستثناء بعض فرقہ اپنے سلسلہ سند کو امام صاحب تک پہنچانے کا
 التزام رکھا ہے، ان سب میں صحیح بخاری کو ایک خصوصیت خاص اور
 امتیاز خاص حاصل ہے۔ جس کتاب کو مولف کی حیات میں مولف سے
 نئے ہزار شاگردوں نے لکھ پڑھا ہو۔ اس کے تواتر کا کیا پوچھنا ہے ایک
 امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی الحنفی المتوفی ۵۳۵ھ نے صحیح بخاری کی

شرح لکھی ہے جس کا نام البخاری فی اخبار الصحاح ہے، لائق شراح نے اس شرح میں لکھا ہے کہ میرا سلسلہ سند امام بخاری تک پچاس طریق سے پہنچتا ہے آج ایسی تالیفات سینکڑوں کی تعداد میں پائی جاتی ہیں جن کی نسبت امام صاحب کے معاصرین بلکہ ان سے بھی پہلے کے لوگوں کی طرف کی جاتی ہے، لیکن اس وجہ سے قابل وثوق نہیں سمجھی جاتیں کہ ان کا سلسلہ سند ان کے مولفین تک قابل اعتبار نہیں۔ اولاً تو سلسلہ سند قائم ہی نہیں اور بعض معتقدین نے سلسلہ ملا نا بھی چاہا۔ تویح میں کتنے رجال مجمل مستور بے اعتبار آتے ہیں جو سند کو پایہ وثوق سے گرا دیتے ہیں، اگر شک ہو تو سند خوارزمی کو دیکھو، معاصر نعمانی صاحب اس سند کے بارے میں لکھتے ہیں۔ جو لوگ امام ابو حنیفہ صاحب کے سلسلہ کمالات میں تصنیف و تالیف کا وجود بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ انہیں مفصلہ بالا کتابوں کو شہادت میں پیش کرتے ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ ان تصنیفات کو... امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے آگے لکھتے ہیں کہ سند خوارزمی کو امام ابو حنیفہ کی سند کہنا حجازی اطلاق ہے خوارزمی خود ساتویں صدی میں تھے۔ جن مسندوں کو جمع کیا ہے۔ وہ بھی اکثر تیسری چوتھی صدی

عہ انیسویں اور حیرت ہے لکھنؤ کے بعض اہل مطبع پر کہ سند خوارزمی کو بلع کر کے امام ابو حنیفہ کی طرف بلا تا مل منسوب کر دیا۔ اور ذرا تحقیق سے کام نہیں لیا۔ حالانکہ وہ بڑے بڑے محققین پر نکتہ چینی کرتے ہوئے حد سے بڑھ جاتے ہیں کسی کو جاہل بناتے ہیں کسی کو سفیر۔ امام ابو حنیفہ کی جس قدر مسندات کہی جاتی ہیں۔ ان کے رواۃ کی جانچ میزان الاعتدال اور فوائد بھیہ وغیرہ سے کر کے دیکھ لو کیا حالت ہے ۱۲ صفحہ

یا اس سے بھی بعد کی ہیں۔ حماد۔ قاضی ابو یوسف۔ البتہ امام صاحب کے ہم عصر ہیں اور ان کا مسند بے شبہہ۔ امام ابو حنیفہ کا مسند کہا جاسکتا تھا۔ لیکن خوارزمی کے سوا اور کسی نے ان مسندوں کا نام نہیں لیا ہے۔ حالانکہ حدیث کی کتاب جب تک مشہور اور مستند روایتوں سے نہ ثابت ہو۔ اس کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہمارے نزدیک اس بحث میں شاہ ولی اللہ صاحب کا فیصلہ کافی ہے۔ وہ حجۃ اللہ الباقیہ میں فرماتے ہیں کہ "طبقہ رابعہ کی وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفوں نے ایک مدت و راز کے بعد ان روایتوں کو جمع کرنا چاہا جو دو پہلے طبقوں میں موجود نہ تھیں اور گناہ مسندوں اور مجموعوں میں پائی جاتی تھیں ان لوگوں نے ان کو بلند نام کرنا چاہا۔ حالانکہ وہ حدیثیں ان لوگوں کی زبانوں پر تھیں جن کا محدثین اعتبار نہیں کرنے۔ مثلاً زیادہ گو واعظین اور اہل بدعت اور ضعیف الروایۃ۔ یا وہ صحابہ اور تابعین کے آثار تھے یا نبی اسرارہیل کے قصے تھے یا حکما اور واعظین کے مقولے تھے۔ جن کو راویوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مخلوط کر دیا تھا۔ یا قرآن اور حدیث کے متحمل مضامین تھے جن کو ان نیک آدمیوں نے بالمعنی روایت کیا جو فن روایت کی باریکیوں سے ناواقف تھے۔ ان لوگوں نے ان باتوں کو رسول اللہ کی طرف منسوب کر دیا۔ یا ایسے مضامین تھے جو قرآن اور حدیث سے مستنبط ہوتے تھے۔ ان کو قصداً حدیث نبوی بنا دیا۔ یا مختلف حدیثوں کے ٹکڑے تھے جو ایک عبارت میں مرتب کر دیے گئے۔ اس قسم کی حدیثیں کتاب الضعفاء ابن حبان۔ کامل ابن عدی۔

تصنیفات خطیب و ابو نعیم و جوزقانی۔ و ابن عساکر و ابن بخار و دیمی میں مل سکتی ہیں
 مسند خوارزمی بھی قریباً اسی طبقہ میں داخل ہے۔

شاہ صاحب کے فیصلہ کے بعد بعض موصوف لکھتے ہیں: بات
 اتنی ہے کہ جن مسندوں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ امام صاحب کے
 شاگردوں نے لکھے ان کا نہ تاریخوں سے ثبوت ملتا ہے نہ وہ خود کہیں
 پائے جاتے ہیں۔ جو مسند امام صاحب کے زمانہ سے بہت پیچھے لکھے گئے
 وہ البتہ موجود ہیں۔ لیکن ان کی حدیثوں کا امام صاحب تک بسند صحیح متصل
 پہنچنا نہایت مشتبہ ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض بعض مسانید میں بے اعتباری
 کی اندرونی شہادتیں موجود ہیں۔ مسند حنفی میں کئی روایتیں امام صاحب
 کی طرف منسوب ہیں جن کو انہوں نے خود صحابہ سے سنا اور روایت کیا ہے۔
 حالانکہ امام صاحب کا صحابہ سے روایت کرنا محدثانہ تحقیقات کی رُو سے
 ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ خوارزمی نے آثار امام محمد کو بھی امام کی مسانید میں
 داخل کیا ہے۔ بے شبہ اس کتاب میں اکثر روایتیں امام صاحب ہی سے ہیں
 اس لیے ناظرین کو اختیار ہے کہ اس کو امام ابو حنیفہ کا مسند کہیں یا آثار
 امام محمد کے نام سے پکاریں۔ لیکن یاد رہے کہ امام محمد نے اس کتاب میں
 بہت سے آثار اور حدیثیں دوسرے شیوخ سے بھی روایت کی ہیں۔ اس
 لحاظ سے اس مجموعہ کا انتساب امام محمد کی طرف زیادہ موزوں ہے۔

صحیح بخاری کے علاوہ امام بخاری کی ایک تصنیف رحمن کی تفصیل
 آتی ہے نہایت دقت اور وثوق کی نگاہ سے دیکھی گئی اب امام ابو علی عثمانی

لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر لکھی تو امام اسحاق بن راہویہ جیسے
باکمال شیخ نے اس نادر تالیف کو امیر عبداللہ بن طاہر حاکم رے کے دربار
میں پیش کر کے فرمایا اکا ادیک سمعہ کیا میں تمہیں ایک بڑا جادو نہ دکھاؤں۔
علامہ تاج الدین سبکی اسی تاریخ کی نسبت لکھتے ہیں۔

و کتاب محمد بن اسمعیل فی التاریخ
کتاب لم یسبق الیہ ومن الف بعدا
شیخانی التاریخ او الاسماء
او انکفی لم یستف منہم
من نسب الی نفسہ مثل ابی
ذریعۃ و حاتم و مسلم و منہم
من حکاہ عنہ خالدہ یوحنا
خانہ اصل الاصول

امام بخاری کی تاریخ وہ کتاب ہے کہ
اس سے پہلے کسی نے ایسی مبارک تالیف
نہیں لکھی، اور جس شخص نے امام بخاری
کے بعد تاریخ اسماء گنے میں تالیف کرنی
چاہی وہ اس سے کسی طرح مستغنی نہیں
ہو سکا، بعض اہل علم نے پیرایہ بدل کر اسے
اپنی طرف منسوب کر لیا جیسے ابو زرہ
ابو حاتم، امام مسلم، اور بعض نے بحوالہ

نقل کیا۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے کیونکہ انہوں نے تاریخی اصول کی بنیاد
ڈالی، حافظ ابوالعباس بن عقده فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بیس ہزار حدیثوں
کو لکھے تو یہی امام بخاری کی تاریخ سے اس کو استغنا نہیں ہو سکتا۔
امام بخاری کا اپنی تالیف میں کسی کو ذکر کر دینا، یہی اس کے لیے باعث
نہ سمجھا جاتا ہے، مورخین اس کو تہن و تفت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، امام
غزالدین رازی، اور صاحب سیرۃ النعمان، کے کلام سے اس کا اندازہ

کیا جاسکتا ہے، صاحب سیرۃ النعمان رقم طراز ہیں: "لیکن رجال اور تاریخ کی مستند کتابیں جن میں امام ابو حنیفہ کا ذکر ہے اکثر میری نظر سے گذریں، جن میں تاریخ صغیر بخاری، معارف ابن قتیبہ اور فلال نلال کتابیں ہیں، حالانکہ تاریخ صغیر میں جس طرح جناب امام ابو حنیفہ کا ذکر ہے اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ باوجود اس کے صاحب سیرۃ النعمان اسے اختیار کئے ہیں۔

اسی طرح تاریخ کبیر میں امام شافعی کا ذکر کیا ہے لیکن جس بے پرداہی سے کیسے اس کے لحاظ سے امام ہندی نے یہی غنیمت سمجھا جس کی نسبت صاحب سیرۃ النعمان تحریر فرماتے ہیں امام بخاری نے تاریخ کبیر میں امام شافعی کا ذکر کیا ہے۔ اس کے لحاظ سے امام رازی نے یہی غنیمت سمجھا کہ تضعیف نہیں کی، چنانچہ امام شافعی کے فضائل میں فرماتے ہیں۔

واما الامام محمد بن اسمعیل البخاری فقد ذکر الشافعی فی تاریخہ الکبیر نقلاً فی باب محمد بن محمد بن ادریس ابو عبد اللہ الشافعی القرشی سکرمہو مات مستقراً ربيع وما تین ثم انما ما ذکرہ فی باب الضعفاء مع علمہ بانہ قد روی شیئا کثیراً من الحدیث ولو کان من الضعفاء لذکرہ۔

امام بخاری نے امام شافعی کا ذکر تاریخ کبیر میں کیا ہے، چنانچہ فلال باب میں لکھا ہے کہ محمد بن ادریس بن عبد اللہ محمد الشافعی القرشی نے ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ لیکن ان کو ضعف کے باب میں نہیں ذکر کیا حالانکہ امام بخاری جانتے تھے کہ امام شافعی نے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں، اگر وہ اس باب میں ضعیف ہوتے، تو امام بخاری ضرور ان کو ضعیف لکھتے،

علامہ تاج الدین سبکی شافعی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں: "وذكر الشافعی فی موضعین من صحیحہ فی باب فی الرکاز الخمس و فی باب تفسیر المعراج ایضاً بسبب و"

رقم شیخنا المزنی فی التہذیب الشافعی بالتعلیق و ذکر ہذین المکانیت یعنی امام
بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں امام شافعی کا ذکر دو مقاموں میں کیا ہے (۱)
باب فی الوکاز الخمس (۲) باب تفسیر العرایا (کتاب البیوع) میں اور علامہ مزنی
نے ان دو مقاموں کا ذکر تہذیب میں کیا ہے امام بخاری کا اپنی جامع
صحیح میں شافعی کو ذکر کرنا ہی از بس غنیمت شمار کیا گیا۔

پھر دفع و غل کے طور پر علامہ سبکی اس سوال کے جواب میں کہ امام
شافعی سے روایت کیوں نہیں کی رہا اسی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں دلیرید
عن الشافعی فی الصحیح لانه ادرک اقرانہ والشافعی مات مکہ فلا یرووہ نازکا
یعنی امام بخاری نے کوئی حدیث امام شافعی کے واسطے سے اپنی جامع صحیح
میں اس لیے نہیں روایت کی کہ امام بخاری نے امام شافعی کے اقران کو پایاد
ان کے معاصرین سے اخذ روایت کیا، چونکہ امام شافعی کا انتقال سن
کہولت ہی میں ہو گیا تھا۔ اگر امام شافعی کے واسطے سے روایت کرتے
تو حدیث کے سلسلہ سند میں واسطہ بڑھ جاتا اور سند نازل ہو جاتی۔ اس لیے
امام شافعی کے واسطے سے امام بخاری نے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔
اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری، یا مولفین صحاح ستہ کی تنقیدی نگاہ
میں کسی راوی کا نہ ٹھہرنا، یا مجرد ترک کر دینا، یا صحاح میں اس سے حدیث نہ
کرنا، یہ ایک ایسی بات تھی۔ جو اس کی طرف سے شہہ پیدا کرتی تھی، اور اس کے
دامن ثقاہت پر وجہ لگائی تھی اسی وجہ سے امام شافعی اور جناب امام
ابو حنیفہ کے اتباع میں بڑی کھلی ہلی چل گئی، اور اس کی توجیہات میں

انہیں بڑی وقتیں پیش آئیں، صاحب سیرۃ النعمان نے تو یہ کہہ کر ٹالا کہ اس الزام میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ امام شافعی بھی شریک ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ صحاح ستہ کے مصنفین نے امام صاحب سے روایت نہیں کی۔ رد و ایک۔ روایتیں مستثنیٰ ہیں، لیکن اس الزام میں اور امام بھی شریک ہیں، امام شافعی جن کو بڑے بڑے محدثین مثلاً اسحاق بن راہویہ امام احمد بن حنبل۔ ابو ثور حمیدی۔ ابو زرعہ الرازی۔ ابو حاتم نے حدیث و روایت کا مخزن تسلیم کیا ہے۔ ان کی سند سے صحیحین میں ایک بھی روایت موجود نہیں۔ بلکہ بخاری و مسلم نے کسی اور تصنیف میں بھی امام شافعی کی سند سے کوئی روایت نہیں کی۔ امام رازی نے بخاری اور مسلم کی اس بے اعتنائی کی بہت سی تاویلیں کی ہیں۔ مگر کوئی معقول وجہ نہیں بنا سکتے صحیحین پر موقوف نہیں۔ ترمذی۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ نسائی میں بھی بہت کم ایسی حدیثیں ہیں جن کے سلسلہ رواۃ میں امام شافعی کا نام آیا ہو۔ صاحب سیرۃ النعمان، امام رازی کی توہمات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے خود بخاری اور مولفین صحاح کے اہل کوفہ سے روایت نہ لینے کی یہ وجہ لکھتے ہیں درحقیقت یہ ہے کہ بعض محدثین نے اعتنا و اور استناد کا جو معیار قرار دیا تھا۔ اس میں اہل نظر بلکہ اکثر لوگوں کے لیے کم گنجائش تھی، علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امام بخاری فرمایا کرتے تھے، میں نے کسی ایسے شخص سے حدیث نہیں لکھی جس کا یہ قول نہ تھا الا یمان قول و عمل، اگر یہ قول صحیح ہے تو امام ابوحنیفہ کو ان کے دربار میں پہنچنے کی کیوں کراہید ہو سکتی ہے؟

ایک وجہ اور لکھتے ہیں، لطف یہ ہے کہ مجتہدین جس چیز پر نظر کر سکتے ہیں۔ وہ وقتِ نظر قوتِ استنباط۔ استخراج مسائل تفریح احکام سے ہے، لیکن محدثین کے ایک گروہ کے نزدیک یہی باتیں عیب اور نقص میں داخل ہیں۔ علامہ ابو یوسف محمد بن جریر طبری، قاضی ابو یوسف کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ اہل حدیث میں سے ایک گروہ نے ان کی روایت سے اسی بنا پر احتراز کیا کہ ان پر رائے غالب تھی اور ذروع احکام کی تفریح کرتے تھے۔ ان باتوں کے ساتھ بادشاہ کی صحبت میں رہتے تھے اور منصبِ قضا پر مامور تھے۔ اگر ذروع اور احکام کا استنباط بھی جرم ہے تو بے شبہ امام ابو حنیفہ قاضی ابو یوسف سے زیادہ مجرم ہیں۔

افسوس اور حیرت ہے کہ ایک مؤرخ ایسی تحقیق سے گری ہوئی بات لکھے جس کو دیکھ کر تھوڑی نظر والا آدمی بھی انگشت بندھاں ہو، معصروصوت کی یہ دونوں توجہیں امام بخاری اور مولفین صحاح ستہ کی نسبت کسی طرح صحیح نہیں مانی جا سکتیں، تکثیر مسائل استنباط ذروع تفریح احکام۔ وقتِ نظر، یہ تو خود مولفین صحاح ستہ بالخصوص امام بخاری کا مہتمم بالشان مقصود ہے، ان کے تراجم ابواب ایسے کھلے شواہد موجود ہیں جن سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا امام بخاری تو اسی لیے تکرارِ احادیث کی پرواہ نہیں کرتے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کے معترف تمام شراح حدیث ہیں۔ خود صحاح ستہ موجود ہے۔

عہ دراصل رائے کے غلبہ اور ذروع احکام کی تفریح اور بادشاہ کی صحبت کے انماک کی وجہ جو حدیث کی طرف بے اعتنائی ہو گئی تھی یہ وجہ ہے اور علامہ ابن جریر کا لکھنا بہت صحیح ہے۔

ان کے مولفین کی وقت نظر قوت استنباط۔ تفریح احکام تکثیر مسائل، استنباط
 فروع آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہیں اور علامہ ابن خلدون کا یہ جملہ نہایت
 جامع ہے ولذا لکھنا محتاج الی الامعان النظر فی التفقہ فی تراجم انہیں وجوہات
 سے امام بخاری کے تراجم البواب میں بڑی غور کی نگاہ اور نظر و تفتیش کی ضرورت پڑتی ہے
 رہی پہلی توجیہ یہ بات ہر خاص و عام کے نزدیک مسلم ہے کہ امام بخاری
 اور مولفین صحاح ستہ کا ایک بے نظیر وصف ان کی بے تعصبی ہے۔ ان کے
 سلسلہ اسناد کو پڑھو تو سینکڑوں رواد ایسے ملتے ہیں جو ان سے مذہب میں
 اختلاف رکھتے ہیں، بلکہ عام اہل سنت سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن عدل۔
 صدق۔ دیانت۔ حافظہ وغیر مقررہ شرائط کے پائے جانے پر بلا تامل ان
 سے روایت لیتے ہیں، خود صحیح بخاری کے سلسلہ اسناد میں رواد موجود ہیں
 جن کی نسبت "مرجی" لکھا گیا ہے جو اعمال کو جزو ایمان نہیں جانتے تھے ایسی طرح
 مرجی بالتشیع یا دیگر امور ایسے مذکور ہیں جن سے اعتقاد امام بخاری کو اختلاف ہے
 لیکن شرائط روایت موجود ہونے پر کمال بے تعصبی سے ان سے روایت کرتے ہیں
 ہم یہ مانتے ہیں کہ امام بخاری کو الایمان قول و عمل میں خاص قسم کا کد اور
 تشدد تھا جس کی شہادت صحیح بخاری کی کتاب الایمان سے بھی ملتی ہے۔ اور
 امام بخاری کا یہ مقولہ کہ میں نے ہزار سے زائد شیوخ سے حدیث لی۔ لیکن ایسے
 شیوخ کے پاس نہیں گیا جو الایمان قول و عمل کے قابل نہ تھے جیسا کہ
 مقدمہ فتح الباری وغیرہ میں مذکور ہے بہت صحیح ہے، کسی طرح اس سے انکار
 نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ اس قول سے امام بخاری کا تشدد

امام بخاری کے اپنے شیوخ تک محدود معلوم ہوتا ہے، کیونکہ امام بخاری کو ایسے
 شیوخ کے پاس جانے نہیں البتہ احترام تھا جن میں کسی طرح کی بے اعتنائی یا لفت
 صحیح حدیثوں کے ساتھ پائی جاتی تھی، اور یہ امام صاحب کا کماں اتفاقاً
 لیکن اوپر کے شیوخ میں اس قسم کی پابندی نہیں، اسی وجہ سے شیوخ شیوخ
 یا اور بھی اوپر کے شیوخ ان کے سلسلہ روایت میں ایسے مل سکتے ہیں جن
 کا قول الایمان قول و عمل نہ تھا، لہذا یہ توجیہ امام بخاری کے بلا واسطہ شیوخ
 میں چلی سکتی ہے اور پر کے سلسلہ میں یہ توجیہ بالکل غلط ہو جاتی ہے، اور توجیہ
 القول بما لا یوضی بدقائدہ کی مصداق بن جاتی ہے، امام بخاری کے شرائط
 میں کہیں اس کا ذکر نہیں، لہذا یہ دونوں توجیہیں پایہ تحقیق سے ساقط ہیں؛
 دراصل مؤلفین صحاح ستہ اور امام بخاری کے اہل کوفہ سے احترام
 کرنے اور ان کی روایات کے ساتھ اعتناء نہ کرنے کی وجہ دوسری ہے
 اور درحقیقت یہی وجہ صحیح ہے، وہ یہ ہے کہ ائمہ کوفہ کا میلان بقول اللہ جمال
 سے تخریج مسائل اور تفریح احکام کی طرف کچھ اس طرح بڑھا کہ اور فنون
 اسلامیہ سے ان کو یونٹا یونٹا بعد ہوتا گیا شدت یہ نوبت پہنچی کہ خود اہل کوفہ کو
 اپنے ائمہ کی روایت اور ان کی تنقید اور تحقیق پر اعتماد نہ رہا، اسی واسطے امام
 محمد کو مدینہ جا کر امام مالک سے فن حدیث پڑھنا پڑا، امام محمد نے مدینہ
 جا کر امام مالک کی خدمت میں تین برس سے اوپر حاضری دی، بعد ذرا غیب
 کوفہ پہنچے تو وہاں مجلس درس قائم کی، حالت یہ ہوئی کہ اہل کوفہ کو ان کی حدیثوں
 پر نہایت اعتماد ہوا جس روز امام محمد اپنے شیخ امام مالک سے روایت بیان

کرتے تو ان کا مکان بالکل بھر جاتا، لوگ ٹوٹے پڑتے، لیکن جس روز امہ کوفہ سے روایت کرتے، تو بہت تھوڑے لوگ درمیں گاہ میں آتے۔ وہ بھی بکراہت، یہ حالت دیکھ کر امام محمد کو بہت غصہ آیا وہ نہایت رنج ہوئے اور فرمایا۔

ما اعلم اسود ثناء علی اصحابہ منکم
اذا حدثتک عن مانک ملائم علی
الموضع واذا حدثتک عن اصحابک
انما اتون متکارہین
(تہذیب الاسماء واللغات)

کوفہ والو اتم سے بڑھ کر اپنے شیوخ سے
بد خیال نہیں کسی کو نہیں سمجھتا۔ جب امام مالک سے
حدیث بیان کرتا ہوں تو تم لوگوں سے میرا
گھر بھر جاتا ہے اور جب کوفہ کے امہ اور
شیوخ سے روایت کرتا ہوں تو بکراہت

مجلس میں آتے ہو، اہل کوفہ کو اس میں مجبوری تھی، اہل کوفہ امہ کوفہ کو
بد نام کرنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ امہ کوفہ سے فن حدیث و روایت کا اہتمام
ہی جاتا رہا تھا۔ گو ابتداء تھا، مگر جب سے اساتذہ کے قواعد مستنبط پر اس
درجہ وثوق ہوا کہ اس کے جنب میں صحیح حدیثوں کے ساتھ اعتنا نہ رہا۔ اور
انہیں شیوخ و اساتذہ کے اقوال کی تخریج و تخریج رہ گئی تو خود اہل کوفہ
کو فن حدیث و روایت و تنقید میں اپنے امہ پر اعتنا و باقی نہ رہا۔ اسی قلت اہتمام
کی وجہ سے اہل کوفہ کے سلسلہ سند کو راستہ و مشرقی کا خطاب ملا۔ اور امام
ابو واؤد کو امام احمد کا یہ قول نقل کرنا پڑا کہ اہل الکوفۃ لیس علی حدیثہم نور
اور یہ ضرب المثل ہو گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی مصنفی میں اسی کی طرف

لے جامع ترمذی ۱۲۱۷ سنن ابی داؤد ۲۱۷ منہ

اشارہ کیا ہے۔ مصنفی شرح موطا میں لکھتے ہیں۔ دور عصر صحیح تابعین بنو و دیگر ابو حنیفہ امام مالک
 آل امام ابو حنیفہ ایک شخص سے کہہ رہے تھے کہ اس وقت کہ روئے محمد نہیں مثل احمد و بخاری
 و مسلم۔ و ترمذی۔ و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی از دے در کتاب ہائے
 خود روایت نہ کردہ اند و رسم روایت حدیث از دے بطریق ثقافت جاری
 نشدہ۔

و آل دیگر امام مالک، شخص سے کہہ اہل نقل اتفاق دارند بر آنکہ
 چون حدیث بروایت او ثابت شد بذریعہ اعلیٰ صحت رسید و مصنفی صحت
 امام الحدیث کی تصنیف کی اجمالی فہرست اور ان کا مختصر تذکرہ
 التاریخ الکبیر۔ یہ وہی تاریخ ہے جس کو امام بخاری نے اپنی عمر کے

عہد جناب امام ابو حنیفہ کی تحصیل حدیث کی بابت شمس اعلیٰ نعمانی صاحب نے تو دعویٰ پڑے لائے
 ہوئے اور بڑے جوش آئندہ الفاظ میں کہے مگر انہوں نے ثبوت کچھ نہ پیش کر سکے کہیں کہیں جو عنقود الجمان
 کے حوالہ سے کچھ لکھا ہے تو اس کتاب کو خوردہ غیر معتبر کہہ چکے ہیں اور محققین کی نگاہ میں یہ کتابت بھی ایسی ہی
 امام ابو حنیفہ کے قلیل الحدیث ہونے کی مکمل بحث دیکھنی ہو تو الارشاد و ازمت تعایت منہ دیکھو جس میں
 امام صاحب کے قلیل الحدیث ہونے کے متعدد اسباب بیان کئے گئے ہیں اور نعمانی صاحب کی کل توجیہات
 کا بے سود ہونا اور ان کا محض تکلفات بارہ ہونا بہت انصاف سے بیان کیا گیا ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص
 ہمدردی کی باتوں کا وزن کر سکتا ہے اور اس میں صفحے کا مضمون ہم بخوف طوالت قلم انداز کر رہے ہیں منہ
 عہد امام صاحب فراتے لاجی بخدیث عن الصحابة و التابعین الاعرفنا مولد
 انثوہ و فانیہ مساکنہ امینی ہیں کوئی حدیث صحابہ تابعین سے نہیں بیان کر دے گا ابانی بر صغیر

اکھارہویں سال چاندنی راتوں میں جناب سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد
 میں حجرہ مبارک اور منبر کے درمیان بیٹھ کر لکھا تھا جس کو امام اسحاق بن
 نے دیکھ کر فرط مسرت سے امیر عبد اللہ بن طاہر خراسانی کے سامنے پیش کر کے
 فرمایا تھا ایھا الامیر الاادیث صحرا کیا تم کو جاہ و روز و کھادوں؟ اور اسی کی
 نسبت ابن عقیلہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ دس ہزار حدیثیں بھی لکھیں تو بھی اس
 کتاب سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ یہ تاریخ الرجال میں بحیثیت جامعیت فروغ
 اس تاریخ کو امام بخاری سے ابو احمد بن سلیمان بن فارس اور ابو الحسن
 محمد بن سہب اللخوی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔ صاحب کشف الظنون
 کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ۔

اس تاریخ پر ابو القاسم مسلمہ بن قاسم رجو امام دارقطنی کے معاصرین
 نے ذیل لکھا ہے۔ اور سعد بن جثاح نے بھی اس پر ایک ذیل لکھا ہے۔
 افسوس کہ یہ نادر کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی۔ حیدرآباد کے کتب خانہ
 میں اس کا ایک ٹکڑا موجود ہے۔ جو دق سے ختم کتاب تک ہے مگر محمد بن

ربیعہ صغیر سابقہ مگر اکثر ادیبوں کے وفات مسکن مولد سے واقف ہوں وقال قلی اسم فی التاریخ اکادولہ
 حدی قصۃ اکافی کوہت ان یطول الکتاب یعنی تاریخ میں کم نام ایسے ہیں جن کے حالات مجھے
 مفصل نہ معلوم ہوں لیکن طوالت کے خوف سے میں نے ترک کر دیا۔ ۱۲۔ مقدمہ فتح الباری
 لہ الحمد لہ کہ اس عظیم الشان کتاب کی طباعت دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد و کن میں ۱۳۰۰ سے شروع
 ہو گئی ہے اور اب تک کئی جلدیں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد تمام کو پہنچائے ۱۲۔ حیدرآباد
 عہد طبقات الشافعیہ ص ۲۷ ج ۲ میں اس جلیل القدر کتاب کی تعریف و توصیف مذکور ہے ۱۲۔

ایک بھی اس میں نہیں ہیں غالباً ابتدا سے کہ کتاب میں محمد حسین کا ذکر ہے تاریخ کبیر میں صحابہ و تابعین و تبع تابعین روایۃ حدیث کا استیعاب کیا ہے اور ناموں کے لکھنے میں حروف تہجی کی ترتیب رکھی ہے اگر ایک ہی نام کے متعدد لوگ ہیں تو ان کے باپ کے ناموں میں حروف تہجی کی ترتیب رکھی ہے اگر باپ کا نام نہیں معلوم ہے جیسے مولیٰ وغیرہ تو ان کو ردیف کے خاتمہ میں (من افشاء الناس) کے تحت میں لکھا ہے اور جو نام مشترک نہیں ہیں۔ ان کو ریاب ابو احمد کے تحت میں لکھا ہے۔ تاریخ کبیر میں زیادہ تر سلسلہ روایت یلمذ سماعت کا ذکر ہے۔ اکثر جرح و تعدیل بھی ہے گو بالاستیعاب نہیں اس کا کچھ حصہ نقل کر کے حیدرآباد سے ہم نے بھی منکایا تھا۔

التاریخ الاوسطہ اس کو امام بخاری سے عبداللہ بن احمد بن عبداللہ بن الحنفیہ ابو محمد زنجویہ بن اللہ بادروایت کرتے ہیں۔ اس کے مفصل حال معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ مل سکا نہ اس کے کسی نسخہ کا وجود ہی معلوم ہو سکا۔

التاریخ الصغیرین تاریخ میں امام بخاری کی یہ بھی ایک بے مثل تصنیف ہے۔ ابن حدیث کو قرن رجال کے ساتھ یہی تعلق ہے جو روح کو جسد سے ہے اس لیے امام صاحب کو اس کے ساتھ خاص شغف تھا اس کو امام بخاری سے عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن الاشرقی روایت کیا ہے

۱۔ تاریخ الاوسطہ کا تلیٰ کامل نسخہ دوسری جنگ عظیم تک جرمنی کے سہرا کی کتب خانہ میں موجود تھا بعد ازاں ممانی سے تاریخ صغیر الہ آباد میں طبع ہو گئی ہے۔ ۱۲۔

اور جو طبع ہوئی ہے وہ بروایت ابو محمد زنجویہ بن محمد الفیسا بوری مروی ہے اس
تاریخ میں امام بخاری مشاہیر صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے سنوآت و وفات و
نسب و لقا کا ذکر کرتے ہیں اور اکثر جرح و تعدیل کرتے ہیں پنا نچہ عنوان تالیف
اس کا سنوآت ہی پر رکھا ہے۔ ایک سنہ کے مشاہیر کی وفات وغیرہ کو لکھ کر
دوسرے سنہ کو شروع کرتے ہیں خطبہ میں فرماتے ہیں کتاب مختصر من تاریخ فلنبی
صلی اللہ علیہ وسلم و المہاجرین و الانصار و طبقات التابعین لہم و احسان

ومن بعدہم و خاتمہم و بعض نسبہم و کناہم و من یرغب عن حدیثہم

الجامع الکبیر۔ اس کا ذکر ابن طاہر نے کیا ہے۔ اس کتاب کا بھی مفصل
حال کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ نہ اس کے کسی نسخہ کے وجود کا پتہ چل سکا۔ صاحب
کشف الظنون نے اسی قدر لکھ کر سکوت کیا ہے۔

خلق افعال العباد و صحابہ و تابعین جن طرح آیات و احادیث سے
فرق باطلہ کا رد کرتے تھے۔ وہی طرز عنوان اس کتاب کا بھی ہے اور یہی علم کلام
قدیم ہے۔ امام بخاری سے اس کو یوسف بن ریحان اور علامہ فربری نے روایت

سہ یعنی یہ ایک مختصر تاریخ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بن و انصار و طبقات تابعین
اور ان کے بعد کے لوگوں کی اس کتاب میں ان کی وفات، ان کے نسب، ان کی کنیت وغیرہ اور جن سے
حدیث لینے میں افاض کیا گیا ہے سب کا بیان ہے ۱۲ منہ ۱۱۰۰ الجامع الکبیر کا کامل قلمی نسخہ بخاری
حافظ ابن کثیر کتب خانہ قلمی دارالعلوم حرم میں دوسری جنگ عظیم سے پہلے موجود تھا۔

خدا کرے یہ کتب خانہ محفوظ ہو۔ عبید اللہ رحمانی

سورج خلق افعال العباد۔ اور کتاب الصنعاء دونوں طبع ہو چکی ہیں۔ ۱۲ منہ

کیا ہے۔ اس کتاب میں فرقہ باطلہ جمیہ اور معطلہ کا رو سے اور آیات و احادیث کے ساتھ آثار صحابہ و اقوال تابعین بھی درج ہیں۔

کتاب الضعفاء الصغیر۔ حروف تہجی کی ترتیب پر ضعیف راویوں کے نام گنائے ہیں۔ اکثر وجہ تضعیف اور راوی کے تلمذ کا بھی ذکر ہے تضعیف میں جیسی احتیاط برتی ہے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ صغیر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے کتاب الضعفاء الکبیر بھی لکھی ہے یا لکھنے کا ارادہ کیا ہو۔ اس کو امام بخاری سے ابو بشر محمد بن احمد بن عماد الدولابی اور ابو جعفر بن سعید۔ اور آدم بن موسیٰ الخوارمی وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

المستدرک التفسیر الکبیر۔ ان دونوں کا ذکر علامہ ذہبی امام بخاری کے تمیذ نے کیا ہے۔ ان دونوں کا مفصل حال کچھ نہیں معلوم ہو سکا نہ ان کے کسی نسخہ کے وجود کا پتہ چل سکا نہ ان کے راوی کا پتہ چل سکا۔

کتاب الہبہ۔ اس کا ذکر امام بخاری کے کاتب محمد ابو جعفر نے کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں و عمل کتاب فی الہبۃ فیہ نحو خمس مائۃ حدیث و قال لیس فی کتاب دکیح فی الہبۃ الا حدیثا مستدا ان اثلثۃ فی کتاب ابن المبارک مستدا و نحوھا یعنی امام بخاری نے ہبہ کے مسائل میں ایک کتاب لکھی تو اپنے باپ میں وہ اس قدر جامع تھی کہ دکیح ابن جراح اور عبداللہ بن مبارک کی کتاب سے اس کو

۱۔ المستدرک الکبیر کا کامل نسخہ امام ابن تیمیہ کے قلم کا لکھا ہوا کتب خانہ قلمی دارالعلوم جبرمن میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا ۱۲ صیید اللہ رحمانی

کچھ نسبت نہیں۔ دیکھ کی کتاب المبرہ میں دو یا تین حدیثیں مرفوع تھیں اور
عبداللہ بن مبارک کی کتاب میں صرف پانچ اور امام بخاری کی کتاب میں
قریب پانچ سو کے۔ اس کے بھی کسی نسخہ کا پتہ نہ چل سکا۔

اسامی الصحابہ۔ اس کا ذکر ابوالقاسم بن مندہ نے کیا ہے۔ اور وہ خود
اس کو ابن فارس کے طریق سے روایت کرتے ہیں اور اکثر اس سے نقل کرتے
ہیں اور ابوالقاسم بغوی بھی اس سے اپنی کتاب معجم الصحابہ میں نقل کرتے ہیں
اس موضوع (اسامی الصحابہ) پر اس سے پہلے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا
اس کے بعد ابن مندہ ابن عبد البر ابن الاثیر۔ حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسماء
صحابہ اور ان کے تاریخی حالات میں تصنیفیں لکھیں یہ موضوع جس قدر ضروری ہے
مخفی نہیں۔

کتاب الوجدان۔ اس کتاب سے ابن مندہ اکثر نقل کرتے ہیں کتاب
الوجدان میں امام بخاری نے ان روایۃ صحابیوں کا ذکر کیا ہے جن سے
صرف ایک ہی حدیث مروی ہے۔ امام نسائی نے بھی کتاب الوجدان
لکھی ہے۔ امام نسائی کی کتاب الوجدان اگر وہ میں طبع ہو گئی ہے امام مسلم نے
بھی کتاب الوجدان لکھی ہے۔ وہ بھی اگر وہ میں طبع ہوئی ہے۔ غالباً امام بخاری
سے پہلے کسی نے اس موضوع پر کوئی تصنیف نہیں لکھی۔
کتاب المبرہ۔ اس کا ذکر خلیلی نے الادشاد میں کیا ہے

۱۷ اس کا کاپی قلمی نسخہ کتب خانہ قلمی دارالعلوم جرمی میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا ۱۸ عبید اللہ رحمانی
۱۹ اس کا قلمی کاپی نسخہ بخط حافظ ابن مندہ کتب خانہ جرمی میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا ۲۰ عبید اللہ رحمانی

اور مہیب بن سلیم نے اس کو امام بخاری سے روایت کیا ہے کتاب المبسوط کے موضوع بحث کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن قیاس یہ کہتا ہے کہ اس کتاب میں بسط کے ساتھ وہ فقہی مسائل ہوں گے جو احادیث سے مستنبط کئے گئے ہیں کتاب العلیل۔ ابوالقاسم بن مندہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور وہ اس کو محمد بن عبداللہ ابن حمدون سے وہ ابو جحیم عبداللہ بن الشرقی سے وہ امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔ یہ فن نہایت دقیق اور شریف ہے اس کے لیے جس قدر وسعت معلومات کی ضرورت ہے اس کا بیان پہلے حصہ میں گذر چکا ہے۔ غالباً اس موضوع میں بھی یہ پہلی کتاب ہے کتاب الکنز۔ اس کا ذکر ابوالحمد حاکم نے کیا ہے اور وہ اس سے اپنی تصنیفات میں نقل بھی کرتے ہیں۔ محدثین کے لیے اس فن سے واقفیت حاصل کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اس موضوع میں روایۃ حدیث کی کنیتوں کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جس سے ایک راوی کا اختلاف دوسرے سے نہ ہو جس کے بغیر بڑے بڑے محدثین دعویٰ کا کھاتے تھے۔ کتاب الفوائد۔ اس کا ذکر امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی کی کتاب المنہاج میں کیا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کتاب الفوائد میں امام المحدثین نے کس قسم کے فوائد روایت رکھے ہیں۔ لیکن قرینہ یہ ہے کہ اس میں وہ نکات حدیثیہ ہیں جو فن علیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۷۷ کذافی معدن الفتح للمحافظ ابن حجر تاریخ بغداد للخطیب بالیم بعد ما ہوا ثم تحقیر و توفی
فی کشف الظنون وہب بالواد بعد ما ہوا ۱۲۶

الادب المفرد یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب سکھاتی ہے حقیقت امر یہ ہے کہ اس کتاب کی بدولت انسان انسان بن جاتا ہے۔ بالخصوص آج کل جبکہ رہی سہی اسلامی تہذیب یورپ کی آزادی کی بدولت، رخصت ہو رہی ہے۔ اور ایک یورپی تہذیب کا تعلیم یافتہ ہوائے نفسانی اور پالیسی کا دلدادہ والدین کے آداب کو بھی خیرباد کہہ بیٹھتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کی بڑی حاجت ہے۔ اس کو امام بخاری سے احمد بن محمد بن الحلیل ربیع بن الجیم، البزار، روایت کرتے ہیں۔

جزء بیع الیٰدین۔ رفع الیٰدین کے باب میں بڑی جامع کتاب ہے۔ ایشاب رفع الیٰدین کے علاوہ روایات عدم رفع کی بھی بخوبی تنقید کی ہے۔ امام بخاری سے اس کو محمود بن اسحاق الخزازی روایت کرتے ہیں۔ یہ امام بخاری کے ان شاگردوں میں ہیں۔ جنہوں نے شہر بخارا میں سب سے پیچھا امام بخاری سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

بر الوالدین۔ امام بخاری سے محمد بن ذکویہ روایت کرتے ہیں۔ نام سے موضوع بحث ظاہر ہے لیکن اس کے وجود کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ کتاب الاشرار۔ اس کا ذکر امام دارقطنی نے اپنی کتاب الموتلف والمختلف کیسہ روای کے ترجمہ میں کیا ہے۔

یہ کتاب متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ترجمہ فارسی میں جناب نواب مستطاب علامہ صدیق حسن خان بہادر طباطبائی نے لکھ کر آگرہ میں طبع کرایا تھا۔ ایک دوسرا ترجمہ اردو بنام رسیقہ، جناب مولانا عبدالغفار صاحب مرحوم نے لکھ کر آگرہ میں طبع کرایا ہے۔ ۱۲ منہ

قصایا الصحابة والتابعین۔ امام بخاری نے یہ مبارک کتاب تاریخ کبیر کے قبل ۲۱۲ ہجری میں تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب نہایت مفید اور کارآمد ہے اس لیے کہ تعالٰیٰ صحابہ کو دیکھ کر اذامت کو ایک قلبی تسکین حاصل ہوتی ہے، لیکن افسوس جس طرح متقدمین کی ہزاروں یادگاریں مٹ گئیں اسی طرح اس کا بھی آج کہیں پتہ نہیں ہے۔

کتاب الرقاق۔ اس کا ذکر صاحب کشف الظنون نے کیا ہے۔ ان الفاظ یہ ہیں۔ کتاب الرقاق للبخاری من کتاب الحدیث۔ علامہ موصوف نے نہ اس کی ابتدا بتائی نہ اور کچھ تفصیل لکھی۔

علامہ ابن الملقن اپنی شرح تو شرح میں امام بخاری کی ایک اور تصنیف کا پتہ دیتے ہیں۔ اور علامہ ابن الملقن کے ہم صفیر علامہ عینی بھی ہیں: علامہ ابن الملقن کے الفاظ یہ ہیں۔ ومن الغریب ما فی کتاب البہر بالبسملة لابن سعد اسمعیل بن ابی القاسم البوشنجی عن البخاری انہ صنف کتابا فی ما نزل الف حدیث یعنی ایک غیر مشہور بات امام ابو سعد اسماعیل بن ابی القاسم البوشنجی امام بخاری نے ایک حدیث کی کتاب تصنیف کی تھی جس میں انہوں نے ایک لاکھ حدیثیں جمع کی تھیں۔ ابن الملقن اور علامہ عینی تو اس بات کو غیر مشہور بتاتے ہیں اور افسوس آج تک کہیں دنیا کے کتب خانوں میں اس کا پتہ بھی نہیں چلا۔ نہ اس کا کوئی راوی معلوم ہوا اور نہ دوسرے محدث نے سو ابو سعد بوشنجی کے اس کو نقل کیا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری نے جب صحیح بخاری کو چھ لاکھ حدیثوں سے منتخب کیا ہے تو کون سی تعجب کی بات ہے کہ ایک لاکھ حدیثوں کا

کوئی علمی خزائن جمع کیا ہو۔ ممکن ہے کہ کوئی تصنیف ایسی رہی ہو
 اور روز زمانہ سے ناپید ہو گئی ہو۔ جس طرح آج سینکڑوں نہیں
 بلکہ سلف کی ہزاروں یادگاریں معدوم ہو گئیں۔ جن کا آج دنیا میں کہیں
 نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اگرچہ جس قدر امام بخاری کی تصنیفات موجود
 ہیں وہ کچھ کم نہیں۔ تاہم ایسے علمی خزائن کے مفقود ہونے پر جتنا افسوس کیا
 جائے بجائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وہی تصنیف ہو جس کو المسند الکبیر
 اور التفسیر الکبیر کے نام سے امام کے تلمیذ ذریبی نے بیان کیا ہے۔ لیکن
 آج المسند الکبیر التفسیر الکبیر کا بھی پتہ نہیں ہے۔ زمانہ کے دستِ تعدی نے
 جہاں اور سلف کے خزانے برباد کر دیئے ان جو اہرات کو بھی تلف کر دیا
 ہو۔ تو کوئی تعجب کی جگہ نہیں۔ آج امام عبداللہ بن مبارک امام ثوری جیسے
 لوگوں کی بے مثل تالیفات کا دنیا میں کہیں وجود نہیں۔ حالانکہ یہ وہ
 تالیفات ہیں جن کو لوگ ازبر رکھتے تھے۔

الجامع الصغیر فی الحدیث۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں
 کہ بقول ابن حجر اس کتاب کو امام بخاری سے عبداللہ بن محمد الاشقر
 نے روایت کیا ہے اور یہ امام صاحب کی ان تالیفات میں سے ہے جو
 موجود ہیں۔

۱۔ اس کا تعلق نسخہ بخط حافظ ابن حجر کتب خانہ قلمی دارالعلوم ترمذی میں دوسری جنگ عظیم
 تک موجود تھا۔ عبید اللہ رحمانی۔

جزء قرآنہ خلف الامام۔ امام صاحب کا مشہور رسالہ ہے، امام صاحب نے اس رسالہ میں قرآنہ خلف امام کو بدلائلی احادیث و آثار ثابت کیا ہے اور فریق کے جوابات نہایت عمدگی سے دیئے ہیں، جس سے امام صاحب کا کامل مناظرہ داں ہوتا ثابت ہوتا ہے، اگرچہ فریق کا نام نہیں لیا ہے۔ لیکن فریق خود سمجھتا ہے کہ یہ میرا جواب ہے اور یہ کمال احتیاط اور علوم ہمتی و حق پرستی ہے جو محدثین کی خصوصیات سے ہے۔

اہل کوفہ کا استدلال آیہ کریمہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا سے ہے اور اس استدلال پر گویا اہل کوفہ کا بالکل تکبر ہے، امام صاحب نے اس استدلال کے جوابات عموم لفظ اور خصوص مورد دونوں اعتبار سے دیئے ہیں۔ مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ کلام خصم کی تحقیق کر کے ہر شق کا جواب دیتے ہیں۔ اسی قاعدہ پر امام صاحب نے اس آیت کا جواب ادا کیا اعتبار عموم لفظ کے اس طرح دیا ہے کہ تم خود اس عموم کو سنت فجر میں نہیں قائم رکھتے کیونکہ تمہارا مسئلہ ہے کہ اگر امام صبح کی نماز میں قنوت کر رہا ہو۔ اس وقت اگر کوئی نمازی آئے اور اس نے سنت نہ پڑھی ہو، تو اولاً سنت پڑھ لے۔ اس صورت میں یہ آیت اپنے عموم پر نہیں رہتی، تم نے جب سنن میں

سہ اب تک اس مسئلہ میں بڑی بڑی کتابیں تالیف ہو چکی ہیں۔ امام بیہقی نے بھی کتاب القراءۃ لکھی۔ متاخرین میں علامہ عبدالحی کھنوی کی کتاب امام اسکلام عربی میں اور حضرت استاذی الحرم مولانا ابوالحسن محمد عبدالرحمن صاحب مبارک پوری کی کتاب تحقیق اسکلام۔ دونوں بڑی جہاد فیقات قابل مطالعہ ہیں۔ جزء قرآنہ خلف الامام بھی عربی میں طبع ہو گیا ہے۔ ۱۲ منہ

اس آیت کی تخصیص کی تو فرض یعنی قزات میں عموم آیت کی تخصیص کیوں نہیں ہو سکتی سنت فجر کی صورت میں تو کوئی تخصیص صحیح بھی موجود نہیں، اور یہاں تو عبادہ بن صامت اور دیگر صحابہ کی صحیح روایات تخصیص موجود ہیں۔

اور اگر مخصوص مورد کے اعتبار سے تمہارا استدلال ہے تو یہ خصوص مورد ثابت نہیں، کیونکہ اس کا مورد خطبہ ہے نہ صلوة اور اس کو امام نے ردایا متعددہ سے ثابت کر کے دکھایا ہے اور کوئی صحیح روایت ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ یہ آیت نماز میں نازل ہوئی۔

اسی مسئلہ میں اب تم اس مناظرہ کو ملاؤ جس کی نسبت جناب امام ابوحنیفہ کی طرف کی جاتی ہے اور امام ابوحنیفہ کی کمال زیر کی اور نفاہت کی جاتی ہے جس کو ہم عصر نعمانی صاحب نے نہایت فخریہ الفاظ میں لکھا ہے۔ خاص انہیں کے الفاظ یہ ہیں "ایک دن بہت سے لوگ جمع ہو کر آئے کہ قزات خلف الامام کے مسئلہ میں امام صاحب سے گفتگو کریں امام صاحب نے کہا اتنے آدمیوں سے میں تنہا کیوں کر بحث کر سکتا ہوں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس مجمع میں کسی کو انتخاب کر لیں جو سب کی طرف سے اس خدمت کا کفیل ہو اور اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے، لوگوں نے منظور کیا۔ امام صاحب نے کہا، آپ نے یہ تسلیم کر لیا تو بحث کا خاتمہ بھی ہو گیا، آپ نے جس طرح ایک شخص کو سب کی طرف سے بحث کا مختار کرو یا۔ اسی طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قزات کا کفیل ہے۔"

ایک سمجھ دار کہہ سکتا ہے کہ اس مناظرہ میں امام ابوحنیفہ نے کوئی شرعی دلیل

نہیں بیان کی، عقلی طور پر بھی جو تقریر کی ہے۔ کسی گری ہوئی ہے، مدار اس مناظر کا اس پر ہوا کہ جس طرح سب کی طرف ایک شخص کو بحث کا مختار کر دیا، اسی طرح امام نماز تمام مقتدیوں کی طرف سے قراءت کا کفیل ہے۔ حالانکہ وجہ شبہ (مختار کرنا) نماز میں نہیں پائی جاتی۔ مقتدی یہ نہیں کہتا کہ امام میری طرف سے نماز کا مختار ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اقتدار ناہی مختار کرنا ہے، تو کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اقتداء سے معیت فی العبادۃ مقصود ہے جس پر آیہ کریمہ وار کعوامہ الراکعین شاید عمل ہے، اور اگر اقتداء سے معیت فی العبادۃ مقصود نہ ہو بلکہ مختار کرنا مقصود ہو تو قراءت کی کیا خصوصیت ہے لازم یہ ہے کہ کوئی رکن نماز کا مقتدی نہ بجالائے تکبیر تحریمہ مثلاً۔ التحیات مقتدی کچھ نہ پڑھے۔ حالانکہ یہ امام ابوحنیفہ بھی نہیں کہتے۔ پھر یہ تقریر امام ابوحنیفہ کی رحمت پر نماز ہے، کس قسم کی ہوئی

صحیح بخاری کی مقبولیت اور اس کی کفایت نشان

امام صاحب کی کل تصنیفات میں الجامع الصحیح جو آج صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے، اور دنیا کے تمام ان حصوں میں جہاں جہاں اسلامی اثر پہنچا ہے

عہد افسوس امام بخاری کے طرز جواب کو نہ مانی صاحب ہیرت گنیز فرماتے ہیں لیکن ان کو نہ حیرت ہوئی تو امام ابوحنیفہ کے اس طرز جواب سے ہر حصہ موصوف کو مناسب تھا کہ جو مناظرہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوخ کیا گیا ہے۔ اس کو مناظرہ کے قواعد سے ٹھیک کر لیا، خصوصاً مسائل خمر عیب میں جن میں ولائل شرعیہ کا ہونا فرض ہے۔ ہمارے خیال میں اس قصہ کی نسبت ہی امام صاحب کی طرف غلط ہے ۱۲

شائع ہے۔ یہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جن وجوہات سے مسلمانوں نے
 امام بخاری کو امام المحدثین امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا، ان میں ایک
 یہ مبارک کتاب بھی ہے۔ یہ رتبہ یہ تفضیلت یہ شرف یہ اعتبار متقدمین سے
 لے کر متاخرین تک اسلام میں نہ کسی محدث کی تصنیف کو حاصل ہوا نہ کسی
 فقیہ اور امام کی تالیف کو۔ آج اسلام میں کتاب اللہ کے بعد کس کی تالیف اور
 کون سی کتاب ہے جس کے آگے کل اسلامی دنیا سر تسلیم خم کرتی ہے۔
 لہذا کتاب الذی یتلو الکتاب ہدی ہدی السیلاۃ طرد لیس ینصدح
 صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے۔ کہ اگر صرف اسی کی تاریخ لکھی جائے
 اور ہر بیو سے اس پر مستقل بحث کی جائے تو کئی ضخیم جلدیں لکھنی پڑیں۔
 علامہ ابن خلدون اپنی مشہور تاریخ کے مقدمہ میں رحمت میں انہوں نے
 علم تاریخ کے حکیمانہ اصول اور فلسفیانہ نکتے و تمدنی قواعد ضبط کئے ہیں
 فرماتے ہیں: ولقد سمعت کثیرا من شیوخنا رحمہم اللہ یقولون شرح کتاب
 البخاری بن علی اکبر یعنی میں نے اپنے اکثر اساتذہ اور شیوخ کو فرماتے سنا۔
 کہ صحیح بخاری کی شرح لکھنے کا فرض امت پر اب تک باقی ہے۔ علمائے ملت
 اسلام میں سے کسی نے اس کی ایسی شرح نہیں لکھی جس سے امت کا یہ فرض ادا
 ہو۔ اور امت کو فرض دین سے سبکدوشی حاصل ہو۔ گو شرح بہت ہو چکیں
 لیکن وہ نکات فقہیہ جو امام بخاری نے تراجم ابواب میں ودیعت رکھے ہیں۔
 اور وہ علمی نثر اور فنون حدیثیہ و تاریخیہ کے دقائق جو انہوں نے ایک ہی

صحیح کتاب اللہ کے بعد امام بخاری کی صحیح بخاری کا درجہ ہے اور یہ نیابت ایسا عظیم الشان کوہ جو کسی طرح

حدیث کے تکرار تعلیق موصوف موصول لائے ہیں رکھے ہیں کسی نے ان کا استیعاب نہیں کیا اور نیز علامہ موصوف امام بخاری کی وقت نظر اور تفتہ۔ صحیح بخاری کے عنوان تالیف و ابواب فقہیہ پر بیمارک فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "لیکن صحیح بخاری فن حدیث کی تمام کتابوں سے درجے میں بلند ہے۔ اس کا پایا نہایت بلند ہے۔ اسی وجہ سے علمائے اس کی شرح کو نہایت مشکل خیال کیا ہے۔ اور اس کے مطالب تک راہ یابی کو نہایت دشوار سمجھا ہے۔ کیونکہ اس کے مقاصد پر راہ یابی کے لیے ضرورت ہے کہ ایک ایک حدیث کی متعدد سندوں کے سلسلے سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کے رجال سے جن میں کوئی شامی ہے کوئی عراقی، کوئی حجازی کوئی بصری ہر ایک سے پوری پوری واقفیت پیدا کی جائے۔ ان کے موالید ان کے وفيات ان کے لقاء وغیرہ کے حالات کے ماسوا اس سے بھی واقفیت حاصل کی جائے کہ لوگ ان کے بارے میں کیا احتمالات رکھتے ہیں۔ اسی لیے صحیح بخاری کے ابواب میں غائر نظر کی ضرورت ہے۔ امام بخاری ایک ترجمہ ابواب لکھ کر اس کے تحت میں ایک حدیث کسی سند سے لاتے ہیں۔ پھر دوسرا باب لکھتے ہیں اور اس میں بھی وہی حدیث دوسری سندوں سے لاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ دوسرے باب کے مناسب بھی اس حدیث میں معنی ماہ الاستدلال موجود ہوتا ہے۔ اس طرح کئی کئی ترجمہ ابواب میں ایک ہی حدیث لاتے ہیں یہاں تک کہ ظاہر نظر میں وہ حدیث مکرر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ واقع میں تکرار نہیں بلکہ یہ ظاہری تکرار عدد و ہستناہ فقہیہ کے کسی نکتہ حدیثیہ یا تاریخیہ کی وجہ سے نہایت

مفید ہوتی ہے۔ پس جس نے صحیح بخاری کی شرح لکھی، اور ان باتوں پر اس نے
کامل بحث نہ کی۔ اس نے صحیح بخاری کی شرح کا حق ادا نہیں کیا۔ جس طرح
علامہ ابن بطال یا علامہ الملہب بن ابی صفرہ یا علامہ ابن التین کی شرحیں ہیں۔
علامہ ابن خلدون آٹھویں صدی کے مورخ ہیں۔ نویں صدی کے ابتداء
میں وفات پائی ہے۔ مقدمہ تاریخ کو انہوں نے ۱۸۷۲ عری میں ختم کیا ہے۔
اس وقت تک صحیح بخاری کی شرح کثرت سے لکھی جا چکی تھیں۔ تیسری صدی
کے بعد ہی سے اس کی شرح کی طرف اہل علم متوجہ ہو گئے۔ لیکن اس فاضل
مورخ کے قیام و استقرار اور تحقیق میں کوئی شرح اس قسم کی نہیں لکھی گئی جو
صحیح بخاری کے نکات فقہیہ اور تدقیقات حدیثیہ و تاریخیہ کی طرف پوری
طرح رہبر ہو سکے۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ زمانہ موجودہ تک صحیح بخاری
کے شرح کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ اور اہل علم نے کوئی پہلو یا کوئی
موضوع ایسا نہیں چھوڑا جس پر بحث نہ کی ہو کسی نے نحوی تحقیقات سے
بحث کی۔ کسی نے صرف تراجم ابواب کو موضوع بٹھا کر کتاب لکھی۔ کسی نے
لغات سے بحث کی۔ کسی نے جہاں سے کسی نے تعلیقات کو موصول کیا۔
کسی نے متابعات سے بحث کی۔ کسی نے استخراج کیا۔ کسی نے استدراک
کیا۔ کسی نے تنقید پر کتاب لکھی۔

عہ مقدمہ کے آخر میں علامہ ابن خلدون کی یہ عبارت موجود ہے، قال مؤلف الكتاب عفا
الله عنه اتممت هذا الجزء الاول بالوضع والتأليف قبل التقيم والتهديب
في مدة خمسة اشهر اخرها منتصف عام تسعة وسبعين سبعمائة وستين

تاہم امام بخاری کے دقیق خیال اور لطیف استدلال تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی علامہ ابوالخیر سخاوی التبر المسبوک فی ذیل السلوک میں علامہ ابن حجر کے ترجمہ میں فتح الباری کی نسبت رقم طراز ہیں ولودقف علیہ ابن خلدون القائل بان شرح البخاری الی الان دین علی هذه الامۃ لقرت ^{عینہ} بلوفا ولاستیفایعنی اگر فاضل ابن خلدون کو فتح الباری سے واقفیت ہوئی ہوتی جنہوں نے یہ لکھا تھا کہ صحیح بخاری کی شرح کا دین امت پر باقی ہے، تو اس شرح کو دیکھ کر ان کی آنکھیں اس دین کے بھرپانے سے ٹھنڈی ہوتیں۔ لیکن بقول ہمارے بعض شیوخ کے کیا معلوم کہ فاضل مورخ کے بلند خیال میں بھی دین ادا ہوا یا ابھی باقی ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ مزید از جہد حسنا اذا ما زدتمنا نظرا یہ مصرع شاید اسی مبارک کتاب کے لیے موزوں ہوا ہے، جس قدر جس کو زیادہ غور کا موقع ملتا ہے اسی قدر نکات فقہیہ اور تحقیقات حدیثیہ سے اس کے دل و دماغ کو بہرہ یابی ہوتی ہے اس کی رفعت شان کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ تینیس ^{۳۳} کروڑ افراد انسانی راستہ نائے

سے یعنی جناب استاذ الاستاذہ مخزاندہ باقر العلوم حضرت مولانا حافظ عبداللہ النازکی پوری ختم الدہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ آپ ایک مدت تک مدرس اعلیٰ کے عمدے پندے سرپرستہ رحمت غازی پور مدرسہ حدیثیہ آریہ میں رہے آخر عمر میں ہمارے علمائے دین دہلی میں بجائے شیخ اگل دنگ دیتے رہے۔ اور بقیہ زندگی دہلی گنا ممالک مغربی و شمالی و صوبہ بہار و بنگال کے لوگ کثرت سے فیض یاب ہوئے۔ آخر میں پنجاب کا بخت بیدار ہوا۔ قرآن تفسیر و حدیث و ریاضی بہیشت۔ فلسفہ منطق۔ فقہ و اصول فقہ اقلیدس ان نمون میں آپ کا کوئی نظیر نہیں تھا۔ آخر عمر میں صرف نمون اسلامیہ کے درس کا شوق رہا اور اسی کی دمن ہی کھنوں میں ^{۳۳} میں رحلت فرمائی آپ کے مفصل حالات تراجم علماء حدیث ہند میں ملاحظہ فرمائیں عسیا مد رحمانی

معدودے چند، اس کو بایہ نازہ سمجھتے ہیں۔ اور یقین کہتے ہیں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اس تنقید اور تحقیق کے ساتھ اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں کہ اس سے بڑھ کر ہونا غیر ممکن ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی جانفشانی اپنی محنت اپنی سعی اپنی جان نثاری اپنے خداداد حافظہ کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اگلی امتوں کو چھوڑو۔ اس امت میں بھی اس دل و دماغ اور اس خیال کے چیدہ اشخاص ہوئے جن کا شمار انگریزوں پر کیا جاتا ہے۔ کوئی رائے و قیاس میں لپٹ کر رہ گیا۔ کوئی دوسرے فنون میں۔ آج حنفی۔ شافعی مالکی حنبلی یہ چار فرقے اہل سنت کے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی عہنی تقسیمیں ہیں اور ان کے اقسام الگ الگ ناموں سے نامزد ہیں۔ اسی طرح عقائد تصوف کے اعتبار سے کتنی تقسیمیں ہیں لیکن قرآن کے بعد اس کتاب کی صحت کا اقرار کرتے اور مانتے ہیں تسادیتہ الاقدام ہیں۔ اور عرب و عجم۔ اہل حجاز۔ اہل شام۔ اہل عراق۔ اہل ہند۔ ترکی۔ کابل۔ بربرمی۔ افریقی۔ رومی۔ روسی۔ ہندوی۔ شہری۔ محدث۔ فقیہ۔ متکلم۔ صوفی سب مانتے ہیں۔ وہ اہل تقلید جن کو چشم بصیرت نہیں ان کے لیے مقتداؤں کے اقوال کافی ہیں۔ افسوس کہ ہم ان شہادتوں کے نقل کرنے سے مجبور ہیں۔ ہماری اس کتاب کے حجم کے اضعا فاضل ہونے سے بھی ان کا استیعاب نہیں ہو سکتا ہاں کسی موقع پر ناظرین کی تشریح کے لیے نمونہ از خزوار سے نقل ہوں گے اسلام میں خواب نبوت کا چھپا لیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے بالخصوص وہ

خواب جس میں کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اس بنا پر وہ مستند خواب جس کا سلسلہ سند امام بخاری تک پہنچتا ہے بہت ہی باوقفت ہو گا۔ فریبی۔ وراق سے ناقل ہیں کہ وراق را امام بخاری کے کاتب بیان کرتے ہیں۔ میں نے امام بخاری کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مبارک قدم اٹھاتے ہیں تو امام بخاری اپنا قدم حضرت کے نشان قدم پر رکھتے جاتے ہیں۔ نجم بن فضیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف سے باہر تشریف لائے اور امام بخاری آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے نشان قدم پر چلے جا رہے ہیں۔

ان دونوں خوابوں کے علاوہ ابو سہیل مروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو زید مروزی سے سنا۔ وہ بیان کر رہے ہیں کہ میں رکن بیت اللہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سو رہا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ ابو زید اشاعی کی کتاب کا درس میری کتاب رہتے ہوئے کب تک دیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی کون سی کتاب ہے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الجامع الصغیر لمحمد بن اسمعیل

ٹومس ولیم بیل اور نیشنل بیو گریفیکل ڈکشنری مطبوعہ لندن ۱۸۹۰ء میں لکھتے ہیں۔ امام بخاری کی تصنیف صحیح بخاری کی سب سے زیادہ قدر کی جاتی

ہے اور روحانی و دنیاوی معاملات عرض دونوں حیثیت سے قرآن کے بعد معتبر سمجھی جاتی ہے۔ آگے لکھتے ہیں اس کتاب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحیاں والہامات اور افعال و اقوال ہی نہیں مندرج ہیں بلکہ قرآن کے اکثر مشکل مقامات کی تفسیر بھی درج ہے۔

امام بخاری کو صحیح بخاری کی تالیف کا خیال کیوں پیدا ہوا

صحابہ کے زمانہ کو ہم آفتاب نصف النہار یا روز روشن کے ساتھ اور تابعین و تبع تابعین کے زمانہ کو شفق کے ساتھ تشبیہ دیں تو نہایت بجا ہے روز روشن میں اندھیری کا خیال اور اس کی روشنی کی فکر چیدہ لوگوں کو ہوتی ہے آفتاب غروب ہونے پر جو روشنی باقی رہتی ہے اسی کا نام شفق ہے۔ گو ابتدا میں اس وقت بھی روشنی بقدر معتد بہ رہتی ہے۔ لیکن جس قدر وقت گزرتا جاتا ہے روشنی دھیمی ہوتی جاتی ہے اور شب کی اندھیری کا خیال ہر کس و ناکس کو ہوتا جاتا ہے۔

صحابہ ہی کے زمانہ میں کتابت حدیث کا خیال پیدا ہو گیا تھا عبد اللہ بن عمرو بن عامر بن حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ وغیرہ کے پاس حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ تابعین اور تبع تابعین میں ضرورت محسوس ہوئی اور تبع تابعین کے

۱۔ کتاب و تمدن حدیث پر مفصل بحث مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی !
 للعلامة المبارک کفوری اور السیرا الحثیث فی تاریخ تدوین الحدیث للدکتور محمد زبیر الصدیقی
 استاذ الفلاسفیات بجامعة کلکتہ میں ملاحظہ کیجئے ۱۲ عید اللہ رحمانی۔

زمانہ میں بہ نسبت تابعین کے زیادہ تر اس کا خیال ہوا۔ کیونکہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کی بدولت جس قدر مغز و حقیقت سے آگاہ تھے ظاہر ہے۔ چنانچہ ان کے اوصاف افضل اعراف اعلم اعمق و بصیغہ تفضیل وارد ہوئے۔ تابعین ان کی صحبت سے فیض یاب ہو کر بہت کچھ حقائق شرع سے خبردار تھے، لیکن رفتہ رفتہ کمی ہوتی جاتی تھی۔ مجاورت بدلتے جاتے تھے۔ مفاہیم میں تغیرات پیدا ہوتے جاتے تھے۔ اور ایک ایسا اندھیرا وقت چلا آتا تھا جس کے لیے ان کو پہلے سے غیر معمولی قوت سے روشنی کا اہتمام کرنا تھا۔ تبع تابعین نے مگر ہمت چست باندھ کر یہ کام وسیع پیمانہ پر شروع کیا۔ اور محدثین نے جہاں توڑ سچی سے اس کی تکمیل کر ڈالی۔

ابتداءً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کتابت حدیث کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اور صاف کہہ دیا گیا تھا
 لا تكتبوا عني شيئا الا القرآن و من كتب يعني مجھ سے بجز قرآن اور کوئی چیز نہ لکھا کرو۔ اگر
 عني شيئا غير القرآن فليحبه (مسلم) کچھ لکھا ہو تو اس کو مٹا دو
 یہ اہتمام اس واسطے کیا گیا کہ قرآن کا اور چیزوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو جائے
 لیکن زہانی تبلیغ کی وہی تاکید رہی۔ صرف کتابت کی ممانعت کر دی
 گئی تھی۔ جب ایک معتد بہ زمانہ گذر گیا اور اس اختلاط کا اندیشہ جاتا رہا
 تو آگے چل کر کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی۔ اور جب ابو شاہ
 یمنی نے حجۃ الوداع کے خطبے کے لکھ دینے کی درخواست کی تو جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور صاف لفظوں میں فرمایا:۔ اکتبوا کلابی شاہ یعنی ابو شاہ کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص حدیثوں کو لکھ لیا کرتے تھے۔ ان کو بعض لوگوں نے منع بھی کیا۔ لیکن عبداللہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ نے انگلیوں کے اشارے سے فرمایا لکھ لیا کرو۔ اسی طرح حضرت عمر حضرت انس اور دیگر صحابہ و تابعین نے اس کی سخت تاکید کی۔ لیکن اس اجازت اور صحابہ و تابعین کی تاکید پر بھی قرون اولیٰ میں چند اہل کتابت حدیث کا رواج نہ ہوا۔ وہ لوگ ابتدا کی ممانعت کی وجہ سے حفظ کے اس قدر خوگر ہو گئے تھے کہ کتابت ان کو جبر ہوتی۔ ابوسعید خدری سے ان کے شاگردوں نے کہا کہ ہمیں یاد میں وقت پڑتی ہے۔ آپ لکھا دیجیے۔ ابوسعید خدری نے سخت انکار کے لیے میں فرمایا تم لکھائیں گے نہیں۔ جس طرح ہم نے حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زبانی یاد کیا ہے۔ تم بھی ہم سے زبانی یاد کرو۔ ہم حدیثوں کو قرآن بنانا نہیں چاہتے۔ اسی طرح ابو ہریرہ سے بھی درخواست کی گئی۔ تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس قرن کے مسلمانوں میں سیلان ذہن۔ خلا داد حافظہ کچھ ایسا تھا کہ ان کو لکھنے اور جمع کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ان کا کام یوں ہی باسانی چلتا تھا۔ اور ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ اکثر ان قرون کے مسلمان کتابت نہیں جانتے تھے۔

سرخسور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تابعین کے آخر زمانہ میں جبکہ علمائے اسلام دور و دوراً ممالک میں منتشر ہو گئے اور ارض و انفس و خوارج اور منکرین تقدیر کی بدعتوں کا شور مچا۔ گویا شفق کی روشنی بھی اب غائب ہونے لگی تو آثار و احادیث کی تادوین شروع ہوئی۔ اور ہر فن کی ابتدائی حالت جیسی رہتی ہے، اس کی بھی رہی لیکن خلیفہ وقت عمر بن عبدالعزیز کی تاکید نے ایک بل چل چلائی اور آناً فاناً احادیث کا دفتر تیار ہو گیا۔ ربیع بن صبیح سعید بن ابی عروبہ اور ان کے چند معاصرین نے اس کام میں پہلے حصہ لیا۔ اس ابتدائی دور میں تدوین کا طریقہ یہ ہا کہ ہر باب کو علیحدہ اجزا میں بلکہ ہر قسم کے آثار و احادیث کو بلا لحاظ ترتیب اکٹھا کر دیتے۔ ان کے بعد تبع تابعین اٹھے اور احکام جمع کئے مدینہ میں امام مالک نے موطا لکھی جس میں یہ التزام کیا کہ اہل حجاز کی قوی قوی حدیثیں لائیں۔ لیکن اس کے ساتھ صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ بھی شامل کیے۔ مکہ میں ابن جریر شام میں امام اوزاعی۔ کوفہ میں سفیان ثوری بصرہ میں حماد بن سلمہ نے اپنی اپنی طرز پر تصنیفیں کیں۔ ان کے بعد ان کے بہت سے معاصرین نے انہیں کی طرز اختیار کی۔ اور علم حدیث کی تدوین و ترتیب کی جب اور کچھ ترقی ہوئی تو بعض ائمہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ "صرف حدیث نبوی (بلا اختلاط آثار صحابہ تابعین جمع کریں، اس خیال پر عبید اللہ بن موسیٰ کوفی نے ایک مسند لکھی۔ اسی طرح مسدو بن مسرید۔ اور اسد بن موسیٰ اموی اور نعیم بن حماد نزہیل مصر نے بھی اپنی اپنی مسندیں جمع کیں۔ اور ائمہ بھی انہیں کے نشان قدم پر چلے۔ حتیٰ کہ

حفاظ حدیث میں۔ بمشکل ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے اپنی مرویات احادیث کو مسند کے طور پر جمع نہ کیا ہو۔ بخمدہ ان جامعین کے امام احمد بن حنبل۔ عثمان بن ابی شیبہ اسحاق بن راہویہ۔ نہایت ممتاز لوگوں میں ہیں۔ امام احمد بن حنبل کی جو مسند آج طبع ہو کر شائع ہے۔ اور اہل اسلام اس سے نفع اٹھا رہے ہیں۔ ان مسندوں میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔ بعض حفاظ نے مسند اور ابواب دونوں طریقوں پر جمع کیا۔ جیسے ابو بکر بن ابی شیبہ امام بخاری نے ان تصانیف کو دیکھا اور ان کو جانچا اور ان میں ہر قسم کی صحیح اور ضعیف حدیثوں کو مخلوط پایا۔ تو ان کا قصد یہ ہوا کہ صرف صحیح صحیح احادیث کو جمع کریں۔ جن میں کسی کو شک نہ ہو۔ عذرا وہ بے میں امام اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری کو اس کی زبانی بھی کی تھی | ابراہیم بن معقل نسفی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے بیان کیا ہم لوگ ایک روز امام اسحاق بن راہویہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا لو جمعتم کتابا مختصرا بصیغہ سنۃ کاش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح صحیح حدیثوں النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مختصر کتاب تم جمع کرتے۔ امام بخاری کہتے ہیں توقعم ذلک فی قلبی میرے جی میں یہ بات بیٹھ گئی۔ اور آگ میں روغن کا کام دے گئی۔ میں نے اسی وقت سے جامع صحیح کی تدوین شروع کر دی۔

ایک تیسری وجہ یہ تھی کہ امام بخاری نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میں آپ کے حضور میں کھڑا ہوں میرے ہاتھ میں ایک ٹکڑا ہے جس سے میں آپ کے اوپر سے لکھیوں کو ہانک رہا ہوں۔

بیدار ہو کر معبرین سے تعبیر پوچھی۔ تعبیر دینے والوں نے یہ تعبیر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جن جھوٹی حدیثوں کی نسبت کی جاتی ہے تم ان کو دفع کرو گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیا لیسوا حصہ ہوتا ہے۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اس نے واقعی صحیح دیکھا۔ اس لیے اس متبرک خواب نے امام المحدثین کے شوق کو اور بھی دوگنا کر دیا۔ اور جامع صحیح کی تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

مدت تالیف اور کیفیت تالیف

صحیح بخاری کو امام بخاری نے کب اور کتنی مدت میں تالیف کیا اور تالیف کی کیفیت کیا تھی اور تالیف کرنے کے بعد کن کن فحول محدثین اور اکابر علماء کی خدمتوں میں پیش کیا۔ ان میں سے ہر ایک عنوان پر علیحدہ بحث کی رہی۔ جیسا کہ اکثر شرح بخاری کا دستور ہے، اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ تاہم بالکل چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔

وراق نے امام صاحب کا ایک قول یہ نقل کیا ہے یہ کہ میں نے جامع صحیح کو سولہ برسوں میں لکھا۔ اور یہ بھی امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے جامع صحیح کو تین بار تالیف کیا، لیکن یہ قول امام صاحب کے پہلے قول کا منافی نہیں ہے، ایک ہی تصنیف کو صنف کئی بار تہذیب و ترتیب دینا ہے ابوالہشیم کشمیری کہتے ہیں: میں نے امام زہری سے سنا۔ وہ امام صاحب سے

لے بغیر الکات و سکون الشین المعجمہ و کسر الیم بعد اتمیۃ ساکنۃ ثم ہا مفتوتہ ثم لزن نسبتہ الی کشمیریہ

ناقل تھے، امام صاحب فرماتے کہ میں نے کوئی حدیث البجاریہ الصیح میں اس وقت تک نہیں داخل کی جب تک غسل کر کے دو رکعت نماز ادا نہ کر لی۔ ایک دوسری روایت میں اس قدر اور بھی وارد ہوا کہ مسجد حرام بیت المقدس میں نے اس کو تالیف کیا۔ اور دو رکعت پڑھ کر حدیث پر استخارہ کرتا جب مجھے ہر طرح اس کی صحت کا یقین ہو جاتا تو البجاریہ الصیح میں داخل کرتا اس کو میں نے اپنی رنجات کے لیے حاجت بنایا ہے۔ اور چھ لاکھ حدیثوں سے صحیح صحیح حدیثیں چن کر لکھی ہیں۔ علامہ ابن عدی اپنے شیوخ کی ایک جماعت سے ناقل ہیں۔ کہ امام بخاری نے البجاریہ الصیح کے تراجم ابواب کو حجرہ نبوی اور منبر کے درمیان میں بیٹھ کر لکھا۔ اور ہر ترجمہ ابواب کو دو رکعت نماز پڑھ کر صاف کرتے۔ وراق نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں امام بخاری کے ساتھ تھا۔ میں نے آپ کو کتاب التفسیر لکھنے میں دیکھا کہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ آٹھتے اور چقماق سے آگ روشن کر کے چراغ جلائے اور حدیثوں پر نشان دے کر سو رہتے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب سفر و حضر ہر جگہ برابر اس کی دُھن میں رہتے تھے۔ اور جب کسی حدیث کے صحیح ہونے کا یقین ہو جاتا اس پر نشان دیتے۔ یہی کتاب کے تراجم ابواب کی ترتیب اور تہذیب اور ہر بات کے تحت میں حدیثوں کو داخل کرنا۔ اس کو امام صاحب نے ایک بار حرم محترم میں۔ اور دوسری بار بین المنبر والمحراب رجور وضعت من ریاض الجنۃ ہے، انجام دیا اور اسی تراجم ابواب کی ترتیب و تہذیب کے وقت جو حدیثیں تراجم ابواب کے

تحت لکھنے لگتے پہلے غسل کر کے استخارہ کر لیتے۔
 ابو جعفر عقیلی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے صحیح بخاری کو تالیف
 کر کے اس وقت کے ان شیورنہ کے سامنے جن کا فضل و کمال مسلمانوں میں
 مسلم تھا اور بڑے پایہ کے لوگ گنے جاتے تھے یعنی امام احمد بن حنبل
 علی بن مدینی۔ یحییٰ بن معین وغیر ہم پیش کیا۔ سب نے نہایت پسندیدگی
 کی نگاہ سے دیکھا اور بالاتفاق صحت کی شہادت دی۔ مگر چار حدیثوں
 میں کلام کیا۔ عقیلی کہتے ہیں۔ ان چار حدیثوں میں بھی امام بخاری کی بات
 صحیح نکلی۔ اور وہ چاروں حدیثیں صحیح ٹھہریں۔

۱۶

صحیح بخاری کا عنوان تالیف

صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاری کو دو باتیں مد نظر تھیں۔ اول
 ان حدیثوں کا انتخاب اور جمع کرنا جنکی صحت اور مقبولیت پر امام صاحب کے
 قبل کے محدثین کا یا امام صاحب کے وقت میں جو محدثین تھے۔ ان کا اتفاق
 ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے اس تالیف کا نام انہوں نے الجامع الصحیح من
 احادیث رسول اللہ و سننہ و آیامہ کہار ثانی، استنباط مسائل فقہیہ
 استخراج نکات حکمیہ جن کو امام بخاری کی وقت پسند طبیعت کے نتائج
 کہنا زیادہ مناسب ہے۔ جن کو موقع ترجمہ الباب میں ذکر کرتے ہیں۔
 اور اس مقصود را استخراج مسائل فقہیہ کی وجہ سے متن میں اگر تکرار بھی ہو
 تو اس کی کچھ پر واکا نہیں کرتے لکن التزام یہ ہے کہ متن اور اسناد دونوں

ہر طرح نہ مکر رہوں۔ . . . تکرار صرف مضمون حدیث میں ہوتی ہے۔
 تبدیل اسناد سے حدیث درجہ آحاد سے تو اثر معنوی یا شہرت کے
 درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور یہ تکرار قدر مکرر کا مزادے جاتی ہے۔
 متن و مضمون احادیث بتبدیل روایت چوں مکرر شود آں قدر مکرر گزند
 استخراج مسائل میں ایک بہت ہی عمدہ التزام یہ ہے کہ پہلے آیات سے
 استدلال کرتے ہیں۔ اور حدیث اور آیت کی تطبیق و توفیق کا خیال
 مقدم رہتا ہے۔ عموماً آیت کی تفسیر حدیث سے یا حدیث کی تفسیر آیت سے
 ہو جاتی ہے۔ استدلال کا پیرا یہ بہت ہی لطیف اور دقیق ہوتا ہے اکثر
 ناواقف لوگ حیرت میں پڑ کر امام کو نشانہ اعتراض بناتے ہیں۔
 چونکہ استخراج مسائل فقہیہ اہم مقاصد میں سے ہے۔ اس لیے
 بہتیرے ابواب میں صرف فیہ عن فلاں سے اس حدیث کی طرف اشارہ
 کر دیتے ہیں جو پہلے گذر چکی ہے، خواہ قریب گزری ہو یا بعید، کبھی کسی
 باب کے تحت میں متن حدیث مذکور ہے۔ لیکن سلسلہ سند محذوف،
 یا حدیث معلق ذکر کی ہے، بہتیرے تراجم ابواب ایسے ہیں جن کے تحت
 میں متعدد حدیثیں مذکور ہیں، کبھی ایک ہی حدیث، کبھی صرف قرآن کی آیتیں
 یہ سب انداز بتاتے ہیں کہ استخراج مسائل فقہیہ بھی صحیح بخاری کی تالیف
 کے اہم مقاصد سے ہے۔

بعض تراجم ابواب کے تحت ہیں نہ کوئی حدیث ہے نہ قرآن کی
 آیت نہ اثر صحابی نہ قول تابعی بلکہ بالکل بیاض ہے، یہ ایسا موقع ہے

کہ کوئی مسئلہ پیش آیا، لیکن اُس کی دلیل بروقت نہ مل سکی، صورت مسئلہ بعنوان ترجمۃ الباب لکھ لیا اس خیال سے کہ اس پر غور کریں گے، اور حدیث یا آیت عقب سے استدلالاً یا تردیداً ترجمۃ الباب کے تحت میں درج کی جائے گی لیکن موت نے مہلت نہ دی۔ بعض مقام میں حدیث سے ترجمۃ الباب نثار دیا، یہ اس وجہ سے کہ حدیث صحیح کا تعلق ہو گیا جس کو کتاب میں داخل کر لیا لیکن استنباط مسئلہ کی نوبت نہ آئی۔

صحیح بخاری کے تراجم ابواب

امام صاحب نے صحیح بخاری کے تراجم ابواب میں بڑے بڑے اعلیٰ مقاصد پیش نظر رکھے ہیں، کہیں تو وہ نہایت ہی دقیق فقہی نکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کسی جا محدثانہ اصول، اور حدیث کی علت غامضہ بتاتے ہیں، جن کے حل کے لیے نظر غائر اور فہم صاحبان ذکاوت و فطانت کے علاوہ کثرت اطلاع اور وسعت نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کی طبیعتیں ادھی یا کچ ہیں جن کے دماغ تنگ اور نظر محدود ہے یا وہ لوگ جو رسمی اصول اور اہل الرائے کی تخریجات کے پابند ہیں امام صاحب کے تراجم کی تہ تک پہنچنے سے محروم رہتے ہیں اس لیے کہیں تو صحیح بخاری کے تراجم ابواب پر کہیں تراجم اور حدیثوں کی تعلیوں پر اعتراض جمانے لگتے ہیں۔

وكم من عاقب قولا صحيحا
وافته من الفهم المقيم

صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی شان میں فقہاء اور محدثین کا مشہور مقولہ
 فقہ البخاری فی تراجم ابواب ضرب المثل ہے۔

صحیح بخاری کے تراجم ابواب کے مہتمم بالشان ہونے کا اندازہ
 اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اچلہ محدثین اور فحول مصنفین نے تراجم کے
 مقاصد جلیہ اور اشارات غامضہ کے حل کرنے میں مستقل تصنیفیں لکھی ہیں

تراجم ابواب کے متعلق مستقل تصنیفات

۱) علامہ ناصر الدین احمد بن المنیر خطیب اسکندریہ نے تراجم ابواب پر
 ایک بسوط مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام للتواری علی تراجم البخاری
 رکھا۔ اس کتاب میں علامہ موصوف نے چار سو ابواب صحیح بخاری کے ایسے
 چنے ہیں جو نہایت وقت طلب ہیں، پھر ان کو نہایت بسیط بحثوں میں حل کیا،
 ۲) علامہ محمد بن منصور المغربی السجلماسی نے بھی ایک مستقل تصنیف لکھی ہے
 جس کا نام فک اغراض البخاری المبرہۃ فی الجمع بین الحدیث والتوجہ ہے
 ۳) علامہ ابن ابی عبداللہ رشید البستی نے ایک ضخیم اور بسوط کتاب
 صحیح بخاری کے تراجم ابواب پر لکھی جس کا نام توجہان التواجم ہے۔
 انسوس یہ عزیز اور مفید کتاب نا تمام رہی اور ایک ضخیم جلد میں صرف ابواب
 الصوم تک پہنچی، گو یہ کتاب نا تمام رہی۔ لیکن پھر بھی جس قدر عدم سے وجود
 میں آئی صحیح بخاری کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے بہت کا آمد

۴) یہ لفظ بہ تشدید یا واقع ہے ہذا ما افاد سینا ای شیخ حسین عرب الیمنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۲ھ

ثابت ہوئی

(۴) علامہ زین الدین علی بن المنیر نے بھی ایک مستقل تصنیف تراجم پر لکھی جس کا ذکر حافظ ابن حجر نے ہدی الساری میں کیا ہے۔

(۵) شرح تراجم ابواب صحیح بخاری ایک ضروری اور جامع رسالہ ہے، جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا جو حیدرآباد کے مطبع "دائرة المعارف" میں طبع ہو کر شائع ہے اور اس سے پہلے تیسیر القادری شرح فارسی صحیح بخاری کے حاشیہ پر لکھنؤ میں طبع ہوا تھا۔ اس رسالہ کے ابتدا میں تراجم ابواب کے متعلق چند اصول جامع اور مختصر تقریروں میں بیان کئے گئے ہیں۔ پھر فرداً فرداً چار سو سے زائد تراجم پر مفصلاً لیکن نہایت ایجاز کے ساتھ بحث کی گئی ہے، اور جا بجا بہت ہی مفید نکات ودیعت رکھے گئے ہیں جو مصنف کے تبحر اور صفائی ذہن و حکیم الامت ہونے کے شاہد عدل ہیں۔ ان مستقل تصنیفات کے علاوہ صحیح بخاری کی شرح میں تراجم ابواب پر بیڑی تفصیلی بحث کی جاتی ہے، اور اپنی وسعت کے موافق ہر شارح نے اپنے علم و فہم کا تہوج دکھلایا ہے۔ ان میں شیخ الاسلام ابن حجر اور ان کے بعد علامہ عینی نے خاص حصہ لیا ہے۔ علامہ ابن خلدون صحیح بخاری کے تراجم ابواب پر ریمارک فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما البخاری فهو اعلاها رتبةً واستصواباً
الناس شرحه واستغلقوا منها

صحیح بخاری حدیث کی کتابوں میں سب سے
بند پایہ ہے۔ اس لیے اہل علم اس کی شرح کو

مناجل ما يحتاج اليه من معرفة النظر والتقد
 ورجالها من اهل الحجاز والشام والعراق
 ومعرفة احوالهم واختلاف الناس فديم
 ولذلك يحتاج الى معان النظر في
 التفقه في تراجم لا نه يترجم لترجمته
 ويورد فيها الحديث بسند او طريق ثم
 يترجم اخرى ويورد فيها ذلك الحديث
 بعينه لما تضمنه من المعنى الذي ترجم
 به الباب وكذلك في ترجمة وترجمته الى
 ان يتكرر الحديث في ابواب كثيرة
 بحسب معانيه واختلافها.

سخت مشکل کام خیال کرتے ہیں اور اس کے
 مقاصد تک پہنچنا بہت مشکل سمجھتے ہیں کیونکہ
 صحیح بخاری کے مقاصد تک پہنچنے کیلئے
 چند باتوں کا ہونا ضرور ہے (۱) ایک ہی
 حدیث کے اسانید متعدد وہ سے آگاہ ہونا
 (۲) ان اسانید کے رجال کا علم ہونا اس طرح
 کہ کون ان میں شامی ہے کون حجازی کون
 عراقی (۳) ان کے حالات سے آگاہ ہونے
 کے علاوہ یہ جاننا کہ لوگ ان میں کیا اختلاف
 رکھتے ہیں اور امام صاحب نے کیا فیصلہ
 کیا ہے اس وجہ سے تراجم ابواب کے سمجھنے

میں بڑی دقیق نگاہ اور وقت نظر کی ضرورت پڑتی ہے امام بخاری ایک ترجمہ الباب قائم کرتے ہیں
 اور اس میں ایک سند سے حدیث لاتے ہیں پھر دوسرا ترجمہ الباب قائم کرتے ہیں اور اس میں بھی یہی
 حدیث دوسری سند سے لاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ دوسرے ترجمہ ابواب کی بھی دلیل ہے اسی
 طرح متعدد تراجم ابواب میں بوجہ کثرت معانی و اختلافات سند حدیث مکرر ہو جاتی ہے۔

صحیح بخاری کے تراجم ابواب کو وعادی اور ان کے ماتحت کی حدیثوں یا آیتوں
 وغیرہ کو دلائل یا بمنزلہ دلائل خیال کر لینا ایک بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔ اسی غلط فہمی کی
 وجہ سے اکثر صحیح بخاری کے مطالعہ کرنے والوں کو دھوکہ ہوتا ہے۔

مقاصد تراجم کی تفصیل

صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی مختلف صورتیں اور مختلف انغراض ہیں۔
 (۱) کبھی امام صاحب ترجمہ الباب میں اس حدیث کے الفاظ ذکر کرتے ہیں جو ان کی شرط پر نہیں ہے اور اس حدیث کی صحت کی شہادت کے لیے باب کے تحت ہیں وہ حدیثیں لاتے ہیں جو امام صاحب کی شرط پر صحیح ہیں جس سے ترجمہ الباب کی تائید اور تصحیح منظور ہوتی ہے۔

(۲) کبھی ایسا مسئلہ ترجمہ الباب میں ذکر کرتے ہیں جس کو امام صاحب نے کسی صحیح حدیث سے جو ان کی شرط پر ہے مستنبط کیا ہے خواہ صریح الفاظ یا اشارۃ النص یا اقتضاً سے اب اس کے تحت میں جو حدیث یا آیت لاتے ہیں وہ مسئلہ ترجمہ الباب کی دلیل ہوتی ہے، لیکن وجہ استدلال پر حاوی ہونا ہر ایک کا کام نہیں۔

(۳) ترجمہ الباب میں کبھی وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس کی قائل پہلے سے مسلمانوں کی کوئی جماعت تھی، اور اس مسئلہ کی امام صاحب کی تحقیق واجتہاد میں دلیل یا شہادت یا ترجیح ثابت تھی، ایسے مقامات کو امام صاحب ترجمہ الباب کی صورت میں باہر لفظ لکھا کرتے ہیں۔ باب من قال کذا او ذہب الی کذا۔

(۴) کسی ترجمہ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس میں حدیثیں مختلف آئی ہیں اس باب کے تحت میں ان مختلف حدیثوں کو جمع کر دیتے ہیں جس سے تطبیق

سے تراجم بخاری کے انغراض و مقاصد غور و فکر کے بعد تیس سے بھی زیادہ ثابت ہوئے۔ حضرت مؤلف نے بطور نمونہ چند انغراض کے ذکر پر اکتفا فرمایا ہے ۱۲ عبید اللہ رضی اللہ عنہما

ترجیح و استنباط میں آسانی منظور ہوتی ہے۔
 (۱۵) کسی مسئلہ میں مثل سابق کے ادرہ متعارض نہیں ہوتے ہیں اور امام صاحب کے
 نزدیک صورت تطبیق متعین یا راجح ہوتی ہے، پہلے ترجمہ الباب میں توفیق ذکر
 کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان دلائل متعارضہ کو لاتے ہیں، جس سے متعلم میں
 قوت توفیق و تطبیق پیدا ہوتی ہے۔

(۱۶) کسی ترجمہ الباب کے اثبات میں متعدد حدیثیں ذکر کرتے ہیں، ان حدیثوں
 میں کوئی ایسی حدیث ہوتی ہے جس میں امام صاحب کے خیال میں کوئی مفید ضروری
 بات ہوتی ہے۔ جس پر متنبہ کرنا وہ ضروری خیال کرتے ہیں، ایسی جگہ بجائے فائدہ یا
 تنبیہ کے، باب کا لفظ ذکر کرتے ہیں، یہاں صحیح بخاری پڑھنے والوں کو یہ دھوکا ہوتا ہے،
 کہ یہاں سے نیا مسئلہ شروع ہوا، حالانکہ وہ کوئی باب علیحدہ نہیں ہوتا، بلکہ جس طرح عام
 مولفین کا قاعدہ ہے کہ ایسے موقع پر لفظ فائدہ یا قف یا تنبیہ لاتے ہیں، امام صاحب
 نے لفظ باب کے سوا دوسرے الفاظ پسند نہ فرمائے، دلائل مشاہدہ فی الاصطلاح
 جیسے کتاب بد الخلق، ترجمہ الباب (باب قول اللہ عز وجل وبت فیہا من کل ذابہ)
 کے تحت میں پہلے ایک حدیث اس باب کے مطابق ذکر کر کے (باب خیر
 مال المسلم غنم یتبع بہا شعب الجبال) ذکر کیا۔

(۱۷) کبھی باب کو بجائے رسم التحویل، یا ہذا لاسناد، کے قائم کرتے ہیں، جس طرح
 اسی کتاب بد الخلق میں باب کو المثلثۃ ہے پہلے ترجمہ الباب کے ثبوت میں
 بہت سی حدیثیں پیش کیں، اور سعید کے واسطے سے حدیث یتعاقبوز مثلثۃ باللیل و
 مثلثۃ بالانہار الخ لاتے۔ اس کے بعد باب "کا لفظ لکھ کر حدیث اذا قال احدکم امین والمثلثۃ

فالسما امین الحدیث ذکر کیا۔ جس سے مطلب یہ تھا۔ وہ ہذا الاسناد یعنی اسی اسناد سے ذیل کی حدیث بھی ہے۔

(۸) ترجمہ الباب کے تحت میں کبھی وہ حدیث لاتے ہیں جو خود ترجمہ الباب پر دلالت نہیں کرتی نہ بظاہر ترجمہ الباب سے کوئی تعلق اس کے مذکورہ الفاظ کو ہوتا ہے، لیکن اس حدیث کے بہت سے طرق ہوتے ہیں اور ان میں بعض طرق کے الفاظ ترجمہ الباب پر دلالت ہوتے ہیں، جس سے یہ جتنا نامقصود ہوتا ہے کہ اس باب کے لیے کچھ اصل ہے اور یہ مسئلہ بالکل بے اصل نہیں ہے۔

(۹) کسی ترجمہ الباب میں تردیداً وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو کسی خاص شخص کا مسلک ہے یا امام صاحب کے خیال میں شاید آئندہ کوئی اس کا قائل ہو جائے لیکن امام صاحب کے نزدیک غلط ہے۔

(۱۰) اسی طرح کسی ترجمہ الباب میں اسی حدیث لاتے ہیں جو امام صاحب کے نزدیک ثابت نہیں، ایسے مقامات میں باب کے تحت میں صحیح حدیثوں کے لانے سے اس مسلک یا اس حدیث کا رد کرنا منظور ہوتا ہے۔

(۱۱) کبھی ترجمہ الباب کے بعد بجائے مسند حدیث کے صرف کس صحابی یا تابعی کا اثر یا قرآن کی کوئی آیت کریمہ لاتے ہیں۔ ایسا اس مقام میں کرتے ہیں، جہاں ترجمہ الباب کا لفظ کسی حدیث کا ٹکڑا ہوا کرتا ہے، لیکن وہ حدیث امام صاحب کی شرط پر نہیں ہوتی۔ وہاں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اس باب میں گو یہ حدیث آئی ہے، لیکن امام صاحب کی شرط پر صحیح ثابت نہیں ہوئی اور حدیث ترجمہ الباب قابل عمل ہے۔

(۱۲) کبھی ترجمہ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو بظاہر نہایت قلیل النفع ہے،

لیکن کسی خارجی وجہ سے وہ مہتمم بالشان بن گیا ہے جس طرح باخیل الرجل ماصلینا
 بظاہر کوئی نتیجہ خیر بات نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ ملا ذکر ایک جماعت
 ماصلینا کہنے کو بہت برا جانتی ہے۔ تو اس باب کا کثیر التفع ہونا ظاہر ہو جاتا ہے،
 شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں، اس قسم کے تراجم ابواب میں امام بخاری نے
 مصنف ابن شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کے تراجم ابواب پر قدح کی ہے، اور ان دونوں
 کتابوں کے تراجم ابواب کے استدالات میں جو آثار و شواہد پیش کئے گئے ہیں ان کو رد کیا،
 قلت ان ذلك تعقبا و تکیفا علی عبدالرزاق ان ابواب کے فوائد اور خوبیوں سے کچھ وہی
 و ابن ابي شیبہ فی تراجم مصنفیہما اذ شواہد شخص منتفع ہو سکتا ہے۔ جس نے ان
 الآثار مروی عن الصحابة و التابعین فی مصنفیہما دونوں مصنفات کا مطالعہ کیا ہے اور
 و مثل هذا لا ینتفع بہ الا من ہمارس ان دونوں کتابوں سے اس کو مسامحت
 کتابین دا طلع علی ما خیاہ ہے

۱۱۳) کبھی ترجمہ الباب میں قرآن کی کسی آیت کو ذکر کرتے ہیں اور حدیث سے اس کی
 شرح کرتے ہیں یا عموم کی تخصیص کرتے ہیں یا مطلق کو مقید یا اس کے بعض محتملات
 کی تعیین کبھی ترجمہ الباب میں حدیث ذکر کرتے ہیں، اور آیت سے اس کی تخصیص یا
 بعض محتملات کی تعیین، یا شرح، جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں،
 و کتاب ما یاتی بشواہد الحدیث من الآیات اکثر اوقات حدیثوں کی شہادت میں آیات
 و شواہد الآیۃ من الاحادیث ظاہرا و اور آیت کی شہادت میں احادیث لاتے
 لتعین بعض المحتملات و ذال بعض فیکون ہیں اس سے مقصود یا تو ایک کو دوسرے سے

عہ کسی آدمی کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی یا نہ

كقول المحمّد المراد بهذا العلم المخصوص او قوت دینا ہوتا ہے۔ یا آیت و حدیث کے
 بهذا الخاص العموم ونحو ذلك ومثل هذا کئی احتمالوں میں ایک کی تعیین مقصود ہوتی ہے
 لا یدرک الا بقرینات ثابتہ حاضرہ جیسے یوں کہا جائے کہ اس لفظ سے خاص مراد
 ہے یا لفظ خاص سے عمومیت مقصود ہے! اسی طرح ادب باتیں ہیں اُس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے
 جس کی سمجھ روشن اور دل حاضر ہے۔

(۱۴) کہیں صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ طالبین حدیث کو مسئلہ کے مطابق حدیث
 پیش کرنے کا انداز مشق ہو جائے۔

(۱۵) امام صاحب نے بہترے تراجم البواب میں اہل سیر و مورخین کا طریقہ اختیار کیا ہے
 اور وہ یہ کہ طرق روایات سے کسی واقعہ کے متعلق کوئی خاص بات نکالنی فقہیہ تو عدم حمار
 فن کے باعث اس پر مستحب ہوتا ہے لیکن اہل سیر کو اس انداز کے ساتھ خاص اعتنا ہوتا ہے

شرح صحیح بخاری

امام ابو عبد اللہ حاکم نے، یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے صحیح بخاری کی
 مسند حدیثوں کے لیدر جو اصل موضوع کتاب ہیں، یہ شرط معین فرماتے ہیں، کہ ہر
 صحابی سے دو مشہور تابعیوں نے روایت کی ہو۔ اور ہر تابعی سے دو دوری
 ثقہ عادل ضابط جامع شرط صحت نے روایت کی ہو، اسی طرح سلسلہ روایت
 ہر طبقہ میں چلا جائے۔ یہاں تک کہ امام بخاری تک وہ حدیث پہنچی ہو۔

۱۔ صحاح ستہ کی شرط کے میان میں مستقل تصدیقات لکھی گئی ہیں۔ علامہ حازمی ہمدانی اور
 علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر کی شرط الائمہ بڑی نافع تالیفات ہیں ۱۲۔ شرح الفیۃ العراتی۔

علامہ ابو عمر مبارک بن احمد نے حاکم کے اس دعوے سے مخالفت کی اور کہا کہ یہ دعویٰ حاکم کا صحیح بخاری کی بہتری مسند حدیثوں میں لوٹ جاتا ہے۔ جن کو صحابی سے صرف ایک ہی مشہور تابعی نے روایت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مبارک بن احمد کا یہ اعتراض حاکم کے کلیہ پر تو ضرور پڑتا ہے جس سے بعض صحابی سے روایت لینے والوں (تابعیوں) میں اگر یہ قاعدہ کلیہ سالم نہیں رہتا۔ لیکن تابعی سے نیچے واسے راویوں میں یہ شرط ضرور پائی جاتی ہے اسی وجہ سے دوسرے محدثین نے حاکم کی طرح یہ دعویٰ نہیں کیا! انہوں نے صحیح بخاری کی حدیثوں کے لیے ذیل کے شرط بیان کیے۔

(۱) سبناقلین ورواۃ حدیث صحابی تک ثقہ ہوں اور ان کی ثقاہت پر اتفاق ہو۔ یعنی رواۃ مسلم۔ صادق۔ غیر بدس۔ غیر مختلط۔ متصف بصفات عدالت۔ ضابطہ متحفظ۔ سلیم الذہن۔ قلیل الوعم۔ سلیم الاعتقاد ہوں۔ اور یہ صفات اعلیٰ درجہ کے ہوں (۲) سلسلہ روایت منقطع نہ ہو (۳) اگر معنعن روایت ہو تو راوی کا اپنے شیخ سے لقائے ضرورت ثابت ہونا چاہیے (۴) اس حدیث کی صحت اور مقبولیت پر امام بخاری سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو۔ یا امام بخاری کے معاصرین کا اتفاق ہو (۵) علت اور شذوذ سے خالی ہو۔ یا جو وہاں صفات کے جو راویوں کے لیے اوپر مذکور ہوئے۔ رواۃ اعلیٰ طبقے کے ہوں، ادنیٰ یا اوسط غیر کافی ہیں۔ طبقات رواۃ کے امتیاز اور وضاحت کے لیے علامہ حافظ ابن حجر کی یہ مثال کافی ہے۔ مثلاً زہری کے تلامذہ کے پانچ طبقے ہیں اور ہر طبقہ اپنے سے نیچے کے طبقے پر فضیلت رکھتا ہے۔ طبقہ اولیٰ اعلیٰ درجہ کی صحت کا موجب ہے اور یہی امام صاحب کا مقصد ہے۔ طبقہ ثانیہ پہلے طبقے کے

ساتھ مثبت ثقاہت وغیرہ میں تو شرکت رکھتا ہے۔ لیکن پہلا طبقہ محفوظ و اتقان اور زہری کی طول صحت میں طبقہ ثانیہ سے بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ زہری کے ساتھ اور حضر میں اس نے ملازمت اختیار کی اور ان کی حدیثوں کی بخوبی ممارست کی اور اچھی طرح ان کی جابج پڑتال کی اس وجہ سے طبقہ اولیٰ کی حدیثیں زیادہ قابل وثوق ہوئیں۔ طبقہ ثانیہ نے چند روز زہری کی صحبت پائی۔ اس لیے یہ بات حاصل نہ ہو سکی۔ نہ ان کو زہری کی حدیثوں سے چنداں ممارست ہوئی و طبقہ اولیٰ کے روادے (یونس بن یزید الایلی، عقیل بن خالد الایلی، مالک ابن انس بسفیان بن عیینہ شعیب بن ابی حمزہ و طبقہ ثانیہ کے روادے) اوزاعی، لیث ابن سعد، عبدالرحمن بن خالد بن مسافر، ابن ابی ذئب و طبقہ ثالثہ جعفر بن مروان بسفیان ابن حسین، اسحاق بن یحییٰ الکلبی و طبقہ رابعہ ربیعہ بن صالح، معاویہ بن یحییٰ الصدیقی، ثنی بن الصباح و طبقہ خامسہ عبدالقدوس بن حبیب، حکیم بن عبداللہ الایلی، محمد بن سعید المصلوب۔

طبقہ اولیٰ ہی کے روادے امام بخاری کی شرط ہیں۔ کبھی کبھی طبقہ ثانیہ کے روادے کی حدیثوں کو بھی راجح پران کو اعتماد ہے، صحیح بخاری میں لاتے ہیں۔ لیکن بالاستیعاب نہیں بخلاف امام مسلم کے کہ وہ دونوں طبقوں کی حدیثوں کو بالاستیعاب لاتے ہیں۔ اور طبقہ ثالثہ راجح کو امام بخاری نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، کی حدیثوں کو بھی لاتے ہیں۔ گو بالاستیعاب نہیں۔ ہاں طبقہ ثانیہ اور ثالثہ کے روادے کی حدیثوں کو امام بخاری تعلیقاً ذکر کرتے ہیں، ثانیہ سے زیادہ ثالثہ سے کم۔ اسی طرح امام نافع، اور امام اعظم اور امام قتادہ کے تلامذہ کے پانچ طبقے ہیں! اور ان میں بھی وہی صورتیں ہیں۔ یہ ان روادے کی

حالت ہے جو کثیر الحدیث ہیں۔ وہ روایہ جو قلیل الحدیث ہیں۔ ان میں امام صاحب کبھی کسی متفرد راوی کی حدیث نہیں لیتے۔ جب تک سلسلہ روایہ میں اس کا کوئی دوسرا راوی شریک نہ ہو۔ ہاں کبھی کسی راوی پر باوجود تفرد کے جب قوی اعتماد ہو جاتا ہے تو ایسی حدیث لیتے ہیں۔ جیسے یحییٰ بن سعید انصاری لیکن ایسا بہت کم، بلکہ شاذ و نادر کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر ترجیح اور فضیلت

ان شرائط اور نیز وجوہات مذکورہ بالا کے لحاظ سے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو کر یہ ایک اصولی مسئلہ بن گیا کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم و نیز تمام کتب حدیثیہ پر ترجیح ہے خواہ باعتبار صحت ہو یا بخود تقابہت کے عرض ہر اعتبار سے اس کو فضیلت ہے۔ تدریب میں ہے۔ البخاری احکمہ و اکثرہا و اوثقہ و قبلہ مسلماً صحیح الصواب لکل دل اور کیوں نہ ہو امام مسلم نے اسی تصنیف کو دیکھ کر اسی پر اپنی کتاب کی بنا رکھی۔ اور کچھ اضافہ کیا۔ لیکن پھر بھی اس کے رتبہ کو ان کی کتاب نہ پہنچ سکی۔ امام بخاری کے وہ تلمیذ تھے۔ اور شہادت دیتے تھے کہ امام بخاری اس فن میں ہر طرح متفرد ہیں۔ اور ان کو سید الحدیثین کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ حاکم ابو احمد نیشاپوری لکھتے ہیں

رحم الله محمد بن اسمعيل فانه الف
 الاصول بعنف اصول الاحكام من
 في اصول قائم كئي يعني اجماعه من
 الاحاديث بيزللتاس وكل من عمل
 بعدة انما اخذها من كتابه كسلسله
 خدار حمت نازل کر سے امام بخاری پر کہ انہوں
 کے اصول اور لوگوں کو تعلیم کر گئے اور جن
 لوگوں نے لیا انہیں کی کتاب سے یا جیسے امام مسلم

ابن حجاج وقال الدار قطنی لما ذکر
عندہ الصحیحان لولا البخاری ما
ذهب مسلم ولا جاء وقال مرة
اخری وای شیء منہ مسلما نما
اخذ کتاب البخاری فعمل علیہ مستحجا
وزاد فیہ زیادات۔

امام دارقطنی کے سامنے جب صحیحین کا تذکرہ
ہوا تو امام دارقطنی نے کہا کہ اگر امام بخاری
کا فیض صحبت نہ ہوتا تو مسلم کا کوئی نام بھی
نہ لیتا۔ ایک مرتبہ اور امام دارقطنی نے یہ
فرمایا کہ امام مسلم نے کیا کیا صحیح بخاری کو
رے کہ اسی کی حدیثوں کا استخراج کیا اور کچھ اضافہ

بعض مغار بہ نے صحیح مسلم کو ترجیح دی تھی۔ لیکن علمائے اسلام قدیم و
حدیث اس کی مخالفت کرتے آئے اور بعض مغار بہ کے قول کی تاویل اس طرح کی کہ
صحیح مسلم کو آسانی کے اعتبار سے ترجیح دی جا سکتی ہے کیونکہ نہ اس میں اس قدر
تدقیقات تھیں نہ نکات اصولیہ نہ انتشار سلسلہ اسانید نہ اس قدر اشارات غامضہ
جن کے حل کرنے کے لیے سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ اور اس پر بھی علامہ ابن خلدون
فرماتے ہیں کہ امت محمدی کے ذمہ اس کی شرح کا دین باقی ہے۔ حافظ عبدالرحمن بن
الدبیح کا یہ فیصلہ ہے۔

تنازع قوم فی البخاری و مسلم لدی
وقالوا ای ہذی مقدم فقط
لقد فاز البخاری حیة کسافات
فی حسن الصنعة مسلم

ایک قوم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ترجیح میں
بحث کرتی ہوئی میرے پاس فیصلہ کے لیے
آئی اور پوچھا کہ کون ان میں سے مقدم ہے
میں نے جواب دیا کہ صحت کے اعتبار سے
صحیح بخاری کو ترجیح ہے اور حسن ترتیب کے اعتبار سے صحیح مسلم کو۔

لیکن اس فیصلہ میں صحیح بخاری کی صرف صحت کے اعتبار سے فوقیت بتائی گئی ہے حالانکہ علامہ علاوہ صحت کے امام بخاری کی نقابست سونے میں سہاگہ اور خاتم کے لیے نص۔

حدیثوں کی تکرار اور اختصار و تفسیر کے فوائد

بعض کوتاہ بینوں نے صحیح بخاری پر یہ اعتراضات کئے تھے کہ "اس میں اکثر حدیثیں مکرر ہیں" (۲) بعض حدیثیں مختصر ہیں (۳) کہیں کہیں امام بخاری حدیثوں کو مکرر کر کے لاتے ہیں! یہ تینوں اعتراضات کچھ آج ہی کے نہیں ہیں آج سے بہت پہلے سوچے ہیں علامہ محمد بن طاہر مقدسی نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام جواب المتعنت ہے اس رسالہ میں علامہ موصوف نے ان باتوں پر مفصل بحث کی ہے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اپنے مقدمہ الفتح میں اس کے ابحاث کچھ نقل کئے ہیں ہم بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ ہماری اردو زبان اس سے بے نصیب نہ رہے۔

امام بخاری کا طرز عمل صحیح بخاری کی تالیف میں یہ ہے کہ ایک ہی حدیث کو کئی کئی باب میں ذکر کرتے ہیں۔ لیکن ہر باب میں سلسلہ سند بدلا ہوا ہوتا ہے وہ ایک حدیث کے متعدد مسائل استخراج کرتے ہیں اور تبدیل سند سے حدیث کی قوت کو اعلیٰ درجہ پہنچا دیتے ہیں یہ نہیں ہے کہ ایک حدیث کو بلا تبدیل سند اور بلا تغایر الفاظ امام بخاری نے دہرایا ہو۔ تکرار سے چند فائدے حسب ذیل متصور ہیں۔

(۱) کسی حدیث کو پہلے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں پھر دوسری جگہ دوسرے صحابی سے تیسری جگہ تیسرے صحابی سے جس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث عزائم کے درجے سے نکل کر شہرت یا تواتر معنوی کے درجے کو پہنچ جائے اسی طرح وہ

دوسرے طبقے اور تیسرے طبقے کے راویوں کے ساتھ کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنے شیوخ تک اس سلسلے کو لے جاتے ہیں۔ جو لوگ اس فن سے نااہل ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ امام بخاری نے حدیث کو مکرر کر رکھا۔ حالانکہ اس تکرار میں علاوہ استنباط مسائل فقہیہ کے اہل فن کی نگاہ میں بہت سے فائدے ہیں۔

(۲) امام بخاری نے اس قاعدہ کی بنا پر بہت سی حدیثوں کی تصحیح اپنی شدید شرطوں کے مطابق کر ڈالی جو معانی متغایرہ اور مفاسد منفرقہ عدیدہ رکھتی تھیں اور ان سے ہر باب میں جداگانہ مسائل مستنبط کیے۔

(۳) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی حدیث کو راوی مکمل روایت کرتا ہے اور دوسرا مختصر امام بخاری اس حدیث کو جس طرح جس سلسلہ سے وارو ہوئی مکرراتے ہیں جس سے یہ شبہ ناقلین کی جانب سے رفع ہو جاتا ہے کہ یہ ایک راوی کبھی تو مختصر روایت کرتا ہے اور کبھی مکمل۔ حالانکہ اس اختصار اور تکمیل میں اس کو دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس حدیث کو صحابی یا تابعی نے بعض شاگردوں سے مکمل اور بعض سے مختصر بیان کیا ہوتا ہے۔ (۴) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ناقلین صحابہ ایک ہی واقعہ یا حدیث کو روایت بالعمنی کے قاعدہ پر مختلف الفاظ میں روایت کرتے ہیں۔ جن سے مختلف معانی پیدا ہوتے ہیں امام بخاری ان سب الفاظ کو جداگانہ بابوں میں ذکر کرتے ہیں لیکن اس شرط پر کہ وہ تمام الفاظ امام بخاری کی شرط کے مطابق ہوں اور ہر ایک کی شد بھی مختلف ہو۔ (۵) بعض احادیث ایسی ہوتی ہیں جن کے ارسال اور اتصال میں اختلاف ہوتا ہے اور اتصال امام بخاری کے نزدیک راجح ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں سلسلہ اسناد کو ذکر کر کے اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں ارسال کچھ مضر نہیں۔

۱۶۱ بعض حدیثیں ایسی ہوتی ہیں جن کے موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور امام بخاری کے نزدیک مرفوع ہونا راجح ہوتا ہے۔ یہاں بھی دونوں سلسلہ سند کو لا کر متنبہ کرتے ہیں کہ موقوف روایت کرنے سے رفع میں کسی قسم کا نقصان نہیں۔

(۷) بعض اوقات کسی حدیث کے سلسلہ سند میں کسی نیچے کے راوی نے کسی شیخ کو بڑا دیا۔ دوسرے راوی نے اس کو حذف کر کے روایت کیا امام بخاری ان دونوں سلسلہ سند کو ذکر کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ فلاں راوی نے اپنے شیخ سے حدیث سنی اور اس کے بعد شیخ الی شیخ سے بھی سنی۔ لہذا ان دونوں راویوں کا قول صحیح ہے جس نے شیخ کو بڑھا یا ہے وہ پہلے سماع کے اعتبار سے ہے جس نے حذف کر دیا وہ دوبارہ شیخ الی شیخ کے سماع کے اعتبار سے ہے۔

(۸) کبھی معنی کے اتصال ثابت کرنے کے لیے حدیث کو مکرر لاتے ہیں۔

بعض شیوخ حدیث نے صحیح بخاری کی شرح میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ باب قصص الخطبۃ بعرفۃ کے بعد باب تعجیل الوقوف بعرفہ ہے امام بخاری نے کسی اپنے تلمیذ سے فرمایا اس باب امام مالک کی وہ حدیث لانی مناسب ہے جو زہری سے مروی ہے۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ حدیث بالکل مکرر ذکر کی جائے اس حکایت سے معلوم ہوا کہ امام بخاری حدیث کو بلا کسی فائدہ کے مکرر کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اگر صرف مسئلہ فقہی کے ثابت کرنے کے لیے بلا نکتہ حدیث کے تکرار ہو گئی ہو تو محض شاذ ہو گا۔ اور محض کسی اتفاقی وجہ سے ہوا ہو گا۔ اگر متن حدیث کے الفاظ قلیل ہیں یا ایک جملہ کو دوسرے جملوں سے ایسا ربط ہے کہ الگ کرنے سے

معنی میں خلل پڑ جاتا ہے۔ اور ساتھ اس کے حدیث سے کئی مسئلے بھی مستنبط ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں حدیث کو بلا اختصار اور تقطیع کے مکرر لاتے ہیں لیکن فائدہ حدیثیہ کو ملحوظ رکھ کر سند کو بدل دیتے ہیں۔ اور کلمہ از کم مشہور ہی بدل جاتے ہیں اور سند قوی ہو جاتی ہے۔ اور اگر سند بالکل ایک ہوتی ہے۔ اور کوئی نکتہ حدیثیہ خیال میں نہیں آیا تو اس صورت میں ایک جگہ حدیث کو موصول پوری سند سے ذکر کرتے ہیں دوسری جگہ "فیہ عن فلان" صرف اشارہ سے کام لیتے ہیں۔

اور اگر متن طویل ہے اور ایک باب کو دوسرے سے ایسا تعلق نہیں ہے کہ ان کو الگ کرنے میں معنی میں خلل واقع ہو۔ تو ایسی حالت میں ہر ٹکڑے کو علیحدہ باب میں نئی نئی سند سے لاتے ہیں۔ اور ان سے مسئلے ثابت کرتے ہیں۔ اور پوری حدیث کسی مقام میں ذکر کرتے ہیں۔ لیکن یہ صورت کہ حدیث کے ایک ٹکڑے کو ذکر کیا ہو۔ اور بقیہ کہیں نہیں مذکور ہو۔ یہ صورت وہیں پیش آئی ہے جہاں مرفوعہ حقیقی یا حکمی اور موقوف دونوں ٹکڑے ملے ہوئے ہوں امام بخاری مرفوعہ کو ذکر کرتے ہیں اور موقوف کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ان کے مرفوعہ کتاب سے خارج ہے۔ مثلاً عبد اللہ بن مسعود کی روایت از اهل الاسلام لایسبون از اهل الجاہلیۃ کا لفظ لایسبون کو لے لو۔ چونکہ یہ ٹکڑا حکماً مرفوع ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا اور بقیہ الفاظ اس حدیث کے موقوف تھے۔ ان کو حذف کر دیا۔ پوری حدیث مرفوعہ اور موقوف مل کر یہ ہے جبار رجل الی عبد اللہ بن مسعود فقال انما اعتقت عبد الی سائبة فمات وترك ما کالہ ولدی عم دار ثاقب قال عبد اللہ از اهل الاسلام لایسبون وان اهل الجاہلیۃ کانوا یسبون فانتم ولی نعمتہ فذلک

میراثہ فان تاملت وخرجت فی شوق فحن قلبہ منک و جعلہ فی بیت المال
 اس میں صرف وہ ٹکڑا جو حکماً مرفوع تھا اس کو امام بخاری نے ذکر کیا بقیہ کو کتاب
 بھر میں کہیں نہیں ذکر کیا اور اس اختصار سے کسی طرح کا خلل نہیں پیدا ہوا یہاں ہم
 صحیح بخاری کی تعلیقات رحبن کو امام بخاری نے ترجمہ الباب میں یا ترجمہ الباب کے
 استدلال یا تائید میں پیش کیا ہے۔ و نیز متابعات رحبن سندوں کو قوت دینے کی غرض
 سے یا سند کا اتصال ثابت کرنے کے لیے لائے جاتے ہیں ہم ان دونوں کی
 بحث بوجہ اس کے کہ صاحبان اردو و خوان کے لیے یہ بحث چنداں مفید نہیں
 و نیز طویل بھی ہے ترک کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کے شرح و حواشی اور ان کی کیفیتیں

صحیح بخاری کے حلیل القدر اور بلند پایہ ہونے کا اندازہ اس سے بخوبی کیا جاسکتا
 ہے کہ سلف سے لے کر خلف تک علمائے اسلام بلا امتیاز کسی فرقہ کے برابر اس کی خدمت
 میں مصروف رہے ہیں۔ کسی نے شرح لکھی۔ کسی نے صرف اس کے رجال پر توجہ کی۔
 بعضوں نے اس کے ابواب فقہیہ اور تراجم ابواب کے وقائع کی چھان بین کی کسی نے
 اس کی تجرید کی، کسی نے اختصار۔ بعض اہل علم نے اس کے تعلیقات کو موصول کیا۔
 اکثر اہل علم نے الفاظ عزیزہ مشککہ کے لغات لکھے۔ کسی نے نحوی مسائل کے شواہد جمع کئے
 بعض شیوخ نے اس کے شروط پر بحث لکھی بعض محدثین نے اس کی حدیثوں کی تنقید
 پر کتابیں لکھیں اکثر اساتذہ فن نے حواشی و تعلیقات لکھے۔ کسی نے مستدرک لکھی
 شرح میں بھی کسی نے بسوط لکھی کسی نے متوسط۔ اور ہر ایک کے مقاصد اور عنوان

الگ الگ صحیح بخاری کی شرح اور جو کتابیں اس کے متعلق لکھی گئی ہیں ان کا استقصا کرنا ایک دشوار امر ہے۔ اس بے یابی پر بھی جس قدر شرح و حواشی کا پتہ چل سکا۔ وہ مدیہ ناظرین ہیں۔ افسوس وہ شرح جن کا ذکر محدثین نے اپنی تالیفات میں کیا ہے لیکن ان کے نام اور مفصل حالات نہیں بتائے۔ ان کے مفصل تذکرہ سے مجبوری رہی۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمن بن سلیمان الابدلی ایمانی اپنی کتاب انفس الیمانی میں لکھتے ہیں کہ ہمارے شیوخ میں علامہ عمر بن عبدالقادر بلغاری بھی ہیں جو مدتوں ہمارے وطن میں مقیم رہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے قاضی بلخ کے کتب خانہ میں صحیح بخاری کی گیارہ شرحیں دیکھی ہیں۔ جو ہر ایک حجم میں فتح الباری کے برابر تھیں۔ افسوس کہ ان گیارہ شرح کے نام اور مفصل حالات معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں۔

عربی شرح و حواشی

نام کتاب	نام مؤلف	کیفیت
اعلام السنن	الامام ابوسلیمان احمد بن	یہ ایک نہایت پاکیزہ شرح ہے۔ ابتدا کا
<p>عہ اصل عبارت یہ ہے منہم الشیخ العلامة المتقن عمر بن عبدالقادر من بلاد بلغارکٹ لدینا مدۃ و ذکر لانه شاید عند قاضی بلخ احد سے عشر شرحا علی صحیح البخاری کلہا تسادی فتح الباری فی الجہم انتہی! انفس الیمانی کا ایک نسخہ علامہ شمس الحق کے کتب خانہ میں موجود ہے ۱۷ منہ</p>		

محمد البیسی المعروف
بالخطابی المتوفی ۳۰۸

لفظ الحمد لله المنعم سے۔
مصنف نے اپنی مشہور کتاب معالم السنن
سے فرصت کے بلخ میں لوگوں کے بڑے
تقاضے پر ایک جلد میں لکھی محمد تمیمی نے
ان ضروری متروکات کو پورا کرنے کا التزام
کیا جو خطابی سے واقع ہوئے تھے اور جس قدر
ادہام خطابی سے اس شرح میں صادر ہوئے
اس پر بھی بحث کی، اس کا نسخہ کتب خانہ
ایاصونیا واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے
علاوہ شرح کے مہلب نے تصحیح بخاری
کی تجدید بھی کی ہے۔
اسی شرح مہلب کو مختصر کر کے اس پر
بہت سے فوائد بڑھائے ہیں۔

مہلب بن ابی صفرة الازدی
المتوفی ۳۰۸
ابو عبد اللہ محمد بن خلف
المرباطی تلمیذ مہلب

شرح المہلب

مختصر شرح المہلب

۱۔ منسوب الی البست بضم الباء مدینہ بین بستان و غزنین و ہرۃ ۱۷ عبید اللہ شرح سنن ابی داؤد ۱۲۰
۲۔ اعلام السنن کا قلمی نسخہ کتب خانہ قلمی دارالعلوم بومنی میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا۔ عبید اللہ رحمانی
۳۔ چند شارحین کے سنن و نوات کا پتہ نہیں چل سکا صاحب کشف الظنون نے بھی باوجود اس خوش قسمتی
کے یہاں چھوڑ دیا اور جس قدر ان کے پاس مواد تھے وہ کام نہ دے سکے۔ علامہ نواب صدیق حسن خاں
بھی رقم طراز ہیں، "تم لم اقف علی سترہ الونات بہتہ و کذا فی ما بعد فی مواضع متعدده فن وقف علیہا علیہا
و کذا لکم لم یدکر اما صاحب کشف الظنون فیہ لاندہ لم یقف علیہا ۱۲۰ حطہ"

مطلب نے جن سوالوں کے جوابات دیئے
تھے انہیں کو عالمی حد ضبط کیا ہے۔
علامہ ابن حزم کے جوابات بھی ہیں۔

اس شرح کے متعلق نہ صاحب کشف
الظنون کچھ لکھے نہ علامہ قسطلانی اور نہ
علامہ عجلونی نے کچھ لکھا۔

اس شرح کا اکثر حصہ مذہب بالکبیرہ کے
مسائل سے مملو ہے گو یا مولف نے اصل
موضوع (شرح) سے الگ ہو کر اس شرح
کو مالکی مذہب کا گنجینہ بنایا ہے۔
صاحب کشف الظنون و صاحب حقلہ
وغیرہ نے اس کا مفصل حال نہیں
لکھا۔

یہ شرح بہت بسیط ہے لیکن مقاصد
کا پتہ نہ معلوم ہو سکا۔

المتوفی سہ

محمد بن البر الممالکی

المولود سنہ ۳۲۸ھ

والموتی سنہ ۴۶۳ھ

العلامة ابو الزناد

المتوفی سہ

الامام ابو الحسن علی بن

خلف ابن بطال المتوفی

سنہ ۴۲۹ھ اور سنہ ۴۲۹ھ

ابو حفص عمر بن الحسن

ابن عمر العوزی الاشبیلی

المتوفی سہ

ابو القاسم محمد بن محمد بن

عمر بن ورد التیمی المتوفی سہ

الاجوبہ علی المسائل

المستغزبہ من البخاری

شرح السراج

شرح ابن بطال

شرح صحیح البخاری

شرح صحیح البخاری

۱۰ شرح و حواشی و تعلیقات زیادہ تر کشف الظنون مقدمہ قسطلانی بخط اتحاف البسلا و الفوائد الدردی

اور مختلف کتب خانوں کی فہرستوں سے ماخوذ ہیں جو پتہ کے مشہور کتب خانہ میں موجود تھیں ان کے سوا میرٹھ اور

شرح ابن التین

شرح ابن المنیر

المتواری علی

تراجم البخاری

شرح صحیح البخاری

لابی الاصبیح

شرح صحیح البخاری

للحلبی

التلویح

الامام عبدالواحد بن التین

المتوفی ۳۰۰

الامام ناصر الدین علی بن

محمد بن المنیر الاسکندرانی

المتوفی ۳۰۰

ابوالاصبح عیسیٰ بن یسہل

بن عبداللہ الاسدی

المتوفی ۳۰۰

قطب الدین عبدالکریم

ابن عبدالنور ابن مسیر

الحلبی الحنفی المتوفی

۳۰۰

الامام الحافظ علاء الدین

مغلطانی بن قلیج الترمذی

حافظ ابن حجر الشرح الباری میں اس شرح

کے اقوال رد و ایجابات پیش کرتے ہیں

یہ بہت بڑی شرح دس ضخیم جلدوں میں

ہے۔ امام ناصر الدین نے ابن بطال کی

شرح پر حواشی بھی لکھے ہیں۔

امام موصوف نے صحیح بخاری کے چار سو

سوالات مشککہ کو حل کر ان کو بڑی خوبی

سے حل کیا ہے

اس شرح کا حال بھی صاحب کشف الظنون

اور صاحب حطہ و علامہ مجلونی نے

کچھ نہیں لکھا۔

یہ شرح دس جلدوں میں صرف نصف

کتاب تک پہنچی ہے۔ علامہ حلبی نے

ایک طویل شرح لکھنے کا قصد کیا تھا لیکن

اس کے مقاصد کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

یہ شرح نہایت طویل ہے اس کے شروع

کا لفظ الحمد للہ الذی ایقظ من خلقہ الخ ہے

۵۔ کذا فی کشف الظنون مسیر بالمیم ثم السین المهملة والصیح منیر بالمیم بعد ا فون و کذا الصیح فی سنۃ

وفاتہ ما کتبتہ ابن حجر فی الدرر الکامنة اذ مات سنۃ ۳۰۵

المصرى الحنفى المتوفى سنة ۷۶۲

صاحب الكواكب اسی شرح کی تقریظ میں
رقمطرازیہ میں دشرحہ قیم الاطراف اشبه و
تصحیح تصحیح التعليقات امثل وکاد من
اخلاص من مقاصد الكتاب علی عثمان ومن
شرح الفاظ و توضیح معانیہ علی امان
اس شرح کا حال بھی صاحب کشف الظنون
نے بالتفصیل نہیں بتایا۔ شرح
بالا کا اختصار ہے۔

جلال الدین رسولابن

احمد البتانی المتوفى

سنة ۷۹۳

العلامة شمس الدين محمد

ابن يوسف بن علي الكزباني

المتوفى سنة ۷۸۶

مختصر شرح
مغلطانی

۱۶
الكواكب
الدراری

یہ ایک مشہور اور متوسط شرح جامع فوائد
دندانہ و نافع اہل علم ہے۔ پہلے اس
شرح میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ علم حدیث
افضل علوم اور صحیح بخاری علم حدیث کی
کتابوں میں سب سے اعلیٰ اور تعدیل اور
ضبط کے اعتبار سے سب کتابوں پر
فائق ہے۔ لائق مصنف نے اعراب خوب عبید
الفاظ مشککہ عزیزہ کا حل خوب کیا ہے
روایات اسماء و جمال القاب رواة کوبھی

عہ قال الشوكاني في ليدرا الطابع سنة ۱۸۶۷ جلال الدين احمد بن يوسف التبريزي المعروف بالتياني بمشاة

ثم موحدة ثقيلة نسبة الى القبانة ظاهر القاهر مختصر شرح مغلطانی علی البخاری ۱۲ عبید اللہ

خوب ضبط کیا ہے! حادیث کے تعارض
کو اٹھایا ہے ۱۱۰۰ میں مکہ معظمہ میں اس کی
تالیف سے فراغت پائی لیکن حافظ ابن حجر
نے درر کا منہ ۱۱۰۰ میں یہ لکھا ہے کہ
اس میں بہت سے ادہام واقع ہوئے ہیں
اگرچہ شرح بہت مفید ہے قسطنطنیہ کے
متعدد و کتب خانوں میں اس کا نسخہ موجود ہے
اس شرح میں علامہ یحییٰ نے اپنے والد کی
شرح الکواکب الدراری سے مدولی سے
اور ابن ملقن کی شرح اور زکریا اور دمیاطی
اور فتح الباری اور البدر سے اضافہ کیا ہے

یہ شرح آٹھ جلدوں میں ہے بڑی
صغیر شرح میں جلدوں میں ہے مصنف
نے ایک ضروری مقدمہ بھی لکھا ہے جس
میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر حدیث کے مقاصد

سراج الدین عمر بن علی بن
الملقن الشافعی المتوفی

۸۰۴

شواہد التوضیح

یعنی نقل میں ادہام واقع ہونے کیونکہ زیادہ تر مضامین دوسری کتابوں سے ماخوذ ہیں ۱۲۱۱ھ الحمد للہ کہ یہ
مبسوط شرح مصر میں طبع ہو گئی ہے ۱۲۱۱ھ عیدائشہ جمانی سے بعض شروح کا ذکر اور ان کے نام اور ان کے
وجود کا پتہ ان فہرستوں (کنکول) کے ذریعہ سے معلوم ہوا جو پٹنہ کے اور نیپل پبلک خدابخش خان
بہادر کے کتب خانہ میں ہندوستان اور قسطنطنیہ - نعلن - جرمن وغیرہ کی موجود ہیں ۱۲۱۱ھ

دس اقسام میں مختصر ہیں۔ علامہ سخاوی فرماتے
ہیں کہ اس شرح میں ابن ملقن کا اعتقاد زیادہ ہے
اپنے شیخ مغلطانی کی شرح تکوین پر ہے۔ حافظ
ابن حجر فرماتے ہیں یہ شرح اخیر حصہ میں بالکل
قلیل النفع ہے۔

خود مولف نے لکھا ہے کہ یہ میری شرح زکشی
کی شرح تنقیح اور کرمانی کی شرح سے ماخوذ ہے
ہاں اس میں ایضاحات اور تنبیہات اور
فوائد بڑھے ہوئے ہیں۔ عمدہ شرح ہے۔
چار جلدوں میں ہے کتب خانہ ایاصوفیادائع
قسنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

مولف کے خط سے دو جلدوں میں ہے اور
کارآمد شرح ہے۔ امام مالکیہ محمد بن محمد
کشاف فی المتوفی ۸۳۱ھ نے اس شرح کو مختصر
کیا ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے
اس سے التقاط کیا ہے یہ وہی شرح ہے
جس کی نسبت کاجورۃ بعد الفتح مشہور

العلامۃ شمس الدین ابو
عبد اللہ محمد بن عبداللہ
ابن موسیٰ البرزادی
المتوفی ۸۳۱ھ

برہان الدین ابراہیم بن
محمد اطلالی المعروف بسبط
ابن الجیمی المتوفی ۸۳۱ھ

شیخ الاسلام ابو الفضل
احمد بن علی بن حجر العسقلانی

۱۹
اللامع الصبیح

۲۰
تسلیم لغم قاری
الصصحیح

۲۱
فتح الباری

۱۹ اس کا قلمی نسخہ بخط حافظ سید علی کتب خانہ علمی دارالعلوم برہنہ میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا۔
۲۰ کتب خانہ دارالعلوم برہنہ میں بھی دوسری جنگ عظیم تک اس کا نسخہ موجود تھا۔ ۱۷ عبید اللہ رحمانی۔

ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی مشہور

تاریخ کے مقدمہ میں فرمایا تھا کہ بخاری

کی شرح کا دین امت پر باقی ہے حالانکہ علامہ موصون کے عصر تک کتنی شرحیں ہو چکی تھیں ان کا مقصود یہ تھا کہ صحیح بخاری کے وہ نکات جو فن حدیث اور رجال کے متعلق ہیں یا وہ تدقیقات فقہیہ جو تراجم ابواب سے تعلق رکھتے ہیں ان پر آج تک کسی نے تحقیق نہ کی ہے اس شرح کے بعد حافظ سخاوی صاحب فرماتے ہیں کہ غالباً امت کے یروین ادا ہو گیا۔ صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں و شہود قد وانفرا دہا بما یشتمل علیہ من الفوائد الحدیثیة

والنکات الاذیمیة والفوائد الفقہیة تغنی عن وصف ما عادیث مکررہ کی شرح کرنے کا

یہ قاعدہ رکھا ہے کہ جس مقصد کے لیے جہاں اس حدیث کو امام بخاری لائے ہیں اسی کی شرح و

سط سے وہاں کام لیتے ہیں اور پوری حدیث کی شرح کا حوالہ دوسری جگہ پر محمول کر دیتے ہیں۔

جہاں پوری حدیث کی شرح لکھی ہے۔ تحقیقات اور تدقیقات کے اعتبار سے یہ شرح اپنی آپ

نظیر ہے محققین جس وقت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کے لیے لاہجۃ بعد الفتح کا جملہ کافی ہے۔

ابتداءً تا لیف ۸۱۵ سے ہوئی اس کے پہلے ایک مقدمہ لکھا جب مقدمہ پورا ہو گیا تو

شرح کی تا لیف اس طرح شروع کی کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا لکھتے جب ایک معتد بہ حصہ پورا

ہو جاتا تو ائمہ محدثین کی ایک جماعت اس کو نقل کر لیتی۔ ہر مہینہ میں ایک روز اس پر مباحثہ اور

معارضہ ہوتا اور مقابلہ کیا جاتا۔ علامہ بہان بن خضر پڑھتے اور لوگ اپنے اعتراضات و سوالات

و مباحثات پیش کرتے، حافظ صاحب جواب دیتے اسی طرح جس قدر لکھی جاتی سب مقابلہ کے

مذہب اور محرر کدی جاتی اور اسی وقت اطراف عالم میں پھیل جاتی یہاں تک کہ ۸۴۲ ہجری میں

کامل ہو گئی۔ بعد تکمیل مصنف نے کچھ اضافہ کیا۔ لیکن اختتام تالیف مصنف کی عمر کے ساتھ
 ہوا۔ اختتام کے بعد ولیمہ کی عام دعوت کی جس میں پانچ سو اشرقیوں نے خرچ کی گئیں اور بڑے
 بڑے علما کے سامنے یہ کتاب پیش کی گئی اور اس قدر مقبول ہوئی کہ سلاطین زمانہ نے ان فرموں
 سے تول کر خریدی اور چشم زون میں تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئی۔ آنے والے خاریجین کا
 قلم توڑ دیا۔ وکل من جاء بعدہ فہو عیالہ جو ان کے بعد آیا انہیں کی تحقیقات کا خوشہ

چلیں رہا۔ ۲۲

غایۃ التوضیح
 للجامع الصحیح

العلامة عثمان بن ابراہیم
 الصدیقی الحنفی المتوفی

سنہ -

شاہی کتب خانہ رامپور میں قلمی موجود ہے
 جلد اول ص ۴۴ میں از اول کتاب بدو الوحی تا باب
 القرآن فی التمر عند الاکل ہے اور جلد ثانی از باب
 رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تا آخر کتاب ہے
 شاہی کتب خانہ رامپور میں قلمی بخط
 کاغذ عرب ص ۴۴ میں موجود ہے۔

شیخ ابوالحسن علی بن حسین
 عروۃ الموصلی المتوفی

سنہ

اللوکب الساری
 فی شرح الجامع
 الصحیح للبخاری
 شرح صحیح
 البخاری

العلامة عبدالرحمن البصرہ
 المتوفی سنہ

جلد اول قلمی ص ۴۲ ناقص از باب کیف کان
 بدو الوحی الی باب القراءۃ ایضاً قلمی جلد اول
 از باب بدو الوحی تا باب القراءۃ بخط نسخ کتب خانہ

۱۲ صاحب تاریخ قرایون فی مین الیمون ایک مقام میں حوادث گناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سنہ کے
 حوادث میں یہ بھی ہے کہ اس سنہ میں فتح الباری گئی ہزار اشرقیوں نے خرچ کر کے
 سلطان یمن کے شاہی کتب خانہ میں داخل کی گئی ۳۳۵ ہجری و کسر الصا و نسبتہ الی الموصل مدینہ مشہورہ ۱۲

شاہی رام پور میں دو نسخے موجود ہیں۔
یہ شرح بھی کتب خانہ شاہی رام پور میں
۳۹۴ء از ابتدا تا باب الشرح و طبعی بخط
تستعلیق موجود ہے۔

علامہ سیوطی نے اس کا ذکر حسن المحاضرہ
میں کیا ہے (حاشیہ الفوائد النہیہ۔
اس شرح کا پتہ شیخ اسکل علامہ السید
حسین المحدث الدہلوی کے نسخہ عتیقہ کے
حواشی سے چلتا ہے اس عتیقہ نسخہ کے
حواشی اس شرح سے مملو ہیں جس پر علامت
رد ابنانی گئی ہے بعض مقامات میں تالی لاد
بھی لکھا ہے اس شرح سے ابن التین اکثر
نقل کرتے ہیں شیخ اسکل علامہ السید حسین

لم اقف علی اکھ مؤلفہ

عبد الکریم بن عبد النور
ابن منیر بن عبد الکریم
ابن علی بن عبد الحق الخلیبی
المتوفی ۴۳۵

ابو جعفر احمد بن سعید
الداودی المتوفی
سنہ

۲۵
شرح صحیح
البخاری

۲۶
شرح البخاری

داودی

۳۰ یہاں تسامع ہو گیا ہے اس شرح کا ذکر صفحہ ۲۰ میں بعنوان شرح صحیح البخاری طبعی ہو چکا ہے یہ شرح ۲۶ کوئی
دوسری شرح نہیں ہے۔ چلی نے کشف اللغون میں صرت شرح ۱۳ کو ذکر کیا ہے اور شایع یعنی قطب الدین
عبد الکریم کے دادا کا نام مسیر اور سنہ وفات ۴۲۵ غلط لکھا ہے۔ صحیح ۲۴ منیر ہے اور سنہ وفات
۴۳۵ ہے۔ حافظ الدین ابن حجر الدرر الکامنه منہ ص ۲۵۸ میں قطب الدین عبد الکریم بن عبد النور بن
منیر کے ترجمہ میں لکھتے ہیں و شرح فی شرح البخاری وہو مطول ایضا بعض ادائہ الی قریب النصف
رالی ان قال مات فی رجب سنہ ۴۳۵ انتہی ۱۲ عبید اللہ رحمانی

کے نسخہ پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے
کہ شرح داودی بڑی مفید شرح ہے بل
مطالب و دفع اشکالات و دفع تعارض
و تطبیق احادیث میں مصنف نے نہایت
عہدہ سپر یہ اختیار کیا ہے اس لیے اس
نسخہ پر اس کے حواشی بہت ہیں۔

اس شرح کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا اور
مولانا احمد علی صاحب رح جو اس نام کے
والے ہیں وہ بھی اس کا کچھ حال نہ بتا سکتے
۱۲۹۸

اس کے نسخہ منقول عنہ میں ایسا ہی تھا۔
یہ شرح غزوات تک پہنچی اور مکمل نہ ہو سکی
اس شرح کا ذکر سبک الدرر فی اعیان
القرن الثانی عشر میں علامہ فاضل مورخ
ادیب محمد خلیل آفندی نے کیا ہے۔

یہ وہی مقدمہ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا
ہے یہ مقدمہ ایک ضخیم جلد میں ہے۔ اور

بجائے خود ایک مستقل اور جامع شرح ہے اور اس قدر ضروری ہے کہ اگر کہا جائے کہ بغیر
اس کے صحیح بخاری کی حقیقت سے آگاہی غیر ممکن ہے تو غالباً بہت صحیح ہوگا اس مقدمہ میں
دس فصلیں ہیں اور ہر فصل کے ضمن میں بہت سی فصلیں ہیں پہلی فصل میں صحیح بخاری کی

عثمانی

علی عاشقہ صحیح البخاری
مولانا احمد علی المتوفی

شرح صحیح البخاری
علی بن مصطفیٰ الشافعی
المحبی المتوفی سنہ
تلمیذ العلامة السندی

بدی الساری
مقدمہ فتح الباری ابن حجر العسقلانی

تالیف کے اسباب اور بہت سی کام کی باتیں ہیں مثلاً یہ کہ حدیث کی تدوین راجح نہ تھی۔ کیونکہ شروع ہوئی اور ترقی کرتے کرتے کس حد تک پہنچی۔ دوسری فصل میں یہ مذکور ہے کہ صحیح بخاری کا اصل موضوع کیا ہے۔ اور اس کتاب کی حدیثوں کے لیے کیا کیا شروط ہیں۔ یہ کتاب اصح الکتب کیونکہ ہوئی۔ اس کے تراجم ابواب میں کیا کیا نکات اور کس کس قسم کی تدقیقات فقہیہ میں جن کی وجہ سے صحیح بخاری کو تمام کتب حدیثیہ پر فوقیت ہوئی۔ تیسری فصل میں حدیثوں کی تقطیع اور اختصار اور تکرار کی صورتیں اور حکمتیں اور فوائد بیان ہیں۔ چوتھی فصل میں احادیث مرفوعہ کے معلق لانے اور آثار موقوفہ کے ذکر کرنے کے وجوہات بیان ہیں۔ اسی ضمن میں کل احادیث مرفوعہ معلقہ کے سلسلہ سند کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اور جس محدث نے ان کو موصول کیا ہے۔ ان کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ پانچویں فصل میں الفاظ مشککہ غریبہ جو متون حدیث میں آئے ہیں۔ ان کو بہ ترتیب حروف تہجی حل کیا ہے۔ یہ فصل ایک خاصی لغت کی کتاب ہے۔ چھٹی فصل میں بہ ترتیب حروف تہجی ان اسماء اور القاب و کینتوں کا ذکر کیا ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہیں جن کی صورتیں تو یکساں ہیں اور تلفظ مختلف، ان کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جن کا اشتباہ صحیح بخاری ہی کے رواۃ کے ساتھ ہے (۲) وہ جن کا اشتباہ ان رواۃ سے ہے جو صحیح بخاری سے خارج ہیں۔ اس تحقیق کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ یہ راوی کس کتاب اور باب اور کس حدیث و سند میں ہے۔ ساتویں فصل میں امام بخاری کے ان شیوخ کی توجیح ہے جن کو امام بخاری نے مبہم ذکر کیا ہے۔ حالانکہ وہ مشترک ہیں جیسے محمد اس لیے جن میں اشتراک کم ہے ان کو نہیں ذکر کیا ہے۔ بقیہ جس قدر مہمل و مبہم تھے سب کو بہ ترتیب حروف تہجی ذکر کیا ہے۔ آٹھویں فصل میں ان احادیث کا سلسلہ سند مذکور ہے جن پر

امام دارقطنی یا دیگر نقادین نے تنقید کی تھی۔ پھر ایک ایک حدیث ذکر کر کے ان کے تسکین بخش جواب دیئے ہیں اور یہ واضح کیا ہے کہ امام بخاری کی شرط کے خلاف کوئی حدیث نہیں ہے (نویں فصل میں) ان روایہ کا ذکر ہے جن پر بعض محدثین نے کلام کیا تھا۔ ان کو بہ ترتیب حروف تہجی ذکر کر کے ہر ایک کے جواب دیئے ہیں اور جواب میں بڑے انصاف سے کام لیا ہے جہاں قدح کو رحجان ہے وہاں یہ دکھایا ہے کہ یا تو جس جہت سے قدح ہے اس حیثیت سے امام بخاری نے استرازا کیا ہے۔ یا اس کے راوی کی موافقت میں اس سے کوئی بڑھا ہوا راوی مذکور ہے یا کسی دوسری وجہ سے اس حدیث کو صحیح بخاری میں لائے ہیں (دسویں فصل میں) کتاب کے ابواب کی خاصی فہرست ہے اور ہر باب میں جس قدر احادیث ہیں ان کو گنا یا ہے جس سے احادیث مکررہ کا پتہ چلتا ہے۔ پھر صحیح بخاری میں جس قدر حدیثیں مذکور ہیں ان کی فہرست ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ کس صحابی سے کس قدر حدیث اس کتاب میں ہے۔ مقدمہ کے خاتمہ میں امام بخاری کی سیرت اور سوانح عمری و لقیہ تا بیفات و تلامذہ کا ذکر ہے۔

تہذیب الکمال میں جو روایہ مذکور ہیں ان کے علاوہ اس میں ذکر کئے گئے ہیں۔

شیخ الاسلام
الحافظ ابن حجر

الأعلام بمن ذكره
في البخاري من
الأعلام
تعلیق التعلیق

ایضاً

اس میں صحیح بخاری کے تعلیقات کو موصول کیا ہے اور آثار اور موقوفات ہر ایک کی صحت و ضعف و متابعات سے پوری بحث کی ہے اور جن جن محدثین نے ان تعلیقات

موقوفات کا اخراج کیا تھا سب کو مفصل
بتایا ہے مقدمۃ الفتح میں اس کی تلخیص
کی ہے۔ نیشہ میں اس کی تسوید سے
فراغت پائی۔

اس میں ان اعتراضات کے جواب میں جو
علامہ عینی نے اپنی شرح میں حافظ
ابن حجر برکسے کے لیکن اس میں یہ کتاب
تمام نہ ہونے پائی اور مصنف نے داعی
موت کو لبیک کہا سورتوں کی
ترتیب سے تفسیرات صحیح بخاری کو
علحدہ کیا ہے جیسا کہ نام ہی سے ظاہر
ہے یہ ایک مشہور شرح دس جلدوں میں ہے
اور بیروت میں طبع ہو کر شائع ہے خود
علامہ موصون نے لکھا ہے کہ وہ میں بلاد

شمالیہ میں قبل نیشہ کے اپنے ہمراہ صحیح بخاری لے کر پہنچا تو بعض شیوخ سے مجھے اس کتاب کے

لے دیا یہ یہ کبھی ہے کہ فتح الباری مکمل ہو گئی تو اس قدر لوگوں کی رغبتیں ہوئیں کہ سلاطین وقت نے فرمائش
کی کہ اس کتاب کو ایک نسخہ کی فرمائش سلطان ملک مغرب ابی الفارسی کی جانب سے دوسری فرمائش بادشاہ شاہ ریح
کی طرف سے اور تیسری فرمائش ملک الظاہر کی طرف سے پڑے پڑے پہنچیں تو علامہ عینی کو حسد نے گرفتار کیا
اس وجہ سے یہ اعتراضات دامیہ کے ۱۲۰۰ اتحاف۔ ۱۲۰۰ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے جیسا کہ
دعا

انتقاص الاعتراض

ایضاً

تجريد التفسیر

ایضاً

عمدة القاری

العلامة بدرالدین ابو

محمد محمود بن احمد العینی

الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ

متعلق بڑی بڑی ماور باتیں لکھیں پھر جب میں مصر پلٹا تو جامع ازہر کے قریب محلہ خوار
کتابیہ ۱۸۷۰ء میں اس کی شرح لکھنی شروع کی اور ۱۸۷۴ء تک ایک سوس مکمل ہو گئی۔
صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں واستمال فیہ من فتح الباری بحیث ینقل من
الورقة بکمالها وکان یتعیرہ من البرهان بن الخضر یا ذم منغذہ وبعقبہ
فی مواضع یعنی علامہ عینی نے اپنی شرح میں فتح الباری سے بہت کچھ مدد لی یہاں تک کہ
درق کا درق نقل کرتے ہیں۔ برہان بن الخضر سے مصنف کی اجازت سے عاریتاً علامہ
موصوف نے حافظ ابن حجر پر تعقیبات بھی کئے ہیں ماور جن باتوں کو حافظ ابن حجر نے بالقصد
ترک کر دیا تھا اس میں بہت طول دیا ہے مثلاً (۱) پوری حدیث متن میں نقل کرنی چاہی
ہر راوی کا پورا ترجمہ لکھنا (۲) انساب رواۃ کی بحث (۳) معانی بیان کسی نے حافظ
ابن حجر سے عرض کیا کہ علامہ عینی کی شرح کو آپ پر فوقیت ہے کیونکہ اس میں معانی بیان
بدیع وغیرہ زائد ہیں شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے بے ساختہ جواب دیا کہ ان
باتوں کو علامہ رکن الدین کی شرح سے نقل کیا ہے۔ مجھے شیخ رکن الدین کی شرح
پہلے ہاتھ ملنی تھی۔ لیکن کتاب ناتمام تھی اس وجہ سے میں نے اس سے نقل کرنا مناسب
نہیں سمجھا چنانچہ علامہ عینی اس ٹکڑے کے ختم ہونے کے بعد سے معانی بیان بدیع
نو اور وغیرہ سے بالکل سکت ہیں کیونکہ جو ماخذ تھا اس کا خاتمہ ہو چکا تھا پھر علامہ چلبی
صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں وبالجملة فان شرحہ حافظ کاغل فی معنایہ لکن
لہ یشہد کانتہما فتح الباری حیو مؤلفہ دھلم جو اخلاصہ یہ کہ شرح عینی مطالب کی
توضیح تو خوب کرتی ہے لیکن اسے فتح الباری کی سی شہرت نصیب نہ ہوئی نہ
مؤلف کی حیات میں نہ آج تک کسی ماہر فن کا یہ قول بہت صحیح ہے۔

عہ فتح الباری مفید للکلمۃ والثانی را العینی مفید للطلبتہ، ناقص لکھنوی کا فیصلہ
اسی کے ہم معنی ہے، حیث قال ویفضل الاول (فتح الباری) علی الثانی وحمد القادر

تحقیقا و تنقیدا والثانی علی الاول توضیحا ^{تفصیلا} و تقریظا تیسیر القاری مطبوعہ مطبع علوی ۱۲۹۸ھ

شرح العلامة رکن الدین احمد

یروی شرح ہے جس کا ذکر شیخ الاسلام

ابن محمد بن عبد المومن

حافظ ابن حجر نے عینی کی شرح بخاری

القرنی المتوفی ۷۸۳ھ

کی تفصیل کے جواب میں، کیا ہے۔

یہ ایک مختصر شرح ہے۔ لائق مصنف نے

الشیخ بدر الدین محمد بن

اس میں الفاظ مشککہ کی شرح اور اعراب

بہادر بن عبد اللہ

غامضہ کا ایضاح اور جن اسباب روائے

الزرکشی التافعی

یا اسمائے روائے میں تصحیف یا اشتباہ کا

المتوفی ۷۹۲ھ

خیال تھا اس کا ضبط کیا ہے اور مختلف

اقوال سے جو قول صحیح تھا مختلف معانی

سے جو واضح تر تھا اسی کو اختیار کیا اور

ایسے فوائد ایزاد کئے ہیں جن پر حادی ہو جانے

سے ایک ہوشیار شخص بڑی بڑی شرح سے

مستغنی ہو جاتا ہے۔ پٹنہ کے کتب خانہ

اور نیٹیل پبلک لائبریری میں موجود ہے۔

شرح

صحیح البخاری

۳۷

التنقیح

۳۷

عہ فتح الباری منتہیوں کے لیے مفید ہے۔ اور عینی مبتدئوں کے لیے ۱۲ عہ فتح الباری

کو عینی پر بحیثیت تحقیق و تنقید کے فضیلت ہے اور عینی کو بحیثیت تفصیل اور توضیح مطلب کے

نکتہ ۳۸

شیخ الاسلام الحافظ ابن
حجر العسقلانی

نکتہ ۳۹

القاضی محب الدین احمد
ابن نصر اللہ البغدادی
المحبلی المتوفی ۸۴۲ھ
العلامة بدالدين محمد بن
ابى بكر الدمايينى المتوفى
۸۲۷ھ

مصباح البحار مع

نیز کتب خانہ ایا صوفیہ واقع قسطنطنیہ میں
اس کا نسخہ موجود ہے۔علامہ زکشی کی شرح تنقیح پنکٹ لکھی
ہیں لیکن افسوس بقول صاحب
کشف الظنون پوری نہ ہوئی۔
اسی علامہ زکشی کی شرح پر یہ بھی نکتہ
لکھے گئے ہیں۔مشہور تو یہ ہے کہ یہ شرح سلاطین ہند
میں احمد شاہ بن محمد بن مظفر شاہ کے لیے
لکھی گئی لیکن صاحب کشف الظنون
تحریر فرماتے ہیں کہ مصنف نے اس کتاب کے
دیباچہ میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا ہے
حالانکہ مصنفین کے عام قاعدہ کے
خلاف ۸۲۸ھ میں روز شنبہ بوقت ظہر
بمقام زمیمن میں اختتام کوپنچی کتب
خانہ نور عثمانیہ جامع شریفی واقععہ نسبت الی و ما ین بفتح اولہ و بعد الالف میم اخری مکسورة و یا تحتہا نقطتان دونوں قرینہ
کبیرة بالصغیر شرقی النیل علی شاطیئہ ۱۳ عبید اللہ

قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے ایک
مختصر اور نہایت لطیف اور جامع شرح
ہے اس کا حجم تنقیح زرشکی کے قریب قریب
ہے اس کے علاوہ ایک شرح اور ہے
جس کا نام تریخ ہے لیکن نام تمام رہی
اس کا نسخہ کتب خانہ شریفی واقع قسطنطنیہ
سلطان احمد خاں ثالث میں موجود ہے
صحیح بخاری کے ایک ٹکڑے کی شرح ہے
مصنف نے اس کا نام بھی فتح الباری رکھا
صرف کتاب الجنائز تک پہنچی۔ صاحب الجوز
المنصردی طبقات متاخری اصحاب احمد
نے اس شرح کا ذکر طبقات جنابہ میں کیا ہے
اس شرح کا ذکر علامہ موصوف نے مسلم کی
شرح کے مقدمہ میں کیا ہے افسوس یہ شرح
کامل نہیں ہوئی صرف کتاب الایمان تک
پہنچی مصنف نے اس کی تعریف یوں کی ہے
انہ جمع فیہ جملا مشتملة علی نفائس من
انوار العلوم یہ شرح انواع علوم کی بڑی بڑی
نفیس باتوں کے مجموعہ مشتمل ہے۔

الحافظ زین الدین
عبدالرحمن بن احمد بن
رجب الحنبلی المتوفی
۷۹۵ھ

العلامة النوادی الشافعی
المتوفی ۶۷۶ھ

فتح الباری

شرح صحیح البخاری
للنوادی

شرح صحیح البخاری

الحافظ عماد الدین اسماعیل

ابن عمر بن کثیر الدمشقی

المتوفی ۷۷۷ھ

۲۵

الفیض البخاری

العلامة سراج الدین

عمر بن رسلان البلقینی

الشافعی المتوفی ۸۰۷ھ

۲۶

منج الباری بالیح

العلامة محمد الدین ابوطاہر

محمد بن یعقوب الفیرز آبادی

الشیرازی صاحب القاموس

المتوفی ۸۱۷ھ

التفیح البخاری

یہ بھی صحیح بخاری کے صرف ایک ٹکڑے کی شرح ہے اختتام کو نہ پہنچ سکی۔

یہ بھی صحیح بخاری کے صرف ایک ٹکڑے کی شرح ہے تا تمام پچاس جزو میں کتاب الایمان تک پہنچی عہ

صرف ربع عبادات تک یہ شرح پیش جلدوں میں پہنچی۔ علامہ موصوف نے اس کے اختتام کا اندازہ چالیس جلدوں میں کیا تھا۔ علامہ سخاوی نے الضواللامع

میں لکھا ہے کہ اس شرح میں ابن عربی کی فتوحات مکیہ کے اکثر مضامین دلچ کنے گئے

اس وجہ سے محدثین کے مرغوب خاطر ہوئی

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی نظر سے اس کا

کچھ حصہ گزارا گیا لیکن نہایت کرم خور وہ تھا۔

یہ شرح مصر میں طبع ہو گئی ہے اور عنوان

شرح قولہ قولہ کر کے ہے بعض مورخین نے

بجائے ہدایۃ الباری ہدایۃ القاری لکھا ہے

شیخ الاسلام زکریا الانصاری

نہید الحافظ ابن حجر العسقلانی

المتوفی ۹۲۸ھ

ہدایۃ الباری

المتجر الریح
والمسعی الریح

العلامة ابو عبد الله محمد
ابن مرزوق التلمسانی
المالکی شارح البروه
المتوفی ۸۲۲ھ

شرح صحیح البخاری
شرح صحیح البخاری

بہان الدین ابراہیم
ابن النعمان المتوفی سنہ
ابو البقا محمد بن علی
ابن خلف الاحمدی
المصری الشافعی نزہیل
المدینۃ المتوفی سنہ

شرح صحیح البخاری

نجاح القاری

ابو عبد اللہ محمد الشہیر
یوسف آفندی
المتوفی ۱۱۶۷ھ

بغۃ السامع فی

جمال الدین ابو یوسف

بقول صاحب کشف الظنون یہ شرح
بھی نا تمام رہی۔

صرف کتاب الصلوٰۃ تک پہنچی اور
جنس کا التزام کیا تھا پورا نہ ہو سکا۔
یہ ایک طویل شرح ہے ابتدائے تالیف
سنہ ۹۰۹ء سے شرح کر مانی یہ شرح عینی فتح الباری
وغیرہ سے ملخص کر کے ایک عمدتہ شرح تیار
کی ہے۔ لائق مصنف کا اپنی اس شرح
کے بارے میں یہ مقولہ بہت درست ہے
جعلتہ کا الوسیطہ بوزخا میں الوجیزو البسط
کتب خانہ ولی الدین سلطان بایزید واقع
جامع شریفی قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود
ہے علامہ یوسف آفندی نے یہ صحیح مسلم
کی بھی شرح لکھی ہے۔

ایضاً مذکورہ بالا کتب خانہ میں اس کا

عہ وقال الشوکانی فی البدایہ الطابع صفحہ ۵۰۷ ج ۱ فی ترجمہ عمر بن رسلان کتب من شرح البخاری علی نحو
عشرین سدیثاً مجلدین ۱۲ عبید اللہ عہ یعنی طویل اور مختصر دونوں کے درمیان ہے ۱۲۔

شرح الجامع
شرح صحیح
ابن بخاری

المتوفی سنہ

العلامة زين الدين عبد الرحيم
ابن عبد الرحمن بن احمد
العباسي الشافعي المتوفى

٩٤٣
هـ

For

ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن
رشید البستی المتوفی

٤٦٢
هـ

ترجمان التراجم

نسخہ موجود ہے۔

اس شرح کی ترتیب بالکل انوکھی اور نئے
انداز کی ہے۔ علامہ ابن اثیر جزیری کی جامع
الاصول کی طرز پر ہے لائق مصنف نے
احادیث کو سلسلہ سند سے مجرود کر کے ہر
حدیث کے مقابل حاشیہ پر ایک حرف یا کئی
حروف بطور علامت لکھے ہیں جس سے
انہوں نے صحاح خمسہ کے محررین کی
طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے امام
بخاری کی اس حدیث کی تخریج میں موافقت
کی ہے۔ پھر کتاب کے خاتمہ پر الفاظ عربیہ کی
شرح کا باب قائم کیا ہے اور ہر لفظ کی شرح
میں حاشیہ پر اس لفظ کو بعینہ درج کر دیا ہے
اس شرح پر علامہ برہان الدین ابو شریف اور
علامہ عبد البر بن السخنی نے تقریظیں لکھی ہیں
لائق مصنف نے صرف صحیح بخاری کے
ابواب پر بحث کی ہے لیکن انیسویں
نادر کتاب تمام رہی۔ شیخ الاسلام حافظ
ابن حجر رقمطراز ہیں کہ باوجود تمام ہونے

حل اعراض البخاری
المبہمہ فی الجمع بین
الحديث والترجمہ
ارشاد الساری

الفقیہ ابو عبد اللہ محمد
ابن منصور بن حمامہ
المغازی السجلماسی المتوفی
شہاب الدین احمد بن
محمد الخطیب القسطلانی
المصری صاحب الموابہ
اللدینیہ المتوفی ۹۲۳ھ

کے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔
صحیح بخاری کے سوتے جموں پر بحث
کی ہے۔

یہ شرح حامل متن ہے شرح ادق متن کا
اس طرح مزج کیا گیا ہے کہ اگر حدیث کے
الفاظ منطوط کے نیچے نہ ہوں تو اکثر مقام
میں متن اور شرح کا امتیاز مشکل ہو مشکلات
کو حل کیا ہے۔ جملات کو مفید کیا ہے اور
مبہمات کو واضح اور جو الفاظ مشکوکہ مکرر آنے
میں ان کی شرح بھی ویسی ہی مکرر کی ہے اس
وجہ سے صحیح بخاری کے درس دینے والوں کو
اس شرح کا سامنے رکھنا بہت آسانی بخشتا
ہے۔ کوئی وقت باقی نہیں رہتی بلکہ سہ گد
ایک ہی لفظ کی شرح چلی آرہی ہے۔ خود
مصنف کا قول ہے ولما اتحاش من
الاعادة فی الافادة عند الحاجة الی

عہ نسبت الی سجلاستہ بکسر اولہ و ثانیہ و سکون اللام و بعد الالف سین مہمدہ مدینہ فی جنوب المغرب
فی طرف بلاد السودان ۱۲ عبید اللہ رحمانی

البيان یہ شرح بڑی بڑی شرح کی تفسیر ہے
 بالخصوص فتح الباری تو اس کا اصل ماخذ
 ہے۔ اس شرح میں پہلے ایک مقدمہ لکھا
 گیا ہے جس میں کئی فصلیں ہیں (۱) فضیلت
 علم حدیث (۲) جن لوگوں نے فن حدیث کو
 پہلے جمع کیا اور جو ان کے بعد آئے (۳)
 اصول حدیث (۴) صحیح بخاری کی شروحات
 اور ترجیح (۵) امام بخاری کی سوانح عمری و
 شرح بخاری مقدمہ مع ایک مختصر شرح کے
 علاحدہ بھی طبع ہو گیا ہے۔

صحیح بخاری کی یہ شرح قسطلانی - عینی
 فتح الباری وغیرہ سے ماخوذ ہے عنوان
 تالیف قولہ قولہ کے ساتھ ہے، محل عمدہ،
 لائق مصنف نے علاوہ ان شرح کے بہت سی
 کارآمد باتیں لکھی ہیں۔ اور نیشنل پبلک
 لائبریری پٹنہ کے کتب خانہ میں کتاب
 الزکوٰۃ تک ایک جلد کلاں موجود ہے
 اور مصنف کے اندازہ سے چار جلدوں میں
 اس کا ذکر علامہ سخاوی نے الفصول الامع

العلامة يعقوب البستاني
 المتوفى سنة ١٢٣٠

۵۷
 الخیر البخاری

۵۸
 تحفة السامع العلامة القسطلانی

والقاری المختم
صحیح البخاری

المتوفی ۹۲۳

شرح صحیح
البخاری

الامام رضی اللہ عنہ
ابن محمد الصغانی الحنفی
صاحب المشارق

المتوفی ۶۵۰

الکوثر البخاری
علی ریاض
البخاری

الفاضل احمد بن اسمعیل
الکوری الحنفی المتوفی

۸۹۳

الامام عقیف الدین سعید

شرح صحیح بخاری

میں کیا ہے موضوع بحث نہ معلوم
ہو سکا غالباً صحیح بخاری کے ختم کا طریقہ
بتایا ہے

ایک مختصر شرح صرف ایک جلد
میں ہے۔ علامہ صغانی کی تالیفات سے
ایک موضوعات بھی ہے جو مصر
میں طبع ہو گئی ہے

ایک متوسط شرح ہے۔ اکثر اس شرح میں
علامہ کرمانی اشیح الاسلام حافظ ابن حجر کا رد
بھی ہے ان روایات کے اسما بھی درج ہیں اشتباہ
کا خوف ہے ضبط کئے گئے ہیں۔ لغات مشکوٰۃ

کا حل بڑی خوبی سے کیا ہے۔ قبل شرح
کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سیرت مبارک اور مصنف کے مناقب
جمیلہ اور صحیح بخاری کی خوبی کا ذکر کیا گیا
ہے ۸۷۲ جمادی الاولیٰ میں مصنف نے

تالیف کے ذراعت پائی کتب خانہ ایما
صوفیا واقع قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے
۷۶۶ ہجری میں شہر شیراز میں مصنف نے

اس کی تالیف سے فراغت پائی

ابن مسعود الغازی

المتوفی ۵۸ھ

۴۲

یہ شرح تین جلدوں میں ہے اور صحیح بخاری اس کے حاشیہ پر ہے۔

الامام زین الدین ابو محمد

عبدالرحمن بن ابی بکر العینی

الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ

شرح صحیح بخاری

اس کے مصنف نے شرح کسافی اور

فتح الباری اور شرح برمادی سے

تخصیص کی ہے۔

ابو ذراحد بن ابراہیم

ابن السبط الحلبي المتوفی

۸۸۴ھ

التوضیح للادبام
الواقعة فی الصحیح

۴۳

ایضاً

التوضیح لمبہات

الجامع ایضاً

شرح صحیح

البخاری

فہم الباری

۴۴

نام سے موضوع بحث ظاہر ہے صاحب

کشف الظنون نے کچھ تفصیل نہیں لکھی

یہ شرح بھی ایک مختصر شرح ہے

نخز الاسلام علی بن البرزذی

الحنفی المتوفی ۸۹۴ھ

العلامة عبد الرحیم بن عبد الرحمن

العباسی المتوفی ۹۱۳ھ

کتاب النجیح فی

شرح کتاب

اخبار الصحاح

اس کا نسخہ کتب خانہ جامع شریف سلطان

عبد الحمید خان اول واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے

اس شرح کے آغاز میں مصنف نے اپنی

سلسلہ سند نام بخاری تک پچاس اقوال

سے بیان کیا ہے۔ صاحب کشف الظنون

نے اور کچھ تفصیل نہیں لکھی۔

الامام نجم الدین ابو حفص

عمر بن محمد النسفی الحنفی

المتوفی ۷۳۵ھ

عہ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ قلمی دارالعلوم جین میں دہریہ جنگ عظیم تک موجود تھا ۱۲ عید الشکر حجاج

شواہد التوہیح
والتصحیح لمشکلات
الجماع ای صحیح

الشیخ جمال الدین محمد بن
عبداللہ بن مالک النخوی
المتوفی ۸۷۲ھ

صحیح بخاری کے ان اسرار مشککہ کے دلائل
و شواہد بیان کئے ہیں جو غلطیوں میں مردہ
قواعد نحویہ کے خلاف نظر آتے ہیں
شہر الہ آباد میں طبع ہو گئی ہے۔

فیض الباری
تور القاری

السید العلامة عبدالاول
الحنوفی المتوفی ۹۶۸ھ
الشیخ نور الدین الاحمد آبادی
المتوفی ۱۱۵۵ھ

ان دونوں شرحوں کا ذکر علامہ ابو الطیب
نواب صدیق حسن خاں نے اپنی قابل قدر
تاریخ راتحان النبلا میں کیا ہے۔ اور
ماثر الکرام مصنفہ آزاد بلگرامی سے لیا ہے

شرح صحیح البخاری
شرح صحیح البخاری

القاضی محمد الدین اسماعیل ابن
ابراہیم البلیسی المتوفی ۸۸۰ھ
القاضی زین الدین عبدالرحیم
ابن الرکن احمد المتوفی ۸۶۴ھ
اسماعیل العجلونی المتوفی
۱۱۶۲ھ تلمیذ العلامة

ان دونوں شرحوں کا حال بھی صاحب
حطہ نے کچھ نہیں لکھا اور صاحب
کشف الظنون نے بھی سکوت کیا

القبض البخاری

السندی

ابتداء تصنیف ۱۱۸۸ھ سے علامہ موصوف
نے جامع اموی کے قبضہ میں صحیح بخاری
کی تدریس کے زمانہ میں اس شرح کو شروع
کیا۔ علامہ موصوف نے انوائذ الدراری
فی ترجمۃ البخاری میں اسکی تالیف کا سبب
بھی لکھا ہے۔

عہ نسبت الی بلین کبر البانین سکون ... یادیادین محمد کذا ضبط نصر الاسکندی قال العدة تقول بلین ۱۲

شرح غریب
صحیح البخاری

ابو الحسن محمد بن احمد
الجیانی النخوی المتوفی
۵۲۰

شرح
صحیح البخاری

القاضی ابوبکر محمد بن
عبد اللہ العربی المالکی
الحافظ المتوفی ۵۴۳

صیانة القاری
عن الخطاء فی صحیح
البخاری

ابو الحسن علی بن ناصر الدین
المتوفی ۵۴۰

معونة القاری

ابو الحسن علی بن ناصر الدین محمد بن
محمد المالکی المتوفی ۵۴۰

شرح
صحیح البخاری

شہاب الدین احمد بن
رسلان المقدسی الرمی
الشافعی المتوفی ۸۲۴

اضاء الدراری

العلامة الشہاب احمد المنینی
العثماني المتوفی ۱۱۷۲

اس کا بھی کچھ مفصل حال صاحب خطہ اور
علامہ مجلونی نے نہیں بتایا اور نہ صاحب
کشف الظنون اور علامہ قسطلانی نے کچھ لکھا۔

اس شرح کا بھی مفصل حال نہ صاحب
کشف الظنون نے بتایا نہ صاحب
خطہ نے

معونة القاری اور صیانة القاری، ان
دونوں شرح کا ذکر علامہ مجلونی نے اپنی
قابل قدر کتاب الفوائد الدراری میں
کیا ہے علی بن ناصر الدین امام سیوطی
کے تلمیذ ہیں۔

یہ شرح تین جلدوں میں ہے۔

اس کا ذکر ابن عابدین صاحب رد المحتار
نے اپنی ثبت میں کیا ہے

عہ نسبت الی جیان بفتح الجیم ثم تشدید التحتیة و آخره لون مدینة ۱۲ عید اللہ عن المنینی المنسوب
الی تینین بفتح التیم ثم الکر ثم یا و مثناة و لون اخری قریت فی جبل سنیر من اعمال الشام ذیل من اعمال دمشق ۱۲

مصباح القاری

الامام عبدالرحمن الابدلی

ان دونوں مشروحوں کا ذکر علامہ نواب صدیق حسن خاں نے الحطہ میں کیا ہے اس شرح کے خاں سے بھی مورخین ساکت ہیں۔

ایمنی المتوفی سنہ

ابوالقاسم اسماعیل بن محمد

الاصہبانی الحافظ

المتوفی سنہ ۵۳۵

العلامة غلام علی البحرانی

الادیب صاحب التصانیف

المتوفی سنہ ۱۲۰۰

ابتداء سے آخر کتاب الزکوٰۃ تک ہے خود مؤلف نے اس شرح کا ذکر اپنی قابل قدر تصنیف سبحة المرجان میں کیا ہے۔ نواب صدیق حسن خاں قمطرانہ میں کہ یہ شرح بڑے وسیع پیمانہ پر لکھنی شروع ہوئی تھی لیکن ناتمام رہی۔

اس شرح کا ذکر علامہ نواب صدیق حسن خاں نے الحطہ میں اور علامہ مجلونی نے الفوائد الدراری میں کیا ہے اور کتب خانہ قسطنطنیہ نور عثمانیہ جامع شریفی میں اس کا نسخہ موجود ہے ایضاً سلطان یازید کے کتب خانہ واقع قسطنطنیہ میں اس کا ذکر نواب صدیق

شرح

صحیح البخاری

ضوء الدراری

ضیاء الساری

العلامة عبدالقدیر الشیخ

سالم البصری المالکی

المتوفی سنہ ۱۱۳۴

السید العلامة محمد بن احمد

سلم القاری

عہ قال شوکانی فی البدایہ الطالع الحسین بن عبدالرحمن الحسینی العلوی الشافعی المعروف بالابدلی منصف ماشیہ علی البخاری انتقاھا من شرح الکراخی مع زیادة سماها مفتاح القاری لجامع البخاری المتوفی سنہ ۱۲۸۵ عید اللہ عنہ قسطلانی سے بسیط اور فتح الباری سے چھوٹی ہے ثلاث تک پہنچی ۱۲

۸۵
نور الساری

الابدل الیمنی المتوفی سہ
العلامة شیخ حسن العدوی
المتوفی ۱۳۰۳ھ

حسن خان نے حطہ میں کیا ہے۔
قاہرہ میں جو صحیح بخاری ۱۲۰۰ ہجری میں
دس جلدوں میں طبع ہوئی اس کے حاشیہ
پر یہ شرح بھی طبع ہوئی۔ اس کا ذکر حسب
اکتفاء القنوع نے کیا ہے۔

یہ نسخہ بہت عتیق نہایت واضح خوشخط
ہے۔ مع جمع نسخ و حل مشکلات و حواشی
درق کلاں پر تیس ضخیم جلدوں میں ختم ہوا ہے
اس نسخہ کی صورت اس کی تداوت کی
دلیل روشن ہے یہ وہ نسخہ ہے جو بڑے
بڑے اساتذہ اور شیوخ کے درس

من خزائن الکتب للعلامة
شمس العلماء مولانا السید
ندیر حسین المحدث
الدہلوی المتوفی
۱۳۲۰ھ

۸۶
حل صحیح بخاری
یعنی نسخہ عتیقہ
صحیحہ مع حل
مشکلات و حواشی
و جمع نسخ

و تدریس میں سہا۔ اور ہر زمانہ میں بڑے بڑے افاضل نے اس پر حواشی و نکات
چڑھائے مختلف اوقات میں حواشی چڑھانے کی وجہ سے حاشیہ لکھنے کا کوئی نظم
نہیں۔ جس نے جس طرف جگہ پائی لکھ دیا۔ حضرت شیخ الکل کے خاص ہاتھ کے
حواشی لکھے ہوئے بھی اس پر موجود ہیں۔ اس طرح مدت کے بعد یہ نسخہ اس کمال کو پہنچا۔
حضرت شیخ الکل اس نسخہ کی بڑی حفاظت فرماتے اور اپنی... زبان سے
کبھی زیادہ عزیز رکھتے! الحمد للہ کہ اس نسخہ کے دیدار سے ہمارے ہاتھ میں بھی منور
ہیں اور اس کی جلدیں اس وقت ہمارے سامنے موجود ہیں اور تیسوں جلدیں
الگ الگ ہیں نحشی میں ذیل کے علامات لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

د	م	ک	ت	ج	جامعہ کا اصول
ق	ف	ع	ذ	قن	توسل
حسب	توسل	ن	ب	خ	انساب صحاح المال

استیعاب کاشف قاضی خاں اکثر بلا علامت حواشی لکھے ہیں۔

یہ نسخہ بحیثیت صحت قدامت جامعیت نسخہ و حل مشکلات و حواشی یا دیگر سلف سے اور لعل بے بہا، جامع حل مشکلات کا یہ طریقہ ہے کہ جب کسی مشکل مقام کو اٹھایا ہے تو متعدد شروح سے حل کر دیا ہے۔ اس طرح ایک ایک حاشیہ میں فتح الباری، کرماتی، تفسیر تفسیر، داودی، توحیح، تفتح، خیر جاری، کئی کئی شرحیں موجود ہیں۔ پہلے پہل ہندوستان میں جو نسخہ مولانا احمد علی صاحب نے محشی کر کے شائع کیا وہ اسی نسخہ کا خوشہ چہن ہے۔ بوجہ اتحاد و ارتباط زمانہ قدیم حضرت مولانا شیخ اسکل سے یہ نسخہ عاریت لے کر اپنا نسخہ طبع کرایا۔ شرح داودی جس کی نسبت مولانا سہارنپوری نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ شرح داودی اصل منقول عمدہ میں موجود تھی اور د سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ بجز اس نسخہ کے اس کے وجود کا پتہ نہیں چلتا۔ مولانا سہارنپوری نے اس پر عینی شرح بخاری اور کتب اصول حنفیہ سے مذہب حنفی کی تائید اور حدیثوں کی تاویل کا اضافہ کر دیا۔ گو دونوں حضرات مولانا شیخ محمد اسحاق صاحب کے تلامذہ ہیں تھے۔ لیکن جب مولانا احمد علی صاحب دہلی تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب کی درس گاہ میں جب تک طلبہ کا سبق ہوتا اور انوساکت بیٹھتے۔ اور درس سے فراغت ہوتی تو بات چیت کرتے اور نہایت اخلاص مندانہ باتیں ہوتیں۔ اکثر فتاویٰ پیش کرتے یا کوئی اور علمی تذکرہ رہتا اور جب تک بقید

حیات رہے اس وضع کو بنا ہا۔ اس کے شواہد وہ خطوط میں جو مولانا احمد علی صاحب کے
خاص ہاتھ کے لکھے ہوئے رجوانہوں نے بنام شیخ الہکمل لکھے تھے مولانا
۱۲ شمس الحق صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا احمد علی صاحب صحیح بخاری

اس کا منقول عنہ نسخہ جو حضرت مولانا
سید علامہ ندیر حسین محدث دہلوی سے
عاریتہ لیا گیا تھا، اصل مایہ ناز ہے اصل
نسخہ منقول عنہ کی کیفیت اور پندرہ جکی
اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ صحیح

السہار نفوری تلمیذ
شیخ شجاعت مولانا محمد اسحاق
المحدث الدہلوی المتوفی
۱۲۹۱ھ

بخاری کو صحت بلیغ کے ساتھ مع حل کے طبع کر کے تمام ہندوستان میں شائع کر دیا
جہاں بجز فقہ حنفی دوسرے فنون اسلامیہ کا بہت کم چرچا تھا یہ خاندان دلی اللہ کا
کا اثر اور فیض ہے، لیکن ہم یہ کہہ بغیر نہیں رہ سکتے کہ مولانا احمد علی صاحب باوجود
اس کے کہ شاہ دلی اللہ صاحب کے خاندان سے ان کو تلمذ تھا، لیکن مقلدین
کی عام روش سے وہ بھی نہ بچ سکے۔ علمائے مقلدین کا عام قاعدہ ہے کہ حدیث
کی شرح کرنے بیٹھتے ہیں تو مجدد اور مقاصد کے ایک ضروری مقصد یہ بھی ہوتا ہے
کہ نصوص کو اپنے امام کے مذہب یا امام کے قواعد و محترعہ کا پابند کریں گے۔ چونکہ یہ
روش پہلے سے چلی آتی ہے پھر مولانا احمد علی صاحب اس سے کیونکر بچ سکتے
تھے۔ صحیح بخاری کو شرح عینی اور دیگر کتب اصول حنفیہ سے اول سے آخر تک
مذہب حنفی کا پابند کر دیا اور نصوص کی تاویل کرنے میں کس کس طرح کی وقتیں

عہ اس کے علاوہ حضرت میاں صاحب کے قدیم طلبہ اس کے شاہد موجود ہیں ۱۲۔

انجامین اور کسی کسی تاویلات بارودہ سے کام لیں۔ اگر مولانا سہانپوری نسخہ منقول
 علم کے حل پر کفایت کرتے یا و تالیق حدیثیہ کا اضافہ کرتے اور نصوص کو اپنے
 مذہب کا پابند نہ کرتے تو ہندوستان میں آج محدثین کی بڑی جماعت نظر آتی اور تحقیق
 کا مذاق عام ہوتا۔ مولانا احمد علی صاحب نے اس حاشیہ کا ایک مقدمہ بھی لکھا،
 فن حدیث کے اصول کے علاوہ صحیح بخاری کے متعلق بہت سی مفید باتیں لکھی ہیں
 یہ مقدمہ تمام تر مقدمہ فتح الباری اور مقدمہ قسطلانی سے ماخوذ ہے اور بعض

مفتاحین شاہ ولی اللہ صاحب کے رسالہ تراجم ابواب بخاری سے بھی ماخوذ ہیں
 تعلیق صحیح البخاری مولی لطف اللہ بن حسن
 یہ تعلیق صرف اوائل صحیح بخاری کے
 متعلق ہے۔

اس کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔

التوقانی المقتول سنہ ۹۰۰

العلامة شمس الدین احمد

ابن سلیمان بن کمال پاشا

المتوفی سنہ ۹۲۰

مولی فضل بن علی الجمال

المتوفی سنہ ۹۹۱

مصلح الدین المصطفیٰ بن

شعبان الشررہ ط المتوفی سنہ ۹۷۰

مولی حسین الکفوی

المتوفی سنہ ۱۰۱۲

اس کا بھی کچھ مفصل حال صاحب کشف

الظنون و علامہ قسطلانی و علامہ عجلی نے

نہیں بتایا۔ یہ ایک کبیر حاشیہ ہے نصرت

صحیح بخاری تک

اس کا حال بھی مفصل معلوم نہ ہو سکا

صرف علامہ ترقانی نے شرح الموابہ

۸۹

تعلیقہ

۹۰

تعلیقہ

۹۱

تعلیقہ

۹۲

تعلیقہ

عہ زبانی سرور مدینہ بقیستان ۱۲

تعلیقہ

۹۲

حل صحیح البخاری

العلامة السندی الحنفی

المتونى سنة ۱۳۸۸

مرزا حیرت الدہوی

اللہ تبارک و تعالیٰ میں اس کا ذکر کیا ہے صحیح بخاری مطبوعہ

مصر کے حاشیہ پر طبع ہو کر شائع ہے۔

متن مولانا حافظ احمد علی مرحوم کا رکھا ہے

لیکن صحیح بخاری کے حل میں قسط لانی اور

فتح الباری سے کچھ زیادہ مدد ملی ہے

صحت و صفائی کے اعتبار سے بھی اچھی

ہے۔ حل لغات علیحدہ دیا ہے۔ لیکن

بین السطور کے حواشی نکال دیئے ہیں۔

اس سے حل مشکلات میں کمی ہو گئی۔

علامہ زبیدی نے جو تجرید کی تھی اسی کی

یہ شرح عربی میں ہے۔ علاوہ اس کے

اس تجرید کی شرح علامہ شرفاوی اور

الشیخ الغزالی نے بھی لکھی ہے ان دونوں

مترجموں کا ذکر علامہ ابوالطیب نواب

صدیق حسن خاں نے اپنی شرح عون

الباری میں کیا ہے۔ عون الباری نیل

الادطار فی شرح منقح الاخباء کے حاشیہ

پر طبع ہو کر شائع ہے۔

اس مختصر کی کوئی کیفیت صاحب کشف الظنون

العلامة النواب ابوالطیب

صدیق حسن خاں بہادری

المتونى سنة ۱۳۰۷

الشیخ عبدالمنذر شرفاوی

المتونى سنة

الشیخ ابن القاسم الغزالی

المتونى سنة

الامام جمال الدین

عون الباری

لحل ادلة البخاری

۹۳

شرح تجرید صحیح

للزبیدی

۹۴

شرح تجرید صحیح

للزبیدی

مختصر صحیح البخاری

ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالنصار
القرطبی المتوفی ۴۵۶

ابو العباس
احمد بن محمد بن عبداللطیف
الشرجی الزبیدی المتوفی
۸۹۲

مست

التجرید الصریح للاحادیث
الجامع الصحیح

التجرید الصریح
الاحادیث

الجامع الصحیح

العلامة بدر الدین حسن
ابن عمر بن حبیب الحلبي
المتوفی ۹۷۹
ابن عمر بن

عبدالله بن سعد بن ابی

ارشاد السامع والقار
المنتهی من صحیح البخاری
ومن الكتب المصنفة
على صحیح البخاری
النهاية في بدو الخیر

نہ بتائی نہ اس کی شرح کا حال معلوم ہو
سکا نہ اختصار کی عرض معلوم ہوئی۔

اس تجرید میں مرفوع حدیثوں کو اسناد سے
الگ کر کے مکررات کو حذف کر دیا ہے
اور احادیث متفرقہ کو جمع کیا ہے اکثر صحیح
بخاری کی حدیثوں کے تلاش کرنے

و اے بعض حدیثوں کے نہ ملنے سے
گمان کر بیٹھتے تھے کہ یہ حدیث صحیح بخاری
میں نہیں ہے اس وجہ سے کہ جس حدیث
کی تلاش میں وہ ہوتے وہ حدیث بوجہ

استنباط مسئلہ فقہیہ ایسے باب میں مذکور
ہوتی ہے جس کی طرف ان کا ذہن بالکل
نہیں جاتا اس مختصر سے یہ وقت جاتی
رہی۔ قاہرہ سے طبع ہو کر شائع ہے۔

گو اس کا کچھ مفصل حال معلوم نہ ہو سکا
تاہم نام سے واضح ہوتا ہے کہ صحیح بخاری
کی حدیثوں کو لے کر شروع صحیح بخاری سے
ان کو حل کیا ہے یہ بھی صحیح بخاری کا
ایک اختصار ہے اس کی تحشی علامہ محمد

والغایہ
۱۰۲

شرح مختصر البخاری

حمزۃ اللزومی المتوفی ۶۷۵ھ

العلامة احمد بن العلامة
الشیخ احمد الشجاعی المتوفی

سنہ

۱۰۳

بجۃ النفوس

عبد اللہ بن سعد بن

ابی حمزۃ اللزومی المتوفی

۶۷۵ھ

۱۰۴

حاشیہ صحیح بخاری

شرح صحیح بخاری

ابوالعباس السندی احمد

رزوق شارح حکم

العلامة الکفیری محمد بن احمد

المتوفی سنہ

شہوانی المتوفی ۱۲۳۳ھ نے کی لوریہ مختصر

مع حاشیہ قاہرہ ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوا۔

صاحب الکفاہ القنوع لکھتے ہیں

والمختصر بذراع حاشیہ بذہ مرغوبان

عند طلبہ علم الحدیث یعنی یہ مختصر

اور یہ حاشیہ دونوں طالبان حدیث

کو بہت پسند ہیں۔

اسی نہایت فی بدو الخیر والغایہ کی شرح

ہے۔ اس کے ابتدا کے الفاظ یہ ہیں

الحمد للذی فتق رقوظلمات جہالاتہ

الغلوب خود صاحب الاختصار نے

یہ شرح بھی لکھی کتب خانہ ولی الین سلطان

بایرید جامع شریفی واقع قسطنطنیہ میں

اس کا نسخہ موجود ہے۔

علامہ مجلونی نے لکھا ہے کہ یہ ایک

حاشیہ صحیح بخاری کے حل میں ہے۔

علامہ کفیری نے اس شرح کے خطبہ میں

لکھا ہے کہ میں نے اس شرح کو سعید بن

مسعود کار زونی کی مقاصد التفتیح سے

شرح صحیح بخاری

یہ ہے، حسب بیان علامہ عجلونی ایک حصہ معتد بہا کی شرح ہے۔

علامہ عجلونی لکھتے ہیں کہ اس شرح کو اثنائے کتاب الصلوٰۃ تک میں نے پچھتم خود دیکھا ہے ہر باب کی شرح میں خطبہ دہم و نعت لکھتے ہیں

العلامة عبدالباقي المتوفى سنة
العلامة السيد بهيم الشهير
بابن حمزة نقيب اشراف
دمشق المتوفى سنة

شرح صحیح بخاری

شرح صحیح بخاری

الشيخ علي الشافعي الحديدي
المتوفى سنة

علامہ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں اس شرح پارہ ازا اول او است شیخ علی راور شہ ۱۲۸۵ء ملاقات کردم در سالہ حطہ بطور ہدیہ و ادم لہ

شرح فارسی وارد و تراجم وغیرہ

تیسیر القاری

العلامة نور الحق بن مولانا
عبد الحق الديوبندي المتوفى سنة

جس زمانہ میں شیخ عبدالحق نے شرح فارسی مشکوٰۃ لکھنی شروع کی صاحبزادہ موصوف نے صحیح بخاری کی شرح فارسی میں لکھنی شروع کی مورخ احمد المہدی نے اپنی تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں اس شرح کا ذکر کیا ہے

ملا علی بن محمد سلطان القاری
الہروی ثم المکی المتوفى سنة

شرح ثلاثیات
البخاری

شرح فارسی

شیخ الاسلام نبیرہ مولانا
عبدالحق محدث دہلوی
المتوفی سنہ۱۱۲
منع الباریملاحسن صدیقی پنجابی
معروف بہ علامہ دراز
پشاور می المتوفی سنہ ۱۳۶۰۱۱۳
فضل الباری۱۱۴
صحیح بخاری مترجم
میرزا حیرت دہلوی۱۱۵
تیسیر الباریمولانا وحید الزماں
المخاطب بہ نواب قاری
جنگ بہادریہ شرح فارسی تیسیر الفارسی سے مختصر ہے
گویا ایک مطلب خیز ترجمہ ترجمہ ہندو جا
ایضاحات اور ضروری باتیں بھی ہیں
یہ شرح بھی فارسی میں بہت مفید ہے۔
لیکن کچھ ایسی ضخیم نہیں ہیں شیخ الاسلام کی
شرح کے قریب قریب ہے۔ترجمہ اردو صحیح بخاری یہ ترجمہ صرف
ترجمہ نہیں ہے بلکہ ایک طویل شرح سمجھنی
چاہیے لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوا
ترجمہ نہایت مطلب خیز ہے اور برائیکٹ
رقوس میں سما سچا حل بھی کر دیا ہے اور
زیادہ وضاحت کے لیے حاشیہ اور نوٹ
بھی لکھے ہیں اس کی فہرست کلاں طبع
ترجمہ متن سے علیحدہ چھپی ہے۔یہ ترجمہ مطلب خیز ہے اور صحیح بخاری
کے ساتھ چھپا ہے۔ لائق مولف نے
اس کے ابتدا میں ایک مقدمہ بھی لکھا
ہے جس میں اپنا سلسلہ سند امام
بخاری تک دس طریقوں سے ملایا ہے

جایجا حواشی اور حل بھی لکھے ہیں اور نہایت
آب و تاب بڑی خوش اسلوبی سے چھپ کر
شائع ہوا ہے

۱۲۹۶ ہجری میں یورپ کے شہر بلک میں
طبع ہوئی ہے اور اس جلدوں میں ختم ہوئی
مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۳۸ھ پر ۱۲۹۱
میں طبع ہو چکی ہے۔

علامہ عماد الدین نے اس کا ایک
مقدمہ بھی لکھا ہے۔ پہلے ان صحابوں
کے نام گناٹے ہیں جو صحیحین میں مذکور
ہیں اور ادران کے لیے ثروت روایت
یاد دیت ثابت ہے، پھر متفق علیہ کو ذکر کیا
پھر افراد بخاری پھر افراد مسلم۔

ماہ صفر ۸۲۲ھ میں زراعت پائی۔ اس کا نسخہ
کتب خانہ ولی الدین سلطان بانیہ
جامع شریفی واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے

اس کا مترجم کرین ایک
یورپی ہے
مولوی رضی الدین ابوالخیر
عبدالمجید خاں ٹونکی
الامام عماد الدین بکھی بن
ابی بکر العامری البہمانی
المتونی سہ

جلال الدین عبدالرحمن
ابن عمر البلقینی المتونی
۸۲۲ھ

صحیح بخاری کا ترجمہ
انگریزی زبان میں
معلم القاری شرح
تکالیفات البخاری
الریاض المستطابہ
فی حملۃ من سوی
فی التصحیحین من
الصحابہ

الافہام بما وقع
فی البخاری من
الابہام

۱۔ صحیح بخاری کے دو پاروں کا انگریزی ترجمہ مع مختصر نوٹ و حواشی کے علامہ اسد جرمی نو مسلم کے قلم سے شائع
ہو چکا ہے۔ بلکہ کے مؤخر اسلامی جرائد و رسائل نے ترجمہ کے متعلق اچھی رائے ظاہر کی ہے اللہ تعالیٰ اس کو جلد پور کرے
۲۔ عبید اللہ عسہ و کھوانسا نیکو پیاری بانی کا ۱۲ عسہ داماد نواب زبیر الدولہ لہرہ اور ۱۳ عسہ نسبت الی بلقینیہ
بالضم و کسر القاف یا اسکتہ و نون قرینہ من ثبوت مصر من کورۃ بنا یقل لها البوب ایضا ۱۲ عبید اللہ امرحانی

دینز کتب خانہ ایاصوفیہ واقع قسطنطنیہ میں۔
صاحب کشف الظنون نے اس کا ذکر
کیا ہے لیکن تفصیلی حالت کچھ نہیں لکھی

نام سے موضوع بحث ظاہر ہے۔
صاحب کشف الظنون نے کچھ مفصل
عالم نہیں لکھا۔

کچھ سوال و جواب کے طور پر لکھا ہے۔
جو فتح الباری سے ماخوذ ہے۔

ایک رسالہ کسی نے عربی زبان میں صحیح
بخاری مطبوعہ مصطفائی کے ساتھ علامہ
عینی کی ان تقریرات کو لے کر شائع کیا تھا
جن میں امام بخاری کے ان اعتراضات کے
جوابات ہیں جو امام بخاری صحیح بخاری میں
قال بعض الناس لکھ کر کیا کرتے ہیں۔

اس رسالہ کا نام دفع الوسواس عن
بعض الناس ہے۔ علامہ ابوالطیب نے
اس رسالہ کا جواب بنام الالتماس

الامام ابو نصر محمد بن محمد
ابن الحسين الكلاباذي
المتوفى سنة ۳۹۸

القاضي ابوالوليد سليمان
ابن خلف الباجي
المتوفى سنة ۴۷۴

الشيخ قطب الدين محمد بن
محمد الحيمري الدمشقي
الشافعي المتوفى سنة ۸۹۴

العلامة ابوالطيب حمد
شمس الحق اعظم آبادي
مصنف غاية المقصود
شرح سنن ابی داؤد
وغیره

۱۲۰
اسماء رجال صحیح
البخاری

۱۲۱
کتاب التعديل و
التجريح لرجال
البخاری
المنهول البخاری

رفع الالتماس

شائع فرمایا اور اخلاص سے اپنا نام ظاہر
 نہ فرمایا اس رسالہ میں بعض بعض تحقیقات
 قابل دید ہیں۔ علامہ عینی کی ان غلط
 فہمیوں کو نہایت تحقیق سے دکھایا ہے
 جن کی بنا پر امام بخاری کے اعتراضات
 کو وہ غلط بتاتے ہیں جسے بحری میں وہی
 میں طبع کرا کر شائع کیا گیا۔

ایک مجلد ضخیم کتاب ہے اس کا آغاز
 الحمد للہ الذی رفع منار الحق سے لائق
 مصنف نے لکھا ہے کہ میں علم حدیث کی
 تحصیل میں مشغول تھا اور اس کے لیے
 ملکوں ملکوں پھر بعد تکمیل اس کتاب کو حروف
 تہجی کی ترتیب پر لکھا کتب خانہ نور عثمانیہ
 واقع قسطنطنیہ جامع شریفی میں اس کا
 نسخہ موجود ہے۔

صحیح بخاری سے ان حدیثوں کو چنا ہے
 جن کی سند چار واسطہ سے رسول اللہ

الشیخ محمد بن داؤد بن محمد
 البازلی الکروی المحموی
 الشافعی المتوفی ۹۲۵ھ

۱۲۶
 غایۃ المرام فی
 رجال البخاری

العلامة احمد بن محمد الشافعی
 الشافعی المتوفی ۲۰۵ھ

۱۲۷
 درر الدراری فی
 شرح رباعیات

عہ علامہ ابوالطیب کے علاوہ عینی کی تقریرات کے بہت لوگوں نے جواب لکھے ہیں اولیٰ امام
 بخاری کے اعتراضات صحیح دکھائے ہیں ۱۲۷ منہ

ابن خاری

۱۲۶

المعلم فی مارواه
ابن خاری علی
بشرط مسلم
شرح ثلاثیات
ابن خاری

ابوالعباس بن الرومیه
احمد بن محمد الاشبیلی
البنانی المتوفی ۴۳۷
محمد شاہ ابن الحاج حسن
المتوفی ۹۳۹

صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور اس کی
شرح تنقیح زرکشی اور کرمانی سے منتخب
کی ہے اور لفظ قلت لکھ کر اپنے
فوائد بڑھائے ہیں۔

اس کتاب کا موضوع نام ہی سے
ظاہر ہے صاحب کشف الظنون نے
اس کی اور کوئی تفصیلی حالت نہیں بتائی
صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جو تین اسطہ
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچتی ہیں جن کی تعداد ۲۲ تک ہے
اور اکثر کئی بن ابراہیم کے واسطہ سے
مروی ہیں۔ کئی بن ابراہیم امام بخاری
کے طبقہ اولیٰ کے شیوخ سے
ہیں۔ اور تابعیوں سے روایت کرتے
ہیں جس طرح ابو نعیم خلاد بن یحییٰ علی
بن عیاش وغیرہ محی شاہ نے اس
کی لطیف شرح لکھی ہے۔ اس کے علاوہ
ثلاثیات کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔

عہ ثلاثیات صحیح بخاری علیہ بھی مع ترجمہ و شرح عربی طبع ہو کر شائع ہے ۱۲

رجال صحیحین

۱۲۹

القوائد المنتقیات

المخرجة علی الصحیحین

ابو القاسم مہدی الشہن حسن

الطبری المتوفی ۴۱۸

تخریج ابی عبداللہ حمیدی

المتوفی سنہ

کشف مشکلی

حدیث الصحیحین

ابو الفرج ابن الجوزی

المتوفی سنہ ۵۹۷

اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کتابوں

کے رجال کے حالات بیان کئے گئے ہیں

شیخ ابو بکر احمد بن بدران الحلوانی

البغدادی المتوفی سنہ ۵۷۰ کے اصول

سماعات سے ہے

سنہ ۵۷۴ میں اس کی تالیف سے فراغت

پائی۔ بعض اہل علم نے اس کو مختصر

بھی کیا ہے اور وجہ یہ لکھی ہے کہ لائق

مصنف نے احادیث مشککہ اور غیر

مشکلہ دونوں کو ذکر کیا تھا اور خوب

شافی حل نہیں کیا تھا اس وجہ سے

میں نے اس کا اختصار کیا۔ اس صورت

سے کہ ایک صحابی کی حدیث کو ذکر

کیا پھر اس صحابی سے جس قدر حدیثیں

آئی ہیں ان کو ذکر کیا اور ترتیب یہ بھی

کہ پہلے متفق علیہ حدیث کو ذکر کیا

پھر بخاری کی منفرد حدیث کو اس کے

بعد مسلم کی منفرد حدیث کو لکھا ہے

عہد بت سے مؤلفین و شارحین ایسے ہیں جن کی توجہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کی جانب ہوئی ہے

تقیید المہمل و غیر
المشکل

ابو علی حسین بن محمد
النسائی الجیالی الحافظ
المتوفی ۴۹۸ھ

اس کے اختصار سے فراغت پائی۔
اس کتاب میں ان روایات کے نام ضبط
کئے گئے ہیں جن سے صحیح بخاری
اور صحیح مسلم کے رجال میں لفظی اشتباہ
ہوتا تھا و دہزہ میں ختم ہوئی۔

۱۳۲

ترجمہ صحیح بخاری
بہ زبان فرانسیسی

ادوود اس۔ و ڈبلو
مارکوٹیس

۱۳۳

اطراف الصحیحین

متعدد مؤلفین نے
لکھی ہے۔

علاوہ شرح ڈاک ہے۔
صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اطراف
علاوہ ان کے جو صحاح ستہ کے ہمراہ
لکھے گئے ہیں، مستقل طور پر متعدد
لوگوں نے لکھے ہیں۔

عہ اطراف لکھنے والوں کا اصلی مقصد ہوتا ہے حدیثوں کی سندوں کا ضبط کر لینا جن کتابوں کی حدیثوں
کے اطراف انہوں نے لکھے ان کی تمام سندوں اور راویوں کو ضبط کر لیا اور بتا دیا کہ یہ متن فلاں
کتاب میں فلاں سند سے مروی ہے اور فلاں کتاب میں فلاں سند سے اب اگر غلطی سے کوئی راوی
رہ جائے یا بڑھ جائے تو اطراف سے فی الفور پتہ لگ جاتا ہے۔ اس لیے مؤلفین اطراف متن کو
بانتع لکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس کے سندوں کا انضباط نہیں ہو سکتا ۱۳

راول شیخ حافظ امام ابو سعید و ابراہیم
 بن محمد بن عبد اللہ مشقی المتوفی سنہ ۱۰۰۰
 (۲) ابو محمد خلف بن محمد بن علی بن حمدون
 الواسطی المتوفی سنہ ۱۰۰۰ ان دونوں کا ذکر
 حافظ ابو القاسم بن عساکر نے اپنی
 کتاب الاشراف کے شروع میں کیا
 ہے اور یہ لکھا ہے کہ خلف کی کتاب
 باعتبار ترتیب و رسم کے عمدہ ہے
 اور ضبط اور رسم اس میں بہت کم ہے
 اسی وجہ سے الاشراف میں ہم نے
 اسی پر اکتفا کی (۳) ابو نعیم احمد بن عبد
 الاصفہانی المتوفی سنہ ۸۵۰ حافظ ابن
 حجر العسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲
 یہ ایک عمدہ انتخاب صحیح بخاری کا ہے
 بترتیب ابواب فقہیہ صحیح حدیثوں پر
 عمل کرنے والوں کے لیے ایک
 بے نظیر چیز ہے مولف نے ہمدان المہتمم
 محمد امین خاں کے حکم سے اس کو مشکوٰۃ
 کے ابواب پر ترتیب دیا ہے مولف

العلامة فقیر اللہ المتوفی

مصابیح الاسلام
 من حدیث
 تحیر الانام

خود کہتا ہے ما تختہ انتخابا معا
 لا حدیث المسند مع بعض التعلیقات
 حاذق الاساتید والمکررات مرتباً علی ترتیب
 المشکوۃ کتبا د ابواباً مع زیادۃ تفصیلات
 اور نیٹل پبلک لائبریری ٹینہ کے
 کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے
 یہ ترجمہ ثلاثیات صحیح بخاری اردو
 میں نہایت دلچسپ ہے۔

یہ شرح ابھی غیر مکمل ہے اللہ تعالیٰ
 جلد اختتام کو پہنچائے۔
 اس کا نسخہ کتب خانہ علی پاشا غازی
 سلطان محمود خاں ثانی واقع قسطنطنیہ
 میں موجود ہے۔

ایضاً مذکورہ بالا کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے
 اس کا نسخہ کتب خانہ نور عثمانیہ جامع
 شریفی قسطنطنیہ میں موجود ہے۔

العلامة نواب صدیق حسن
 خاں المتوفی سنة ۱۳۰۷

العلامة ابو الطیب
 شمس الحق العظیم آبادی
 العلامة احمد بن عجمی
 المتوفی سنة

۱۳۲۴
 ابو عبید بن سلام الحنفی المتوفی
 ابو محمد عبد الحق بن
 عبد الرحمن الازدی
 الاشعری المتوفی سنة ۵۸۲

۱۳۵
 عنیة القاری

۱۳۶
 فضل الباری شرح
 ثلاثیات البخاری
 شرح ثلاثیات
 البخاری

۱۳۸
 غریب حدیث البخاری
 الجمع بین
 الصحیحین

۱۳۵۱ سنو میں ہے کہ علامہ اس شرح کو اپنی زندگی میں مکمل نہ کر سکے ۱۲ عبید اللہ ۱۳۵۱ اس کے علاوہ
 حسین بنوی۔ ابو بکر جوزنی ابن ذان نرسی ابو جعفر طبری ابو بکر بستانی ابن عبید و شقی نے الجمع بین الصحیحین کی ترتیب پر

<p>حیدرآباد کے مطبع واثرۃ المعارف میں ہو چکی ہے اس کا مقصود نام سے راخ ہے</p>	<p>العلامة المقدسی المتوفی ۵۰۰</p>	<p>کتاب الجمع بین رجال الصحیحین</p>
<p>حیدرآباد سے طبع ہے۔ ادراک سے موضوع بحث ظاہر ہے اس کا ذکر صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ کے مقدمہ میں کیا ہے۔ یہ کتاب مشہور ہے</p>	<p>العلامة بجرانی المتوفی سنہ العلامة الحمیدی محمد بن ابی نصر اللاندسی القرطبی المتوفی ۴۸۸</p>	<p>قرۃ العین فی ضبط اسماء رجال صحیحین الجمع بین الصحیحین</p>

مفتاح صحیح البخاری - علامہ احمد محمد شاہ کراچی شرح جامع ترمذی مطبوعہ
مصر ۱۳۵۶ء کے مقدمہ میں لکھتے ہیں و منذ بضع عشرات من السنين صنع محمد
الشریف بن مصطفى التوقاوی من علماء الاستان کتابین ہما مفتاح صحیح البخاری
و مفتاح صحیح مسلم فرغ من تالیفہما ۱۳۱۲ھ و طبعا فی الاستان ۱۳۱۳ھ رتب احادیث

۱۳۵۶ء میں مولوی انور شاہ صاحب مرحوم کشمیری دیوبندی کی تقریر بخاری مع حاشیہ
چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اصل تقریر کا نام فیض الباری اور حاشیہ کا نام البدایہ
ہے شروع میں ایک مختصر مقدمہ ملحق ہے عبادات اور معاملات تک قدرے تفصیل اور تطویل
لا طائل سے کام لیا ہے اس کے بعد آخر تک بالکل مختصر بلکہ صفر ہے۔ صاحب تقریر نے
جوش میں آکر علماء اہل حدیث کو بعض السفہاء اور شیخ الاسلام محمد بن عبد الجہاب بخدی کو
بلید قلیل العلم کے ساتھ یوں فرمایا ہے قال اللہ المشکی ۱۲

کل واحد منهما علی الحروف باعتبار اوائل اللفظ النبوی الکریم و اشارہ الی موضع کل حدیث فی مفتاح البخاری بالابواب و الکتب و ہر قاصم الاجزاء و الصفحات لمثن البخاری و شرحہ لابن حجر و العینی و القسطلانی و فی مفتاح مسلم کذلک لمثن مسلم و شرحہ للنووی انتہی۔

نمبر اس الساری فی اطراف البخاری۔ اس کا موضوع بھی وہی ہے جو مفتاح صحیح البخاری کا ہے۔ مصنف مولوی عبد العزیز صاحب مرحوم شیطیب گوجرانوالہ نے صحیح بخاری کی احادیث کے اطراف جمع کئے ہیں، اور ایک ایک حدیث کے متعلق بتایا ہے کہ وہ کس کس باب میں مختصراً یا مطولاً آئی ہے اور فتح الباری اور عمدۃ القاری کے صفحات بھی ذکر کر دیئے ہیں۔ یہ کتاب اول الذکر سے زیادہ مفید ہے مصنف نے ہیتھو کی طباعت کے لیے اس کی کاپی خود لکھی ہے انعام المتعم الباری بشرح ثلاثیات البخاری مصنف مرحوم مولوی عبد الصبور بن مولانا عبد التواب ملتانی نے بزمانہ طالب علمی فتح الباری قسطلانی۔ داودی سندھی وغیرہ سے اخذ کر کے ثلاثیات بخاری کی یہ شرح مرتب کی تھی ۱۳۵۸ھ میں مصر سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ مصنف احمد بن محمد بن منصور الاسکندر الملکی ناصر الدین ابوالعباس بن المنیر المتوفی ۶۸۳ھ مناسبات علی بخاری و عمل محمد بن ابی بکر بن ابیہیم البہاء المشہدی المتوفی ۷۵۷ھ شرحا علی البخاری ملتقطاً من شروح فی جلدین الف ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحموی المتوفی ۸۴۲ھ اقتحاح القاری لصحیح البخاری و صنف صاع بن عمر بن رسلان البقیعی المتوفی ۸۶۸ھ تفسیر و شرحا علی البخاری کما فی البدر الطالع و الامام الشافعی صاحب الاعتقاد و الموانع تالیف شرح فیہ کتاب البیوع من صحیح البخاری اسمہ کتاب المجالس فیہ من العوائد و التحقیقات بالایضاح الا لکن کذا کتب بایا التکروری ثم الشکی و لصحیح البخاری شرح اخری لم تعرض لہا و الا لاختصاصاً

المستدرک علی الصحیحین

حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المتونی سنہ ۵۰۰ھ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر مستدرک لکھا جس کا منشا ہے شیخین کی متروک حدیثوں کو (جو ان کی شرط پر ہیں) جمع کرنا چنانچہ حاکم بعد از تراجم حدیث فرمایا کرتے ہیں۔ یہ حدیث شیخین کی شرط پر یا امام بخاری کی شرط پر یا امام مسلم کی شرط پر تھی اور باوجود اس کے ان لوگوں نے صحیحین میں اس کو نہیں ذکر کیا۔ قطع نظر اس کے کہ حاکم کا تساہل مشہور ہے اور ان کے حق میں واسع الخطوئی شرط الصحیح متساهل فی القضاء بہ را بن الصلاح، کہا گیا ہے۔ اس بارے میں مستند فیصلہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا کافی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ حاکم نے صحیحین پر مستدرک لکھی اور دعویٰ یہ کیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر تھی اور ان دونوں نے صحیحین میں اس کو ذکر نہیں کیا۔ میں نے حاکم کی مستدرک کی دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کی تو مجھے معلوم ہوا کہ ہات ایک پہلو سے صحیح ہے۔ اور دوسرے پہلو سے غیر صحیح۔ اس لیے کہ مستدرک میں ایسی حدیثیں ہیں جو شیخین کے رجال سے اور انہیں کی شرط پر مروی ہیں۔ پس اس پہلو سے حاکم کا استدراک اور قول صحیح ہے لیکن ایک دوسرے پہلو سے دیکھو تو غیر صحیح۔ وہ یہ ہے کہ شیخین اسی حدیث کو ذکر کرتے ہیں جس پر ان کے شیوخ کے بحث مباحثے ہو کر صحت پر اجماع ہو گیا ہو اور اس حدیث کی صحت مشائخ

حاکم کی مستدرک پر علامہ ذہبی نے تنقید لکھی ہے اور اختصار بھی کیا ہے اور علامہ ابن الملقن نے بھی

تنقید لکھی ہے اور حافظ سیوطی نے ایک حاشیہ لکھا ہے جس کا نام توضیح المدرک فی صحیح المستدرک ہے کشف

قبول کر لی ہو۔ چنانچہ امام مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے یہاں صحیح مسلم میں انہیں حدیثوں کو ذکر کیا ہے جن کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ اور مستدرک کی متفرد حدیثیں وہ ہیں جو محدثین اور شیخین کے شیوخ پر مخفی اور مستور رہیں۔ گو آگے چل کر پھیل گئیں یا وہ حدیثیں ہیں جن کے رجال میں محدثین نے اختلاف کیا ہے۔ پس صحیحین کو خصوصیت یہ ہوئی کہ وہ صرف قاعدہ اور اصول سے حدیث کی صحت تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہر ہر حدیث کے وصل و انقطاع رفع و ارسال شد و ذونکارت سے مستقل طور پر بحث کر کے اور اپنے اساتذہ کی طرح علیحدہ علیحدہ جانچ پڑتال کر کے صحت کا فتویٰ دیتے اور انہیں حدیثوں کو صحیحین میں لیتے جن کی صحت پر ان سے پہلے کے محدثین کا یا ان کے زمانہ کے محدثین کا بعد تحقیقات اتفاق ہو گیا ہو۔ بخلاف حاکم کے کہ وہ صرف قواعد و اصول کی بنا پر حدیث کو صحیح کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً قاعدہ (زیادتی ثقہ کی مقبول ہوا کرتی ہے یا دوسرا قاعدہ) جب محدثین وقت و ارسال رفع و اتصال میں کلام کہیں تو بات اس راوی کی لی جائے گی جس نے زائد بات یاد رکھی، اور حق یہ ہے کہ اکثر حفاظ کو قواعد و اصول کی بنا پر تصحیح کرنے میں بہت خلل پڑ جاتا ہے۔ پس شیخین کی مزیت اور نوبت اس میں ہے کہ انہوں نے علاوہ اصول و قواعد کے ہر حدیث کو جس کی صحت ان کو مسلم ہے، علیحدہ علیحدہ طور پر جانچ لیا ہے (حجۃ اللہ البالغہ)

یہ وہ فیصلہ ہے جس کو شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ ان کے علاوہ شروع الفیہ و دیگر کتب اصول حدیث میں حاکم کی مستدرک کی نسبت جو لکھا ہے اس کو ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے علامہ بلقینی و دیگر محدثین کا

فیصلہ بھی نقل کیا ہے جس سے اور بھی مستدرک حاکم کی حالت اؤون و معلوم ہوتی ہے اور صحیحین سے کوئی نسبت اس کتاب کو نہیں معلوم ہوتی۔ حاکم کے بعد ابو ذرہروی مالکی المتوفی ۳۳۲ھ نے بھی مستدرک علی الصحیحین لکھی۔ غالباً اس کی بھی حالت اسی مستدرک حاکم جیسی ہوگی۔ لیکن اس کی نسبت کوئی صریح فیصلہ امام بخاری و مسلم کے بعد اور لوگوں نے صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا التزام کیا منجملہ ان کے صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن حبان۔ صحیح ابی عوانہ مشہور کتابیں ہیں۔ لیکن ان کی متفرق حدیثیں (جو صحیحین میں نہیں ہیں) کو مستدرک حاکم سے اعلیٰ درجہ کی ہیں لیکن پھر بھی صحیحین کی حدیثوں کے برابر ان کا درجہ نہیں تسلیم کیا گیا ہے۔

ابن خزیمہ کا نسخہ جرمن کے کتب خانہ میں موجود ہے اور یہ وہ نسخہ ہے جو حافظ ابن حجر کے کتب خانہ میں تھا۔ کتب خانہ کی فرست عرب کے ایک ملک التجار کے ذریعہ سے پہنچی اس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جرمن کے کتب خانہ میں نون حدیث اور تفسیر کی بڑی بڑی نایاب کتابیں ہیں اگر مؤلفین ان کے شاگردوں کے ہاتھوں لکھی ہوئی ہیں۔ خدا کی شان مسلمانوں کا علمی نثرانہ نثرانیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ اس کے قدر شناس میں والدہ یویدالدین بالرحل الکاظمی ۱۲۷۱ھ میں صحیح ابن حبان کا ٹکڑا ہندوستان میں بھی موجود ہے۔ علامہ عبدالمعنی عنابد کا نسخہ علامہ عبدالحی لکھنوی کے کتب خانہ میں ہے لیکن ناقص ہے اور اس کی ایک نقل علامہ ابوالطیب عظیم آبادی کے کتب خانہ میں بھی ہے ۱۲۷۱ھ میں صحیح ابوعوانہ کا ایک عتیق نسخہ بخط عرب علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے جس پر بڑے بڑے حفاظ نے خاص اپنے ہاتھوں سے قراءت و سماع و بلاغ لکھا ہے جیسے حافظ ذہبی اور ان کے معاصرین ۱۲۷۱ھ محمد شمس کہ یہ مبارک کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد سے طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے ۱۲۷۱ھ عید اللہ رحمانی

صحیح بخاری پر عامیانہ اعتراضات

امام الحدیث بخاری اپنی قلت تدبر اور کوتاہ نظری و عدم تحقیق کی وجہ سے جہاں اور بہت سے عامیانہ اعتراضات کئے گئے ہیں، ایک اعتراض یہ ہے کہ بعض صرفی غلطی نکالی اور کہا کہ علم صرف کے ساتھ ان کو چنداں مزاولت نہ تھی۔ اس کی شہادت میں صحیح بخاری کا وہ مقام پیش کرتے ہیں جس کی ترویج آتی ہے اگرچہ ایسے ہی اعتراضات اس سے پہلے خود امام ابو حنیفہ پر مسلمات شمار کئے گئے، چنانچہ مورخ ابن حلیکان امام ابو حنیفہ پر جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کی حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں دلہد یکن بیاب نشئی سوی قلة العرب بیما یعنی امام ابو حنیفہ میں بجز قلت عربیت اور کوئی عیب نہ تھا، اس کے بعد منجملہ اور شہادتوں کے قلت عربیت رفق صرف و نحو و ادب سے کم واقفیت کی شہادت میں ایک ذیل کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ خاص مان کی عبارت یہ ہے۔

یعنی منجملہ اور شہادتوں کے امام ابو حنیفہ کی قلت عربیت کی ایک شہادت یہ ہے کہ ابو عمرو بن علاء نخوی نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ آیا قتل بالمشغل میں قصاص ہے یا نہیں امام صاحب نے فرمایا نہیں۔ ابو عمرو نے کہا اگرچہ منجملہ کے پتھر سے مار ڈالے جب بھی قصاص نہیں۔ آپ نے فرمایا یا ابا قیس

فمن ذلك ان ابا عمرو بن العلام المقرئ النخوی سأل عن القتل بالمشغل هل یؤتی القود امر لا فقال لا فقال ابو عمرو و قتلہ بجز المنجلیق فقال یؤتی قتلہ یا ابا قیس یعنی الجبل المطلق علی مکة اگرچہ منجملہ کے پتھر سے مار ڈالے جب بھی قصاص نہیں۔ آپ نے فرمایا یا ابا قیس

جو کہ مکہ کا پہاڑ ہے اس سے قتل کرے جب بھی قصاص نہیں۔

یہاں امام صاحب نے بجائے بابی قبیس کے جو مجرور واقع ہے ابا قبیس فرمایا جو قاعدہ نحو کے خلاف ہے لیکن جامع صحیح میں جو کچھ ہے اس کی حقیقت سنو جس سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ جس کو تصور یدیا لغزش قلم کی دلیل میں پیش کیا گیا ہے اس سے اور امام المحدثین کا علم اللغۃ میں باریک بین ہونا ثابت ہوتا ہے۔
قال ابو عبد الله استياسوا فتعلوا من ثبيت رضى على البخارى جلد ۳۸۶ مفتتح ص ۳۸۶
علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس عبارت کی نسبت یہ لکھا ہے و الظاهر ان مثل هذا من تصور اليدا في علم التصريف عيني البخارى جلد ۳۸۶ مفتتح ص ۳۸۶ عینی کا یہ لکھنا کوتاہ بینی کے لیے ویوانہ را ہوے بس است کا کام دے گیا۔ جامع صحیح میں استیاسوا کے بعد فتعلوا لکھا ہونے کے جواب میں دو طریق اختیار کئے گئے ہیں

اول یہ کہ صحیح بخاری کے کئی نسخوں میں استیاسوا فتعلوا لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام المحدثین نے اس کا وزن استفعال سے ظاہر کیا ہے جو واقعی درست ہے چنانچہ صحیح بخاری محشی مولوی احمد علی صاحب مرحوم حنفی سہارنپوری میں لکھا ہے۔

استیاسوا فتعلوا من ثبيت جلد اول ص ۳۸۶

اسی طرح فتح الباری عامل المتن بخاری مطبوعہ مطبع انصاری دہلی میں بھی استیاسوا فتعلوا لکھا ہے اور شرح میں حافظ ابن حجر استعلوا ہی کو اختیار کر کے

عد فاضل لکنوی نے التعلیق المجدد کے مقدمہ میں امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس اعتراض کا ایک جواب لکھا ہے۔

ذرا تے ہیں وقع فی کثیر من الروایات افتعلوا والصواب الاول فتح الباری مطبوعہ
دہلی پارہ سیزدہم ص ۲۴۶

اسی طرح شارح تسطلائی نے بھی بروایت اصیلی جو صحیح بخاری کے راویوں
میں سے ایک ہے استفعلوا نقل کر کے کہا ہے۔ وهو الصواب۔

اسی طرح علامہ عینی حنفی نے خود بھی اپنی شرح عمدۃ القاری میں، شارح
کرمانی سے استفعلوا نقل کیا ہے۔ جب ہے کہ استفعلوا نقل کرنے کے
بعد یہ عامیانا اعتراض بھی کر دیا، اسی طرح صحیح بخاری مطبوعہ کراچی پر پریس دہلی
میں بھی استفعلوا لکھا ہے۔

پس بموجب ان تصریحات کے معلوم ہوا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے استیاسوا
کا وزن استفعلوا بتایا ہے جو واقعی درست ہے۔

اب اگر کہا جائے کہ کئی روایات و نسخہ جات میں افتعلوا بھی لکھا ہے۔ جیسا کہ
بخاری مطبوعہ مصر طبع خورد میں، اور نیز متن تسطلائی میں ہے، تو اس کا جواب اول تو یہ
ہے کہ حسب تصریحات بالا امام المحدثین سے افتعلوا کی روایت درست نہیں، جیسا کہ
فتح الباری اور ارشاد الساری میں استفعلوا کی نسبت وهو الصواب لکھنے ہی سے
معلوم ہو سکتا ہے، پس امام المحدثین پر کوئی اعتراض نہیں آ سکتا۔

دوسرا طریق جواب یہ ہے کہ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ استیاسوا کے بعد افتعلوا کی
روایت درست ہے تو اس سے امام المحدثین کی مراد وزن ظاہر کرنے کی نہیں ہے
بلکہ اظہار معنی کے لیے باب افتعال کا ذکر کیا ہے چنانچہ علامہ عینی نے اس امر کو
خود شارح کرمانی سے نقل کیا ہے وقال الکرمانی استیاسوا استفعلوا وفي بعض

الندخرا فتعلوا وغرضه بیان المعنی وان الطلب ليس مقصودا فيه ولا بيان
الوزن والاشتقاق عینی جلد مفتوح ص ۳۸۲

اور یہی عبارت بعینہ حاشیہ مولوی احمد علی صاحب حنفی سہارنپوری میں
منقول ہے۔ اور اس توجیہ پر نہ کوئی جرح ہے نہ اعتراض لیکن علامہ عینی بلا کسی
معقول نقض اور بلا کسی دلیل کے اس توجیہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ وہی ہے
اور جو اس توجیہ کے وہی ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں، اس سے اور بھی علامہ کرمانی
کی توجیہ مذکور کی تائید اور امام المحدثین کے مطلب کی تقویت ہو جاتی ہے۔ شارح
عینی فرماتے ہیں وتوله از الطیب ليس مقصودا منه "کلام رواہ لان من قال باللسین خیه
للطلب قال لیس الا للباغۃ حالانکہ امام المحدثین اور شارح کرمانی کا یہی مطلب ہے
کہ استیاسوا اپنے باب پر نہیں ہے اور اس کی سین کی طلب کے لیے نہیں ہے، یہ ایک
اور امر ہے کہ جب استغفلوا اپنے باب پر سوال کے لیے نہیں ہے۔ تو اس کی سین
مبلغہ کے لیے ہے یا یہ انتعال کے معنی میں ہے اور اس میں موافقت انتعال کی ہے
لیکن شارح کرمانی کی طرح علامہ عینی نے بھی تسلیم کر لیا کہ سین سوال کے لیے نہیں
ہے، پس علامہ عینی کا نقض شارح کرمانی کی توجیہ کو توڑ نہیں سکا۔ بلکہ الٹی تائید ہو گئی،
دافسوس یہ کہ اس تائید کے بعد بھی ان کے خیال میں اب تک امام المحدثین پر اعتراض
باقی ہے، آخر مذہبی مخالفت کا اثر بھی ضرور ہوتا ہے۔

شارح کرمانی کی اس توجیہ کہ یہاں استیاسوا کے بعد افتعلوا کا ذکر وزن کے
اظہار کے لیے نہیں بلکہ معنی اور مطلب بیان کرنے کے لیے ہے، کی طرف امام المحدثین
کا کلام خود اشارہ کر رہا ہے۔ اس لیے کہ امام صاحب اس کے بعد استیاسوا کا

اشتقاق بیان فرماتے ہیں۔ من نیست یعنی اس کا اشتقاق نِیس سے ہے جو اس کا مجرد ہے پس یہ کس طرح منصور ہو سکتا ہے کہ ایک بھر کسی لفظ کے مادہ اور اصل کو معلوم کرے اور اس کے مزدنیہ کے وزن میں اس سے صریح غلطی ہو جائے، کیونکہ وزن میں غلطی ہونی متفرع ہے اس کے مادہ میں غلط نہیں ہونے پر، جب مادہ ہو گیا تو وزن کس طرح غلط بنایا جاسکتا ہے، اس سے یقیناً یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ امام الحدیث نے استیاسوا کے بعد افتعلوا محض انہما معنی کے لیے ذکر کیا ہے نہ اظہار وزن کے لیے۔

باب استفعال افتعال کے معنی میں آتا ہے۔ باب فن تصریف اور علمائے لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ صراح، استیاس اتاس۔ نا امید ششلن۔ تاموس، کاستیاس۔ اتاس۔ لسان العرب و آیسہ فلان من کن اذا استیاس متہ بمعنی ایسح اتاس ایضا و هو افتعل فادغم مثل اتعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ صراح میں استیاس کے بعد اتاس اس واسطے ہے کہ استیاس اور اتاس کا وزن ایک ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر استفعلوا ہے تو وزن کرنے کے لیے ہے اور اگر افتعلوا ہے تو معنی بیان کرنے کے لیے ہے نہ اظہار وزن کے لیے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام الحدیث کے قصور یہ کی بجائے ان کا علم التصریف و علم اللغۃ میں باریک بین ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جہاں اور سفیانہ اعتراضات کج فہمی یا کوتاہ اندیشی سے جامع صحیح پر کئے گئے ہیں۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ صحیح بخاری کے شروع میں عام تصنیفات کی طرح

ثَبَّ وَكَرْمٌ عَائِبٌ قَوْلًا حَمِيحًا وَافْتَدَى مِنَ الْقَهْمِ السَّقِيْرَ

رواجی خطبہ نہیں ہے۔ مناسب تو یہی تھا کہ ایسے ایسے عامیانہ اعتراضات سے
 سکوت کیا جاتا، لیکن علامہ عینی شارح بخاری جیسے شخص نے اس عامیانہ اعتراض
 کو نقل کر کے بہت سے جوابات لکھے اور پھر ہر ایک جواب پر کچھ نہ کچھ جرح کر کے
 ساکت ہو گئے۔ گویا اس مہمل اعتراض کو تسلیم کر لیا۔ بعض کو تہ اندیش شیعی نے
 اپنی فطرت کے اقتضا سے اس اعتراض کو مایہ ناز سمجھ کر اس کو نمک مرچ لگا کر شائع کیا۔
 اولاً ہم متقدمین کی ایک نہیں بیسیوں کتابیں ایسی پیش کرتے ہیں جس میں خطبہ
 ریا یعنی دیگر حمد و نعت رواجی نہیں ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ متقدمین کا دستور
 ہی نہ تھا کہ خطبہ کو جزو کتاب بناتے، اگر تھا تو شاذ و نادر۔ مناسب تو یہ تھا کہ
 ہم اس کی شہادت میں دو چار سو متقدمین کی تالیفات سے گنا دیتے لیکن اس کو
 ایک فضول کام سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں اور چند تالیفات مختلف فنون کی پیش
 کرتے ہیں جو ہر شخص کو میسر ہیں۔ حسب ذیل تصانیف میں سے کسی ایک میں بھی خطبہ
 نہیں ہے، موطا امام محمد۔ موطا امام مالک۔ سنن ابی داؤد۔ سنن نسائی۔ سنن ترمذی۔
 مسند احمد بن حنبل۔ رسالہ امام شافعی۔ سنن دارقطنی۔ سنن دارحی۔ وقایہ۔
 توفیر الالبصار۔ کافیہ۔

ثانیاً علامہ ابوالمہتمم الکشمینی، علامہ فربری سے روایت کرتے ہیں اور
 فربری امام محدثین سے روایت کرتے ہیں، کہ امام صاحب فرماتے ہیں "کوئی
 حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے اس وقت تک نہیں داخل کی جب تک غسل
 اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر استخارہ نہ کر لیا اور دربار الہی سے
 دعائے مانگ لی، اور کبھی تو اس کا مبیضہ درمیان حجرہ نبوی منبر کے کیا اور

کبھی حرم محترم میں،

ہم سخت حیرت میں ہیں کہ اس سے بڑھ کر حمد و نعت کا کونسا طریقہ اکمل ہو سکتا ہے دوسرے مؤلفین کتاب کے ابتداء میں کچھ حمد و نعت رسمی طور پر لیتے ہیں، یہاں تو ہر حدیث لکھنے کے قبل حمد و نعت ہے، اس سے زیادہ تعجب خیز یہ بات ہے کہ بعض لوگوں نے اس بے معنی سوال کا جواب محض احتمال پر دیا جتنا کہ ممکن ہے کہ زبان سے کہہ لیا ہو، افسوس جب خود مولف بیان کرتا ہے کہ میں نے ہر حدیث داخل کرنے کے وقت سب سے اعلیٰ عنوان حمد و نعت کا اختیار کیا، اور سب سے اکمل اور افضل طریقہ پر حمد و نعت ادا کی تو ایسی قطعی اور یقینی بات کو محض احتمال کہنا کیسی کج فہمی اور عنصبت ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ حمد کے لیے کتابت شرط نہیں۔ حمد کی تعریف ہی اس طرح کی گئی ہے الحمد ہو الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری نعمۃ کان او غیرہا اور نماز کے جلسہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور عباد صالحین پر دعا و سلام کا بھیجنا بھی ضرور ہے۔

امام بخاری اور جامع صحیح کے استدلال پر چند عامیانا اعتراض، نعمانی صاحب نے بھی سیرۃ النعمان میں کئے ہیں جو محض قلت تدبر اور عدم تحقیق کی وجہ سے ہیں۔

ہم ان اعتراضات کو ان کے جواب کے ساتھ حسن البیان سے نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں،

پہلا اعتراض امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ امام اور مقتدی کو آمین آہستہ کہنی چاہیے۔ امام بخاریؒ پر خلافت اس کے بہرے کے قابل ہیں اور دلیل یہ لاتے

ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب امام ولا الصالحین کے تو تم آمین کہو، لیکن اس حدیث میں جہر کا کہاں ذکر ہے سیرۃ النعمان) یہ فریق کا پہلا نا اعتراض ہے جس کے بہت ہی اعلیٰ اور تسکین بخش جواب ہو چکے ہیں، اور باب دیانت صاحب سیرۃ النعمان کے اعتراضات کی حقیقت سنیں اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

امام المحدثین نے جامع صحیح میں آمین کے متعلق تین باب آگے چھے منعقد کئے، (۱) امام کے آمین بجر کہنے کا باب (۲) آمین کی فضیلت کا باب (۳) مقتدی کے بجر آمین کہنے کا باب، اور تینوں باب میں امام المحدثین حدیثیں لائے پہلے باب میں یہ حدیث ہے، کہ جب امام آمین کہے تو تم لوگ آمین کہو، اور دوسرے باب میں یہ حدیث ہے، کہ جب کوئی آمین کہتا ہے، تو ملائکہ آسمان میں آمین کہتے ہیں دونوں آمینیں ساتھ ہوتی ہیں تو اس شخص کے اگلے گناہ بخشے جاتے ہیں اور تیسرے باب میں یہ حدیث ہے، کہ جب امام ولا الصالحین کہے تو تم آمین کہو، پہلی حدیث سے امام کا بجر آمین کہنا اس طرح ثابت ہے کہ مقتدی کا آمین کہنا اسی پر معلق ہے، اگر امام زور سے آمین نہ کہے گا تو مقتدی کو کیونکہ معلوم ہوگا کہ آمین کہی یا نہیں اور مقتدی کا آمین یا بجر کہنا اس سے اس طرح ثابت ہے کہ مقتدی اور امام کی تائین دونوں متقابل واقع ہوں، پھر بغیر کسی قرینہ کے ایک سے مراد جہر اور ایک سے آہستہ مراد ہونی خلاف سیاق ہے، جس کو عربیت کا مذاق ہے وہ اس کو خوب سمجھ سکتا ہے، اسی طرح پچھلے باب (مقتدی کا آمین بجر کہنا) کی حدیث، جب امام ولا الصالحین کہے تو تم

آمین کہوں سے جہر اس طرح ثابت ہے کہ دو قول (وذاذ قال الامام ولا الضالین اور
 فقولوا آمین) متقابل واقع ہیں، اور ایک سے مراد جہر ہونے میں اتفاق ہے پھر
 دوسرے قول (جو قول اول کا مقابل واقع ہے) سے آہستہ مراد ہونا خلافت سیاق
 سے۔ دیکھو حنفیہ تیمم میں دونوں ہاتھ کہنیوں تک مسح کرنے کی یہ دلیل دیتے
 ہیں کہ اگرچہ تیمم میں یہ مطلق واقع ہے مگر چونکہ وضو کی آیت میں یہ مقید واقع ہے
 اور آیت تیمم کے مقابل میں ہے اس تقابل کی وجہ سے تیمم میں بھی یہ مقید ہی مراد
 ہوگا، اسی طرح فریق کو یہاں بھی سمجھنا چاہیے کہ اگرچہ یہاں قول مطلق واقع ہے۔
 لیکن چونکہ اس کا مقابل واقع ہے جس میں با اتفاق جہر مراد ہے تو اس سے بھی وہی
 جہر مراد ہونا چاہیے حالانکہ تیمم اور وضو کی آیتیں الگ الگ ہیں، اور یہاں آمین
 کی حدیث میں دو قول ایک جملہ میں متقابل واقع ہیں، علاوہ بریں یہ کون نہیں جانتا
 کہ مطلق منصرف لغز و کامل ہوتا ہے اور قول بالجہر، کاذو کامل ہوتا بھی کون نہیں
 جانتا، (حسن البیان)

دوسرا اعتراض صاحب سیرۃ النعمان کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے
 نمینڈ تر سے بشرطیکہ مسکر نہ ہو وضو جائز ہے۔ امام بخاری اس کے خلافت ترجمہ
 الباب باندھتے ہیں اور حدیث نقل کرتے ہیں کہ کل مسکر حرام، سیرۃ النعمان،
 یہ صاحب سیرۃ النعمان کی خوش فہمی یا نیک دہانتی ہے، امام الحدیث نے
 اس مقام میں ترجمہ الباب میں دو مسند ذکر کئے ہیں را، نمینڈ سے وضو جائز نہیں
 (۱۲) مسکر سے وضو جائز نہیں۔ پہلے مسئلہ کی دلیل میں امام صاحب نے
 چند ائمہ تابعین کے اقوال نقل کئے ہیں۔

اور دوسرے مسئلے کی دلیل میں یہ حدیث لائے ہیں، صاحب سیرۃ النعمان
کو موقع اعتراض جب تھا کہ دوسرا مضمون جس پر حدیث صراحتاً دلالت کرتی ہے
ترجمہ الباب میں نہ ہوتا۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ نبیذ سے وضو جائز ہے یا نہیں،
اس مسئلہ کے بیان میں پہلی غلطی صاحب سیرۃ النعمان نے یہ کی ہے کہ امام
ابو حنیفہ کی طرت قول بالجواز کی مطلقاً نسبت کر دی، حالانکہ نبیذ سے وضو جائز
ہونے کے لیے امام ابو حنیفہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ جب پانی نہ ملے تب نبیذ سے
وضو جائز ہے۔ چنانچہ طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام ابو حنیفہ کا قول
بھی نقل کیا ہے، قاضی ابویوسف صاحب رجو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں
سب سے معزز ہیں، ابھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے مخالف ہیں۔ طحاوی نے
بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہے، اور ان پر دو اعتراض بھی
کردیئے ہیں، پہلا اعتراض یہ ہے، کہ نبیذ مثل پانی کے ہے یا نہیں۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ اگر مثل پانی کے ہے تو اس سے وضو جائز ہونے کے لیے
پانی نہ ملنے کی قید لگانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر مثل پانی کے نہیں ہے

سے وقال بعنہم حدیث الباب کل شراب اسکر فهو حرام یدل علی کلا الجز وبن من الر حجة بان
یقال انه لا یجوز التوضی بالمسک الحرام اتفاقاً و هذا محذورہ من اسم الماد فی اللغة و الشرعیۃ و کذا لک
النبیذ الغیر المسکر ایضاً ہونی معنی المسکر من حجة انه لا یقع علیہ اسم الماد یدل علیہ حدیث ابن
مسعود عنہ عند احمد والدارقطنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ لیلۃ الخی امکاد
قال لا الحدیث ولو جاز ان لیس النبذ ماء لان فیہ ما لجاز ان لیس الخی ایضاً ما
لان فیہ ما ۱۳ عبید اللہ الر حمانی ۱۲

تو اس سے وضو جائز ہونے کے لیے دلیل درکار ہے۔
 دوسرا اعتراض یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ صرف خرمہ کی نبیذ سے وضو جائز
 کہتے ہیں اور منقی وغیرہ کی نبیذ سے وضو خود ناجائز بتاتے ہیں۔ اور اس تقریب کے
 کوئی معنی نہیں، صاحب سیرۃ النعمان پہلے طحاوی کے اعتراضوں کے جواب
 دیں، پھر محدثین کی طرف رخ کریں، حسن البیان۔

تیسرا اعتراض نعمانی صاحب کا قلت تدبر سے یہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔
 امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ مقتدی کے لیے قراۃ فاتحہ ضروری نہیں، امام
 بخاری و حبوب کے مدعی ہیں اور جامع صحیح میں باب باندھا ہے کہ امام و مقتدی
 پر ہر نماز میں خواہ جہری ہو یا سری قراۃ واجب ہے اس دعویٰ پر دو حدیثیں پیش
 کی ہیں، ایک یہ کہ کوفہ والوں نے حضرت عمر کے پاس سعد بن ابی وقاص کی شکایت
 کی، حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا، اور بجائے ان کے عمار کو مقرر کر دیا۔
 کوفہ والے عمار کے بھی شاکی ہوئے کہ ان کو تو نماز بھی پڑھنی نہیں آتی، حضرت
 عمر نے عمار کو بلا بھیجا اور ان سے کہا کہ ان لوگوں کا یہ گمان ہے، عمار نے کہا۔
 واللہ میں ان کے ساتھ رسول کی سی نماز پڑھتا تھا، اور اس سے کچھ کم نہیں کرتا
 تھا میں عشا کی نماز پڑھتا تھا تو پہلی دو رکعتوں میں دیر تک قیام کرتا تھا اور دو
 اخیر کی رکعتوں میں تخفیف کرتا تھا، اس حدیث سے قراۃ فاتحہ کا وجوب کیونکر ثابت ہوا،
 صاحب سیرۃ النعمان نے اس تیسرے اعتراض میں تو اپنی روش محمدانہ
 اور مجتہدانہ جس کا انہوں نے ابتداء کتاب میں دعویٰ کیا ہے سب کو کھو دیا اور ایسی
 باتیں لکھیں جو ان کی استعداد و مطلب فہمی پر بھی دھبہ لگا دیتی ہیں۔ اس کو بہ تفصیل

سن لیجیے۔ آپ لکھتے ہیں: "کوثرہ واسے عمارہ کے بھی شاکہ ہونے حضرت عمرؓ نے
عمارہ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا: "

حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اہل کوثرہ نے عمارہ کی شکایت کی تھی اور نہ حضرت
عمرؓ نے ان کو بلا بھیجا تھا۔ یہ سعد بن ابی وقاص کا قصہ ہے، کوثرہ والوں نے انکی شکایت
کی تھی اور حضرت عمرؓ نے انہیں کو بلا کر کہا تھا، صحیح بخاری میں یہ روایت پائیں
عبارت مذکور ہے: "شکی اهل الكوفة سعد الى عمر فعزله واستعمل عليهم عمارا
فشكوا حتى ذكروا انه لا يجوز بعلي فارسل اليه فقال يا ابا اسحق ان هؤلاء
يزعمون انك لا تحسن قضي اس عبارت میں فشكوا، شکی اهل الكوفة کی تفسیر و بیان ہے۔
قاعدہ تفسیری ہے اور بیچ میں افترکہ واستعمل عليهم عمارا جملہ معترضہ ہے، دلیل
اس پر یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جن کو بلا کر کہا ان کو ابو اسحاق کہہ کر خطاب کیا، اور
ابو اسحاق کنیت سعد بن ابی وقاص کی ہے، حضرت عمارہ کی کنیت ابو الیقظان ہے
دیکھو اصحابہ فی تمییز الصحابہ۔ دوسری دلیل اس پر یہ ہے کہ اس روایت کے اخیر
میں دو جگہ حضرت سعد کا نام صراحتہ مذکور ہے۔ پورا قصہ یوں ہے کہ جب حضرت
عمرؓ نے بلا کر پوچھا اور انہوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ کی سی نماز پڑھتا تھا
تو حضرت عمرؓ نے چند آدمی ساتھ کر کے ان کو کوثرہ بھیجا کہ کوثرہ کی ہر مسجد میں جا کر
اس کی تحقیق کریں، وہاں جب لوگ پہنچے اور دریافت کیا تو ہر مسجد والوں نے تعریف
کی مگر ایک مسجد میں ایک شخص نے شکایت کی اور سعد کا نام لے کر کہا فان سعد
الایسیر بالسریۃ الخ۔ اس پر سعد کا یہ مقولہ مذکور ہے۔ قال سعد ایسی صورت میں
کسی طرح یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ جن کو حضرت عمرؓ نے بلا کر کہا تھا وہ عمارہ تھے۔

صاحب سیرۃ النعمان کی دوسری غلطی اس روایت کے بیان میں یہ ہے کہ ذاک الظن بک یا ابا اسحق جو حضرت عمر کا معقولہ ہے اس کے معنی آپ لکھتے ہیں ران لوگوں کا گمان ہے، حالانکہ یہ حضرت عمر نے اپنی نسبت کہا تھا، یعنی جب حضرت سعد نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی نماز پڑھتا تھا۔ تو حضرت عمر نے ان کو کہا کہ میرا گمان تمہارے ساتھ ایسا ہی ہے۔ کیونکہ حضرت سعد عشرہ مبشرہ سابقین اولین میں سے تھے، اور آیات و احادیث ان کے فضل میں وارد تھیں، ان حضرت عمر کا مطلب یہ تھا کہ تم جیسے شخص پر بدگمانی کیوں کر ہو سکتی ہے۔ ہمارا خیال تمہاری طرف سے ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو، اس جملہ کا یہ مطلب کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت عمر پہلے فرما چکے ان ہو کا دیز عموزانک لا تحسن تعلی یعنی یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے،

اس جگہ صاحب سیرۃ النعمان کے طرز مورخانہ اور محدثانہ اور مجتہدانہ کا پتہ چل جاتا ہے آپ ہاں مطلب نہیں واستعداد فی الحدیث اپنے کو محدث قرار دیتے ہیں تو ائمہ کو فہم کو محدث کہنا بہت بجا بلکہ ضرور اور نہایت ضرور ہے۔ اب اس کا جو آپ نے لکھا ہے۔ اس حدیث سے قرآنہ ناتحہ کا وجوب کیوں کر نکلا، اولاً یہ کہ امام المحدثین کے ترجمۃ الباب میں مطلق قرآنہ مذکور ہے۔ چنانچہ ترجمۃ الباب کا لفظ یہ ہے باب وجوب القراءة للامام و الامام مرفی الصلوٰۃ کلہا فی الحضرة السفر جمایہم قہا و ما یجئہا آپ نے قرآنہ ناتحہ کیوں لکھ دیا اس تصرف کا آپ کو نساہق تھا، ثانیاً امام المحدثین اس باب میں دو حدیثیں لائے ہیں آپ نے ایک کو کیوں چھوڑ دیا، دوسری حدیث میں چونکہ صریح مذکور تھا کہ بغیر

سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اس لیے آپ نے اسے چھوڑ دیا (خوب کیا)

اب وجہ دلالت حدیث اول سنئے، امام المحدثین کے ترجمۃ الباب کا مطلب

یہ ہے کہ ہر قسم کی نماز میں قراءۃ واجب ہے، اور حضرت سعد کی روایت میں جملہ

راصلی ہم صلاۃ رسول اللہ، زمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رصلوا لکمارا یتونی اصلی

کا بیان ہے، جس میں عموماً حکم دیا گیا ہے کہ جس طرح حجہ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

اسی طرح پڑھا کرو۔ اور اس حکم سے کوئی نزد مصلی کا مستثنیٰ نہیں، اور آنحضرت

کی نماز میں قراءۃ مسلم اور متفق علیہ ہے، تو ہر نماز میں مطابق اس زمان رصلوا

کمارا یتونی اصلی، کے قراءۃ ہونی چاہیے اور یہی مضمون ہے امام بخاری کے

ترجمۃ الباب کا جب تک اس حکم عام سے صلوۃ مقتدی کا استثنا ثابت نہ

کیا جائے تب تک فریق کو اس عام کی قطعیت میں کوئی محل سخن نہیں ہے،

دوسرے امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ تھا کہ قراءۃ صرف دو رکعت اولیٰ میں فرض

یا واجب ہے پچھلی دو رکعتوں میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک قراءۃ نہیں ہے،

امام المحدثین نے حضرت سعد کی روایت اس وجہ سے ذکر کی کہ اس روایت

میں یہ مضمون تھا کہ عشا کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں ہم طول کرتے ہیں، اور پچھلی

دو رکعتوں میں تخفیف۔ جس سے ظاہر ہے کہ چہار رکعت میں قراءۃ تھی، اور

اسی کو حضرت سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کہا، پس خلاص مذہب

امام ابو حنیفہ کے ہر چہار رکعت میں قراءۃ کی مشروعیت ثابت ہوئی۔

دوسری حدیث جو اس باب میں امام المحدثین لاتے ہیں، وہ قراءۃ فاتحہ کی دلیل

خاص ہے، تو صورت یہ ہوئی کہ ایک باب کی دو روایتیں بیان کیں، ایک عام اور

دوسری خاص۔ یا یوں سمجھو کہ ایک حدیث مطلق قرآۃ کی دلیل اور دوسری حدیث اسی مطلق کی تفسیر کیونکہ مطلق آخر خوب پایا جائے گا تو تحت میں کسی مقید ہی کے،
 غرض دوسری حدیث میں اس کا بیان ہے کہ مطلق قرآۃ کو تحت میں اس مقید کے پایا جانا چاہیے، باقی رہا یہ کہ اگر صاحب سیرۃ النعمان نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا اور کہا کہ اس حدیث سے قرآۃ فاتحہ کا وجوب کیوں کر ثابت ہوا تو یہ کوئی محل تعجب نہیں ہے، جب حضرت سعد کی حدیث کا مطلب راجح ظاہر تھا، نعمانی صاحب کی سمجھ میں ٹھیک نہ آسکا تو امام المحدثین کے وجوہ استدلال اور نکات استنباط کو جس کی نسبت تراجم النجاشی حیرت الافکار مشہور ہے کیوں کر سمجھ سکتے ہیں رحسن البیان،

بقیہ سقطات سے جو سیرۃ النعمان میں واقع ہوئے اور رحسن البیان میں ان کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ہم سکوت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے موضوع بحث سے یہ خارج ہے علاوہ رحسن البیان کے سیرۃ النعمان کے بہت سے سقطات الارشاد میں بیان کئے گئے ہیں لیکن مؤلف الارشاد نے بھی یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ جس قدر ہم نے اور صاحب رحسن البیان نے نعمانی صاحب کے سقطات ذکر کئے ہیں بہت ہی کم ہیں۔

عہ معشر شمس العلماء نعمانی صاحب کی سنگ آمیزوں کے دیکھنے منظور کیجئے ہوں تو رحسن البیان ہاتھ میں لیجئے رحسن البیان سیرۃ النعمان ہی کے کشف حقیقت اور اسی کا سین دکھانے کے لیے لکھی گئی ہے، معصوموں کے مورخانہ محدثانہ جہتہ قینوں طرز کی تحریر پر کمال ریا رک ہے، سچی بات یہ ہے کہ سیرۃ النعمان کے مطالعہ کا لطف کچھ رحسن البیان ہی کے دیکھنے سے آتا ہے۔ مشہور مناظر علامہ رحیم آبادی کی تالیف ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ معصوم نعمانی صاحب نے تیسری بار طبع کرنے میں سیرۃ النعمان کی موٹی موٹی غلطیاں رحیبیے غلط آیت نقل کر کے استدلال کرنا صحیح بخاری کی حدیث کا مطلب نہ سمجھنا ہی برعکس آیت

التقیید

صحیح بخاری کو ایک نظر اور دیکھو

تُحَارِجُ جَمِيعَ الْبَصَرِ كَوْنَيْنِ يَنْقَلِبُ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَائِسًا وَهُوَ حَسِيرٌ بِمِثْرٍ تَمَّ بَار
 بار نظر اٹھا کر دیکھو تمہاری آنکھیں خیرہ رہ جائیں گی اور کوئی نقص نہ نکال سکو گے،
 آزادی اور حق گوئی اسلام کی خصوصیات میں شمار کی جاتی ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ
 اسلام اس پر جس قدر فخر کرے حق سے ہے۔ اسی آزادی اور حق گوئی پر تنقید کی بنا ہے۔
 صحیح بخاری کو اہل اسلام نے اصح الکتاب کا خطاب بہت کچھ جاپنچ پڑتال
 کرنے کے بعد دیا ہے۔ علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ان کے
 معاصرین اس کے اول ناقد ہیں۔ صحیح بخاری کی تصنیف کے بعد جماعت محدثین صدیوں
 تک اس کی تنقید کرتی رہی اور ایک ایک حدیث اس کی جاپنچی گئی۔

امام دارقطنی بڑے پایہ کے ناقد حدیث تسلیم کئے گئے ہیں۔ انہوں نے صحیح بخاری کو بلا
 تقلید احد سے حرفاً حراً جانا اور بلا تردد اول کھول کر لکھنے کی پابندی سے جو جو شکوک

زہد شیعہ نقیہ صفحہ سابقہ اور پھر امام بخاری کے استدلال پر اعتراض کرنا وغیرہ، درست کر لیں اور حسن البیان کی تالیف کا
 اچھا اثر مرتب ہوا۔ حسن البیان کے ناظرین کو مطلع کرتے ہیں کہ حسن البیان کے مطالعہ کے وقت سیرۃ النعمان طبع اول
 و دوم کا بھی لحاظ رکھیں اور طبع سوم وغیرہ دیکھ کر حسن البیان پر غلط اعتراض کا الزام نہ قائم کریں ۱۲ صفحہ
 حواشی صفحہ ۱۷۰ عن تہذیب الاسماء واللغات مقدمہ فتح طبقات کبریٰ ۱۷

ان کے ذہن میں آئے سب کو رسالہ کی صورت میں جمع کیا۔ خواہ وہ شکوک تن سے لگاؤ رکھتے ہوں یا سلسلہ اسناد سے یار و یوں سے۔

حافظ ابن حجر نے تمام شکوک کو ہدی الساری میں نقل کیا ہے اور ان تمام کا حل کیا ہے۔ اور بہت ہی انصاف سے کام لیا ہے۔ روایت پر جو شکوک تھے ان کے جواب کے لیے علیحدہ فصل قائم کی ہے اور جو سلسلہ اسناد یا متن حدیث پر تھے ان کے جواب کے لیے الگ۔ اس طرح امام دارقطنی کے جس قدر شکوک تھے تنسب صاف ہو گئے کیونکہ ان کے شکوک کی بنا کچھ تو عدم واقفیت پر تھی کچھ تشدد پر کچھ ان اصول کی عدم پابندی پر جو محدثین نے قائم کئے ہیں، ہم ان شکوک اور ان کے جواب کو بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔ شکوک اور ان کے حل و جواب مل کر ایک بڑی ضخیم کتاب بن جائے گی۔ حافظ ابن حجر کے علاوہ علامہ عینی نے ان شکوک پر خاص توجہ کی ہے اور اس کے لیے انہوں نے کوئی مستقل کتاب یا مستقل فصل اور باب تو نہیں قائم کئے، لیکن جب صحیح بخاری میں وہ مقام آگیا ہے جو دارقطنی کے شکوک سے تعلق رکھتا ہے تو اس کو اعلیٰ عنوان سے رفع کیا ہے اسی طرح علامہ قسطلانی اور دیگر شارحین صحیح بخاری نے بھی فی الحال عظیم آباد کے بعض کوتہ اندیشوں نے چند جاہلانہ اعتراض اور دنیبان میں شائع کئے ہیں۔ اسی طرح بعض شیعوں نے بھی تنقید بخاری کے نام سے ایسی ہی جاہلانہ اور مدت کی پائمال باتیں لکھی ہیں جن کی طرف اہل علم کا توجہ کرنا مناسب نہیں۔ نہ ان پر تنقید کا اطلاق کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں شیعہ نے اس میں اس کمال کا اضافہ کیا ہے جو شیعہ مذہب کا جزو اعظم ہے دریدہ دہنی

اور زبان درازی و سقط گوئی ہم نے پہلے لکھا ہے کہ آزادی اور حق گوئی دونوں تنقید کے دو جزو ہیں اور انہیں دونوں پر تنقید کی بنا ہے۔ اگر ان میں کا ایک جزو دیکھی مفقود ہے تو اس پر تنقید کا اطلاق صحیح نہیں ہو گا۔ جو آزاد نہیں ہیں وہ پوری طرح حق نہیں بول سکتے۔ اور جو آزاد ہو کر حق نہیں کہتے وہ کسی طرح قابل اعتبار نہیں ایسا شخص تعصب سے جھوٹ بڑے گا اور لوگوں کو دھوکا اور فریب دینے کی کوشش کرے گا۔ آزادی اور حق گوئی یہ دونوں تنقید کے دو عنصر ہوئے۔ ان کے لیے جو شے روح رواں ہے وہ واقفیت ہے۔ ان دونوں عنصروں (آزادی اور حق گوئی) کے ساتھ واقفیت کا ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا بدن کے لیے روح۔ اگرچہ اس وقت آزادی کا بہت زور دینے لیکن حق گوئی اور واقفیت دونوں عنقا صفت ہیں۔

تم ایک نگاہ اٹھا کر آریوں کے ان اعتراضات کو دیکھو جو کلام اللہ یا اسلام پر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بڑی بڑی ڈگری انگریزی تعلیم کی حاصل کئے ہوتے ہیں۔ کوئی ان میں بی۔ اے ہے۔ کوئی ایف۔ اے ہے۔ کوئی بی۔ اے۔ ایل۔ لیکن ان کی اکثر باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کو سن کر ایک لڑکا بھی ہنس پڑتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ ان میں آزادی تو ہے۔ لیکن تعصب اور غلط گوئی نے ان کو اندھا بہرہ بنا دیا ہے۔ اور تنقید کا ایک جزو (حق گوئی) فوت ہے یا واقفیت جو تنقید کی روح رواں ہے اس سے وہ خالی ہیں۔ کبھی ناواقفیت سے ایسی باتیں بولتے ہیں جن کو سن کر انسان ان کی صورت دیکھتا رہ جائے۔ آریوں نے اپنے مذہب کا اصل اصول اعتراضات اور زبان درازی اور دیدہ

قدہنی کو قرار دیا ہے۔ ان کا فرمن ہے کہ وہ حق باتوں پر یہی جس طرح ہو سکے،
اعتراضات کئے جائیں۔ خواہ وہ اعتراضات کے ساتھ جب ان کے اعتقادات
اور ذریعہ نجات کو ملاؤ تو اور بھی تعجب خیز بات معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح شیعوں کے ان اعتراضات پر نظر ڈالو جو تنقید صحیح بخاری کے
نام سے شائع کئے جاتے ہیں تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ اس کی وجہ یہی
ہے کہ وہ آزادی میں تو شتر بے ہمار ہیں۔ لیکن تنقید کا دوسرا جزو اس حق گوئی،
ان سے فطرۃً مسلوب ہے۔ اور مذہبی اعتقاد و تقیہ نے ان کو کذب کا شیدا
بنا دیا ہے۔ اس اخلاقی کمزوری کے ساتھ ناواقفیت نے اور بھی ان کو گرا دیا
اور شیعوں نے بھی آریوں کی طرح اپنے مذہب کا اصل اصول اعتراضات
اور دریدہ دہنی کو قرار دے دیا ہے۔

چونکہ ابھی ہم کو امام المحدثین کی سیرت اور علمی کارناموں کے متعلق
بہت سی ضروری باتیں لکھنی ہیں۔ اس لیے ان عامیانہ باتوں کی طرف دہن کا
نام جہل مرکب سے تنقید رکھا گیا ہے، توجہ کہ نام ضروری نہیں سمجھتے اس
کے لیے حصہ ثالثہ کا انتظار کرنا چاہیے۔

غیر ضروری سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کوتاہ بینوں کے اعتراضات کچھ
تو شارحین بخاری پر ہیں جن کو صحیح بخاری سے کچھ تعلق نہیں۔ کچھ وہی پامال
اعتراضات ہیں جن کے جواب بڑے تشفی بخش دئے جا چکے ہیں۔ لیکن
عوام کے قلوب کو تشویش میں ڈالنے کے لیے دہرا دہرا کر انہیں پامال باتوں کو
دہری زبان میں شائع کیا گیا ہے۔ کچھ حصہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور جان نثاران اسلام پر سب و شتم و سقط کوئی کا ہے۔ اور زیادہ حصہ اسی کا ہے
 اس کو بھی صحیح بخاری سے کوئی تعلق نہیں کچھ وہ سوالات ہیں جن کو شارحین
 بخاری نے بطور دفع و خل لکھے تھے۔ ان کے علاوہ جو باتیں ہیں وہ
 بالکل اصول حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہیں۔ انشاء اللہ حصہ ثالثہ
 میں جب ہم ان کو نقل کریں گے تو خود ان کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔
 فسوف ترى اذا انكشف الغبار افس تحت رحلك امرحما

عقائد و کلام

امام بخاری کو جہاں مجتہد فقہ اور محدث ہونے کی حیثیت سے باکمال
 مانا جاتا ہے وہیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ بڑے پایہ کے متکلم بھی تھے لیکن
 قبل اس کے کہ ہم امام بخاری کا متکلم ہونا بیان کریں۔ یہ بتا دینا ضرور ہے کہ علم
 کلام کیا چیز ہے کب ایجاد ہوا۔ کس طرح ترقی کی۔ اس کی کئی قسمیں ہیں کیونکہ متقدمین
 کی ایک جماعت علم کلام کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے بعض متقدمین
 نے اس کی جو میں قصیدے لکھے۔ بعض نے متکلمین کو فاسق ہی نہیں کہا بلکہ ان کی
 تکفیر تک کے قائل ہوئے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ مسلمانوں میں علم کلام، فلسفہ کے بعد پیدا ہوا،
 اور آغوش فلسفہ میں تربیت پائی۔ لیکن واقعات بتاتے ہیں، کہ علم کلام کے
 مسائل فلسفہ سے بیسوں برس پہلے وجود میں آچکے تھے۔ اور ان میں فلسفہ
 کی مطلق آمیزش نہ تھی، عربی میں فلسفہ خلیفہ منصور کے عہد میں آیا۔ بلکہ اس کا

عام رواج ماموں کے زمانہ میں ہوا، منصور ^{۱۳۶} ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اور ماموں رشید ^{۱۳۳} ھ میں۔ اس لیے خاص فلسفہ کی کتابیں کم از کم ^{۱۳۶} ھ تک عربی میں ناپید تھیں، حالانکہ غیلان و مشقی معبد جہنی، یونس اسوارہ کی، واصل بن عطاء بصری، عمرو بن عبید وغیرہ پیدا ہو چکے تھے جو معتزلہ کے سرخیل، اور علم کلام کے بانی ہیں،

لیکن تفحص واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دراصل علم کلام کے دو حصے ہیں علم کلام عقلی، علم کلام نقلی نقلی علم کلام کو فلسفہ سے پہلے پیدا ہوا۔ لیکن عقلی علم کلام کی بنیاد فلسفہ کے بعد پڑی، عقلی علم کلام سے مراد وہ علم ہے جس میں عقلی دلائل سے فلسفہ کے مقابل میں اسلامی عقائد ثابت کئے جائیں۔ اس علم کا موجد علان معتزلی ہے۔ اور اس کی تدوین ہارون کے وقت سے شروع ہوئی۔

نقلی علم کلام کو محمد ثین کا علم کلام کہنا چاہیے، امام ابو حنیفہ کی طرف جو فقہ اکبر منسوب ہے وہ اور امام بخاری کی کتاب خلق افعال العباد، والرد علی الجہمیۃ یا جامع صحیح کی کتاب التوحید۔ امام احمد بن حنبل کی خلق افعال ابن خزیمہ کی کتاب التوحید۔ امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات، حافظ ابن تیمیہ کی کتاب الایمان اسی سلسلہ کی کتابیں ہیں۔ اس قسم کے علم کلام کی بنیاد، خود صحابہ کے اخیر عہد میں پڑ چکی تھی، کیونکہ اختلاف عقائد خود صحابہ کے عہد میں شروع ہو چکا تھا، صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے، یحییٰ بن معمر کہتے ہیں کہ فقہ کا سب سے پہلے بصرہ میں معبد نے انکار کیا۔ میں ریحی بن معمر اور حمید بن عبد الرحمن

حج یا عمرہ کے ارادے سے البصرہ سے چلے، تو ہم لوگوں نے آپس میں کہا، کہ اگر کسی صحابی سے ملے تو ضرور معید وغیرہ جو کچھ کہتے ہیں، اس کے بارہ میں ان سے پوچھتے، اتفاق سے حضرت ابن عمرؓ مل گئے جو مسجد جارہے تھے۔ ہم دونوں، حضرت ابن عمرؓ کے دائیں اور بائیں ہو گئے، میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن، ہمارے ہاں البصرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں، اور علم کی تحقیق کرتے ہیں، اور ان کے حالات بیان کئے، وہ کہتے ہیں، تقدیر کوئی چیز نہیں، بلکہ ہر چیز بغیر کبھی تقدیر سابق کے ہوتی ہے۔“

اس حدیث سے صرف یہی نہیں ثابت ہوتا کہ اس قسم کے مباحث صحابہ کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے، بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے، کہ اختلاف عقائد کی پہلی صد البصرہ ہی سے اٹھی، گو بعض حدیثوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی بعض صحابہ کو مسئلہ قدر میں شبہہ پڑا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی فرمادی، بخاری مسلم دونوں میں یہ حدیث موجود ہے حضرت علیؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر شخص کا دوزخی اور جنتی ہونا قسمت میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے، لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ تو پھر ہم اپنی قسمت پر بھروسہ کر کے عمل کیوں نہ چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا عمل کئے جاؤ۔ کیونکہ ہر شخص قدرۃً اسی چیز کو آسانی سے کرتا ہے، جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ نیکیوں پر نیکی کا راستہ سہل کر دیا جاتا ہے۔ اور برائیوں کے لیے برائی کا راستہ۔“

چند اور آثار ہیں، جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کے عہد میں کچھ

ایسے لوگ پیدا ہو گئے تھے جن کے عقائد نئے رنگ اختیار کر چکے تھے۔ مسئلہ امامت اور خلافت کے اختلاف سے شیعہ اور خوارج اور ان کی بہت سی شاخیں نکل پڑیں؛ تابعین کے زمانہ میں یہ چند جنگاریاں اور زیادہ مشتعل ہو گئیں، بصرہ میں معبد جہنی ایک شخص پیدا ہوا جو تقدیر کا بالکل منکر تھا۔ عیلام و مشقی اور یونس اسواری بھی اسی خیال کے لوگ تھے۔

قرائن بتاتے ہیں کہ تابعین کے زمانہ تک اختلاف عقائد کا اتنا سرمایہ موجود ہو چکا تھا کہ عام مساجد میں اس کی تعلیم دی جاتی تھی، کیونکہ حضرت حسن بصری محدثین کے علم کلام کا درس دیتے تھے، واصل بن عطاء، حسن بصری ہی کا شاگرد تھا، جو تفسیق اہل کبار کے مسئلہ میں حسن بصری سے الگ ہو گیا، یہ معتزلہ کی تاریخ کا پہلا دن تھا، خوارج گنہگار مسلمانوں کو کافر اور جہنمی کہتے تھے، اہل سنت و الجماعت کہتے تھے، کہ اہل کبار مسلمان ہیں، مگر فاسق ہیں، واصل نے کہا کہ اہل کبار نہ مسلمان ہیں، نہ کافر ہیں، خوارج کے مقابلہ میں گروہ جبریدہ پیدا ہو گیا جس کا خیال تھا کہ اگر مسلمان کے دل میں ایمان ہو تو بدتر سے بدتر گناہ بھی اس کے دامن ایمان میں کوئی داغ پیدا نہیں کر سکتا، ایمانی کا ایمان جبریل و میکائیل، میرا ایمان جبریل کے ایمان کے برابر ہے۔ ایک گروہ قدریہ پیدا ہوا جس نے کہا، انسان بالکل خود مختار ہے۔ ان کے مقابلہ میں دوسرا گروہ جبریدہ تھا کہ انسان مجبور محض ہے، بنی امیہ کے اخیر زمانہ میں خراسان سے جہم بن صفوان نکلا، جو معتزلہ کی طرح خدا کی صفات ازلی کا منکر تھا، جبر و قدر کے مسئلہ میں جبریدہ کا ہم زبان تھا، ان لغویات کے ساتھ

خدا کی ان صفات کا بھی منکر تھا جو ناقص طریقہ سے انسان میں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً حیات، علم، سمع، بصر، وہ اس کا بھی قائل تھا کہ خدا کے علم میں تبدیل و تغیر بھی ہو سکتا ہے، اور زرخ اور جنت جزا اور سزا کے بعد فنا ہو جائے گی،

تھبیر اور معتزلہ اس بات کے قائل تھے کہ کلام خدا حادث اور مخلوق ہے بعض اصحاب ظواہر کو اس پر اصرار تھا کہ نہ صرف کلام خدا قدیم... اور غیر مخلوق ہے بلکہ الفاظ قرآنہ تک قدیم ہیں، جمہیہ اور معتزلہ نے خدا کے تصور کو اتنا بلند اور منزہ عن الصفات کیا کہ جس کا سمجھنا مشکل تھا، ان کے مقابلہ میں مقاتل بن سلیمان مفسر المتون نے خدا کا درجہ انسان سے کچھ ہی زیادہ بلند رکھا۔

ماموں کے زمانہ میں خلق قرآن کے مسئلہ پر وہ قیامت برپا ہوئی کہ سینکڑوں علمائے اہل سنت و الجماعت کو سخت سزا میں دی گئیں، ماموں کے بعد معتصم خلیفہ ہوا۔ ماموں کی تیغ ستم کو نیام میں کرنا تو ایک طرف، معتصم نے تعصب کے فرشتوں کو حکم دیا کہ علمائے اہل سنت پر عذاب دونا کر دیا جائے، حضرت امام احمد بن حنبل کو اس سے جو تکلیف پہنچی قابل بیان نہیں، اسی زمانہ میں ایک شخص تھا جس کا خیال تھا کہ خدا کو کسی شے کا اس کے وجود سے پہلے علم نہیں ہوتا!

عزض کہ مالک کے سرگوشہ سے عقائد کی ایک نئی صدا آتی تھی۔ ایوان اسلام میں ایک قسم کی جنبش ہونے کو تھی، کہ خدا نے ایک حجرہ نشین کو اس کی طرف توجہ دلائی،

عہ اسی کو حضرات شیعہ بد کہتے ہیں۔ دیکھو شیعوں کی مشہور کتاب اصول کافی اور پوری تفصیل مناظرہ حصہ اول مصنفہ مولوی عبدالشکور صاحب ۱۲۱۱ عہ یہی وہ مسئلہ ہے جس کی بدولت امام بخاری پر اہتمام لگا کر حاکم بخاری نے امام بخاری کو شہر چھوڑنے کا حکم دیا تھا ۱۲۱۱ منہ

علامہ ذہبی نے لکھا ہے علمائے تابعین محدثین نے اس پر آشوب زمانہ میں سب سے
 پہلا کام یہ کیا کہ صحیح اصول پر علم حدیث کی تدوین کی اور تصنیف و تالیف کی گو
 اس زمانہ تک مسلمانوں میں منطق، اور فلسفہ کا رواج نہ تھا، اور ہوتا بھی محدثین ان کو
 کب ہاتھ لگاتے، لیکن پھر بھی اقناعی اصول کے موافق وہ باطل پرست فرقوں سے
 مناظرہ کرتے تھے، ان کے غلط و عموں کی تردید کرتے تھے، انہیں کی کوشش کی
 یہ برکت دیکھی جاتی ہے کہ آج ان میں سے اکثر فرقوں کا صفحہ عالم سے نام نہک مٹ گیا،
 یہ فتح حکومت کے زور سے نصیب نہیں ہوئی، بلکہ صرف صداقت اور محض علوم سے
 لیکن ایک نکتہ سچ اگر اس کی تلاش کرے کہ اسلام کے چند سادہ اور بے
 تکلف اصول میں اتنے اختلافات کیوں پیدا ہو گئے تو اس کو صاف نظر آئے گا کہ اسلام
 نے جن عقائد کو مجمل چھوڑا تھا، قرآن مجید جن عقائد سے خاموش تھا، ان کی تصریح اور
 تفصیل نے یہ فتنہ برپا کیا، مختلف الخیال فرقوں کی تعداد جو سینکڑوں کی حد تک
 پہنچ گئی۔ اور جن کا اثر ذہنی عالم ہی تک محدود نہ رہا، بلکہ خارجی عالم میں اس اختلاف
 خیال نے کچھ کم برہمنی نہیں پیدا کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر شخص اسلام کے سادہ اور
 مجمل عقائد کی تفصیل کرتا تھا ذات و صفات باری کے مشکل مرحلوں میں ہر فرقے
 ایک نئے انداز سے قدم رکھتے تھے، اور بد قسمتی سے اسی زمانہ میں یونانی علوم کے
 پارہیزہ و فتر کی عربی میں تجدید کی جا رہی تھی، جس نے طبیعتوں میں وقت آفرینی کی آہنگ
 پیدا کر دی تھی جس کا حکم تھا کہ نفیاً یا اثباتاً ہر مسئلہ کا جواب دینا ضرور ہے۔
 محدثین کی رائے تھی کہ قرآن مجید نے جن چیزوں کو مجمل چھوڑا ہے، ہمارا
 اعتقاد بھی ان کے متعلق مجمل ہونا چاہیے، اسلام نے بتایا ہے کہ مسلمانوں کو اس طرح

خدا کی رویت ہوگی جس طرح وہ چاند کو دیکھتے ہیں، مگر کن آنکھوں سے ہوگی، اس کی تصریح نہیں کی، اسلام نے یہ تعلیم نہیں کی، کہ قرآن مجید مخلوق ہے، یا غیر مخلوق، ان کے سوالوں بیسیوں عقائد میں جن کے متعلق اسلام نفیاً یا اثباتاً ایک حرف نہیں کہتا،

اس دعوے پر امام مالک کا یہ قول نہایت استحکام کے ساتھ روشنی ڈال رہا ہے مصعب بن عبد اللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مالک بن انس فرمایا کرتے تھے کہ میں عقائد میں گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا ہوں، اور ہمیشہ اہل مدینہ اس کو ناپسند کرتے تھے، اور قدر وغیرہ کے مسئلہ میں بحث کرنے سے ہمیشہ روکتے تھے، میں انہیں مسائل میں بحث و گفتگو کرنا پسند کرتا ہوں جن کا تعلق کچھ اعمال سے ہو، لیکن ذات و صفات خدا کے مسئلہ میں خاموشی بہتر سمجھتا ہوں۔ ہمارے شہر مدینہ کے فقہا ہمیشہ ان مباحث سے منع کرتے تھے جن کا تعلق براہ راست اخلاق و عمل سے نہ ہو۔

امام مالک ایک دوسرے موقع پر ان مباحث کے غیر ضروری ہونے پر ایک روشن دلیل سے استدلال کرتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے ذات و صفات باری کے متعلق سوال کیا، امام صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بدگمانی کرنا بالکل محال ہے کہ وہ اپنی امت کو استنجا و طہارت تک کے مسائل کو تو بتائیں اور ذات و صفات کے مباحث کی تعلیم نہ دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ۔ میں مامور ہوں کہ وہیں تک قتال کروں جب تک لوگ کلمہ توحید نہ کہیں۔

امام مالک سے ایک دوسرے موقع پر کسی نے استوی علی العرش کا معنی پوچھا

آپ نے جواب میں فرمایا۔ الاستواء معلومہ والکلیف مجهول والمسوال عنہ بدعتہ
والایمان بدو واجب استواء کی حقیقت ہر شخص جانتا ہے روزہ قرآن کا ایوں کو
مخاطب فرما کر الرحمن علی العرش استوی فرمانا، بے معنی ہو گا، البتہ کیفیت استواء
مجهول ہے اور کیفیت میں بحث کرنا اور اس کا سوال کرنا بدعت اور خلاف
طریقہ سلف ہے اور استواء کے مسئلہ پر ایمان لانا واجب ہے۔

امام بخاری جب نیشاپور تشریف لے گئے اور ان سے خلق قرآن کا
مسئلہ پوچھا گیا اور جواب دینے پر بالکل مجبور کئے گئے۔ تو امام صاحب نے
فرمایا۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق، وافعال العباد مخلوقتا و
الامتخاض یعنی قرآن خدا کا کلام غیر مخلوق ہے لیکن خلق کے افعال یعنی ان کے
منہ سے جو الفاظ قرآنی نکلتے ہیں وہ مخلوق ہیں اور ایسے مسائل کا سوال کرنا
بدعت ہے، عرض کہ ائمہ سلف مسائل کلامیہ میں غور و تحقیق کو نہایت مذموم
جانتے تھے اور اس کی پوچھ پانچھ کو بدعت کے لفظ سے تعبیر فرماتے، امام احمد
بن حنبل اس باب میں سخت متشدد تھے۔

ان ائمہ کی رائے کی تقویت اور تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، ترمذی،
اور ابن ماجہ نے یہ حدیث روایت کی ہے ابو ہریرہ کہتے ہیں، کہ ایک مرتبہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور ہم لوگ مسئلہ قدر میں گفتگو کر رہے
عصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کے منہ پر
کسی نے انار کے دانے توڑ دیئے ہیں اور فرمایا کہ کیا تمہیں اس کی تعلیم

عہ مقدمۃ الفتح ۱۲ عہ اس کی تفصیل آتی ہے ۱۲

دی گئی ہے۔ کیا میں اسی لیے بھیجا گیا ہوں، تم سے پہلے کی قومیں اسی مسئلہ کے
مباحثات سے تباہ ہو گئیں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس میں جھگڑا نہ کرو،
ادھر کے بیانات سے چند باتیں معلوم ہوئیں راہ اولیٰ یہ کہ علم کلام نقلی
کہتے ہیں آیات قرآنیہ اور احادیث صحیح سے جو صحیح اصول پر جمع کی گئی ہیں،
عقائد باطلہ کا رد کرنا، دوم یہ کہ اس علم کلام کی بنیاد زمانہ صحابہ میں پرچی تھی
رسوم، یہ کہ محدثین اسی علم کلام نقلی کو جانتے تھے اور اسی سے وہ تمام فرق باطلہ
کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوتے چہارم، علم کلام عقلی سے ان کو تنفر رہا اور اس سے
وہ نہایت کراہت کرتے اور جہاں تک ان کا بس چلتا تھا روکتے،

امام بخاری کا زمانہ نہایت پر آشوب زمانہ ہے۔ صحیح حدیثوں کی تدوین
تو شروع ہو چکی ہے اور بہت کچھ تدوین ہو بھی چکی ہے۔ لیکن اس کا شیرازہ بکھرا
ہوا ہے۔ کوئی کتاب صحیح حدیثوں کی مکمل تیار نہیں ہے۔ عقائد باطلہ کی جنگاریوں
نے مشتعل ہو کر عالم میں ایک آفت مچا رکھی ہے، ہر جگہ بحث و مباحثہ کے بازار
گرم ہیں۔ منکرین تقدیر۔ منکرین صفات الہی۔ منکرین عذاب قبر۔ منکرین روایت
باری۔ منکرین ملائکہ و جن۔ مجسمہ۔ مرجیہ۔ جبریہ۔ معتزلہ۔ جمہیہ۔ خارجیہ۔ رافضیہ
امامیہ۔ ان میں بھی زیدیہ، اسماعیلیہ وغیرہ بیسیوں فرقے پیدا ہو چکے ہیں،
عرض ملک کے ہر گوشہ میں ایک نئی صدا بلند ہے۔ اور ہر فرقہ اپنی جگہ اپنی
پوری کوشش اور کامل قوت کے ساتھ اپنے خیالات پھیلانے میں سرگرم ہے۔
ادھر کوفہ سے اہل الرائے کے قیاسی مسائل نہایت زور شور سے اٹھ کر تمام عراق
پر چھا گئے ہیں۔ امام ابو یوسف کے قاضی القضاة ہونے کی وجہ سے جو قاضی

مقرر کئے جاتے ہیں۔ وہ اسی خیال کے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ عرصہ تک قائم رہ کر نہایت مستحکم طریقے پر اس کی بنیاد اور جڑ تمام عراق میں مضبوط ہو گئی ہے ایسے نازک وقت میں جبکہ اپنی خیر منافی مشکل ہے۔ امام بخاری کے قلم و لسان دور رس نے وہ کام کیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ جس سادگی اور بے باکی سے صحیح بخاری میں ان فرق باطلہ کا رد کیا ہے وہ امام صاحب ہی کا حصہ تھا اس پر لطف یہ ہے کہ جن کی غلطیاں اور ادھام بیان کئے ہیں کہیں ان کے نام نہیں لیے اور یہ وہ عالی مہمتی ہے جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کے کتاب الایمان اور کتاب الاعتقاد بالسنۃ کتاب التوحید کو کسی کامل الفن شیخ سے پڑھو، اور ساتھ اس کے کتاب و الفحل کو سامنے رکھ لو تو اس کی خوبی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

علاوہ صحیح بخاری کے فرق باطلہ کی تردید کے یہ مستقل تصنیفیں لکھیں کتاب خلق افعال العباد و کتاب الرد علی المعطلہ امام صاحب کی مشہور تالیف ہے اور اب طبع ہو کر شائع ہے، جہمہ معطلہ وغیرہ کا رد اس میں نہایت پُر زور طریقہ سے کیا ہے۔ علامہ بزی مشہور محدث شہسہ میں اس کتاب کا درس جامع اموی میں نہایت دھوم دھام سے دیا، جس کا ذکر حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں کیا ہے۔ ان تمام مباحث کے لیے نہ یہ کتاب گنجائش رکھتی ہے نہ وہ موضوع کتاب میں ان کا ذکر نمایاں اثباتاً اس کتاب میں لانا تطویل لا طائل ہے، جامع صحیح اور دیگر تصانیف امام صاحب کی موجود ہیں۔ تاہم دو مسئلوں کا ذکر نامناسب نہ ہو گا، اس لیے کہ امام صاحب پر ان دو مسئلوں میں نکتہ چینی کی گئی ہے اور بعض ناگزیر

واقعے بھی پیش آئے۔

پہلا مسئلہ اعمال کا جزو ایمان ہونا اور اسی کو لازم سے ایمان کا باعتبار مقدار کے گھٹنا بڑھنا بھی وہ مسئلہ ہے جو محدثین اور مرتبین کی دو جماعتوں کا تفریق کرنے والا ہے، امام صاحب نے صحیح بخاری کی کتاب الایمان کے ابتدائی میں فرمایا دھو قول و عمل و نزید و بیقصد اور اس دعوے کے اثبات میں تقریباً پچاس سے ارب و لیلیں پیش کی ہیں۔

اور اکثر جن اعمال پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا اطلاق کیا تھا ان کو تراجم ابواب میں مفصلاً علیحدہ علیحدہ ذکر کیا۔ خصوصاً قرآنیہ و حدیثیہ کا محدثین کے موافق ہونا آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔ و فریق کو بھی اس کا اقرار ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَإِذَا تَبَيَّنْتَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا تَبَيَّنَتْ رِيْمَانَا آيَةً (ايضاً) وَيَزَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا آيَةً (ايضاً) لِيَزِدُوا إِيمَانًا مَعَ آيَاتِنَا آيَةً (ايضاً) أَتَكْفُرُونَ أَذَلِكَ نَدُّ هَذِهِ إِيمَانًا فَإِنَّمَا الَّذِينَ آمَنُوا خِرَادَتُمْ إِيمَانًا آيَةً (ايضاً) الْإِيمَانُ بضع و سبعون شعبة الحدیث (ايضاً) نبی الاسلام علی خمس الحدیث (ايضاً) قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ آيَةً (ايضاً) فَأَخْتَوْهُمْ فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا (ايضاً) وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا (ايضاً) تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

عامہ صحابہ و تابعین کا ان کے ہم زبان ہونا کتب احادیث و رجال و تواریخ و شروح حدیث سے ظاہر ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر صحابہ و تابعین تک جس طرح خصوصاً قرآنیہ و احادیث نبویہ

میں ایمان کے گھٹنے بڑھنے اور اعمال کے جزو ایمان ہونے کی صراحت ہے، بلا تاویل و بحث عامہ مسلمانوں کا عقیدہ تھا، اتباع تابعین میں آکر فلسفیانہ تدقیق و تحقیق شروع ہوئی جس سے اس مسئلہ پر بھی شکوک واروکے گئے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تابعین پر اعتراض جمائے گئے اور نصوص کی تاویلیں کی گئیں، امام صاحب نے اپنے عہد کی حالت اس مسئلہ کے متعلق یہ پیش کی کہ میں نے ایک ہزار سے زائد شیوخ اور محدثین سے شرف صحبت و تلمذ حاصل کیا جو سب سب الایمان قول و عمل و یزید و منقص کے قائل تھے۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ اطلاقاات و قسم کے ہیں ایک، اطلاقاات شرعیہ جن کو منقولات شرعیہ یا حقائق شرعیہ کہتے ہیں دوسرے، اطلاقاات غیر شرعیہ، خواہ لغویہ ہوں یا اور، یہ بات بھی مسلم ہے کہ شریعت میں حقائق شرعیہ و دوسرے اطلاقاات پر مقدم ہیں۔ دیکھو صلوٰۃ، زکوٰۃ، اذان، صوم، حج، نکاح وغیرہ میں وہی معنی معتبر ہیں جن کو شریعت نے بتایا گو کہیں لغوی معنی پر بھی اطلاق ہو۔ جب یہ دونوں قاعدے مسلم ہیں، تو یہ مسئلہ صاف ہے۔

امام صاحب نے الایمان قول و عمل و یزید و منقص پر جہاں تقریباً ساٹھ ستر دلائل پیش کئے ہیں، وہیں کتاب الایمان میں ذیل کے تین ابواب بھی لکھے ہیں،

(۱) باب المعاصی من امر الجاہلیۃ کا
لیکن ان کا مرتکب کافر نہیں کہا جاسکتا
جب تک شرک نہ کرے! آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ایک صحابی کو فرمایا کہ تم ایسے

(۲) باب الجاہلیۃ و قول اللہ تعالیٰ اِنَّ اللہَ

لَا يُغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ
 آدمی ہو کہ تم میں اب تک جاہلیت کی بات
 باقی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ اللہ سب

گناہ میں معاف کرے گا لیکن شرک نہیں معاف کرے گا زان و دونوں سے معلوم ہوا کہ
 گناہوں کے ارتکاب سے آدمی کا فر نہیں ہو سکتا۔

(۲) وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 (۲) باب قول اللہ تعالیٰ کاراگر دو جماعت
 ایمان والوں کی لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرو اور

المؤمنین
 تو اللہ تعالیٰ نے باوجود لڑنے کے مومن
 کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے آدمی کا فر نہیں ہوتا۔

(۳) بَابُ كُفْرَانَ الْعَشِيرَةِ وَكُفْرٍ
 (۳) باب شوہر کا کفر کرنا اور اس امر کا باب
 دون کفر۔ کہ ایک کفر دوسرے کفر سے نیچے ہے۔

امام صاحب کی عرض ان تینوں بابوں کے لکھنے سے یہ ہے کہ اعمال
 جزو ایمان ہیں، لیکن باوجود اس کے معصیت سے کوئی مومن کا فر نہیں ہو سکتا،
 اگر کفر کا اطلاق اس پر کیا بھی جائے جیسا کہ بعض حدیثوں میں تارک الصلوٰۃ
 عمداً کو کا فر کہا گیا ہے، تو اس سے کفر حقیقی مراد نہیں ہو گا۔ نہ اس امر پر مرتد کے
 احکام جاری کئے جائیں گے یہی وہ فصل ہے جو محدثین کو معتزلہ سے الگ کرتی ہے
 ایمان کی زیادتی اور کمی دو اعتبار سے ہو سکتی ہے ایک کیفیت کے اعتبار
 سے، دوسرے کیت کے اعتبار سے، کیفیت کے اعتبار سے زیادتی اور کمی کا
 کسی کو انکار نہیں، علامہ عینی حنفی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ بعض محققین نے

سے قال بعض المتأخرين الحق ان الايمان يقبلها سواركان عبارة عن التصديق

صراحت سے لکھا ہے کہ حق یہی ہے کہ یقین اور عمل دونوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہو یا صرف یقین کا نام، ہر طرح ایمان نہ زیادتی کی قبول کرتا ہے۔
صاحب سیرۃ النعمان لکھتے ہیں، ایمان کی کمی و زیادتی دو لحاظ سے ہو سکتی ہے، ایک اعتبار سے کہ وہ مقولہ کیف سے ہے جس میں شدت و ضعف ممکن ہے، یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ ایمان یقین کا نام ہے، اور یقین کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خدا سے کہا، تو مردوں کو کیوں کر جلاتا ہے، تو ارشاد ہوا کہ اول تو تو من یعنی کیا تجھ کو اب تک

بلا قلب مع الاعمال وهو ظاهر ومعنى التصديق وحده لان التصديق بالقلب هو الاعتقاد الجازم وهو قابل للقوة والضعف فان التصديق بحميت الشيم الذي يزايدنا قوى من التصديق بحميت اذا كان بعيدا عنا ولا يبتدأ في التمثل من اجلى البديهيات كقولنا النقيضان لا يجتمعان ولا يرتفعان ثم يترك الى ملاونه كقولنا الاشياء المتساوية لشي واحد متساوية ثم الى اجلى النظر يا كوجود الصانع ثم الى مادونه كونه مرتباً ثم الى اخفاها كاعتقاد ان العرض لا يبقى زمانين وقال بعض المحققين ان التصديق يقبل الزيادة والنقصان بوجهين الاول القوة والضعف لانه من الكيفيات النفسانية وهي تقبل الزيادة والنقصان كالفرح والحزن والغضب ولو لم يكن كذلك ليقضى ان يكون ايمان النبي صلى الله عليه وسلم وافراد اكامه سواداً وان باطل اجماعاً وقول ابراهيم عليه السلام ولكن ليطمئن قلبى الثانى التصديق التفصيلى فى افراد ما علم بحميت به جز من الايمان يثاب عليه ثوابه على تصديقه بالآخر (شرح عيني مشاجر)

یقین نہیں آیا، عرض کی کہ یقین ضرور ہے لیکن (لِيُطَيِّقَ قَلْبِي) یعنی اور زیادہ
اطمینان خاطر چاہتا ہوں۔ خدا نے متعدد آیتوں میں صاف تصریح کر دی ہے
کہ ایمان میں ترقی ہوتی ہے (وَأَزِيدُكُمْ دِينًا) اس مسئلہ میں نص صریح ہے، لیکن
انام ابو حنیفہ کو بلحاظ اس معنی کے نہ انکار ہے نہ یہ امر اس وقت زیر بحث تھا، امام
ابو حنیفہ کے دعوے کا اور منشا ہے اور وہ بالکل صحیح ہے، جن لوگوں نے عمل کو
جز و ایمان قرار دیا ان کا مذہب ہے کہ ایمان بلحاظ مقدار کے زیادہ و کم ہوتا ہے،
جو شخص اعمال کا زیادہ پابند ہے وہ زیادہ مومن ہے جو گنہگار ہے وہ کم مومن
ہے۔ محدثین صراحتہ اس کے مدعی ہیں اور اس پر دلیلیں لاتے ہیں۔ علامہ قسطلانی
صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں فاعلم ان الامان يزيد باطلا وينقص بالمحسنة
یعنی ایمان ثواب کے کام کرنے سے زیادہ ہوتا ہے اور گناہ کرنے سے گھٹ جاتا ہے
اور محدثین نے بھی جابجا اس کی تصریح کی ہے۔ امام ابو حنیفہ اس اعتبار سے ایمان کی
کمی بیشی سے ایمان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی، غرض امام ابو حنیفہ کا یہ دعوے نہیں ہے
کہ ایمان بلحاظ کیفیت یعنی شدت و ضعف کے زیادہ و کم نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا
دعوے یہ ہے کہ ایمان مقدار کے اعتبار سے زیادہ و کم نہیں ہو سکتا، یہ دعوے
اس بات کی ذریعہ ہے کہ اعمال جز و ایمان نہیں ضل

اس سے واضح ہے کہ محدثین اور دیگر لوگوں میں مطلقاً ایمان کی زیادت و
نقصان میں اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ اعمال کے جز و ایمان و داخل ایمان شرعی
ہونے سے جس سے زیادتی کمی مقدار ہوتی ہے۔ یہی ماہہ الاختلاف ہے۔ اور
خلاصہ مذہب محدثین باتباع نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و باتباع صحابہ و تابعین

یہ ہوا کہ محدثین اعمال کو جزو ایمان شرعی کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ایمان کی زیادتی
 و کمی مقدار کے اعتبار سے ہے، اور ساتھ اس کے مومن اہل قبلہ معصیت
 کی وجہ سے کافر نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک کلمہ توحید و شہادت سے انکار
 نہ کرے، زبان درازی سے خدا محفوظ رکھے

اب اس پر ضعیف اور وہی اعتراض کیا جاتا ہے۔ اور صحابہ و تابعین کو
 ظاہر میں اور اہمق بنانے کی سعی کی جاتی ہے۔ اس اعتراض کو ہم صاحب
 سیرۃ النعمان کی پوری عبارت میں نقل کرتے ہیں۔

صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں، امام ابوحنیفہ فرانس اور اعمال کو جزو ایمان نہیں
 سمجھتے آج تو اس کی نسبت بحث کرنی گویا تحصیل حاصل ہے۔ ایک معمولی سمجھ کا
 آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے متعلق ہے۔ فرانس
 اور اعمال جوارج کے کام ہیں اس لیے نہ ان دونوں سے کوئی حقیقت مرکب
 ہو سکتی ہے۔ نہ ان میں سے ایک دوسرے کا جزو ہو سکتا ہے، لیکن اس زمانہ میں
 زمانہ صحابہ و تابعین یہ ایک بڑا بحث طلب مسئلہ تھا اور اکثر ارباب ظاہر بلکہ
 بعض مجتہدین بھی اس کے خلاف تھے۔

صاحب سیرۃ النعمان نے بات تو خوب بنائی۔ لیکن زخرف القول عزو
 ا سے پیش وقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آپ نے ہاں فلسفیت اور نکتہ شناسی یہ
 خیال نہ فرمایا کہ جب صاحب شریعت نے تصدیق قلبی اور افعال جوارج سے
 حقیقت مرکب کر کے ہمیں اس کی تعلیم دی، تو ہم کو کون حق ہے ہم کہیں۔ ان
 دونوں سے کوئی حقیقت مرکب نہیں ہو سکتی۔ کیا نماز قصد قلب لائیت ہا اور

افعال جوارح سے حقیقت مرکب نہیں، کیا صرف افعال جوارح سے بلائیت اور قصد قلب کے نماز ہو سکتی ہے؛ اسی طرح آپ تمام احکام شرعیہ کو دیکھیں گے۔ شارع نے ایمان کی حقیقت شرعیہ بہ بتائی کہ یہ تصدیق قلبی اور اعمال جوارح سے مرکب ہے جس کا جزو اعظم تصدیق قلبی ہے جب تک تصدیق قلبی ہے آدمی کافر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جزو اعظم اس کا موجود ہے۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور تصدیق نہیں ہے۔ تو احکام ایمان اس پر جاری ہوں گے و حسابہ علی اللہ بعینہ ہی مثال نماز کی ہے۔ بلائیت نماز پڑھے گا تو نمازی کا حکم دے دیا جائے گا و حسابہ علی اللہ۔ اسی کو بخاری نے اس طرح پیرمایا۔

باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ ویکون علی الاستلام
یعنی باب اس بات کا کہ حقیقت میں کوئی مسلمان نہ ہو بلکہ صرف روکھاوے سے ماننا ہو پھر آگے چل کر لکھتے ہیں (ص ۱۲۳) اعمال کو جزو ایمان قرار دینا اس بات کو مستلزم ہے کہ جو شخص اعمال کا پابند نہ ہو وہ مومن بھی نہ ہو جیسا کہ خارجیوں کا مذہب ہے۔ جو مرتکب کبائر کو کافر سمجھتے ہیں۔ اگرچہ محدثین ایسے شخص کو کافر نہیں سمجھتے تھے لیکن یہ نہ سمجھنا اس وجہ سے تھا کہ وہ لزوم سے ناواقف تھے حالانکہ لزوم قطعی اور یقینی ہے۔ جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ امام رازی نے جو امام شافعی کے بہت بڑے حامی ہیں۔ کتاب مناقب الشافعی میں لکھا ہے کہ لوگوں نے امام شافعی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ تناقص باتوں کے قائل ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق و عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔ ساتھ ہی اس بات کے بھی

۱۲۳ اس ترجمہ باب کی تشریح علامہ سندھی نے خوب کی ہے فلیرجع الیہ ۱۲۳ عبید اللہ

قائل ہیں کہ ترک عمل سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ حالانکہ مرکب چیز کا جب ایک جزو نہ رہا تو من حیث المرکب نہ رہا۔ اسی لیے معتزلہ جو اس بات کے قائل ہیں کہ عمل جزو ایمان ہے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ عمل نہ ہو تو ایمان بھی نہیں لیکن امام شافعی کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصل ایمان اقرار اور اعتقاد کا نام ہے۔ باقی اعمال، وہ تو ایمان کے ثمرات اور توابع ہیں۔ لیکن چونکہ توابع پر بھی کبھی کبھی مجازاً اصل شے کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے مجازاً اعمال پر بھی ایمان کا اطلاق ہوا۔ اور یہ مسلم ہے کہ توابع کے فوت ہونے سے اصل شے فوت نہیں ہوتی۔ لیکن یہ جواب توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہے اور خود امام رازی اس کا اعتراض کرنا پڑا۔ چنانچہ جواب کے بعد فرماتے ہیں کہ فیہ توک لہذا المذہب یعنی اس جواب سے یہ مذہب باطل ہوا جاتا ہے۔ امام رازی گو شافعی المذہب اور اپنے امام کے نہایت طرفدار ہیں۔ لیکن چونکہ صاحب نظر اور نکتہ شناس ہیں ان کو تسلیم کرنا پڑا کہ یا عمل کو ایمان کے توابع سے شمار کرنا چاہیے۔ یا مان لینا چاہیے کہ جو شخص پابند عمل مومن بھی نہیں۔

بظاہر تو یہ منطقی تدقیق نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب شریعت اور عرف خاص و عام اس کو باطل کر رہا ہے تو اس کی کون سی وقعت ہوگی۔ دیکھو درخت کا ایک پتہ توڑ لینے سے ایک جزو اس کا فوت ہو گیا۔ لیکن خاص و عام میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ درخت باقی نہیں۔ شریعت نے ایمان کی مثال کبھی تو درخت سے دی ہے اور فرمایا لا ایمان لمنع و سبعون شعبۃ اور کبھی مکان سے، فرمایا نبی الاسلام علی خمس۔ ان دونوں مثالوں میں

عرفت عام و خاص دونوں اعتبار سے یہ منطقی قاعدہ اور معقولی تدقیق ہے
وقت ہے۔

علاوہ بریں امام رازی صاحب اور صاحب سیرۃ النعمان سے جو محدثین
کو لکھ رہے ہیں کہ وہ لزوم سے ناواقف تھے پوچھنا چاہیے کہ اس لزوم سے اس کی
غرض اگر یہ ہے کہ جزئیت اعمال سے لازم نہیں آتا کہ کسی جزو خاص کے
نہ پائے جانے پر ترتیب ثواب نہ ہو اور خداوند عالم اس کے مومن ہونے کا حکم
نہ دے۔ کیونکہ یہ تقدیرات ربانی سے ہے اللہ پاک پر یہ لازم نہیں کہ صرف کسی
ایک جزو کے پائے جانے پر بغیر پائے جانے جمیع اجزاء ایمان کے... ثواب کو
بقدر اس جزو کے مرتب نہ فرمائے یَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكَمُ مَا يَرِيدُ ایسی ذرا سی
بات اس قدر مشکل معلوم ہوئی کہ ظاہر نصوص سے اعراض کیا گیا اور تاویلوں کی
کوئی حد نہ رکھی گئی اور محدثین و صحابہ و تابعین کو نا سمجھ اور لزوم سے ناواقف بتایا گیا۔
اصل حقیقت یہ ہے کہ محدثین اللہ و رسول کی پیروی میں مزید اہتمام
رکھتے ہیں۔ جن امور کی نسبت اللہ و رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اور جس امر پر
نشارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ حکم لگایا ہے اس کے قبول و بیان میں

عہ و قال بعض الحنفیۃ والحنافی الجواب ان المجموع المركب من الاجزاء لا یلزم من زوال بعض اجزائه
انعدام هذا المركب ایضا نعم نزول تلك الهيئة السابقة لكن لا یقتضی القیاسی بینہما دین اللاحقة وذلك
كالانسان مثلاً فاذا اصاب بعض اعضاءه عاهة لم یخرج عن كونه انساناً نعم یقال من حیث الصورة
انه انسان ناقص فاذا زاد نقص ربما خرج عن تسمیة انساناً ظاهراً بل لا اجد احد من الایسارین ذل
اسمہ بزوال جزو منه رالی آخر قال، فیص اباری ص ۱۳۵۵ عید اللہ الرحمن

سرموزق نہیں کرتے۔ اور اپنی عقل و رائے و قیاس سے اطلاقات شرعیہ میں
 خرابی نہیں نکالتے۔ اور اس خرابی کی بنا پر ظاہر قرآن و حدیث کا انکار نہیں کرتے
 بلکہ بالراس والعین اس کو قبول کرتے اور اس کے خلاف کرنے والے کو نہایت برا
 سمجھتے اور یہی شان محقی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ چنانچہ اس کو خود
 صاحب سیرۃ النعمان نے لکھا ہے کہ صحابہ کے زمانہ تک اسلامی عقائد کی سطح
 نہایت ہموار اور غیر متحرک رہی۔ اہل عرب کو ان موشگافیوں اور باریک بینیوں
 سے سروکار نہ تھا، محمد بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 روش اختیار کرنے والے تھے اور اس سے عدول کرنے والے کو نہایت
 برا سمجھنے والے، نے اس مسئلہ میں بھی وہی صحابیوں کی روش اختیار کی۔
 شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ الی اللہ میں لکھتے ہیں۔

اعلانات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی
جعل الایمان علی ضربین احدہما	دو قسمیں قرار دی ہیں ایک وہ جس پر حکام
الایمان الذی یدر علیہ احکام الدنیا	دنیا کی بنا ہے یعنی جان و مال کا بچاؤ
من عصمة الماء والاموال وخبیثہ	جو انقیاد ظاہری ہے، رسول اللہ صلی اللہ
بامور ظاہرۃ فی الانقیاد وهو قولہ	علیہ وسلم کا قول ہے کہ تم مجھ کو حکم ہے جہاد
صلی اللہ علیہ وسلم امرت انقاتل	کاتا آنکہ لوگ تو حید و رسالت کی شہادت
الناس حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ	دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اگر
دان محمد رسول اللہ و یقیموا	لوگوں نے ایسا کیا تو مجھ سے اپنی جان و

عہ جس کا باب امام بخاری نے یوں منعقد کیا باب اذالہ یکن الاسلام علی الحقیقۃ

الصلاة ويوتوا الزكوة فاذا فعلوا
 ذلك عصموا مني دما ونفوسا
 واما الهلاك لا يحق الا سلاما وحسابا
 على الله وثانيه االايان الذي
 عليه يدور احكام الآخرة من النجاة
 والفوز بالدرجات وهو متداول
 لكل اعتقاد حق وعمل مرضي بملكه
 فاضلة وهو يزيد وينقص وسنة
 الشاخ ان يسمي كل شئ منها
 الايمان ليكون تشبيها بانيغالي
 جزئية له شعب كثيرة ومثله
 كمثل الشجرة يقال للدوحة و
 والاغصان والاوراق والثمار
 والا زهار جميعا انها شجرة فاذا
 قطع اغصانها وخطا وراقها وخرق
 ثمارها قيل شجرة ناقصة فاذا قلعت
 الدوحة بطلت الاصل انتهى

نہ رہے گی،

حجۃ اللہ البالغہ میں اس مقام میں بڑی تفصیلی بحث ہے آیات واحادیث

مال کو سوائے حقوق اسلامی (رقصا من وغیرہ)
 کے بچا لیا اور حساب ان کا اللہ کے ذمہ
 ہے، دوسری قسم ایمان کی وہ ہے،
 جس پر احکام آخرت یعنی نجات درجات
 پانے کی بنا ہے۔ اور وہ شامل ہے ہر
 اعتقاد حق اور عمل پسندیدہ کو اور ملکہ
 فاضلہ کو جو کم و بیش ہوتا ہے۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب امور کا نام
 ایمان رکھا تا کہ تشبیہ ہو اس پر کہ یہ سب
 باتیں جزو ایمان ہیں اور ایمان کی بہت
 شاخیں ہیں، اور ایمان کی مثال درخت
 کی ہے کہ تنہ شاخ، پتے، پھول پھل
 کے مجموعہ کو درخت کہا جاتا ہے،
 اگر شاخیں کاٹ لی جائیں اور پتیاں
 چھاڑ دی جائیں اور پھل توڑے
 جائیں۔ تو ناقص درخت کہلائے گا
 اور اگر تنہ اکھاڑ دیا جائے تو اصل ہی

سے نہایت لطیف بحث کی ہے۔

جو لوگ اعمال کو جزو ایمان شرعی رحس پر احکام آخرت یعنی نجات و درجات پانے کی بنا ہے، نہیں بتاتے ان کا بہت بڑا استدلال یہ ہے کہ اعمال کو ایمان پر عطف کیا گیا ہے۔ جیسے اَمِنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور معطوف و معطوف علیہ میں منائرت ہونی چاہیے۔

حالانکہ خاص کا عطف عام پر قاعدہ اکثری ہے لَا تَعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ تَوْاصُوا بِالْحَقِّ وَتَوْاصُوا بِالصَّبْرِ (۲) مَن كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ (۳) حدیث ابی داؤد وہ از واہدہ و ذریتہ و اہل بیتہ، خصوص میں اس طرح کا عطف بہت ہے علامہ بریں اس کا منکر کون ہے کہ ایمان کبھی لغوی معنی رتصدیق قلبی میں بھی بولا گیا ہے جس طرح صلوٰۃ کہ شریعت نے ہیئت کذا ایہ خاص معنی لیے ہیں۔ لیکن کبھی لغوی معنی ردعا میں بھی استعمال کیا گیا ہے قال اللہ تالی وَصَلَّ عَلَیْہِمْ اَنْحَاثَ صَلَوَاتِكَ مَسْکِنًا لَہُمْ اِنَّ اللہَ وَوَلَیْسَ لَہُمْ اَنْحَاثٌ عَلَی النَّبِیِّیْنَ جس طرح ان دونوں مقاموں میں علی قرینہ ہے کہ یہاں صلوٰۃ کے لغوی معنی مراد ہیں اسی طرح ایمان کا عطف اعمال پر قرینہ ہے کہ ایمان کے یہاں لغوی معنی مراد ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

عہدہ اذ یقال ان الاعمال عطف علی الایمان استتصا اور استیفاء للبیان ولزیاۃ الاہتمام بلادنی
شلا یذہل عنہ ذاہل قیتر کہ ویکرم من منازل الجنۃ العالیۃ والتفصیل فی کتاب الایمان شیخ الاسلام

ابن عیینہ فار جع الیہ ۱۲ عبید اللہ الرحمانی

وللایمان معنیان اخلان احدھا
تصدیق الجنان بالابد من تصدیقہ
وهو قوله صلى الله عليه وسلم في جواب
جبرئيل ان تؤمن بالله وملائكته
الحديث الثاني السكينة والرهينة
الوجدانية التي تحصل للمقربين
هو قوله صلى الله عليه وسلم المظهر
مشطرا الايمان وقوله صلى الله عليه
وسلم اذا ذنبي المبد خرج الايمان
اور نہ ناکر نے سے ایمان نکل جاتا ہے لہذا

(ایمان) دو معنوں میں اور آتا ہے پہلے
دل سے یقین کرنا اسی معنی میں ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا حضرت
جبرئیل کے جواب میں ان تؤمن بالله و
ملائکته یعنی یقین کرو اللہ پر اور اس کے
فرشتوں پر (۲) قلبی اطمینان اور تسکین
اور ولی حالت جو مقربین بارگاہ کو حاصل
ہوتی ہے اسی معنی میں ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا فرمانا کہ وهو نصف ایمان ہے

دوسرا مسئلہ غلو قرآن کا ہے یہ وہ مسئلہ ہے جس نے سینکڑوں
اہل علم کی جانیں ضائع کیں۔ جس وقت اعتراض ال کا زور ہوا اور اس پر فلسفہ یونان نے
اپنا رنگ جمایا اور خلفائے بنی عباس ران میں خاص کر مامون جو معتزلی ہونے کے

عہ اس سلسلے میں صاحب سیرۃ النعمان نے امام ابوحنیفہ کا ایک خط نقل کیا ہے اور بعد نقل مضمون خط کے
لکھا ہے کہ امام صاحب نے جس خوبی سے اس دعویٰ کو کہ اعمال جزا ایمان شرعی نہیں ہے ثابت کیا ہے
انصاف یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا چونکہ اس خط کے استدلال پر بہت عیر و مدہ ہے اس لیے
مناسب ہے کہ اہل علم اس خط کی واقعی حالت معلوم کرنے کے لیے حسن البیان کا ضرور مطالعہ کریں۔ بخوبی طوالت
ہم اس کے خط کے مضمون اور حسن البیان میں جو اس کی حقیقت واقعہ دکھائی گئی ہے دونوں کو نظر انداز
کرتے ہیں۔ اور مزید تاکید سے کہتے ہیں کہ سیرۃ النعمان کے دیکھنے والے ایک نظر حسن البیان کو ضرور

علاوہ فلسفہ یونان پر فدا تھا، کے دربار میں اعتراض اور فلسفہ یونان کی بڑی ذہنیت
 ہونے لگی قریب قریب پورے دربار پر اعتراض و فلسفہ چھا گیا۔ اس وقت قرآن
 کے مخلوق ہونے کا تمام لوگوں سے اقرار لیا جانے لگا جو نہیں اقرار کرتا اس
 کے لیے سولی یا قتل کے سوا تیسری صورت نہ تھی تمام ممالک اسلامیہ میں
 سلطنت کی طرف سے حکم نافذ کیا گیا کہ جہاں جہاں اہل علم ہوں ان سے قرآن
 کے مخلوق ہونے کا صریح اقرار لیا جائے جو اقرار نہ کرے اور خلاف میں
 دلائل پیش کرے اور مباحثہ کے لیے آمادہ ہو تو دربارِ خلافت میں بھیج دیا جائے
 زیادہ مخالفت کرے تو وہیں قتل کر دیا جائے۔ محدثین سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اور سیرۃ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ولدا وہ تھے اور تمام دنیا میں اسی کو پھیلا نا چاہتے
 تھے، ان کی جانب سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئیں۔ یہ نکتہ ۲۱۸ھ سے شروع ہو کر
 ۲۲۸ھ تک نہایت زور پر رہا۔ اور خلیفہ مامون سے اس کی ابتدا ہوئی۔ قرآن کے
 حادث ہونے کا مسئلہ مامون کے دل میں اس رنوخ کے ساتھ بیٹھا گیا کہ اس کے
 نزدیک اس مسئلہ سے انکار کرنا گویا اصل توحید سے انکار کرنا تھا ۲۱۸ھ میں
 جب وہ شام کے اصلاخ میں مقیم تھا تو اسحاق خزاعی گورنر بغداد کو ایک
 فرمان بھیجا جس کا مختصر مضمون یہ تھا۔ امیر المؤمنین کو معلوم ہوا ہے کہ عموماً
 تمام مسلمان جو شریعت کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتے قرآن کے قدیم ہونے
 کے قائل ہیں۔ حالانکہ خود قرآن کی متعدد آیتوں سے اس کا بطلان ثابت ہے
 یہ لوگ بدترین ائمہ اور ابلیس کی نہ بان ہیں۔ بغداد کے تمام قاضیوں کو جمع کر کے
 یہ فرمان سنا دیا جائے اور جس کو انکار ہو وہ ساقط العداۃ مشہور کر دیا جائے۔

مامون کو اس پر بھی تسلی نہیں ہوئی۔ اور سات بڑے بڑے عالموں کو جو مذہباً بڑا اقتدار رکھتے تھے۔ اپنے پاس طلب کیا۔ اور روزِ روز گفتگو کی۔ یہ سب لوگ اس مسئلہ میں مامون کے خلاف تھے۔ مگر تلوار کے ڈر سے وہ کہہ آئے جو ان کا دل نہیں کہتا تھا۔ جب یہ لوگ بھی مامون کے ہم زبان بن گئے تو اس نے اسحق کے نام ایک دوسرے فرمان بھیجا کہ ممالکِ اسلامیہ کے تمام علما اور مذہبی مشیرواؤں کا اظہارِ لیا جائے اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہوئی۔ اور سب کے اظہارِ اُن کے خاص الفاظ میں قلمبند ہو کر مامون کے پاس بھیج دیے گئے اس کے جواب میں مامون نے جو کچھ لکھا وہ اس کے جنونِ مذہبی کا ہدیہ تھا۔ تمام محدثین اور فقہا میں سے ایک بھی نہیں بچا۔ جس پر رشوت۔ چوری۔ دروغ گوئی۔ بے علمی۔ حماقت شعاری کا الزام نہیں لگایا تھا۔ فرمان میں یہ سنگیزی حکم بھی تھا کہ جو لوگ اس عقیدہ سے باز نہ آئیں پاہ زنجیر روانہ کئے جائیں۔ تاکہ میں خود اپنے سامنے اتمامِ حجت کر کے ان کی موت و حیات کا فیصلہ کر دوں۔ اسحاق نے یہ فرمان مجمعِ عام میں پڑھ کر سنایا، جس کی ہیبت نے بڑے بڑے ثابت قدموں کے عزم کو مترزل کر دیا۔ علامہ قواریری و سجادہ البتہ کسی قدر مستقل رہے۔ مگر جب پاؤں میں بٹریاں ڈال دی گئیں اور ایک رات اسی سختی میں گذری تو ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کو اپنے عزم و استقلال کی نسبت جو حسن ظن تھا۔ وہ صحیح نہ تھا۔ صرف امام احمد بن حنبل و محمد بن فوج اس معرکہ میں ثابت قدم رہے جس کے حملہ میں پاہ زنجیر ہو کر طرسوس روانہ کئے گئے۔ مامون کو پھر معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا ان لوگوں نے آیہ کریمہ **اَلَا مَن اٰكْرَادُ قَلْبِهٖ مُطْمَئِنِّنٌ بِالْاِيْمَانِ** پر عمل کر کے جان بچائی تھی۔

اس پر وہ نہایت براؤز و ختمہ ہوا۔ اور ان لوگوں کی نسبت حکم دیا کہ آستانہ دولت پر حاضر کئے جائیں۔ ایک جگم غفیر جس میں ابو حسان زیادہ۔ نصر بن شمیل۔ قواریری ابو نصر تمار۔ علی بن مقاتل۔ بشر بن الولید وغیرہ شامل تھے۔ پولیس کی حراست میں شام کو روانہ کیا گیا۔ یہ لوگ رقتہ تک پہنچ چکے تھے کہ مامون کے مرنے کی خبر آئی۔ جس کا اثر عام مسلمانوں پر جو کچھ ہوا ہو۔ لیکن ان بے کسوں کے لیے تو یہ ایک نہایت جانفزا مژدہ تھا۔ اس طرح کچھ دنوں کے لیے یہ فتنہ فرو ہوا لیکن جب معتصم تحت خلافت پر بیٹھا تو اس نے اور بھی سختی سے کام لیا اور محدثین کو سخت امتحان میں مبتلا کیا ان کے مد مقابل ایک دوسرا فرقہ تھا وہ قائل تھا کہ قرآن غیر مخلوق ہے، یہاں تک کہ ہماری زبان سے جو قرأت کے الفاظ قرآنی نکلتے ہیں وہ بھی قدیم ہیں۔ یہ فرقہ فریق اول کا پورا مد مقابل تھا اور اذراط و تفریط میں دونوں ایک دوسرے کے ہم پلہ تھے۔ امام بخاری نے اذراط و تفریط سے الگ ہو کر نہایت صحیح اور بدیل طریق اختیار کیا اور مخالفت کی بائکل پروانہ کی، اتفاقات سے امام صاحب بھی اس فتنہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور اس امتحان میں مبتلا ہو گئے

راگر چہ سلطنت کی طرف سے نہ سہی

امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اور جس جوش سے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ اس کا بیان اول حصہ میں گذر چکا ہے۔ نیشاپور میں امام صاحب سے درس دینے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے منظور فرمایا، مجلس درس قائم ہوئی تو تمام شہر جھک پڑا۔ قدیم درس گاہیں بے رونق ہو چلیں۔

امام محمد بن یحییٰ الذہلی نیشاپور میں اس پایہ کے شخص تھے، کہ امام

مسلم کے استاذ اور نیشاپور کے مسلم محدث مانے جاتے تھے۔ یہ امام صاحب کے
 محاصر اور ہم سبق ہیں، حافظ ابن حجر ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ الطبقة السابعة۔
 رفقاؤه فی الطلب ومن سمع قبلہ قليلا کمحمد بن یحییٰ الذہلی۔ ایک روز امام ذہلی نے
 اپنی درس گاہ میں پکار دیا کہ ہم کل امام بخاری کی ملاقات کو جائیں گے جس کا جی چاہے۔
 ہمارے ساتھ چلے، ساتھ ہی امام ذہلی کو یہ خیال ہوا کہ امام بخاری کی بدولت میری
 درس گاہ میں جو بے رونقی چھا گئی ہے اس کا اثر میرے طلبہ پر بھی پڑے گا، اس لیے میرے
 ساتھیوں میں سے کوئی طالب علم کہیں ایسی بات نہ پوچھے بیٹھے جس کی بدولت
 مجھ میں اور محمد بن اسماعیل میں رنجش ہو جائے اور غیر اقوام کو اہل سنت کے اختلاف
 پر منسی اڑانے کا موقعہ ہاتھ آجائے، اس لئے اپنے ہمراہیوں کو تاکید کر دی کہ
 امام بخاری سے اختلافی مسائل کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے۔

دوسرے دن امام ذہلی اپنی جماعت کے ساتھ امام صاحب کے یہاں
 پہنچے۔ اتفاق سے وہی صورت پیش آگئی جس کا انہیں خوف تھا، ایک شخص نے
 اٹھ کر امام صاحب سے سوال کیا کہ یا ابا عبد اللہ قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے
 نکلتے ہیں، کیا وہ مخلوق ہیں سوال کے اصلی الفاظ یہ تھے لعظی بالقرآن مخلوق،
 امام صاحب ساکت رہے پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا، امام صاحب نے
 پھر سکوت کیا، تیسری بار مجبور ہو کر جواب دیا کہ،

عہ چوتھا طبقہ امام بخاری کے ان اساتذہ کا ہے جو خود امام بخاری کے ہم سبق ہیں اور امام بخاری
 نے ان سے کچھ سنا بھی ہے، ثانی صاحب نے لکھا ہے کہ محمد بن یحییٰ ذہلی نے امام بخاری کو اپنی درس گاہ سے
 اس مسئلہ کی بدولت نکلوا دیا تھا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے ۱۲ منہ

القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ولفظی قرآن کلام الہی غیر مخلوق ہے لیکن جو الفاظ
بالقرآن الفاظنا والفاظنا من افعالنا ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ ہمارے

وانفعالنا مخلوقنا الفاظ ہیں، اور ہمارے الفاظ ہمارے
زبان کی ایک حرکت ہے، اس لیے ہمارا ایک فعل ہے، اور ہمارے افعال مخلوق ہیں

امام بخاری نے ان مختصر لفظوں میں درحقیقت اس بحث کا فیصلہ کر دیا تھا
ظاہر ہے کہ اگر قرآن کا مفہوم نفس کلام ہے، تو کلام خدا کی ایک صفت ہے، اور خدا کی

صفت کیوں کہ مخلوق ہو سکتی ہے؛ اور اگر وہ الفاظ مراد ہیں جو ہماری حادثہ زبانوں
سے نکلتے ہیں تو وہ چونکہ مخلوق کا ایک فعل ہے، لہذا ان کے مخلوق ہونے میں کلام نہیں۔

لیکن اس دقیقہ جو اب کو عوام نہ سمجھ سکے۔ اس لیے اس واقعہ کو اس قدر شریعاً
اور شہرت دی کہ امام صاحب کی ہر و عزیز می میں فرق آگیا اور امام ذہلی کا کراہی بھی آگ

میں رد عنین کا کام دے گیا، امام ذہلی کو اس مسئلہ میں انتہا درجہ کا اذراہ تھا، وہ قائل تھے
کہ جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق کا قائل نہیں۔ وہ اور اس کے ملنے واسطے قابل ملاقات

نہیں، جو لوگ دقیقہ سمجھتے تھے، وہ اس جواب کی تہ کو پہنچ گئے اور بیشتر سے زیادہ امام
المحدثین کی وقعت کرنے لگے، چنانچہ امام مسلم کو جب معلوم ہوا کہ امام ذہلی بھی اس

جواب کی بدولت امام صاحب کے مخالف ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنی مجلس
میں منادی کرادی ہے، کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس

میں شریک نہ ہو، تو امام مسلم سخت براشتفتہ ہوئے، اور وہ تمام نوشتہ اونیوں پر
لدا کر واپس کر دیے جن میں امام ذہلی کی تقریریں قلم بند کی تھیں۔ امام مسلم کے سوا

تمام شہر امام صاحب سے الگ ہو گیا۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں لوگوں نے اگر عرض کی کہ آپ اس قول سے رجوع کیجئے (تمام شہر آپ کا مخالف ہے، امام صاحب نے فرمایا: بھلا مجھ سے ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے مگر کوئی چیز مجھے اپنے قول سے پھیر سکتی ہے تو وہ دلیل ہی ہے، امام صاحب کے اس استقلال اور ثبات قدمی پر لوگ مایوس واپس ہونے لگے۔

حدیث اور اصول حدیث

امام الحدیثین کا فن حدیث میں جو پایہ اہل اسلام نے عموماً تسلیم کیا ہے، اور امام صاحب نے اس مبارک فن کی جیسی کچھ خدمت کی ہے، ان کا مفصل بیان تو ایک مشکل امر ہے۔ اور تطویل لا طائل۔ وہ آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہیں، تاہم موضوع کتاب ہونے کی حیثیت سے بعض ان خصوصیات کا ذکر کرنا ضرور ہے جو امام الحدیثین کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں اور جن سے بڑے بڑے ائمہ کے دامن خالی ہیں۔

لیکن قبل اس کے کہ ہم ان پر کچھ لکھیں ایک نظر فن حدیث پر ڈالنی ضروری ہے جس کی خدمت کو امام صاحب نے فرض اولیٰ خیال کیا اور جس پر اپنی دولت زندگی، آرام و آسائش سب کو قربان کر دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج یہ فن کئی سو فیول کا آماجگاہ بنا ہوا ہے اور اس پر کئی طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ گونا گونا گونے میں بھی اس پر بہت کچھ حملے ہوئے تاہم آج جس طرح آزادی اور بے باکی کے ساتھ اس پر حملے ہو رہے ہیں اس کی نظیر زمانہ سلف میں کم ملتی ہے اور لطف یہ کہ

حملہ آور قوم اپنے کو مسلمان ہی کہتی ہے میرے خیال میں اس فن کی حقیقت
واقعیہ اور سچے حالات واضح ہونے پر ان کے توہمات اور شکوک خود بخود
رفع ہو جائیں گے۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ فن روایت وہ فن ہے جس کے مطالعہ پر اقوام دنیا
کی ترقی و تہذیب کا مدار ہے۔ یہ فن ایسا قدیم ہے کہ اگر قدامت کے اعتبار سے اس کو
فطرت انسانی کا لازم قرار دیا جائے تو بعید نہیں، ابتدائے عالم سے ہر قوم نے
اس سے کم و بیش حصہ لیا۔ اور آج جس وقت کی نگاہ سے یہ فن دیکھا جاتا ہے
محتاج بیان نہیں۔

علامہ ابن خلدون کا یہ مقولہ اس فن کی نسبت ایک نہایت سچا مقولہ ہے
فن التاریخ من الفنون القیبتیة اولها الامم والاقبال وتشد الیہ الکرکاب
الرحال وتسمو الی معرفتہ السوتة والاعمال وتتنافس فیہ الملوک والاقبال
عرب میں اس فن کا چسکہ ابتدا ہی سے تھا اور ان کی اعجاز و مہارت حافظہ
اس کو محافظہ و تفریح تاریخی واقعات اور انسانی انساب کو چھوڑ دیا ایک معمولی
شخص اپنے اوٹ کے کتنی نسل تک سلسلہ نسب گنا جاتا۔

قرآن کے حکم و ذکر ہمد یا یا مر اللہ اور قل سیر وانی کار حریفانظر و
کازعاقبۃ الملکذین نے مسلمانوں کو اس فن کی طرف متوجہ کیا اور نقد کا زنگ

عہ فن تاریخ ان فنون سے ہے جس کو قدیم زمانہ سے تمام قومیں اعمول ہانہ بیستی آئی ہیں اور جس کے لیے
دود و راز سے بڑی بڑی مساقین ملے کی جاتی ہیں جس کے حاصل کرنے کے لیے ہزاروں اور کم عقل تک
کی گردنیں اٹھتی ہیں جس کی طرف امراد سلاطین حد سے زیادہ رغبہ ہیں۔ غرض ہر طبقہ کے لوگ اس کے خریدنے میں

فِي رَسُولِ اللَّهِ حَسَنًا نَعَى رُوِيَ فِي آتَشِ كَامِ دِيَارِ بْنِ حَدِيثِ هِيَ مِنْ
 رِوَايَاتِ أَوَّلِ تَارِيخِ كَالِإِكْبَادِ فِي عَرَبِيٍّ كَيْسَ فِي حَالَاتِ رِوَايَاتِ
 ابْنِ وَاقِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسلام نے اس فن روایت کے ساتھ جو احسانات کئے ہیں وہ تمام دنیا کو
 یاد ہیں۔ اور وہ اسلام کی خصوصیات میں شمار ہوتے ہیں وہ کیلے؛ قانون تنقید کی
 ایجاد اور سلسلہ اسناد کا استحقاق پیغمبر اسلام نے ایک جامع قانون کی ہدایت
 فرمائی کہی بلکہ بیانِ حجتِ بکل ما معہ بھی فرمایا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ کہی فرمایا
 مَرْكَبٌ عَلَى مَجْدٍ نَقْدٌ بِرُؤْيَا مَقْدَمِ الْمَنَارَاتِ یعنی جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا
 اس نے اپنی جگہ جہنم میں بنائی۔

اس قانون کی پابندی نے تنقید اور اسناد دونوں کو مسلمانوں کا فرضِ اولیٰ
 بنا دیا اور جس طرح مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن، تحریف و دیگر خرابیوں سے
 محفوظ رہی۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال و افعال و ذمہ،
 محفوظ رہے، اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا۔ مجھ میں استحقاق کے قوانین میں سختی
 بڑھاتے گئے اور تشدد و زیادہ کیا گیا۔ آخر قوانین استحقاق من کی صورت میں
 مدون ہو کر اصول حدیث کے نام سے نامزد ہو گئے یہ دو خصوصیتیں اسلام میں
 (۱) قرآن کا محفوظ ہونا (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا محفوظ ہونا ایسی
 ہیں کہ اسلام اس پر جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ حیرت تو اس پر ہے کہ نبی صلی اللہ

عہ آدمی کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جو سنے یا تحقیق اس کو بیان کرے ۱۲

عہ اور وہ قوانین استحقاق پونہ قانون میں کہیں ہونے جو کتب اصول حدیث میں مدون کئے گئے۔

علیہ وسلم کے علاوہ اصحاب اور ان کے بعد تابعیوں کے اقوال و احوال ہی محفوظ رہے جس کی نظیر کسی قوم و ملت میں نہیں۔

یہاں ایک نظر اٹھا کر یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف دیکھو ان کی آسمانی کتاب تک محفوظ نہ رہی چہ جائے کہ کسی بات کا سلسلہ سند اپنے نبی یا کسی حواری تک پہنچا دیں۔

بعض باتوں کا سلسلہ اسناد و یہود حضرت موسیٰ تک لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن ناکامیابی ایسی کہ یا تو شمعوں تک اس کا سلسلہ پہنچتا ہے یا اور بھی اس سے بیسیوں درجے نیچے رہ جاتا ہے۔ ابھی تنقید الگ ہے اسی طرح عیسائی ایک مسئلہ یا ایک قول کی بھی سند حضرت عیسیٰ تک نہیں پہنچا سکتے۔ ایک مسئلہ تحریم طلاق کا سلسلہ اسناد حضرت عیسیٰ کی طرف لے جاتے ہیں، لیکن سلسلہ اسناد ایسا مجہول اور عیاں ہے کہ سینکڑوں کذاب اور مجہول البین واسطے میں آتے ہیں۔ تنقید کی گنجائش کہاں۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصدقوہم ولا تکن بؤہم یعنی نہ ان کو سچا کہو نہ بھوٹا۔

مسلمانوں نے سلسلہ اسناد کی نہایت قدر کی۔ صرف اسناد عالی اور واسطہ کم کرنے کے لیے دور و دراز مسافت کا سفر اختیار کرتے ان کے یہاں بلا سند ایک بات بھی معتبر نہیں رہی۔ حصہ دہلی میں اس کا بیان کسی قدر مفصل گذر چکا۔ امام زہری بڑے ذی رتبہ تابعی ہیں۔ ایک روز سفیان بن عیینہ سے ایک حدیث بیان کرنی چاہی۔ سفیان نے اس وجہ سے کہ ان کو امام زہری پر کامل وثوق تھا، کہا کہ مجھ سے آپ بلا سند بیان کیجیے۔ امام زہری نے کہا کیا تو

بلازینہ چھت پر چڑھ سکتا ہے۔

عبد اللہ بن مبارک فرماتے الاسناد من الذین لولا الاسناد لقال من شار

ما شار (مسلم) سفیان ثوری فرماتے الاسناد سلاح المؤمن ولنعم ما قال حلی

گر وہ ایک جو یا تمنا علم نبی کا لگا یا پتہ جس نے ہر مغتری کا

نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا

کئے جرح و تعدیل کے وضع قانون

نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو

سنا خانہ بن علم دین جس بصر کو لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو

پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر

دیا اور کو خود مرزا اس کا چکھ کر!

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا مناقب کو چھانا مثال کو تاپا

مشائخ میں جو قح نکلا جتا یا انہ میں جو داغ دیکھا بتایا

طلسم دروغ ہر مفدس کا توڑا

نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

سب مال اور اسانید کے جو ہیں دفتر گواہ ان کی آزادگی کے ہیں پیکر

نہ تھا ان کا احساس یہ اک اہل دین پہ وہ تھے اس میں ہر قوم دولت کے پیر

عہ تدریب الراوی ۱۲ عنہ اسناد ایک دینی بات ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا

کہہ دیتا اسے اسناد مومن کا ہتھیار ہے

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے!

بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

جو جو ہتھمات فن حدیث اور فن روایت کے لیے ابتدائے زمانہ رسالت سے کئے گئے، آج مافوق العادۃ، یا بمعنی دیگر اعجاز سے کم نہیں سمجھے جاتے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد تابعین، تبع تابعین میں جس قدر اس کا ذوق اور اس کا شعل تھا اس کے بیان کے لیے تو ہمارے الفاظ کسی طرح کافی نہیں ہو سکتے تیسری صدی تک جس میں حدیث اور آثار صحابہ مدون کر دیے گئے، یہ مذاق اس طرح عام تھا کہ مسلمانوں کا ہر فرد بشر اس میں ڈوبا ہوا تھا، ہر شخص اس کا فدائی نظر آتا تھا۔ عدم حدیث و محدثین کی سلطنت عام طور پر تمام مسلمانوں کے قلوب پر اس طرح حاوی تھی، کہ یہ ظاہری سلطنت اس کے آگے چل کر میر نہ تھی۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید رقعہ کیا۔ اسی زمانہ میں عبداللہ بن مبارک جو امام بخاری کے شیخ الشیخ اور بڑے پایہ کے محدث امیر المومنین کے لقب سے ممتاز ہیں، بھی رقعہ پہنچے۔ ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور اس قدر کشمکش ہوئی کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں، ہزاروں آدمی ساتھ ہوئے، اور ہر طرف گر دھچکا گئی۔ ہارون الرشید کی ایک حرم نے جو برج کے عزم سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے، لوگوں نے کہا خراسان کا عالم آیا ہے جس کا نام عبداللہ بن مبارک ہے، بولی حقیقت میں

عہ اس طرح کہ واقعات جناب میں صاحب شمس العلماء سید ندیر حسین پوٹی کے سفر پنجاب اور بنگال وغیرہ میں پیش آئے ۱۱۱

سلطنت اس کا نام ہے۔ ہارون رشید کی حکومت کوئی حکومت ہے کہ پولیس اور سپاہیوں کے بغیر ایک آدمی بھی حاضر نہیں ہو سکتا۔

ان حدیثوں میں جو لوگ اس معزز لقب سے محروم رہے۔ ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے یہ حسرت باقی رہ گئی، خلیفہ مامون رشید سلطنت عباسیہ کا بہت بڑا فرماں روا ہے، مامون کا زمانہ سلطنت عباسیہ کے اورچ کا زمانہ خیالی کیا جاتا ہے تمام دنیا کے سلاطین سلطنت عباسیہ سے لڑتے تھے، جب مامون مصر پہنچا تو ایک شخص نے اس کو مبارک باد دی کہ آج عراق۔ حجاز۔ شام۔ مصر آپ کے زیر نگین ہے اور رسول اللہ کے ابن عم ہونے کا شرف ان پر مستزاد ہے۔ مامون نے کہا ہاں، مگر یہ آرزو منور باقی ہے کہ مجلس عام میں شائقین جمع ہوں، اور مستحلی میرے سامنے بیٹھا ہوا اور کہے ہاں وہ کیا حدیث ہے؟ میں بیان کرنا شروع کروں۔ کہ حماد نے یہ روایت کی۔ ایک دن خلیفہ مامون نے اس حسرت کو پورا کرنا چاہا۔ یحییٰ بن اکثم سے جو قاضی القضاة تھے، یہ کہا کہ میری خواہش ہے کہ آج محدثانہ حدیث کی روایت کر دوں۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضور سے زیادہ کس کو یہ حق حاصل ہے، معمول کے موافق منبر رکھا گیا، اور خلیفہ مامون نے منبر پر بیٹھ کر بڑی قابلیت کے ساتھ درس دیا، قریباً تیس حدیثیں تحقیق و تنقید کے ساتھ روایت کیں، لیکن حاضرین کے رخ سے اس نے بہان لیا کہ لوگ مخلوط نہیں ہوئے، منبر سے اترا تو قاضی یحییٰ سے کہا، کہ سچ یہ ہے کہ تم لوگوں کو کچھ مزانہ آیا، حقیقت میں اس منصب کے وہی لوگ مستحق ہیں

عہدہ بہت سے لوگوں نے چاہا کہ وہ محدث کے لقب سے متاثر ہوں یا اپنے نام کو کسی طرح محدث یا حافظ حدیث کے لقب سے پکارا جاتا ہوا دیکھیں، لیکن علم و صدق، حافظہ جفا گشتی عمل، بالحدیث سیلان، ذہن اس فن کے ساتھ شفقت کی شہرہ محروم کر دیا

جو اس ذوق میں تن بدن کا خیال نہیں رکھتے، اور منبر پر بیٹھتے ہیں تو ان کے کپڑے بوسیدہ ہوتے ہیں، یہاں یہ گوش گزار کرنا ضروری ہے کہ مامون وہ شخص ہے جو فن حدیث میں علامہ، پیشم، عباد بن عوام، یوسف بن عطیہ، ابو معاویہ الضریر، اسماعیل بن علیہ، حجاج الاعور جیسے بلند پایہ محدثین کا شاگرد ہے، ان کے علاوہ امام مالک کے تلمذ سے مامون کو ایک عرصہ وصیت خاص حاصل ہے، خلیفہ ہارون نے مامون- امین کے لیے امام مالک کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ حریم خلافت میں قدم رنجہ فرما کر شاہزادوں کو علم حدیث پڑھائیں۔ لیکن امام مالک نے حریم شاہی میں جانے سے قطعی انکار کر دیا۔ آخر ہارون نے شاہزادوں کو امام مالک کے دائرہ دولت پر بھیج دیا اور عام درس گاہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا:

حدیثوں کے ستحفاظ کا انتہام اور اس میں احتیاط

احادیث رسول اللہ کے ساتھ ایسی قدانیت اور اس طرح کی جان نثاری مسلمانوں کو کیوں تھی؟ اس کے اسباب پر غور کرنے سے چند وجوہات سمجھ میں آتے ہیں:

پہلی وجہ قرآن کی چند آیتیں ہیں جو مسلمانوں کو اس پر مجبور کرتی ہیں:

(۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ
 أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ
 (۲) مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ
 أَطَاعَ اللَّهَ وَالنَّبِيَّ
 (۳) وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ

تمہارے لیے اللہ کے رسول میں یہی پیروی ہے،
 پیروی غیر حج احادیث قریب قریب غیر ممکن ہے،
 جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت
 کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
 جو اللہ کا رسول تم کو دے اس کو داد جس سے

وَمَا تَنْكُرُ عَنْهُ فَإِنَّهُمْ

(۴) قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ

فَاتَّبِعُونِي (آل عمران)

منع کرے یا نہ ہو (سورہ حشر)

کہو کہ اگر اللہ کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو

دوسری وجہ چند احکام اور فضائل و ہدایات جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً ارشاد فرمایا تھا جو درحقیقت انہیں مذکورہ بالا آیتوں

کی تفسیر میں ہیں۔

تم میں دو چیزیں ہیں جو چھوٹی ہیں جب تک

تم ان کو بھلائے رہو گے راہ حق سے بے راہ نہ ہو گے

ایک اللہ کی کتاب دوسرے اس کے رسول کی سنت

جس نے میرے طریقہ سے منہ پھیرا مجھ سے

نہیں ہے۔

جس نے میرے طریقہ کو دوست رکھا مجھ کو

دوست رکھا۔

خدا تر و تازہ رکھے ایسے مرد کو جس نے میری بات

سن کر یاد رکھا پھر اس نے دوسرے کو پہنچا دیا۔

سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

طریقہ ہے۔

(۱) ترکت فی کلامہم من لہم فخلوا

ما تمسکتہم بہما کتاب اللہ و

سنتا رسولہ (موطا)

(۲) من رغب عن سنتی فلیس

منی (متفق علیہ)

(۳) من احب سنتی فقد

احبنی (ترمذی)

(۴) نعم اللہ امر وسمع مقالی

فوعاها واداها

(۵) خیر الہدی ہدی محمد صلی

اللہ علیہ وسلم ورسولہ

عہ یہ ظاہر ہے کہ طاعت و تابعداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر جمع و علم عبادیت و مشکل اور سخت مشکل ہے یہ چند

آیتیں بطور نمونہ کے ذکر کر دی گئی ہیں ورنہ اس مضمون اور مقصد کی بہت سی آیتیں موجود ہیں یہاں استقصاء مقصود

نہیں ہے۔

۱۶) من احیی سنتہ من سنتی قد اہمیت بعدی فان لہ من الاجر مثل جو
 من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجرہ شیئاً (ترمذی۔ ابن ماجہ)
 (۱۷) علیکم سنتی دستہ الخلفاء الاشدین میرا اور میرے بانشینوں کا طریقہ لازم پکڑو
 ۱۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم لیبلغ الشاہد الغائب فرب
 مبلغ ادعی من سامع رمتفق علیہ حاضرین میری باتیں غائبین کو ضرور پہنچائیں
 کیونکہ بسا اوقات غائبین سامعین سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے۔
 ۱۹) اور مالک بن حویرث کی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا ارجعوا الی اہلیکم فاعلموہم
 صحیح بخاری، اور فرمایا صلوا کما راہتمونی اصلی رمتفق علیہ نماز پڑھو
 جیسا تمہ کو پڑھتے دیکھا۔

تیسری وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابوں کی محبت
 ان کا اخلاص، ان کا جوش، ان کا شغف ان چیزوں نے اصحاب رسول اللہ کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا کا شیدا بنا دیا تھا یہ پھیلی وجہ دونوں مذکورہ الصدور جوہل
 کے ساتھ مل کر روحن میں آگ کا کام دے گئی، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ شغف یہ
 جوش اسی حد تک محدود تھا جس حد پر ان کو قرآن رکھنا چاہتا تھا، اصحاب رسول اللہ
 کی یہ خاص صفت ہے جس کو خواجہ عالی نے ان چند لفظوں میں ادا کیا ہے۔
 رہ حق میں تھی وڈ اور بھاگ ان کی فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
 بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی شریعت کے قبضے میں تھی باگ ان کی
 جہاں کر دیا نرم زمانے وہ

عہ جس شخص نے میری کسی مردہ سنت کو نہا، کیا تو اس سنت پر تمام گناہوں کا اجر بھی پس کوٹے گا۔

جنال کر دیا گرم گرم گئے وہ

معاذ بن جبل کو جو شغف اور اخلاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا
 محتاج بیان نہیں کسی طرح حضرت معاذ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت
 گوارا نہ تھی، معاذ کو یمن بھیجنے کے وقت آپ نے فرمایا معاذ اب لوٹ کر آؤ گے
 تو مجھے نہ پاؤ گے، اس وقت معاذ کے قلبی اضطراب کا اندازہ ہماری قیاس سے
 باہر ہے، لیکن قرآن کے قطعی حکم اطیعوا الرسول نے معاذ کے اس دلی جذبہ اور قلبی
 جوش کو رجوان کو مدینۃ الرسول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو
 چھوڑ کر جانے کی کسی طرح اجازت نہیں دیتے تھے، جگر بند کر دیا اور چار و ناچار
 معاذ کو یمن جانا ہی پڑا۔ معاذ اپنی سواری پر یمن چلے تو سواری کا رخ یمن کی جانب تھا۔
 لیکن معاذ کا رخ مدینۃ الرسول کی جانب، سواری معاذ کو لے کر یمن چلی گئی لیکن
 معاذ کی آنکھیں، اُن کا دل، اُن کا دماغ مدینۃ الرسول کی در و دیوار سے وابستہ ہو کر
 رہ گیا۔ یہی شغف اور جوش اور اخلاص اصحاب رسول اللہ سے اُن کی صحبت میں
 تابعیوں نے سیکھا، اور مدیثوں کا استعناظ اس طرح ابتدائے اسلام سے جاری
 ہو گیا، اور محافظین کی پہلی جماعت، صحابہ یوں کی جماعت تھی، اصحاب رسول اللہ
 جن کو خدا نے اسی کام کے لیے پیدا کیا تھا، جن کے قوت حافظہ کی نظیر آج دنیا میں ملنی
 اور محال ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و تقریرات کے ولادہ ہوتے
 رسول اللہ کو ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں چھوڑتے، حضر و سفر سوتے جاگتے، صحت و مرض
 ہر حالت میں آپ کے حرکات و سکنات افعال و اقوال پر نگاہ رکھتے اور بنظر عمل دیکھتے،
 جب خلوت کا وقت ہوتا، اس وقت کی نگہبان بی بیائیں تھیں، ایک چھوڑ نو بیبیاں تھیں

اور آپ کا مکان حقیقت میں تعلیم نسواں کا ایک زمانہ مدرسہ تھا اور اہمات مومنین
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج) انہی کی طلبہ تھیں، جن کے معلم خود جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ عورتیں اسلامی احکام کی شائق و پسندیدہ تھیں
 جیسے آپ کے اصحاب، ان میں سب سے بڑھا ہوا نمبر حضرت عائشہؓ کا تھا جن کا
 شمار فقہائے مجتہدین میں کیا گیا ہے، اور محدثین ان کے مذہب کو اور مجتہدین کے
 مذہب کے ساتھ بیان کرتے ہیں، غرض کوئی قول و فعل رسول اللہ کا یادہ کام
 جو آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ نے اس سے انکار نہ فرمایا، یادہ بات جو
 آپ کے سامنے کسی نے کہی اور آپ نے انکار نہ فرمایا، ایسا نہ تھا کہ
 آپ کے اصحاب یا کسی صحابہ یا آپ کی بی بیوں کے صفات قلب پر پتھر کی
 لکیر کی طرح کندہ نہ ہو گیا ہو۔

جو صحابی نا صلے پر سکونت پذیر ہوتے انہوں نے اس کام کے لیے یہ انتظام
 کر رکھا تھا کہ دو آدمیوں میں باہم معاہدہ ہو جاتا کہ ایک رات تمام دن تم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہو۔ اور جو سیکھو دیکھو سنو مجھے آکر سکھاؤ تب
 سناؤ دوسرے دن یہی فرض میں انجام دوں گا، جس کو ایک بات بھی دربار
 رسالت کی مل گئی یا ایک لمحہ کے لیے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے جیسے حضرت عمرؓ والی مدینہ سکونت پذیر تھے آپ نے ایک انصاری صحابی کے ساتھ یہ بندش کی تھی اور جو
 بہت دور کے رہنے والے ہوتے جمعہ کے جمعہ آتے ۲

عہ علاوہ دوسری مصلحتوں کے ایک ضروری مصلحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد و ازدواج
 کی تعلیمات بھی تھی جو بغیر اس کے ممکن نہ تھی بالخصوص وہ احکام شرعیہ جو عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں ۱۲ منہ

کو دیکھ لیا تو وہ اس بات یا اس حالت کو جس میں آپ کو دیکھا تھا ایسا یاد رکھتا کہ کبھی اس کے صفحہ اول سے مٹ نہیں سکتی تھی اس کا بار بار اعادہ کرتا اور ایسی حفاظت کرتا کہ شاید سلطان وقت اپنے خزانے کی یا ایک مفلس اپنے ایک درہم کی ایسی حفاظت نہ کر سکے گا۔ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ آپ کے کرتے کا ٹکڑا کھلا ہوا تھا اس صحابی نے عمر بھر تک کھلا رکھا (ابو داؤد) یہ امر مسلم ہے کہ اسباب استحفاظ میں دو سبب نہایت قوی ہیں اول عام

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا جاگتے سوتے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے مجلس تنہائی حدیث میں داخل ہے جس کو زیادہ شرف صحبت حاصل تھا وہ زیادہ حدیث وان تھا گو اس نے روایت نہ کی یا کم روایت کی جیسے حضرت ابو بکرؓ پس اہل کوہ کو حضرت ابو بکرؓ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جس قدر معیت و صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نصیب ہوئی اس قدر کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہوئی لہذا جس قدر فیض نبوی سے وہ مستفیض ہوئے دوسرے لوگ مستفیض نہ ہوئے حضرت عمرؓ حضرت علیؓ عبد اللہ بن عمرؓ ابو ہریرہؓ وغیرہ جو لوگ کثیر الروایت تسلیم کئے گئے ہیں ان کے علم کو بھی حضرت صدیقؓ کے علم سے کوئی مناسبت نہیں علامہ ابن تیمیہ نے اس کو منہاج السنۃ میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے پس قلت روایت میں امام ابو حنیفہؒ یا دیگر ائمہ کو ذمہ حضرت ابو بکرؓ پر قیاس کرنا صریح ظلم ہے حضرت ابو بکرؓ کا علم الاحادیث میں سب پر فائق ہونا یقینی اور مسلم یہاں ائمہ کو ذمہ کا علم احادیث متنازع ذمہ مشکوک ہو موم ثبوت طلب محتاج اثبات پس ائمہ کو ذمہ قلت روایت میں حضرت ابو بکرؓ کیوں کر قیاس کئے جاسکتے ہیں اور کیوں کر کہا جاسکتا ہے فریبہ فی قلت الروایۃ مرتبہ الصدیق اگر ایسے ہی قیاس کرنا ہے تو ہر دلیل الروایۃ کو قلت روایت میں حضرت ابو بکرؓ پر قیاس کر سکتے ہیں۔ حیرت ہے کہ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی صاحب نے بھی حمایت للامام اس قیاس کے لکھنے میں تامل نہ فرمایا حالانکہ یہ صریح تسل ہے ۱۷ منہ

خلق اللہ کی گردیدگی۔ دوسرے سلطنت کی ضرورت اور اس کی مجبوری یہ دونوں سبب
علم حدیث کے لئے موجود تھے، ہم دونوں میں کچھ تفصیل سے کام لینا غیر مناسب نہیں
سمجھتے سلطنت کی توجہ اور اس کی ضرورت اور مجبوری کی وجہ تو نہایت ظاہر ہے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ کا زمانہ شروع ہوتا ہے،
خلافت راشدہ ہے اول اہل حدیثوں کے استخفاظ پر اس طرح مجبور کیا کہ خلیفہ کے
ذرائع میں احکام شرعیہ نافذ کرنے کے لئے ضروری چیزیں جاری کرنے کی ضرورت کے فیصلے
کرنے مسائل بتانے، داخل تھے نئی نئی صورتیں پیش آتیں ہیں خلیفہ وقت کی معلوما
ت کو کامیابی نہ ہوتی نہ وہ مسئلہ آیات قرآنی سے شفاف طریقہ پر مستنبط ہوتا اور قیاس سے
رجوع آئندہ چل کر اہل کوفہ کا مایہ ناز بن گیا، نہایت نفرت ہوتی، ایسی حالت میں علیؑ عوم
صحابہ میں اعلان کر دیا جاتا اور محضر صحابہ میں یہ مسئلہ یا فیصلہ طلب امر پیش کیا جاتا
اور ایک ایک صحابی سے پوچھا جاتا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی قول و فعل یا تقریر
در بار رسالت کی معلوم ہو تو بیان کرے، اگر کسی نے بیان کیا تو نہایت تشدد
سے کام لیا جاتا، اور بڑی سختی سے جرح کے سوالات کئے جاتے تاکہ
دعویٰ و شک اور تنہا کی گنجائش نہ رہے پہلا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی تدفین کا تھا۔ صحابہ میں باختلاف ہوا کہ آپ کس مقام پر دفن کئے
جائیں، ابو بکر صدیق نے حدیث روایت کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ نبی جہاں انتقال کریں وہیں دفن کئے جائیں آخر
اسی پر فیصلہ ہو گیا، اسی طرح حضرت عمر نے شام کا سفر کیا اور مقام سرع میں
پہنچے تو اجنادین عسک کے امراء (کمانڈران) سے ملاقات ہوئی، ان لوگوں نے

عہد اجنادین جند کی جمع ہے خاص چند شہر ہیں جن کے مجموعہ کو اجنادین کہتے ہیں ۱۲ منہ

شام میں شدت طاعون کی خبر دی، حضرت عمر نے مہاجرین اور لین کو جمع کیا اور طاعون کی شدت کی خبر دے کر پوچھا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہاں سے پلٹ جانا چاہیے کیونکہ آپ کے ساتھ اصحاب رسول اللہ میں ان کا ضائع کرنا مناسب نہیں، دوسرے لوگوں نے کہا، واہ، تن بتقدیر جس کام کے لیے ہم آئے ہیں اس سے منہ موڑنا مناسب نہیں، غرض دونوں نے قیاس سے کام لیا اور دونوں میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت عمر نے انصار کو طلب کیا انہوں نے بھی اپنے اپنے قیاسات دوڑائے۔ آخر تشفی نہ ہوئی۔ عبدالرحمن بن عوف کسی کام کو گئے ہوئے تھے آئے تو حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس زمین میں طاعون ہو وہاں مت جاؤ اور جس زمین میں تم موجود ہو اگر وہاں طاعون موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو۔ آخر اس حدیث کے سننے سے فیصلہ ہو گیا اور حضرت عمر لوٹ آئے (صحیح بخاری)

خود خلیفہ وقت کو حدیث معلوم ہوتی اور اس حدیث کی بنا پر فیصلہ کرتے تو اس حدیث کو محض صحابہ میں بیان کرتے، اس سے بھی حدیث کی عام طور پر اشاعت ہو جاتی حضرت ابوبکر سے ان کی خلافت کے زمانہ میں جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کی نسبت سوال کیا گیا، حضرت ابوبکر نے محض صحابہ میں قسم دے کر سوال کیا کہ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ سبب بالاتفاق کہا۔ ہاں اسی طرح حضرت عثمان پر مسجد نبوی کی توسیع اور اس کو توڑ کر مضبوط

۱۷۔ ہم انبیاء کی جماعت ہیں ہمارا ترکہ نہیں بنتا جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

بنانے پر اعتراض کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 فرماتے سنا من بنی مسجد اللہ بنی اللہ لد بیتانی الجنۃ۔

یہ اہتمام سلطنت کا حدیث نبوی کے ساتھ تدوین کے زمانہ تک برابر
 جاری رہا، اور جس قدر خلفا گذرے ایک نے ایک سے بڑھ کر تشدد سے کام لیا
 اگرچہ بحث کے طویل ہونے کا اندیشہ ہے۔ تاہم کچھ تفصیل سے کام لینا ضروری ہے
 کیونکہ آج آزاد خیال مسلمان جن کو قرآن کی ترمیم کا بھی خیال پیدا ہو گیا ہے، بڑھتے
 جاتے ہیں، حدیثوں کے ساتھ جیسا ان کا خیال ہے ظاہر ہے، اسی کی ایک شاخ
 فرقہ اہل قرآن ہے جو حدیثوں کے ساتھ شکوک پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ باقی
 نہیں چھوڑتا، اس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال
 کی کوئی وقعت نہیں۔ اپنے جی سے قرآن کے مطلب کو جیسا چاہتا ہے لگا لیتا ہے
 صلوٰۃ کے معنی بیان کرتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ حج وغیرہ ایک تیسرا فرقہ جاہلین علی تقلید
 کا ہے جو اپنے نامہ کے اقوال کو وحی آسمانی جانتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی حدیثوں کے ساتھ یہ لوگ بھی عجیب و غریب باتیں بتاتے ہیں کبھی تاویل کہتے
 ہیں کبھی تشکیک، کبھی انکار۔ کبھی دعوائے نسخ، کبھی دعوائے اضطراب، عرض
 جہاں جیسا موقع مل گیا بات بنا دی۔

ہم یہاں نماص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفا کا اہتمام فن حدیث
 کی نسبت نقل کرتے ہیں، جس سے حدیث کی تدوین اور اس کے متم بالشان
 ہونے کا پورا اندازہ کیا جاسکتا ہے،

۱۲۶ جس نے خدا کے لیے کوئی مسجد بنائی۔ خدا اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا ۱۲۶

میسون بن ہران کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کے زمانہ خلافت میں جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو ابوبکر پہلے قرآن میں غور کرتے اگر قرآن میں فیصلہ مل گیا تو فیصلہ دیدیتے، قرآن سے فیصلہ نہ مل سکا تو اپنے معلومات و احادیث میں غور کرتے تا اگر رسول اللہ کا فیصلہ مل گیا تو اس پر فیصلہ کر دیتے اگر اس میں بھی مجبور رہتے تو عام طور پر منادی کرتے کہ ہمارے پاس اس قسم کا مقدمہ پیش ہے کیا آپ صاحبوں کو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ معلوم ہے، بسا اوقات اس عام منادی سے جن کا حاضر ہونا ممکن ہوتا صحیح ہو جاتے اور رسول اللہ کا فیصلہ بیان کرتے، یہ سن کر ابوبکر صدیق خدا کا شکر کرتے کہ ہم میں رسول اللہ کی باتوں کے یاد رکھنے والے موجود ہیں اگر اس پر بھی غیر ممکن ہوتا تو صحابہ سے مشورہ لیتے جس پر اتفاق ہوتا، اس پر فیصلہ کر دیتے،

حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ عام صحابہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کیا تم

ابن محمد بن الصلح شازہی عن حضرت ابن بوقاز شامیوں بن ہران قال کان ابوبکر اذا ورج علیہ الختم نظری فی کتاب اللہ فان وجد فیہ ما یقضی بینہم قضی بہ وان لم یکن فی الكتاب و علم من رسول اللہ فی ذلک الامور حستہ قضی بہ فان اعیاء خرج فسال المسلمین وقال اتانی کذا وکذا فهل علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی ذلک بقضاء فرجا اجتمع الیہا نفر کاہرہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ فضلہ فیقول ابوبکر الحمد لله الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا فان اعیاء ان یجد فیہ سنتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع رؤس الناس بخیارہم فاستشار فاذا اجتمع رأیہم علی امر قضی بہ رداری مشہرا

لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں، یہ کہہ کر بے ضرورت محض تعلیماً وضو کر کے دکھاتے ہیں، مالک بن جویرث یہ کہہ کر صحابہ کی ایک جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ کیا آپ کو رسول اللہ کی نماز نہ دکھاؤں پھر پڑھ کر دکھاتے ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے کہ لوگ کہتے ہیں: ابو ہریرہؓ نے تو بہت سی حدیثیں رسول اللہ کی بیان کیں، میں کیوں نہ زیادہ بیان کروں کیوں کہ میں تو اسی کام کے لیے بیٹھا رہتا تھا پیٹ بھرنے کی فکر بھی تو مجھے نہ رہتی تھی میں تو اسی کام کے لیے وقف تھا، عام صحابہ کی یہ حالت بھی کہ جب کسی کو حدیث کے خلاف کرتے دیکھتے تو انہیں ٹوک دیتے اور کہہ دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل اس بارے میں یوں ہے، اگر خلیفہ وقت بھی کوئی کام کرتے تو دوسرے صحابی روکنے کے لیے تیار رہتے، ابو بکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو پڑھ کر اعتراض کر دیا کیف تقاتل الناس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ یعنی اصحاب کی یہ حالت تھی کہ خلاف قول و فعل رسول دیکھ کر روکنے لگتے۔

عورتوں کی بھی یہ حالت تھی کہ خلیفہ وقت کو خلاف حدیث فیصلہ کرتے ہوئے دیکھ کر روکنے کے لیے مستعد ہو جاتیں۔ فاطمہؓ بنت قیس نے خلیفہ عمرؓ کی بیروتی سلطنت کے ساتھ بھی ان کے فیصلہ پر اعتراض کر دیا اور خلیفہ وقت نے قرآن کی مخالفت کا الزام ان کی حدیث پر لگایا تو ہشیار صحابہ نے مخالفت کو موافقت سے بدل کر سمجھا دیا، حضرت بریرہؓ کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من باتیں بیان فرمائی تھیں وہ باتیں بریرہ کے لیے ایسے فخر تھیں، بریرہ ان کو فخریہ بیان کرتیں،

گویا اس وقت بجز قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات قابل اعتبار سمجھی نہیں جاتی تھی۔ امیر معاویہ میں کہ شام سے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا ہے میں کہ کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے لکھ بھیجو۔ ادھر حجاج بن یوسف کا ماتحت لکھ پر فوج بھیج رہا ہے اور دوسرے صحابی اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سناتے ہیں، وہ حدیث کا انکار نہیں کرتا نہ صحابی کو غلط گو کہتا ہے لیکن حدیث کا مطلب بدل دیتا ہے۔ ہر ایک صحابی دوسرے صحابی کی معلومات کا دارا و دہ ہے اور اس شوق میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے جس کی حدود پایاں نہیں، عبداللہ بن عباس صحابی ہیں لیکن اکابر صحابہ کے دروازہ پر صبح سے دوپہر تک صرف اس عرض سے بیٹھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات بیان کریں گے۔

تابعیوں کا جوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سننے کے لیے اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ ہمہ وقت صحابی کی تلاش میں ہیں ایک صحابی مل جلتے ہیں اور ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں، اور ایک حدیث سن لیتے پر گوہر شاہوار کی طرح محفوظ رکھتے ہیں، تابعین کے زمانہ میں جب کوئی بزرگ صحابی عالم کہیں پہنچ جاتا تو تابعین اور شائقین علم کا اس کے گرد و حام ہو جاتا اور سب کا دل ہی چاہتا کہ کسی طرح ساری حدیثیں ان کی مجھے آجائیں۔ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ابو درواز صحابی کے حالات میں لکھتے ہیں رأیت ابالدرداء دخل المسجد مع من الاتباع مثل ما یكون مع السلطان ہم نیا لون عن العلم را یک تابعی کہتے ہیں کہ میں نے

ابوہریرہ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ تابعین کی ایک جماعت تھی جس طرح بادشاہ وقت ہوتا ہے لوگ ان سے علم نبوی کا سوال کر رہے تھے ایک جماعت صحابیوں کی امام المؤمنین نبی بی عائشہؓ کے پاس یہ عرض کی کہ جاتی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سنتوں کو بیان کیجئے جو بعد عصر آپ پڑھا کرتے تھے وہ کہتی ہیں مجھ سے اچھا اس کو ام سلمہ جانتی ہیں انھیں کا واقعہ ہے ما نہیں کے پاس جاؤ!

حضرت عمر کی جبروتی سلطنت اور منتظم خلافت سے کون واقف نہیں؟ انہوں نے اس فن حدیث کے لیے کیا کیا اہتمام کئے خاص اس کے لیے بھی فقہوری تفصیل مناسب ہے

حدیث کے متعلق پہلا کام جو حضرت عمر نے کیا یہ تھا کہ روایتوں کے تفحص اور تلاش پر توجہ کی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احادیث کے استقصاء کا خیال نہیں کیا گیا تھا۔ جس کو کوئی مسئلہ پیش آتا براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کسی صحابی کو فقہ کے تمام ابواب کے متعلق احادیث محفوظ نہ تھیں۔ حضرت ابو بکر کے زمانہ میں زیادہ ضرورتیں پیش آئی شروع ہوئیں جیسا کہ مفصلاً گذرا اس لیے مختلف صحابہ سے استفسار کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور احادیث کی ڈھونڈھ شروع ہوئی استقرائہ کا راستہ نکلا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چونکہ زیادہ کثرت واقعات پیش آئے کیونکہ فتوحات کی اور نو مسلموں کی کثرت نے سینکڑوں نئے مسئلے پیدا کر دیے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت عمر نے احادیث کی تفتیش میں سعی

بلغ کی کہ یہ مسائل آنحضرت کے اقوال کے مطابق طے کئے جائیں، اکثر ایسا ہی ہوتا کہ جب کوئی نئی صورت پیش آتی خلیفہ اول کی طرح حضرت عمرؓ بھی مجمع عام میں جس میں اکثر صحابہ موجود ہوتے تھے، پکار کر کہتے کہ اس مسئلہ کے متعلق کسی کو کوئی حدیث معلوم ہے؟ تکبیر جنازہ، غسل جنابت، جزیرہ مجوس اور اس قسم کے بہت سے مسائل ہیں جن کی نسبت کتب حدیث میں نہایت تفصیل سے مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجمع عام سے استفسار کر کے احادیث نبویہ کا پتہ لگایا، چونکہ حدیث میں قدر زیادہ شائع اور مشہور کی جائے اسی قدر اس کو قوت حاصل ہوتی ہے اور پچھلوں کے لیے قابل استفادہ قرار پاتی ہے اس لیے حضرت عمرؓ نے اس کی نشر و اشاعت کی بہت سی تدبیریں اختیار کیں۔

(۱) حدیث نبویہ کو بالفاظ ظہا نقل کر کے اضلاع کے حکام کے پاس بھیجا، جس سے ان کی عام اشاعت ہو جاتی تھی۔ یہ حدیثیں اکثر مسائل اور احکام کے متعلق ہوتی تھیں۔

(۲) صحابہ میں جو لوگ دن حدیث کے ارکان تھے ان کو مختلف ممالک میں حدیث کی تعلیم کے لیے بھیجا۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں، چنانچہ فاروق اعظم عبداللہ بن مسعودؓ، اباجے بلوڑہ، منناد و معقل بن یسار و عبداللہ بن معقل و عمران بن حصینؓ، رابہ بصرہ، وعبادہ بن صامتؓ، ابوہریرہؓ وادراہ شام و معاویہؓ، راکہ امیر شام بودقہ، عن بن بلوغہ نوشت کہ از حدیث ایشاں تجاوز نکند۔

(۳) قیسری بات حدیثوں کے متعلق چھان بین کا مبلغ اہتمام۔ حدیثوں کی تحقیق و تنقید فن جرح و تعدیل کا ایجاد، ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعریؓ ان سے ملنے آئے

اور تین دفعہ استیذان کے قاعدہ پر کہہ کر السلام علیکم، ابو موسیٰ حاضر ہے، حضرت
 عمر اس وقت کسی کام میں مصروف تھے اس لیے متوجہ نہ ہو سکے، کام سے
 فارغ ہو چکے تو فرمایا کہ ابو موسیٰ کہاں ہیں، وہ آئے تو کہا تم کیوں واپس گئے، ابو
 موسیٰ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تین دفعہ
 ان مانگو، اگر اس پر بھی اجازت نہ ملے تو واپس جاؤ۔ حضرت عمر نے فرمایا اس روایت
 کا ثبوت دو، ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ ابو موسیٰ اشعری گھبرائے ہوئے صحابہ
 کے پاس گئے اور حقیقت حال بیان کی۔ ابو سعید خدریؓ نے آکر شہادت دی
 کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، ابی بن کعبؓ نے
 کہا کہ عمر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو عذاب دینا چاہتے ہو،
 فرمایا کہ میں نے ایک روایت سنی اور اس کی تصدیق کرنی چاہی ہے،
 فقہ کا ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ جس عورت کو طلاق بائن دی جائے
 اس کو عدت کے زمانہ تک نان و نفقہ اور مکان ملنا چاہیے، قرآن مجید میں
 ہے: **سَيَكُونُ مِنْ حَيْثُ سَكُنْتُمْ حِينَ تَبْتَئِينَ مِنْهُ** سے ثابت ہوتا ہے کہ مکان ملنا چاہیے
 اور مکان کے ساتھ نفقہ ایک لازمی چیز ہے، فاطمہ بنت قیس ایک صحابیہ تھیں
 ان کو ان کے شوہر نے طلاق بائن دی، وہ آنحضرت کے پاس گئیں کہ مجھ کو
 نان و نفقہ کا حق ہے یا نہیں، ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا نہیں، فاطمہ نے یہ حدیث حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کی تو حضرت عمرؓ
 نے اسے اسی تشدد اور احتیاط سے کام لیا، اور فرمایا **كَأَنَّكَ كِتَابُ اللَّهِ**

صحیح مسلم، اسے ہم ایک عورت کی بات پر اللہ کی کتاب نہیں چھوڑ سکتے معلوم نہیں کہ اس نے یاد رکھا یا نہیں،

بقول امراة لا ندري بعدا حفظت ما نسبتا گر چہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث پر
 عمل کرنے سے ترک کتاب التدریس ہے بلکہ یہ حضرت عمرؓ کا فہم ہے لیکن
 حضرت عمرؓ کے خیال میں جو بات تھی اس کے اعتبار سے ان کی یہ اعلیٰ درجہ کی احتیاط تھی،
 سقط کا مسئلہ پیش آیا تو حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا مغیرہؓ نے اس کے
 متعلق ایک حدیث روایت کی حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اور کوئی گواہ
 لاؤ، پنا نچہ جب محمد بن مسلمہ نے تصدیق کی تو حضرت عمرؓ نے تسلیم کیا اسی طرح
 حضرت عباسؓ کے مقدمہ میں جب ایک حدیث پیش کی گئی تو حضرت عمرؓ نے
 تائیدی شہادت طلب کی اور جب بہت سے لوگوں نے شہادت دی تو حضرت
 عمرؓ نے فرمایا کہ مجھ کو تمہاری نسبت بدگمانی نہ تھی لیکن میں نے حدیث کی نسبت
 اطمینان کرنا چاہا، حدیثوں کے متعلق یہ احتیاط حضرت ابو بکرؓ ہی نے شروع
 کی تھی راسی کی تکیس حضرت عمرؓ نے کی (تذکرۃ الحفاظ میں حضرت ابو بکرؓ کے حال
 میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے احادیث کے باب میں احتیاط کی وہ ابو بکرؓ
 تھے۔ اس احتیاط اور تشدد کا یہ اثر ہوا کہ صحابہ حدیث بیان کرنے کے وقت
 نہایت خون کھاتے اور اس کام کو نہایت مہتمم بالشان کام سمجھتے بعض بعض
 صحابہ کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ اپنے تلامذہ کو تاکید کرتے کہ کسی طرح کی بے احتیاطی
 نہ کرنے پائیں۔ عبداللہ بن مسعود کی نسبت محدثین نے لکھا ہے۔ یشد لانی
 الروایۃ ویزجو تلامذتہ عن الہتاد فی ضبط اللفاظ وایت میں بڑی سختی
 کرتے اور اپنے شاگردوں کو الفاظ حدیث کے پاؤ کرنے میں غفلت کرنے سے
 ڈانتے، خلفاء راشدین نے جو کچھ تشدد کیا وہ تو ان کا قانون سیاسی تھا اس کے

علاوہ آیت کریمہ:-

إِنْ جَاءَكَ كُفْرًا سِيقًا بِنَبِيٍّ

اگر کوئی بے دین کوئی خبر لائے تو خوب

فَكَفَيْتَنَا

پھر چپا لو اور مشہور حدیث

من كذب علي متعمداً أخطأ به يوم

جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا اس

اپنی جگہ جہنم میں بناٹی

مقعداً من النار

نے عامہ اصحاب رسول اللہ کو سخت محتاط بنا دیا تھا، بعض بعض صحابہ کے دلوں

میں خوف شدید پیدا ہو گیا تھا، مبادا کہیں پر کسی مضمون یا کلمہ کی زیادتی ہو جائے

یا کہیں پر چوک ہو جائے اور من کذب علی متعمداً کی شدید وعید میں گرفتار ہو جائیں

بعض صحابی اسی احتیاط کی بنا پر قال رسول اللہ کہنے سے بہت ڈرتے، اسی

احتیاط کے اقتضا سے ایک صحابی دوسرے صحابی کو غلط فہمی کے سوا کذب کا مصداق

نہیں سمجھتا تھا، لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عامہ صحابہ کا خوف یکساں نہ تھا، سب

کی طبیعت یکساں ہونی ممکن ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

سے بالکل محروم رہتے، صحابیوں میں جہاں ایسے لوگ تھے کہ قتل رسول اللہ

کہنے سے ڈرتے وہاں ایسے دل کے مضبوط اور ثابت بھی تھے کہ اپنا بس

خونے تک اشاعت حدیث میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے اور ولید بن علی بن ابی

بلغہ یعنی لوایتہ کے لیے اپنے کو وقت کر رکھتا تھا، ان میں حضرت ابو ہریرہ

عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ عبداللہ بن عباس جابر بن عبداللہ اس بن

مالک بن سعید خدری بن خاتم متاخر ہیں۔ یہ لوگ توری دل ہو کر انحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی حدیثیں روایت کرتے۔

ابو ذر غفاریؓ بڑے قدیم الاسلام صحابی ہیں، مکہ میں اسلام لائے اور اول اول
خانہ کعبہ کے پاس اظہار اسلام کیا تو کئی بار ان پر شدید ضرب پڑی، ان کا منقولہ
صحیح بخاری میں اس طرح منقول ہے۔

ولو وضعتم المصصامة على
هذا اشارة الى قناه ثم خلنت
اني انقد كلمة سمعتها من النبي
صلواته عليه وسلوة قبل از تجزئ
على لا نفذتها

یعنی اگر تم میرے قتل کے لیے میری گردن پر
تلوار رکھو اور مجھے گمان ہو کہ تلوار کھینچنے سے
قبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک
کلمہ بھی جو میں نے آپ سے سنا ہے سنا
سکوں گا تو میں ضرور کہہ دوں گا۔

حدیث کے ساتھ یہ انتظام اور احتیاط خلفائے راشدین کے وقت سے
شروع ہوتا ہے اور برابر تدوین تک جاری رہتا ہے، تاہم بیوں میں نقص شروع
ارجمہ، قدر اعتراض کے قصے چھڑ گئے، لوگوں کے جھوٹ پکڑے گئے تو بنا برآیہ کریمہ
ان جاز کفر فاسق بنیا نبتینوا اور بھی تشدد شروع ہو گیا اور جملہ لوگوں کو اسناد
نقل منشا مشلو، اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ دیتا، زبان زد ہر خاص
و عام ہو گیا اس لیے سلسلہ اسناد ایک مستقل فن قرار دیا گیا، جس کی بیسیوں شاخیں
ہیں۔ امام ابن سیرین فن حدیث کے رکن اعظم ہیں، فرماتے ہیں

ان هذا العلم دين فانظروا عمن
تأخذون دينكم

یہ علم حدیث دین ہے اس لیے تم دیکھ لیا
کہ وہ کس سے دین لیتے ہو،

عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ میں وہ خلیفہ ہیں جن کا شمار خلفائے راشدین کے
ساتھ ہوتا ہے۔ یہ تبع تابع ہیں انہوں نے ایک روز نماز عصر میں دیر کر دی اسلئے

عروہ بن مسعود تابعی نے تو کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبریل علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنا اور جبریل کا ابتدائی اور انتہائی اوقات نماز کے بتانا بیان کیا، خلیفہ وقت کو سخت تعجب ہوا اور استعجاباً پوچھا اہلہما تقول یا عروہ وکیہو کیا کہہ رہے ہو، عروہ نے فی الفور اس طرح سند پڑھ کر خلیفہ کو ساکت کر دیا کہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ میں ایک روز نماز میں دیر کر دی تو ابو مسعود انصاری نے فی الفور ٹوک دیا اور کہا کہ مغیرہ یہ کیا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جبریل نے آسمان سے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو روز نماز پڑھ کر نماز کے ابتدائی اور انتہائی اوقات بیان کئے تھے؟

عمر بن عبد العزیز کی جہاں اور یاد گاریں ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ علم حدیث کی باقاعدہ تدوین کا سنگ بنیاد انہیں کے اہتمام سے رکھا گیا گو اس سے پہلے حدیثیں لکھی گئیں۔ لیکن اس وقت تک زیادہ مدار زبان یاد پر تھا، عمر بن عبد العزیز نے فن حدیث کے ساتھ بہت بڑا اہتمام کیا، ام بخاری نے تعلیقاً جامع صحیح بخاری میں روایت کی ہے۔

یہی خلیفہ وقت عمر بن عبد العزیز نے	کتب عمر بن عبد العزیز الخلیفی بکر بن حزم
ابو بکر بن حزم کو لکھ بھیجا کہ اعدا حدیث رسول اللہ	انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خاص توجہ کے	اللہ علیہ و آلہ فانی خفت دروس
ان کو لکھ ڈالو مجھے علم کے مٹ جانے اور علم	العلم و ذہاب العلماء ولا یقبل الا حدیث
کے اٹھ جانے کا خوف ہے اور یہ بھی سنو	النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و لیفتوا العلم
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث	و لیجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان

العلم لا يهلك حتى يكون مستورا کے سوا اور کسی چیز پر عمل در آمد نہ کیا جائے

اور علم احادیث پھیلا یا جائے۔ لوگ اس کے درس و سنے کے لیے مجلسیں

قائم کریں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے ہیں جان لیں کیونکہ علم کی موت جب ہی ہے کہ چھپا یا جائے،

ابو نعیم نے تاریخ اصہبان میں اس قدر اور اضافہ کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے

صرف ابو بکر بن حزم ہی کو فرمان شاہی نہیں بھیجا بلکہ عامۃ اپنے کل عمال کو لکھ بھیجا کہ

انظروا حدیث رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فاجتوبوا

تم لوگ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید سے جمع کرو اور رفع الباری

نبی امیہ کے بعد خلفائے بنی عباس کا دور دورہ ہے، بنی عباس نے

اس میں کچھ کم حسد نہیں لیا، ہارون الرشید موطا کے پڑھنے کے لیے جو علم حدیث

کی امام الصحاح کہی جاتی ہے، امام مالک کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا ہے، موطا

کا وہ نسخہ جس میں ہارون الرشید نے پڑھا تھا مدت تک مصر کے کتب خانہ میں

موجود رہا جس کو خلفائے فاطمین کے تشیع نے ضائع کر دیا، امام مالک نے جب

صاف جواب دیا کہ صاحبزادگان امین و مامون کے لیے عام درس گاہ کے

سوا کسی خصوصیت کا لحاظ نہ ہو گا تو اس نے شاہزادوں کو امام مالک کی عام

درس گاہ میں حاضر ہونے کا حکم دے دیا،

خلفا اور سلاطین کے علاوہ عام مسلمانوں کے میلان طبع کا بھی اندازہ

کرنا ضروری ہے۔ جس کا ذیل کے واقعات سے پتہ لگایا جا سکتا ہے ان میں

عام صحابہ اور تابعین کے مذاق کا تذکرہ ہو چکا، امام بخاری کے شیخ سلیمان

بن حرب کے واسطے بغداد میں قصر خلافت کے قریب ایک مرتفع جگہ منبر کے

یہ تیار کی گئی تاکہ اس پر بیٹھ کر اٹھائے حدیث کریں، اس مجلس میں امیر المومنین
 مامون الرشید اور تمام امراء نے خلافت، حاضر تھے جو لفظ امام ممدوح کے
 منہ سے نکلتا تھا، اس کو امیر المومنین خود لکھتے جب کل حاضرین و درس کا
 تخمینہ کیا گیا تو چالیس ہزار نفوس اندازہ میں آئے۔

یحییٰ بن جعفر بنکیندی بیان کرتے ہیں کہ علی بن عاصم کے حلقہ درس میں تیس
 تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے، زید بن ہارون نے جب بغداد میں درس دیا
 تو اس میں ستر ہزار حضار کا تخمینہ کیا گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ علامہ فریابی نے بغداد میں اٹھائے حدیث کیا تو
 تین سو سولہ مستملی ان کی مجلس میں حاضر تھے جو شیخ کا لفظ لوگوں کو سناتے تھے
 اور حاضرین درس کا تخمینہ تیس ہزار تھا۔

ابوالفضل راوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جب میں نے علامہ فریابی سے حدیث سنی تو تقریباً
 دس ہزار آدمی ان کے پاس ایسے پڑھنے آئے تھے جو قلم و دوات لے کر بیٹھے

تھے امام ذہبی ایک دوسرے مقام میں فرماتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں یہ
 شوق اپنے رسول پاک کے اقوال و احوال کا اہل اسلام میں یہاں تک ترقی کر گیا
 تھا کہ ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار روایتیں رکھی جاتی تھیں۔

امام عاصم بن علی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے واسطے بغداد سے باہر نخلستان
 میں ایک بلند چوڑے پر بیٹھے تھے ان کے مستملی ہارون نے اپنے کمرے
 ہونے کے لیے ایک نمدار کجور کا درخت پسند کر کھا تھا، خلیفہ معتصم رحمۃ اللہ علیہ

ایک بار اپنا ایک معتد اس مجلس کے شرکاء کا اندازہ کرنے کے لیے بھیجا، معتد نے ارشاد و خلافت کی تعمیل کی تو ایک لاکھ تیس ہزار تک حاضرین کی تعداد پہنچی، جس قوم کے افراد ایک علمی مجلس میں سو لاکھ جمع ہو جائیں تو اس قوم کے سینہ میں کتنا شوق بھڑکا ہو گا۔ ان واقعات کے پڑھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان مجلس کے حاضرین کے شمار کرنے کا کیا طریقہ تھا اور حقیقتہً ان روایتوں پر وثوق اس طریقہ کی صحت و عدم صحت پر وثوق ذیل کا واقعہ اس سوال کا جواب دے گا۔

احمد بن جعفر راوی ہیں کہ جب ابو مسلم بغداد میں آئے تو رجبہ عثمان نامی مقام پر انہوں نے حدیث کا املا کیا سات مستملی کھڑے تھے، جس میں ایک دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے حدیثیں لکھتے تھے، یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ کس قدر آدمی اس وسیع میدان میں فرما رہے تھے۔ میدان مذکور کی پیمائش کی گئی، اور دو واٹوں کا شمار کیا گیا کچھ اوپر چالیس ہزار واٹیں شمار ہوئیں جو لوگ لکھتے نہیں تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ امام بخاری سے ان کی حیا میں نوے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری سنی اور اس کی روایت کی اجازت حاصل کی، حصہ اول میں ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ امام بخاری قزاق کے بعد بخارا جانے کے قصد سے روانہ ہوئے اور اہل بخارا کو یہ خبر معلوم ہوئی، تو حدیث رسول کے شوق میں کئی کئی منزل سے ان کا استقبال کیا گیا اور شہر میں اس شان و شوکت سے لائے گئے کہ لوگوں نے

ایسی شان و شوکت کسی بادشاہ اور سلطان کے لیے بھی نہیں دیکھی تھی یہ تھی گرویدگی
 اہل اسلام کی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، اور یہ تھی توجہ خلفاء
 اور امرا و سلاطین کی فن حدیث کی طرف سلسلہ اسناد کی دیکھ بھال اس کی چھان بین
 تحقیق و تنقید کی بنیاد و خلفائے راشدین میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق نے
 نے ڈالی، فرقہ حنابلہ کے وجود سے اس کی ترقی ہوئی، تابعیوں نے اس کے لیے
 اصول و ضوابط منضبط کئے، تبع تابعیوں میں اگر یہ ایک مستقل باضابطہ فن بن گیا،
 اور اسناد ایک بڑی پارکت چیز سمجھی گئی، اور اسلام کی خصوصیات سے
 شمار کی گئی۔ اگلی امتوں میں کہیں اس کا وجود بھی نہیں پایا جاتا۔ کیا یہودی یا
 عیسائی، اس امر کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ ثقہ عن ثقہ باسناد متصل اپنے مقتدا
 تک ایک مسئلہ یا ایک واقعہ کے بھی سلسلہ کو پہنچا سکتے ہیں یا کسی حواری ہی تک
 علامہ ابن حزم کا یہ مقولہ بہت صحیح ہے نقل الثقة عن الثقة حتی يبلغ به
 النبي صلی اللہ علیہ وسلم مع الاتصال خصوصاً باللہ بہ المسلمین ورسائل الملل
 بعض عیسائیوں نے ایک آدھ بات کی سند حضرت عیسیٰ تک پہنچانی چاہی لیکن
 بیچ سے بیسیوں واسطے غائب۔

بڑی خصوصیت فن حدیث اور سلسلہ اسناد کو یہ حاصل ہے کہ اس میں جتنا
 تخمین ظن کو دخل نہیں۔ یا تو مشاہدات ہیں۔ یا مسموعات، اتصال سند تو شیخ روادہ۔
 راوی مروی عنہ کی معاشرت، ان کا آپس میں لقاء سماع۔ یہ سب امور مسموعات یا

سہ ایک ثقہ سے دوسرے ثقہ نقل کریں۔ یہاں تک کہ یہ نقل اتصال سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 تک پہنچ جائے یہ ایک ایسی چیز ہے جو صرف مسلمانوں میں ہی ملتی ہے۔ بقیہ امتیں اس سے محروم ہیں، انہ تدریب الراوی

مشاہدات سے ہیں۔ دو شخصوں کی معاشرت یا آپس کے لقا کو سماع کو شخص حاضر رویت و مشاہدہ سے جانتا ہے، غائب حاضر کی شہادت سے جان سکتا ہے، روادے کا ثقہ ہونا، ضابطہ القلب ہونا، جید الحافظہ ہونا، حاضرین ملاقات و تجربہ سے جانتے ہیں، غائبین ان کی شہادت اور ان کے درمیان شہرت، امام بخاری کے حالات میں گذر چکا کہ امام بخاری کے ضابطہ القلب جیل الحافظہ ہونے کے واقعات مانوق العادۃ سے جانے لگے تو شہر بغداد کے کل اہل علم نے ملکر تجربہ کیا محدثین نے روادے کی نسبت جو کچھ ثقہ ثبت ضعیف و اہم صدوق شیخ و غیرہ الفاظ جرح و تعدیل لکھے ہیں کل کی بنا حس اور مشاہدات پر ہے نہ کہ رائے و قیاس پر اور زیادہ تر تجربات ہیں۔

قرآن نے خود تجربہ کے لیے امارات بتائے مثلاً وَجَاءَ الزَّكِيَّاتِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَلَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا إِنَّا بِهِمْ حَسِيٌّ وَمَشَاهِدَات سے ہیں، غرض جو کچھ ثقاہت عدالت کی نشانیوں میں بتائی گئی ہیں یا احادیث میں وارد ہوئیں وہ سب حس اور مشاہدات سے ہیں، پس ان امارات اور علامات سے ثقاہت عدالت ثابت ہو جاتی ہے اس لیے یہ نصی امر ہے، ان امارات ثقاہت و عدالت کے ساتھ عدم ظہور فسق اور غیر متہم ہونا، ان امارات کا موثق اور مصدق ہے، غور کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق ہونا ایسا امر یقینی تھا کہ کفار بھی باوجود ایسی عداوت کے آپ کے صادق ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ اور اسی

عہ غدا کے (مقبول و برگزیدہ) بندے وہ ہیں جو نہ میں پر اہستہ چلتے ہیں۔ اور جب ان سے نادان لوگ بات کرنے لگتے ہیں تو ان سے سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں ۱۲

عدم ظہور کذب کو وہ لوگ اس کی دلیل ٹھہراتے تھے۔ اگر یہ امر اجتہادی اور ظنی ہوتا تو کفار باین عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کا کبھی اقرار نہ کرتے، اسی سے یہ بات ثابت ہے کہ عدالت صدق اور امین ہونا ایسی صفتیں ہیں کہ کفار اس کے اقرار پر مجبور تھے اور انکار نہیں کر سکتے تھے اسی طرح روایت میں تشذوذ ایک حسی امر کا پایا جانا یا نہ پایا جانا ہے کوئی رائے و تجویز و تخمین کی بات نہیں کہ اس کو اجتہادی کہا جائے۔ علت قاعدہ نہ ہونا یہ حدیث صحیح میں قید سلبی ہے نہ وجودی، لہذا اجتہاد مجتہد کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں،

پس کسی محدث کا کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف یا موضوع وغیرہ کہنا مسائل اجتہادیہ میں داخل نہیں ہو سکتا نہ مجتہد کا اجتہادی مسئلہ حدیث کی تصحیح یا تضعیف کا پاسنگ ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض کوتاہ بینوں نے سمجھا ہے، فقہ اپنی رائے و استنباط پر خود ایسا اعتماد نہیں رکھتا کہ حتمی طور پر حکم لگائے اور اس پر عمل کرنا واجب قرار دے بخلاف اس کے محدثین کا کسی حدیث کو صحیح کہنا ایسا نہیں ہے کیونکہ وہاں تصریح موجود ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اصول کا یہ اتفاق مسئلہ ہے انھم اتفقوا علی وجوب العمل بکل ما صح، محدث کو بتا بر اسناد و دلائل حدیث کی صحت اور واجب العمل ہونے پر جزم ہوتا ہے اور فقہ کو اپنے مستنبط مسائل کی صحت پر خود ایسا جزم نہیں ہوتا کہ وہ اس کو واجب العمل کہے۔

شاید کوئی کوتاہ بین یہ کہے کہ راویوں کی روایت کو سچ سمجھنا تو محدثین کی

ع تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کو پہنچ جائیگی اس پر عمل واجب ہوگا

اپنی رائے ہے اور یہی اجتہادی امر ہے، لیکن اسے یاد رکھنا چاہئے کہ شخص عادل ضابطہ کے بیان پر وثوق کرنا اور پرچ سمجھنا تو نفسی اور اتفاقی مسئلہ ہے صرف اہل اسلام ہی کا نہیں بلکہ تمام دنیا کا اور یہ ایک فطرتی قانون ہے، گواہ عادل کی گواہی پر حکم کرنا نفسی اور اتفاقی بات ہے دو گواہ عادل کی گواہی پر حکم کرنا قرآن کا مخصوص مسئلہ ہے اس میں اجتہاد کو کیا دخل ہے۔

صحیح بخاری کی حدیثوں کو صحیح جاننا اس لیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس کی سندوں کے ہر طبقے میں دو راوی عادل ہیں الا انشاء اللہ ولادت روایت ہلال رمضان میں ایک شخص عادل کی گواہی پر حکم کرنا متفق علیہ ہے تبلیغ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض دفعہ صرف ایک صحابی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے تھے، اور وہ قرآن کی آیتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے تھے، ہر قل شاہ روم کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ایک شخص یعنی وحیہ کلبی لے کر گئے تھے، یہ قطبی ولائل ہیں اس امر کے کہ ایک عادل کی بات ماننی ضرور ہے، اس کی بحث کتب اصول میں نہایت طول و بسط کے ساتھ موجود ہے اسی واسطے مجتہدین اپنے قیاسی مسائل کو خبر احاد کے جناب میں کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔

احتجہ رحمہ اللہ بالضعیف علامہ سخاوی لکھتے ہیں انہما رحم کرے کہ جب
 حجت لورین فی الباب اس مسئلہ میں بجز ضعیف حدیث و دوسری دلیل
 غیرہ و معہ ابوداؤد و قدماہ نہ ملی تو اسی ضعیف ہی سے حجت پکڑا۔
 علی الرای والقیاس یقال اس میں شافعی کی متابعت ابوداؤد نے بھی کی

عن ابی حنیفۃ ایضا ذلک وعن ان دونوں نے حدیث ضعیف کو رائے و قیاس پر مقدم کیا اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا بھی کہا جاتا ہے امام شافعی تو حدیث مرسل سے

بھی حجت قائم کرتے ہیں جب بجز مرسل و دوسری دلیل نہیں پاتے ،

لان الخبر یقین باصلہ وانما دخلت الشبهة فی نقلہ والراۃ مختلف باصلہ محتمل فی کل وصف مکان الاحتمال فی الراۃ اصلا و فی الحدیث عارضاً فلا بد ان یقدم الحدیث علی الضعیف علی القیاس

فاضل لکھنوی مولوی عبدالحی اس کی وجہ لکھتے ہیں کیونکہ حدیث نصی چیز ہے شہر نقل سند کی وجہ سے پیدا ہوا اور قیاس خود باصلہ مختلف فیہ ہے اور ہر طرح مشتبہ ہے۔ پس قیاس میں احتمال اصلی ہوا اور حدیث میں عارضی اس وجہ سے حدیث ضعیف ضرور قیاس پر مقدم ہوگی۔

شاید بعض لوگوں کے واسطے میں یہ آئے کہ جب حدیثوں کی تفسیر تفسیر ضعیف وغیرہ کا مدار امور حسیہ ٹھہرے اور اجتہاد کو کوئی دخل اس میں نہیں ہوا تو پھر بعض حدیثوں کی تفسیر و تفسیر میں اختلاف کیوں ہے، بعض راویوں کی توثیق و تفسیر میں حدیث باہم مختلف کیوں ہیں، لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس اختلاف کی چند وجوہات ہیں (۱) ایک حدیث کی دو سندیں ہیں، ایک ضعیف دوسری صحیح۔ وہ حدیثیں میں ایک کے وہ حدیث بسند ضعیف پہنچی، دوسرے کو بسند صحیح۔ اس لیے ایک نے صحیح کہا دوسرے نے ضعیف۔ (۲) دونوں کو ایک ہی سند ضعیف سے حدیث پہنچی، لیکن ایک کو اس کے شواہد مل گئے اس لیے اس نے صحیح کہا۔ دوسرے کو نہیں پہنچے

اس نے تصحیح نہ کی، محدثین کی اصطلاح میں حسن لذاتہ حسن لغیرہ کے یہی معنی ہیں ۱۳۱
 یادوں کو شواہد ملے مگر تضعیف کرنے والے نے باعتبار سند خاص و متن خاص
 کے تضعیف کی، چنانچہ جامع ترمذی کے متن میں یوں ہے غریب بھذ اللفظ
 اس کے یہی معنی ہیں کہ باعتبار متن خاص کے وہ حدیث غریب ہے (۱۴) یا کسی
 امام کی جرح کسی راوی پر دیکھ کر حدیث کی تضعیف کی حالانکہ جرح کرنے والے
 نے اس جرح سے تحقیق کے بعد رجوع کیا تھا جس کی اطلاع تضعیف کرنے والے
 کو نہیں ہوئی۔

راویوں میں اختلاف اسی بنا پر ہوا کہ کبھی ایک ہی امام نے کسی راوی کے حالات
 کا پتہ لگایا اس وقت اس میں کوئی امر قابل جرح نہ تھا، پھر آگے چل کر اس نے اپنی
 حالت بدل دی اس لیے اسی امام نے آگے چل کر اس پر جرح کر دی، لیکن تلامذہ
 نے امام سے دونوں قول سنے کچھ لوگوں نے تعدیل سنی انہوں نے تعدیل روایت
 کی، دوسرے تلامذہ نے جرح روایت کی حالانکہ دونوں کے دو وقت تھے
 کبھی کسی راوی کا ایک امام کو مفصل حال معلوم نہ ہو سکا یا جہانتک معلوم ہوا
 کوئی امر قارح نہیں تھا، لیکن دوسرے امام نے جا کر اچھی طرح سے اس کے حالات
 تحقیق کئے، اور اس راوی میں وہ باتیں پائیں جو قابل جرح کے تھیں اس لیے اس
 دوسرے امام نے جرح کر دیا اور صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں کو ایک خاص مرتبہ
 یہ حاصل ہے کہ ان میں تو اترے معنوی پایا جاتا ہے گو تو اترے صورتی نہ ہو۔ حجۃ اللہ
 البالغہ میں ہے۔

اما الصحیحان فقد اتفوا الحدیثون . یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم کی یہ حالت ہے

علی ان جمیع ما فیہ مما من
 من المتصل المر فوع صحیح بالقطع
 وانہما متواتران الی مصنفہما
 وانہ کل من یحییٰ امرہما ذہو مبتدأ
 متبع غیر سبیل المؤمنین
 کہ تمام محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ جو حدیثیں
 ان دونوں میں متصل مرفوع ہیں وہ یقیناً صحیح
 ہیں اور ان کے مصنفین تک متواتر ہیں اور
 جو ان کی شان کھٹائے گا وہ بدعتی ہے اور
 مسلمانوں کے طریقہ سے الگ ہے،

اس کے بعد اب ہم بعض ان خصوصیات کو مختصر طریقہ پر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں
 جو امام الحدیث کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور جن سے بڑے بڑے محدثین کے اس میں خالی ہیں
 ۱۔ ایک بڑی خصوصیت امام صاحب کی ذات کے ساتھ یہ وابستہ ہے کہ انہوں نے
 احادیث کی تنقید اور تصحیح کے لیے عامۃً نہایت شدید شرط لگائے اور بالخصوص
 جامع صحیح کے لیے اس شدت میں بھی اور چند اضافہ کئے۔

۲۔ مثلاً معنی روایت امام الحدیث کے نزدیک حرج و معاصرت سے معتبر نہیں
 ہو سکتی جب تک راوی اور مروی عنہ کا تقابلاً ثابت نہ ہو اس تشدد کی وجہ سے ان کے
 بعض وہ تلامذہ جن کو امام صاحب کے ساتھ نہایت خلوص اور عقیدت تھی،

۳۔ قال الحافظ ابن کثیر و ہذا رای محل الاسناد والمعنی علی السماع اذا تعاصر واقع البراہة عن وصمة التذلیس
 ہو الذی اعتمدہ مسلم فی صحیحہ و شیعہ فی خطبہ علی من بشرط مع العاصرة اللقی تسمی قبل انہ یزید البخاری والنظر ہر نہ یرید
 اہلی بن المدینی فانہ بشرط ذاک فی اصل صحیح الحدیث وانا البخاری فانہ لا یشترط فی اصل الصحیح و لکن الرجم ذلک فی
 کتابہ الصحیح وقد اشترط ابو المنظر السمعانی مع الاقواء طول الصحیبة و قال ابو عمر والذانی ان کان معروفا بالروایة عنہ قبلت
 العننہ و قال القلابی ان اورد کہ اردا کا بینا انتہی راختصار علوم الحدیث او الباعث الحدیث الی معرفۃ علوم
 الحدیث صلیت قال الحافظ ابن کثیر من ان البخاری لم یشترط اللقی فی اصل الصحیح بل التزم (بانی بر صغیر کثیر)

مخالف ہونے اور بڑے زور وں سے اس مخالفت کا اظہار کیا۔ زبانی چھوڑ تصنیفات
 تک میں اس مخالفت کا ذکر کیا، امام صاحب نے اس کی مطلقاً پروا نہ کی۔ امام
 صاحب کا خیال اس جانب تھا کہ سلسلہ اسناد میں جس قدر تشدد کیا جائیگا
 اسی قدر حدیث کی پختگی و رجحان کمال تک پہنچے گی،
 ۲۔ متساہل کی روایت بلا متابعت معتبر نہیں، اسی واسطے کوئی روایت
 ایسے راویوں سے جامع صحیح میں مذکور نہیں ہے۔

اسی تشدد کی بنا پر جس راوی سے امام صاحب نے صحیح بخاری میں اصولاً یعنی
 تعلقاً یا متابعتاً نہیں روایت کی اس کے بارے میں محدثین کا یہ جملہ مشہور ہو گیا۔
 دھندا جاننا القنطرة) یہ راوی تو پہلے سے پارا تر گیا۔ عرض یہ کہ اب اس راوی کے
 بارے میں کچھ دیکھنے اور جاننے کی ضرورت نہیں، اس تشدد کا باعث یہ تھا کہ
 اس وقت مدلسین اور متساہلین کی بڑی جماعت پیدا ہو چکی تھی، بہت سی حدیثیں
 ضعیف الحافظہ اور متساہلین کی رائج ہو گئی تھیں۔ وراق خود امام بخاری سے
 ناقل میں کہ آپ نے فرمایا ایک ہزار حدیثیں ایک شیخ کی ہیں نے اسی تدلیس کے

دعاشیہ یقیہ صفحہ سابقہ ۱۸۱ کف فی کتابہ الصحیح فلا یخرج حدیثاً مرویة عنہ لغیرہ فی صحیحہ الا بعد ثبوت لیسان
 فیہ فہذا تشدید منہ علی نفسہ فی ہذا الکتاب فقط وادبہ لم یرد مسلم فی خطبہ البرد علی البخاری و التشیع علیہ بل اراد
 علی بن المدینی شیخ البخاری فکنا اشترط ذلک فی اصل الصحیح ہوا الظاہ عندی الیغناہ ہذا ظہر خطا، ما اشہر من العلاء
 من ان البخاری اشترط اللقار للصحیح مطلقاً وان مسلماً انما اراد فی خطبہ التشیع علی شیخ البخاری فلیتنبہ
 علی ذلک و کتبہ عبید اللہ الرحمانی (۱۲)

دعواشی صفحہ ۱۸۱ سے ایک مسند کو دوسری سند کے ساتھ تقویت دینا ۱۲۱ ۱۳۱ مقدمہ الفتح ۱۳۱

شہ پر ترک کر دیں اور اسی طرح ایک اور دوسرے شیخ کی یا اس تشدد اور سخت شرائط کے ساتھ کمال یہ ہے کہ ممالک اسلامی کو چھان کر علاوہ دیگر تالیفات کے ایک ضخیم اور جامع تالیف صحیح صحیح روایتوں کو انتخاب کر کے اہل اسلام کے سامنے پیش کیا جس کی نظیر نہ ہو سکی، اور یہ تشدد اور سختی شرائط محض زبانی باتیں نہ تھیں جیسا کہ بعض معتقدین اپنے امام کی نسبت دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بڑے پایہ کے محدث تھے اور جب ان پر قلت روایت کا اعتراض ہوتا ہے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ان کے شرائط بہت سخت تھے اور اس میں بڑی لابی چوڑی تقریریں کرتے ہیں لیکن جب ان کو یہ دکھلایا جاتا ہے کہ جن کی نسبت تم تشدد اور سختی شرائط دعویٰ کرتے ہو ان کی روایتیں اکثر منقطع مراسیل اور بلاغیات ہیں اور انہیں سے استدلال کیا گیا ہے تو مضطر بانہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ بھی تو قلیل روایت تھے لیکن یہ ایسا غلط جواب ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ حضرت ابو بکرؓ یہ امام ابو حنیفہؒ یا دیگر فقہانے اہل عراق کو تیس کرنا تیس مع الفارق ہے وہاں فیض صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی طویل صحبت کی وجہ سے مسلم احادیث یقینی یہاں ثبوت طلب

(۲) ایک بہت بڑی خصوصیت فقہ الحدیث کی تدوین ہے جس طرح صحیح بخاری اپنی صحت کے اعتبار سے بے نظیر ہے اسی طرح یہ مبارک اور مقدس کتاب تدقیق مسائل اور فقہیت کے اعتبار سے اپنی آپ نظیر ہے فقہ محمدی کی تدوین کی بنا اگرچہ عبداللہ بن مبارک سفیان ثوری امام مالک اور ان کے معاصرین محدثین نے ڈالی لیکن امام الحدیثین نے اس کو اوج کمال پر پہنچایا،

اس وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری فقہ محمدی کے مکمل ہیں، فقہ محمدی کی تدوین جن باریک اور غامض اصولوں پر کی اس کا اندازہ علامہ ابن خلدون کے اس قول سے ہو سکتا ہے رحمہ اللہ محمد بن اسمعیل قانہ اصل الاصول ای اصول الاحکام آگے چل کر اس فن کو اس قدر ترقی ہوئی کہ ایک ایک حدیث سے تقریباً تین تین سو مسائل استخراج و استنباط کئے گئے چنانچہ عمدۃ الاحکام اور الامام دو دیگر تالیفات اس کے شواہد موجود ہیں۔

(۳) تاریخ الرجال کی تدوین کی طرف جس طرح امام بخاری نے توجہ کی یہ ان کی خصوصیات سے ہے۔ اس فن کا سنگ بنیاد گو یحییٰ بن سعید قطان نے رکھا لیکن باقاعدہ اور اہتمام بلیغ کے ساتھ اس کی تدوین امام بخاری نے کی اس مبارک فن کی تدوین کا خیال امام صاحب کو کیونکر ہوا۔ امام صاحب نے جن مہمات کو اپنا ضروری فرض قرار دیا تھا، ان میں صحیح حدیثوں کا انتخاب اور تنقیدی نظر سے جانچنا سب سے اہم تھا، اس کے لیے جہاں اور چیزوں کی ضرورت تھی، ایک ضروری فن، فن تاریخ الرجال بھی تھا، امام صاحب سے پہلے کذاب و صنایع، افترا پر وازوں کی ایک جماعت قائم ہو چکی تھی، اس تدوین فن الرجال کی بدولت سینکڑوں افترا پر وازوں کے راز فاش ہو گئے، اور ہزاروں غلط واقعات کی قلعی کھل گئی، اس فن کی تدوین سے پہلے مفسرین واقعات و روایات تیار کرتے اور خوش اعتقاد لوگ مان لیتے، اسی طوفان بے تمیزی نے امام صاحب کو فن تاریخ کے اس خاص

عہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے "ادل من جمع کلامہ فی ذلک یحییٰ بن سعید القطان" یعنی اول جس نے اس فن میں کتاب جمع کیا وہ یحییٰ بن سعید قطان ہیں لیکن واضح ہو کہ وہ باقاعدہ تصنیف نہ تھی ۱۲

شعبہ کی طرف متوجہ کیا اور امام صاحب نے تاریخ کبیرہ تاریخ اوسطہ تاریخ
صغیرہ لکھی۔ ایک اعتبار سے اس فن کی یہ اول تالیفات ہیں اسی واسطے امام اسحق بن
راہویہ نے تاریخ کبیرہ لکھی تو فریفتہ ہو گئے اور امیر طاهر خلیفہ کے دربار میں
پیش کر کے فرمایا الا ایک سحرا!

امام صاحب نے اس فن کی تدوین سے صرف فن حدیث ہی کی خدمت نہیں
کی بلکہ دنیا پر ایک احسان عظیم کیا۔ آنے والی نسلوں کو تاریخ کے ایک خاص شعبہ
کی طرف متوجہ کر گئے، امام صاحب کے نشان قدم پر سینکڑوں تصنیفیں لکھی گئیں،
اب تک یہ سلسلہ جاری ہے، مسلمانوں کے علاوہ اہل یورپ نے اس کو بڑی وقعت
کی نگاہ سے دیکھا۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ جہاں بہت سی خصوصیات وابستہ
ہیں ان میں ایک خصوصیت اس فن کی تدوین بھی ہے، اس فن کی برکتوں کا
اندازہ ذیل کے واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔

ابو المحاسن وغیرہ امام ابو حنیفہ کی سیرت میں ذیل کا واقعہ لکھتے ہیں، جو
فقہائے حنفیہ میں بلا نکیہ شہرت پذیر ہے۔

امام ابو حنیفہ کو عمار بن ابی سلیمان کے بعد کوفہ کی مسند ورس پر بٹھایا گیا تو آپ نے
بمشکل قبوا فرمایا انہیں دونوں خواب میں دیکھا کہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر
مبارک ہے، کھود رہے ہیں۔ ڈر کر چونک پڑے اور سمجھے کہ میری ناقابلیت کی طرف
اشارہ ہے، امام ابن سیرین علم تعبیر کے استاد مانے جاتے تھے۔ انہوں نے تعبیر
بتائی کہ اس سے ایک مردہ علم کو زندہ کرنا مقصود ہے۔ امام صاحب کو تسکین

ہو گئی، اور اطمینان کے ساتھ درس میں مشغول ہو گئے، اس واقعہ میں راہ امام ابوحنیفہ کا بعد انتقال حماد بن ابی سلیمان ان کی مسند درس پر بیٹھنا ۱۲ خواب دیکھنا ۱۳ امام ابن سیرین سے تعبیر لوجھنی یہ تین باتیں مذکور ہیں، حماد بن ابی سلیمان کا انتقال ۱۲ ہجری میں ہے اس کے دس برس قبل ۱۱ھ میں امام سیرین کا انتقال ہو چکا تھا اس لیے یہ واقعہ تاریخی حیثیت سے جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ بلا تامل یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امام ابوحنیفہ نے خواب دیکھنے سے دس برس پہلے تعبیر لوجھنی ہو۔

عہ اسی طرح ہمعصر شمس العلماء نعمانی صاحب نے امام ابوحنیفہ کی تدوین فقہ کا طریقہ بتایا ہے جس کو عصر موصوف نے گو ابوالمحسن ہی سے نقل کیا ہے لیکن اپنی سحریانی کا اس پر نیازگ چڑھایا ہے۔ ہم عصر موصوف کے الفاظ یہ ہیں، یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، قاضی ابویوسف، داؤد طائی، حبان، ہندل حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے، امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے، قاسم بن معن اور امام محمد کو ادب و عربیت میں کمال تھا، امام صاحب نے ان لوگوں کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع ہوئی، اس کام میں کم و بیش تین برس کا زمانہ صرف ہوا، یعنی ۱۲ھ ہجری سے ۱۵ھ تک۔

ہم عصر موصوف کے اس بیان کردہ واقعہ کو مشہور مناظرہ علامہ رحیم آبادی نے اسی فن تاریخ الرجال کے معیار سے اس طرح جانچا ہے کہ امام محمد کی ولادت علی اختلاف الروایات ۱۲۵ھ خواہ تیس یا ۱۳۱ھ سے دیکھو ابن خلکان، امام محمد قبل ولادت ۱۲۱ھ میں اس مجلس میں کیونکہ شریک ہوئے، قاضی ابویوسف ۱۳۳ھ یا ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے، اس حساب سے ان کا سن ۱۳۱ھ ہجری میں آٹھ سات برس کا ہوتا ہے۔ بالخصوص جبکہ امام ابویوسف افلاس کے باعث معاش کی فکر میں رہا کرتے بہت پیچھے پڑھنا شروع کیا، پھر ۱۳۱ھ میں اس مہتمم بالشان مجلس کے ممبر کیونکر ہوئے، امام زفر ۱۲۱ھ میں پیدا ہوئے، اس حساب سے ان کا سن ۱۳۱ھ میں دس گیارہ برس کا تھا۔ ان کا اس مہتمم بالشان مجلس میں شریک ہونا محض غلات عقل و غلات وراثت، دبیقہ بر صغیر آیتہ)

اس سے فن تاریخ الرجال کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ امام بخاری کی بارہ پک ہیں نگاہ نے اس کو ضروری سمجھ کر ان کو پہلے اسی کی طرف متوجہ کیا اور پہلے ہی سفر میں مدینہ پہنچ کر قبل تالیف صحیح بخاری کی تدوین میں مصروف ہوئے، اور تاریخ کبیر کا مسودہ لکھا۔

(۴) ایک بڑی خصوصیت امام بخاری کی یہ ہے کہ اگلے فقہانے محمد بن یحییٰ بن یوسف وغیرہ اپنی تالیفات کی بنیاد پر صرف ابواب فقہیہ پر لکھتے یا تالیفات پر یا عبادات یا عز و ات یا طب یا عقائد وغیرہ پر یا ان میں کی چند باتیں جمع کرتے، امام بخاری کی سب سے پہلی یہ تالیف ہے جو باوجود التزام صحت و تشدد و شرائط کے تمام فنون اسلامیہ کی جامع ہے، اس کے بعد بہت سے مؤلفین نے امام صاحب کا خاکہ اڑایا مگر

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خداے بخشندہ

تشدد و صحت، وقت نظرِ خودت تھا بہت وغیرہ تو درکنار، اس قدر فنون بھی

البعیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ جہان نے ۱۱۰۰ھ میں وفات پائی اور وفات کے وقت ان کا سن ساٹھ برس کا تھا اس حساب سے ۱۱۰۰ھ میں ان کا سن آٹھ برس کا ہوتا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ ۱۱۰۰ھ میں آٹھ و حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ یحییٰ بن ابی زائدہ ۱۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ پھر ان کی شرکت ۱۱۰۰ھ میں وہ مجلس کبیر کی ترتیب دی گئی، محصر موصوف کا یہ لکھنا کہ ان لوگوں کی شرکت امام صاحب نے ۱۱۰۰ھ میں وہ مجلس مرتب کی اور یہ نہیں تو اور کیا ہے، واللہ! مذکورین بالا مبروں کے سنین ولادت بھی آپ نے لکھے ہیں، انہوں نے فن تاریخ کی فلسفہ دان ہو کر آپ نے اس مجلس تدوین فقہ کو تنقیدی نگاہ سے نہ جانچا بلکہ نہایت فصاحت و سحر بیانی سے اس کو فقط چمکا دیا ۱۲۱۰ھ حواشی صفحہ ۱۲۱۰ مقدمہ الفتح ۱۷۔

وہ اکٹھے نہ کر سکے۔ صحیح بخاری ہی ایک ایسی کتاب ہے جس پر صحیح اور جامع دونوں کا اطلاق صحیح ہے، جامعیت کی یہ حالت ہے کہ کیفیت وحی اور ابتدائے وحی رحمن سے اسلام کی بنا قائم ہوتی ہے اسے لے کر تمام فنون عقائد عبادات معاملات سیر بدو العالم، عزوات، تفسیر، فضائل، طب، آداب، رقائق، توحید، وغیرہ اس طرح ہم ۵ فنون اسلامیہ کی جامع کتاب لکھی، ملکی، سیاسی قوانین کے علاوہ روزمرہ کے جزئی معاملات کس طرح روشن اور صاف دلائل سے مستنبط کئے۔ عرض بعد کتاب التہذیب ایک ایسی کتاب ہے جو دین اور دنیا دونوں کے معاملات کو سلجھاتی ہے، اور مصنف کے تمام فنون میں قابلیت کی شہادت دیتی ہے، ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ امام بخاری سہو اور نسیان سے پاک تھے، لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود امام صاحب نے اس تالیف کو بڑے بڑے نقادان فن امام احمد بن حنبل، ابن معین، علی بن مدینی اور ان کے معاصرین اپر پیش کیا، ان لوگوں نے ایک ایک حدیث جاہل کر صحت پر اتفاق کیا۔ اسی طرح امام بخاری کے بعد تمام ماہرین فن حدیث نے جن کا تہجرت مستم تھا مجموعی قوت سے اس کے ایک ایک لفظ کو جانچا۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اس کے ایک ایک موضوع پر مستقل تصنیفیں لکھیں اور کسی ایسے مقام کو جہاں ذرا بھی رکنے کی جگہ ہو فنون حدیثیہ کی کسوٹی پر کس کر مستقل بحث لکھے بغیر نہ رہ سکے تو اب وہ لوگ جو اس فن سے نااہل ہیں جن کے دماغ نکات حدیثیہ کی سطح تک بھی نہیں پہنچتے اگر صحیح بخاری کی عام مقبولیت پر شور و شغب مچائیں تو کب قابل انتقادات سے رہیں گے۔

سہ نورمی فشانہ و سگ بانگ میزند

۱۵) امام بخاری کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ قرآن اور روایات ہمدلی سے فن حدیث کے اصول و ضوابط کو مستحکم کرنا چاہیے۔ علم حدیث کے بہت سے اصول گوراٹج ہو گئے تھے لیکن ان کو بائنا بطرف بنانا اور استدلال کی کسوٹی پر جانچ کر پیش کرنا اب تک مروج نہیں تھا۔ امام صاحب نے جامع صحیح میں ان اصول کو مستحکم کرنے کا ضابطہ فن کی صورت میں پیش کیا۔ اس کی بعض مثالیں یہ ہیں مثلاً حدیث یثیبیہ کے دو طریقے پہلے سے چلے آتے تھے (۱) ایک یہ کہ محدث پڑھے اور طالبین سنیں (۲) دوسرے یہ کہ خود طالب حدیث سنائے اور استاد سنتا جائے اور رنعم ہاں کتابائے اس میں محدثین کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک جماعت جن میں حسن بصری، سفیان ثوری، امام مالک وغیرہ جیسے کامل الفہم ہیں کہتی ہے کہ اگر طالب پڑھے اور محدث سن کر رنعم یا ایسا ہی کوئی لفظ کہے جس سے تسلیم کرنے کے معنی نکلتے ہوں تو شاگرد وحدہ ثنائیوں کہہ سکتا ہے اور اس سے حدیث اور سلسلہ سند کے استحکام میں کوئی خلل نہیں پیدا ہو سکتا دوسری جماعت اس کی مخالف تھی۔ امام بخاری نے اخذ کے دونوں طریقوں کو جائز ثابت کیا۔ اور اس طرح منعقد کیا القراءۃ والعرض علی المسامع اور دونوں دعویوں کو بڑے واضح طریق پر ثابت کیا۔

اسی طرح ایک مسلم یہ ہے کہ تابع کی سماعت حدیث معتبر ہے یا نہیں اور معتبر ہے تو کس سن سے۔ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ امام الحدیث نے دو صحابیوں راہن عباس محمود بن الریح کی سنی ہوئی حدیثوں سے جو بالاتفاق مقبول ہیں، اس کی مقبولیت کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن ساتھ اس کے دوسرا باب منعقد کیا والفہم فی العاصم جس سے اشارہ ہے کہ رنعم شرط ہے اور رنعم کے مدارج

مختلف ہوتے ہیں۔

اسی طرح منادکہ کی ایک صورت محدثین میں مروج تھی کہ اپنی مرویات کو طالب کے حوالے کر دیتے اور روایت کی اجازت دے دیتے۔ ایک جماعت اس کی منکر تھی، امام الحدیث نے اس کو متعدد ولیوں سے ثابت کیا اور باب اس طرح منعقد کیا:

باب ما ینذکونی المناولۃ و کتاب اهل العلم بالعلم الی البلدان

ایک مسئلہ کتابت حدیث کا ہے۔ بعض محدثین صحیح مسلم کی حدیث کی وجہ سے کتابت حدیث کے مخالف تھے، امام الحدیث نے اس کے لیے باب منعقد کیا باب کتابۃ العلماء اور کتابت حدیث کے جواز کو متعدد ولیوں سے ثابت کیا:

ایک مسئلہ بڑا مہتمم بالشان یہ ہے کہ خبر واحد سے استدلال صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہے تو کن کن حالتوں میں صحیح ہے اور تیس سے خبر واحد کو روئی جاسکتی ہے یا نہیں یہی ایک مسئلہ ہے جو فقہائے اہل الرائے کو فقہائے محدثین سے جدا الگ کرتا ہے امام صاحب نے اس کے لیے باب میں تعسیم منعقد کیا۔ باب ما جاز فی اجازۃ

خبر الواحد الصدوق فی الاذان والصلوۃ والصوم والفرافقن اکاحکام خبر واحد کی مقبولیت پر قرآن سے استدلال قائم کرنے کے بعد اس کثرت حدیث پیش کیاں کہ جو انفراداً تو خبر واحد ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے متواتر ہیں اصل استدلال تواتر معنوی سے ہوا۔ امام صاحب نے خبر واحد کی مقبولیت میں اس کثرت واقعات

۱۔ بوقت دیکھنے اس واقعہ کے جس کے وہ راوی ہیں محمود بن الربیع کا سن پانچ برس کا تھا اس سے معلوم ہوا کہ پانچ برس کے لڑکے کا سماع معتبر ہے بشرطیکہ فہم رکھتا ہو پس اصل تحدید فہم پر ہے اگر اس سن میں فہم حاصل نہیں تو اس سن کے سماع کا اعتبار نہیں ہے وہ حدیث جس کی سند زیادہ سے زیادہ تین تک ہو ۱۲

اس لیے پیش کئے کہ بعض کوتاہ بین کے اس خدشہ کو دفع کر ہی جو انہوں نے حدیث سے استدلال قائم کرنے پر پیش کیا تھا کہ خبر واحد کی مقبولیت پر خبر واحد ہی سے استدلال پیش کیا گیا ہے۔ لہذا یہ استدلال مستلزم دور کا ہے اور اس وجہ سے یہ استدلال قائم ہے۔ درحقیقت خبر آحاد سے احتجاج کا مسئلہ تو پہلے کوئی محدث مسئلہ تھا نہ اب ہے لیکن خبر واحد کی مقبولیت پر امام صاحب نے اسی وجہ سے زور دیا کہ امام صاحب کے زمانہ میں فقہائے اہل الرائے میں قیاس کا بڑا رواج ہو گیا تھا۔ صرف قیاس ہی تک محدود ہوتا تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ ان کو اپنے ائمہ کی رائے پر وثوق کامل پھر اس پر ان کے تخریجی اصول کی پابندی، ان وجوہات سے ان کے مسائل مستخرجہ کو احادیث نبویہ سے بہت بعد ہوتا گیا۔ اور جس قدر تخریج کے بعد تخریج اور تخریج کی نوبت پہنچی اس بعد میں ترقی ہوتی گئی۔ جب مجتہدین محدثین ان پر مخالفت کا اعتراض کرنے لگے تو ایک اصول گھڑ کر آڑ بنا یا کہ خبر آحاد سے زیادت علی الکتاب ناجائز ہے۔ اس کا یہ مطلب لیتے کہ خبر آحاد سے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید وغیرہ نہیں ہو سکتی، اہل الرائے کے علاوہ اور بہت سے لوگ تھے جو خبر واحد کی مقبولیت اور اس سے استدلال

عہ چونکہ اہل الرائے نے اپنے مسائل مستخرجہ کے بعد محض آڑ بنانے کی غرض سے یہ اصل قائم کیا تھا اس لیے یہ کہ نہیں ان کے سینکڑوں مسئلہ مسائل پر اس قاعدہ سے اعتراض کر گئے لیکن ذوق کے اعتراض کے جواب میں انہوں نے ہر جگہ یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ حدیث آحاد سے نہیں ہے بلکہ مشہور ہے لیکن اس دعویٰ کو ثابت نہ کر کے اس لیے محققین متاخرین اہل الرائے نے خود انصاف اس دعویٰ کو اکثر جگہ نامقبول ٹھہرایا حیرت تو اس پر ہے کہ باوجود یہ قاعدہ مقرر کرنے کے اہل الرائے نے خبر واحد تو درکنار قیاس سے زیادت علی الکتاب کی وہی اس بحث کو علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور اس کی پچاسوں نظیریں پیش کی ہیں ۱۲ منہ

کرنے پر پڑے بڑے شکوک پیدا کرتے۔ جن کا نام آگے چل کر اصول و روایت
رکھا گیا اور نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

امام صاحب نے مذکورہ بالا باب کے علاوہ اور بھی کئی باب منعقد کئے جو اسی
کی تائید کرتے ہیں ایک باب منعقد کیا باب بیعت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم
طبیعتہ واحدة پھر تیسرا باب کا متداخل بیعت النبی اکوان یؤذن لک فاذا
اخذ لہ واحد جائز جو تھا باب یہ ہے باب ما کان بیعت النبی صلی اللہ علیہ
سلم من الاصل والرسول واحد بعد واحد اخیر میں ایک باب خبر المرأة الواحدة
منعقد کیا جس سے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ حدیثوں کی مقبولیت
کی طرف اشارہ ہے جن پر عورتوں کے بے شمار مسئلے موقوف ہیں۔ ان کے علاوہ
اور بھی چند بابوں میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جیسے باب هل يجوز طحا کہ اور بیعت
رجال واحد و هل يجوز تزجان واحد ان کل ابواب کو امام صاحب نے کہاں
وضاحت۔ بشفاف طریقہ پر ثابت کیا جو امام المحدثین کی خدا و اوقات کا حصہ ہے
ان کے علاوہ امام المحدثین نے طالب حدیث اور محدث کے وہ آداب
جو اب اصول حدیث کی کتابوں میں ضبط کر دیئے گئے ہیں مفصلاً بیان کئے ہیں مثلاً،
ضرورت کے وقت محدث طالب حدیث پر غصہ کر سکتا ہے، اسی طرح راہ میں حدیث بیان
کرنا، ایک حدیث کو تین تین بار بیان کرنا، ذہن نشین کرنا، با تلامذہ عقل بیان کرنا، سواری
پر حدیث بیان کرنا، عورتوں کو حدیث نبوی کی تعلیم دینا، ان کے لیے ایک خاص دن مقرر
کرنا، فہم کا امتحان کرنا، حدیث کے لیے سفر کرنا، فقہ الحدیث کا با وقعت ہونا، احادیث
کو اس وقت تک بیان کرنا جب تک طالب گھبرائے نہیں۔ اس طرح کے

بہت سے آداب اور اصول بیان کئے ہیں۔ اسی طرح ایک مسئلہ یہ ہے کہ روایت حدیث
 کبھی روایت میں انہرنا کہتے ہیں کبھی حدیثنا پس ان دونوں میں کچھ فرق ہے؛ یا یہ
 دونوں ایک ہیں؛ امام بخاری نے ثابت کیا کہ یہ دونوں ایک ہیں۔ اس کو اس اعتراض
 سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہلی بھجائی تھی جس کے طرق
 جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا لفظ صحابی
 کبھی تو حدیثی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں کبھی انہر وئی سے اس سے معلوم ہوا کہ
 دونوں ایک معنی میں آتے ہیں۔ اسی طرح ایک شعبہ خاص فن حدیث کا یہ ہے کہ مخالف
 احادیث نبویہ جو اپنی دہم پرستی سے علاوہ روایت کے حدیث کے مضامین پر اعتراضات
 کرتے ہیں اس کی تشفی کی جائے۔ جس کا نام فن تفسیر حدیث یا فن تاویل مختلف
 الحدیث ہے۔ ایسے لوگوں کے اعتراضات کی بنیاد تو یہ ہوتی ہے کہ یہ حدیث عقل کے
 خلاف ہے جیسے معراج جسمانی کی حدیث یا معجزات کی حدیثیں۔ اسی طرح کے اعتراضات
 قرآن پر بھی کئے گئے ہیں دوسرے یہ کہ یہ حدیث فلاں آیت کی مخالف ہے یا فلاں
 حدیث کی مثلًا صحیح بخاری کی حدیث میں وارد ہوا لا تفضلوا بیننا بینہما اللہ
 یعنی نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو بظاہر یہ حدیث آیت کریمہ **وَتَلَاك**
وَرَسُولًا فَتُلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ کے مخالف ہے۔ امام بخاری کو گیارہ سو
 برس پہلے یہ موضوع خیال میں آیا کہ ظاہر پرست لوگ ایسا اعتراض کر سکتے ہیں
 اس کے لیے امام بخاری نے صحیح بخاری کا ایک حصہ وقف کر دیا۔

عہ اسی واقعہ میں غور کر دو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس موقع پر منع فرمایا تھا وہ موقع یہ تھا کہ
 ایک مسلمان اور یہودی میں کسی بات پر جھگڑا ہوا۔ یہودی نے کہا والذی اصطفی ربانی بر صفہ آئندہ

فقہ

امام بخاری کے لیے افقہ الناس یا سید الفقہاء یا امام الدینیانی الفقہ، کا

بقیہ صفحہ سابقہ موسیٰ علی العالمین اس خدای قسم جس نے موسیٰ کو دنیا کے کل بشر پر فضیلت دی ہے مسلمان
 نے کہا والذی اصطفیٰ محمد علی العالمین غصہ بڑھا تو نوبت زد کو ب کی سچی اس پر آپ نے فرمایا لا
 تفضوا بین انبیاء اللہ مطلب یہ تھا کہ بحیثیت نفس رسالت سب برابر ہیں کافر قی بین احد من
 دسلہ فضیلت دینے میں ایک کی کم قدری کرنی جیسا کہ تم سے واقف ہوا مناسب نہیں۔ قرآن نے اجمالاً بتایا کہ
 بعض کو بعض پر فضیلت ہے لیکن تم اپنے تئیں بالخصوص نہیں بتا سکتے کہ خاص فلاں پیغمبر کو فلاں پیغمبر پر فضیلت ہے اور
 خاص فلاں بات میں ہے یا ہر طرح ہے اور ہر بات میں اس کی تفصیل تئیں درائے سے نہیں ہو سکتی پس درحقیقت
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کم قدری کرنے اور رائے و تئیں لگانے سے منع فرمایا اس کے متعلق زیادہ تفصیل
 ہم امام بخاری کی نقاہت و اجتہاد کے بحث میں لکھیں گے کیونکہ اس کو زیادہ تعلق نقاہت سے ہے اس موضوع پر امام
 بخاری کے شاگرد عبداللہ بن مسلم دینوری نے ایک مستقل تالیف لکھی جس کا نام تادل مختلف الحدیث تہذیباً و تالیف طبع ہو کر شرح ہو گیا
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی خدمت میں جس اہتمام و احتیاط و تشدد سے عامۃ اہل سنت اور خاصۃ
 امام بخاری اور ان کے اساتذہ و تلامذہ نے کام لیا اور حدیثوں کے جمع کرنے اور پھیلانے میں بیخ مسی
 اور جان توڑ کوششیں کیں ان کو دیکھتے ہوئے ایک ضروری بحث یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ آیا دوسری ملت والوں نے یا
 مسلمانوں ہی میں دوسرے فرقوں نے اپنے رسول اور نبی کے اقوال و احوال و احکام کے ساتھ بھی کچھ کیا یا نہیں اور
 کیا تو کیا کیا بحث جس قدر طویل ہے اسی قدر کارآمد بھی ہے۔ گو ہم نے اس بحث کو بخون طوالت حصہ ثالثہ کے لیے رکھا
 ہے تاہم کسی قدر اجمالاً عرض کر دینا ضرور ہے۔ وہ چند ہاتھ تئیں اکالشیاء یعنی چیزوں کی قدر کے مقابلے ہی کھلتی ہے
 یہودیوں علیساہیوں گبروں آریوں ہندوؤں راسی طرح اور کتنے فرقے ہیں) اور تو چھوڑ دو (بقیہ صفحہ آئندہ)

لقبہ امام طور پر لیا ہی غیر باتوں میں خیال کیا جائے گا جس طرح امام ابوحنیفہؒ کے لیے اہل سنت یا عمال یا حدیث ہونے کا لقب۔ حالانکہ امام بخاری کے افقہ الناس، یا سید الفقہاء سے

درتبعہ حاشیہ صفحہ سابقہ کیونکہ جن کتابوں کی نسبت ان کے یہاں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ فلاں کتاب خدا کی وحی ہوئی، ان کی حالت ایسی زبرد ناگفتہ بہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کسی ہی سے حاصل ہے تحریف اور تراوی تحریف کے علاوہ ان کتابوں میں یہ بھی نہیں ہے کہ یہ کتابیں کس نے اتاریں اور کس پر تریں اور کس سلسلہ سے پہنچیں اور ان کی حالت کیا ہے، اندرونی معانی کی جو حالت ناگفتہ بہ ہے وہ ان کے علاوہ ہے بلکہ مسلمانوں ہی کے فرقوں کو دیکھو بالخصوص شیعہ کی طرف نظر اٹھاؤ کیونکہ دریدہ و منی اور اعتراضات کرنے میں یہ فرقہ آریوں کے مقدم ہے اس سے پوچھو کہ تمہارے اہل میں کیا ہے تو سوائے اس کے کہ تابع امام باقرؑ اور تبع تابعی جمعہ سادق کے اقوال اور انہیں کی باتیں پیش کریں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ خود قرآن میں اہل سنت کے محتاج ہیں۔

شیعوں کی احادیث جانچنے کیلئے چند باتوں پر غور کرنا ضروری ہے

(۱) موضوع فن حدیث (۲) فن حدیث کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز کیا ہے (۳) حدیث لینے والے راویوں کی حالت اور حدیث لینے کا طریقہ (۴) شیعوں کی کتابیں جن کو یہ لوگ ائمہ معصومین سے ماخوذ بتاتے ہیں انکی کیا حالت، اور جامعین کتب کیسے تھے رہی بحث، (۵) شیعوں کی احادیث کا سلسلہ چونکہ بہشتی نے شاذ اداد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا ہے جو بالاتفاق معصوم ہیں اور جن کا قول و فعل حجت شرعی ہے۔ بلکہ آپ کی امت کے چند بزرگوں تک پہنچتا ہے جو تابعی ہیں یا تبع تابعی اور شیعوں کے نزدیک (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

حدیث شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بجز حضرت علیؑ کے اصلی اور کامل قرآن کسی نے نہیں جمع کیا اور وہ برابر ائمہ شیعہ کے پاس چھپا رہا۔ انہیں کسی کو نہیں دیکھا یا اب غار واسلام کے پاس ہے وہ لے کر نکلیں گے۔ ائمہ شیعہ اور علمائے شیعہ کا قرآن کی معتبرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے اس کی کمال اور قابل دید بحث مناظرہ سنندہ اولیٰ مصنفہ مولوی عبدالمشکور ایڈیٹر رسالہ انجم لکھنؤ میں ۱۲ ص ۱۲

ملقب ہونے کے لیے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یس الخیر کا معنی ہے، امام بخاری کی دقیقہ سنج اور وقت نظر کی بہن شہادتیں مردہ و سوزے پر بھی اب تک موجود ہیں۔ جن کا سلسلہ امام بخاری تک ہزاروں طرق سے پہنچتا ہے۔ اس وجہ سے

رہیقہ ماشیہ صفیہ سابقہ مثل رسول کے معصوم ہیں۔ ان کا قول فعل بھی مثل رسول کے حجت شرعیہ اور فن حدیث کا موضوع ہے ان کے مذہب میں علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کی امت کے چند بزرگ بھی ہیں۔ انہذا شیعوں کی حدیثوں کا اثر ناقابل اعتبار ہونا عصمت ائمہ پر توڑتا ہے جس کو کسی شیعہ نے آج تک ثابت نہیں کیا نہ تاقیامت ثابت کر سکتا ہے شیعوں نے جس قدر دلائل عصمت ائمہ کے پیش کئے ہیں اور ان کے بڑے بڑے منطقیوں مثل امام اعظم علی وغیرہ نے بے سرو پا مقدمات ترتیب دیے ہیں ان کی حالت دیکھنا ہو تو منظرہ حصہ سوم اور سہاج السنۃ اسے مجموعہ فتاویٰ علامہ رشود کانی متعلقہ عصمت اہل بیت دیکھو۔ چونکہ عصمت ائمہ مثل رسول کے دوران کا درجہ مثل رسول کے ثابت نہ ہوا اس لیے شیعوں کی باشتنائے چند کل حدیثیں بے اعتبار ہیں۔ بخلاف اہل سنت کہ ان کے یہاں موضوع فن حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے، دوسری بحث (۲) فن حدیث کے سبب صادق دو یا ت لازم اور واجب ہے بغیر صدق دو یا ت کے فن حدیث قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ اور شیعوں کے لادریوں میں صدق دو یا ت اس طرح معدوم ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اصول کانی کی روایت جو سب اصح اور بخیاں ان کے امام معصوم و جو مثل رسول تھے، کی جانچی ہوئی کتاب ہے، مذکور ہے کہ خود ائمہ نے نام لے لے کر اپنے اصحاب (شاگردوں) کے کاذب ہونے کی شہادت دی ہے۔ زدارہ جو اصدق الصادقین مذہب شیعہ میں ہے اس کو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جھوٹا ہے اور مجھ پر جھوٹ جوڑتا ہے روکھو اصول کانی اور ابوالجبار دو جو بڑے پایہ کارادی ہے اس کی امام جعفر صادق نے یہ تعریف کی ہے "کذاب مکذب" باوجود اس تصریح کے شیعہ ان کی حدیثیں لیتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں ان کو اصح الاحادیث کا خطاب دیتے ہیں رہیقہ برصغیر آئندہ

کوئی ضرورت نہیں ہے کہ زور طبیعت سے برجستہ جواہرات کے دل خوش کن قصے تصنیف کر کے امام بخاری کی طرف منسوب کئے جائیں جیسا کہ عموماً معتقدین کا قاعدہ ہے۔ نہ حیرت افقہ کی تصنیف کی ضرورت ہے۔ تاہم ان لوگوں کے لیے جن کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ادہام کے قول کا اعتبار نہیں کرتے اس سے اور ترقی یہ ہے کہ ائمہ کو اپنے شاگردوں کے کثرت کذب پر تعجب ہوتا تھا اور فرماتے تھے گویا اللہ نے ان پر فریضہ کر دیا ہے کہ ہم پر جھوٹ جوڑا کریں، (تیسری بحث ۱۳) ائمہ کے اقوال پر شیعوں کی اصطلاح میں احادیث ہیں اور ان کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کے برابر ہے، جو شیعوں نے روایت کئے ہیں ایک دوسرے کے متناقض ہیں۔ ایک امام کے قول کو دوسرے امام کے قول سے ملا کر دیکھو تو عجیب قدرت خدا یاد آتی ہے بلکہ ایک ہی امام کے اقوال کو باہم ملاؤ تو اس قدر تعارض اور تناقض ہے کہ خود محمد بن شیعہ کے حواس درست نہیں سمجھتے محمد بن شیعہ نے اس کی بہت سی جہیں تراشی میں لیکن کیا شبہات جہاں بات بنائے نہ بنے (۱) کہیں تو یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کے اوپر جھوٹ جوڑا گیا ہے اور یہ اختلافات و تعارضات اسی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں (۲) کہیں یہ کہتے ہیں کہ ائمہ تقیہ کی حالت میں غلاف اپنے مذہب کی نقوی دیا کرتے تھے اور یہ اختلافات اسی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں (۳) کہیں یہ بات بنتے ہیں کہ ائمہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے عمدتاً متعارض اور مختلف باتوں سے اپنے شیعوں میں اختلاف ڈال دیا ہے۔ اس مصلحت سے کہ اگر وہ سب ایک بات پر متفق ہو جائیں گے تو لوگ ان کو ہم سے روایت کرنے میں سچا سمجھ لیں گے اور یہ روایت میں سچا سمجھا جائے ہمارے لیے بھی مضرب اور ہمارے شیعوں کے لیے بھی۔ یہ سب وجوہات صحیح مانو جب بھی غرض کچھ بھی کیوں نہ ہو ہر حالت میں شیعوں کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں رہیں شیعوں کی احادیث میں اختلافات اس درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ان کے محدثین اپنی کتابوں میں اس کا رد نامہ لکھتے۔ مولوی دلدار علی صاحب مجتہد اساس الاصول ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں الاحادیث الماتورة عن الائمة مختلفہ۔ جدال بیکاد یوجد باقی بر صغیر ائمہ

دماغ جن کی طبیعتیں اقوال الرجال کی نحو گہریں۔ اس عینی شہادت کے علاوہ کتب
اسما و رجال اور مستند تواریخ میں بکثرت شہادتیں موجود ہیں۔ صرف ان مستند فقہاء
محدثین و شیوخ کے اقوال جمع کئے جائیں جن کا فضل و کمال مسلم ہے تو ایک لیبیک کتاب بن جائے

راقبہ ماشیہ صفحہ گذشتہ) حدیث لاؤنی مقابله یا تافیر ولا یتفق خبر الا باذکر ما یضادہ حتی صار ذلک سببا
لرجوع بعض الناقصین عن اعتقاد الحق۔ یعنی حدیثیں جو ائمہ سے مروی ہیں ان میں باہم بہت اختلاف ہے کوئی
حدیث ایسی نہیں ہے جس کے مقابلہ میں اس کے خلاف حدیث نہ ہو کوئی خبر ایسی نہیں جس کے مقابلہ میں
اس کے کوئی منافی حدیث نہ ہو یہاں تک کہ یہ اختلافات بعض ناقص لوگوں کے مذہب شیعہ پر خائبہ ثابت
ہو چکی ہیں (بحث ۱۱۱) تقیہ کے معنی مھوش ہونا یا خلاف اپنے عقائد کے کوئی بات کہنا یا کوئی کام کرنا (تقیہ

ہر شیعہ پر فرض عین ہے جو نہ کہ سے وہ بے دین بے ایمان ہے (۳) تقیہ ہر ضرورت کے موقع پر ضروری ہے اور
ضرورت کی تشخیص ہر شخص کی رائے پر ہے۔ تیسری بات کے متعلق مناظرہ حصہ چہارم میں تقریباً چالیس مواقع
ائمہ کے تقیہ کرنے کے شیعوں کی صحیح ترین کتب سے نقل کئے گئے ہیں جن میں ذرہ برابر ضرورت تقیہ کی نہیں معلوم
نہ کسی شیعہ کے امکان میں ہے کہ ان مواقع میں ضرورت کا نشانہ بھی بیان کر سکے۔ پس باوجود تقیہ کیا باقاً
دیگر اس کثرت و شدت کذب کے شیعوں کے رادی تو درکنار۔ ان کے ائمہ کا تو الوجود حدیث میں) کیونکہ
قابل اعتبار ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے جن کو ہم ان کا اصلی مذہب سمجھیں وہ انہوں نے تقیہ میں کہا ہو اگر جملہ
اور مکارہ سے کام نہ لیا جائے تو شیعوں کو کسی طرح مفر نہیں۔ کیا اس کا جواب حضرات شیعہ دے سکتے ہیں
کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے یہاں دروغ کوئی کارواج نہیں اور دروغ کوئی ہمارے یہاں اعلیٰ درجہ کی
عبادت نہیں۔ اگر ایسا کہیں تو یقیناً انہیں اپنی تمام کتابوں کی تکذیب کرنی پڑے گی۔ کیونکہ احادیث کی

عہ یہ وہ معنی ہے جس پر شیعوں کا عمل درآمد رہا جس کے سینکڑوں ثبوت ان کی حدیثوں کی کتابوں میں

موجود ہیں ۱۲ سے اصول کافی ۱۲ سے از مولوی عبد اشکور صاحب ایڈیٹر انجم ۱۲

امام اسحاق بن راہویہ۔ محمد بن ابی بشار بن کالقب بندار ہے۔ امام وارحی علی بن مدینی۔
 امام ابو حاتم رازی۔ قتیبہ بن سعید۔ امام ابو یوسف بن ابی شیبہ۔ علی بن حجر الواسیلی فقیہ۔
 اسماعیل بن اویس۔ امام احمد بن حنبل۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے کمالات علمیہ چار دانگ

رقبہ حاشیہ صفحہ گذشتہ تو کیا ذکر خود حضرات ائمہ شیعہ کی دروغگوئی کے صد ہزار واقعات شیعوں
 کی کتابوں میں موجود ہیں اور تقریباً پچاس واقعات اس قسم کے مناظرہ حصہ چہارم میں نقل کر دیے گئے
 ہیں۔ آیا حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دروغگوئی کا نام تقیہ ہم نے نہیں رکھا ہے۔ دروغگوئی اور تقیہ میں
 کچھ فرق ہے اگر ایسا کہیں تو ان کو اپنی مسلم العصمت احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ کو جس کے نکل جانے
 سے ان کے مذہب کی خیر کسی طرح قائم نہیں رہ سکتی دیا برو کہ ناپڑے گا۔ کیا حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے
 ہیں کہ اس دروغگوئی نے کوئی برا اثر احادیث کے اعتبار پر نہیں ڈالا اگر ایسا کہیں تو بدانت مان سکتا ہے
 ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ جھوٹا بولنے سے آدمی کا اعتبار جاتا رہتا ہے اور جھوٹے کی کوئی روایت قابل
 اعتماد نہیں ہوتی استبصار میں اختلاف روایات رفع میں اکثر یہی طریقہ اختیار کیا ہے ہذا محمول علی التقیۃ
 یعنی یہ بات جھوٹ ہے امام نے تقیہ سے فرمایا تھا۔

رپانچویں بحث (۱۵) شیعوں کے بیان کے موافق ائمہ کی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی بد مذہب ان سے فتوے
 پوچھنے جاتا تو وہ اس کو اسی کے مذہب کے موافق فتوے دیتے تھے اور اس کی وجہ علمائے شیعہ یہ بیان کرتے
 ہیں کہ ائمہ ہر شخص کو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ نجات پالے والا ہے یا ہلاک ہونے والا۔ ہلاک ہونے کو نجات کی بات
 نہیں بتاتے بلکہ ہلاکت ہی کی باتیں تعلیم کرتے۔ ائمہ کے اس فعل کی وجہ خواہ کچھ ہی ہو عم تو اس موقع پر
 یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ ایسے ائمہ کی احادیث اگر رداۃ شیعہ کے دست تفرق سے
 محفوظ ہوں تو بھی قابل اعتبار نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ہم جن احادیث کو ان کا اصلی مذہب بد مذہب سے

۱۵ شیعوں کی حدیث کی اصح ترین ایک کتاب ہے ۱۲۰

عالم میں شہرہ ہے۔ اکثر ان میں وہ ہیں جن کے کمالات علمیہ میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ کوئی تو ان میں کا امام بخاری کو سید الفقہاء کا لقب دیتا ہے۔ کوئی انہی خلیفہ اللہ کہتا ہے۔ کوئی فقیر ہذہ الامۃ کوئی امام مالک سے تشبیہ دیتا ہے۔ کوئی امام احمد

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سمجھتے ہیں ممکن ہے کہ انہوں نے برعایت مذہب فرمایا ہو۔

شیعوں کے اصول اربعہ اور ان کے جامعین کی حالت

۱) اصول کانی کی حالت ہے

شیخ صدوق اصول کانی کے جامع ہیں ان کی حرکت یہ تھی کہ جب حدیث کو اپنے مذہب کے خلاف پاتے اسے کانٹ چھانت کر اپنے مذہب کے موافق بناتے اور اس کا اقرار خود شیعوں کو ہے۔ بلا باقر مجلسی فرماتے

ہیں۔ ہذا الخیر ما خود من الکافی و فیہ تغیرات عجیبۃ تورث سوء الظن بالصدوق و انما فعل ذلک ليوافق مذہب العدل۔ یعنی یہ حدیث کانی سے ماخوذ ہے مگر اس میں عجیب تغیرات ہوئے ہیں جس سے شیخ صدوق کے ساتھ بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ صدوق نے یہ کارروائی صرف اس لیے کی کہ یہ حدیث مذہب شیعہ کے موافق ہو جائے اب فرمائیے کہ جب شیعوں کے محدثین ان میں بھی بہت ہی بلند پایہ محدثین کی یہ حالت تھی تو پھر کیوں نکرا اور کس وجہ سے شیعوں کی کسی حدیث پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اصول اربعہ

یعنی چار سو کتابیں درخیالی پلاڑی جس کی تصنیف شیعہ اپنے اپنے ائمہ کے زمانہ میں بتاتے ہیں اور رچھپے ہوئے قرآن کی طرح ان کا ذکر بھی بڑے فخر و مباہرات کے ساتھ کرتے ہیں زبانی برصغیر آئندہ

۱۲) اس کی مثالیں مناظرہ حصہ چہارم میں دیکھو مثال میں بڑی پرلطف شیعوں کی حدیثیں ملیں گی ۱۲ منہ

بن حنیبل پر تریخ۔

لیکن یہ صد ہمارے کانوں میں غیر مانوس معلوم ہوگی۔ کیونکہ وہ فقہ جس سے
ہمارے کان آشنا ہیں ان قیاسی مسائل کے انبار کا نام ہے جو کسی امام کے
قول کو ماخذ بنا کر اس سے استخراج کئے گئے ہیں۔ یا کسی فقیہ کے قواعد مقررہ پر
تفریح کئے گئے ہیں اسی کو آج کل عموماً فقہ کہا جاتا ہے اور اسی تخریج کا نام
فقاہت ہے جس سے بڑے بڑے قوادے طیار ہو کر ملک میں رائج ہیں

وبقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ یہ اصول اربعہ را اصول کافی من لایحضرة الفقیہ استبصار تہذیب انہیں
چار سو کتابوں سے مرتب کی گئی ہیں وہ چار سو کتابیں موانق ارشادائمہ اور مطابق
اقرار علمائے شیعہ کذا میں مفسرین بے دین کے دست تصرف محفوظ نہیں ان کا کوئی انتظام و علمائے
اہل سنت کی طرح کیا گیا بلکہ ان کتابوں میں بہت کچھ تحریف زمانہ اٹھ میں ہو گئی تھی اور بہت سی چوٹی
باتیں نامہ کی طرف منسوب کر کے ان کتابوں میں بڑھائی گئیں پھر وہ چھوٹی روایتیں ان کتابوں سے الگ نہیں کی
گئیں۔ توضیح المقال کے ص ۱۱ میں ہے اخراج الموضوعات عثمانی ایدینا من الاخبار غیر معلوم داو عارہ

کما یاتی غیر مسموع۔ نیز اسی صفحہ میں ہے استعمال الوضع قائم فی اکثر الاخبار و جمیعہا دانی ضعیف
فی بعض بقرائن خارجہ یعنی چھوٹی حدیثوں کا نکالاجانا ان حدیثوں سے جو ہمارے ہاتھوں
میں ہیں معلوم نہیں اور ایسا دعویٰ لائق سماعت نہیں۔ احتمال جھوٹ کا اکثر حدیثوں میں باکہ سب
میں موجود ہے۔ گو بعض میں بسبب قرائن خارجہ کے یہ احتمال کذب کمزور ہے۔

یہاں اجمالی بحث کی گئی ہے حصہ ثالثہ میں شیعوں کی حدیثوں پر کیا تنقید ہوگی انشاء اللہ
انہوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم کی وفات کے بعد ان کے مسودات میں حصہ ثالثہ کا مسودہ دستیاب نہیں ہوا ہم کو
عرصہ کے بعد اس طرف توجہ ہوئی جبکہ ہماری غفلت سے ان کے تصنیفی بیانات منتشر ہو چکے تھے وہ بھی یہی تھی

امام بخاری کی فقہیت کا اندازہ اسی وقت کیا جاسکتا ہے کہ فقہ سے کسی قدر مفصل بحث کی جائے اور اہل ملک کے خیالات سے غلط فہمی کا پر وہ اٹھا دیا جائے اس لیے ہم یہاں کچھ بسط سے کام لینا غیر مناسب نہیں سمجھتے۔
علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں۔

انقسم الفقہ فیہم الی طریقین طریقیہ
اہل الروای والقیاس ہم اہل العراق
وطریقۃ اہل الحدیث وہم
اہل الحجاز وکان الحدیث قلیلا فی
اہل العراق لما قد منافا ستکثروا
من القیاس وہو واقعہ ولذلک
قیل لہم اہل الروای
ہم اہل الروای رکھا گیا۔

متقدمین میں فقہ کے دو طریقے ہو گئے۔ ایک
طریقہ اہل الروای اور قیاسیوں کا وہ عراق کو کہتے
وغیرہ والوں کا طریقہ ہے دوسرے طریقہ الحدیث
کا اور وہ مکہ مدینہ والوں کا طریقہ ہے عراق
والوں میں حدیث کم تھی جس کی وجہ ہم نے اوپر
لکھی ہے قیاس لیے انہوں نے کثرت سے
قیاس کیا اور قیاس ہی میں ماہر ہوئے ان کا

جناب شاہ ولی اللہ صاحب مصنفی شرح موطا میں لکھتے ہیں یہ باید دانست
کہ سلف در استنباط مسائل و فتاویٰ برد و وجہ بودند یکے آنکہ قرآن و حدیث و آثار
صحابہ جمع میکردند و از انجا استنباط مسائل می نمودند و این اصل راہ محدثین است
و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمعے از ائمہ تنقیح و تہذیب آں کردہ اند یا دیگرند بے ملاحظہ
ماخذ آں پس ہر مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں از ہماں قاعدہ طلب میکردند و این
اصل راہ فقہا است و اشارہ ہمیں معنی است از آنکہ گفتہ اند کہ حماد بن ابی سلیمان اعلم
ناس بود و تہذیب ابیہم قواعد کلیہ کہ در فتاویٰ تہذیب و تنقیح آں کردہ بود مصنفی مطبوعہ دہلی

اور جناب شاہ صاحب حجۃ اللہ الباقیہ میں بعد ذکر فقہائے محدثین لکھتے ہیں
 فكان بازاره في عصر مالك بن سفيان
 وبعد هو قوم لا يكرهون المسائل ولا
 يكرهون الفتيا ويقولون على الفقه
 بناد الدين فلا بد من اشاعته
 دين كى بناه ضرور چا پيے اس كى اشاعت كرنى۔
 پھر جناب شاہ صاحب فقہائے محدثین کے طرف مقابل كى حالت لکھتے

ہوئے تم طراز ہیں

ان لوگوں کے پاس احادیث اور آثار اس قدر
 نہ تھے جس سے وہ محدثین کے اصول پر اور
 ان كى طرح مسائل استنباط كرتے نہ ان كے
 دل پر یہ بات كھلى کہ علماء اصحاب صحابہ
 تابعین کے اقوال جمع كرتے اور اس سے
 بحث كرتے اس بارہ میں انہوں نے اپنے
 نفس کو مستہم كیا ان لوگوں كو اپنے اماموں كى
 نسبت یہ اعتقاد تھا کہ ان كا تحقیق میں بڑا
 وذلك لانه لو يكن عندهم من الاجاد
 والآثار ما يقدرون به على استنباط
 الفقه على الاصول التي اختارها اهل
 الحديث ولم تشرح صدورهم للنظر
 في اقوال علماء البلدان وجمعها و
 البحث عنها واتهموا أنفسهم في ذلك
 وكانوا يعتقدوا في ائمتهم من هم في
 الدرجۃ العليا من التحقيق وكان قلوبهم

اے اسى اعتقاد نے تقلید شخصى كى بناؤالہ آگے چل كر یہ خیال ایسا مستحکم ہو گیا کہ تحقیق سے سرکار نہ رہا اور
 داع بھی ایسا تنگ ہو گیا کہ مذموم کے احساس میں كى ہو گئی۔ مدعیہ شمار میں کہا گیا ہے کہ قطعاً رہنا
 اے اور علی من رد قوال ابی حنیفہ و عین كا مطلب غلامہ یہ ہے کہ امام صاحب کے رقیبہ بر صفحہ آئندہ

امیل شیء الی افعالہم کما قال
 علقمہ هل احد منہم اثبت من عبد
 وقال ابو حنیفہ تا براہیم افقہ من
 سالہ ولولا فضل اعمیۃ لقلت
 علقمہ افقہ من ابن عمر
 راجعہ اللہ ص ۱۲۱ مطبوعہ معکم

درجہ تھان لوگوں کا میلان اپنے استادوں
 ہی کی طرف تھا جیسے علقمہ نے کہا کہ کیا
 عبد اللہ بن مسعود سے کوئی بڑھ کر ہے
 اور ابو حنیفہ نے کہا کہ ابراہیم نخعی مسالم سے
 بڑھ کر ہیں اور اگر صحابی ہونے کی نفسیت
 نہ ہوتی تو میں کہتا کہ علقمہ عبد اللہ بن عمر سے

بڑھ کر فقیہ ہیں۔

اس تقسیم کے بعد مناسب ہے کہ فقہائے محدثین اور فقہائے اہل الرائے
 کے طرز اجتہاد کو مفصل ذکر کیا جائے۔

فقہائے محدثین کا طرز اجتہاد و اصول فقہاء

وكان عندهم انه اذا وجد في المسئلة
 قران ناطق فلا يجوز التحول منه الى
 غيره واذا كان القران محتملا لوجوه
 فالسنة قاضية عليه فاذا لم يجدوا
 في كتاب الله احذوا سنة رسول
 فقہائے محدثین کا اجتہاد میں قاعدہ یہ تھا کہ
 اگر کسی مسئلہ میں قرآنی فیصلہ ناطق موجود ہو تو
 اس سے دوسری طرف رخ کرنا ان کے نزدیک
 جائز نہیں۔ اگر آیات قرآنیہ میں چند احتمالات
 ہوں تو حدیث نبوی اس کا فیصلہ کر دے گی لیکن

رقیہ صغیرہ گذشتہ قول کے رد کرنے والے پرچیدہ اعتدات۔ یعنی لوگوں کو اس کا خیال ہوا کہ یہ تو بجا ہے حدیث کے
 تدرج ہوگی کیونکہ امام صاحب کے درشتہ مسائل کہ ان کے تلامذہ امام محمد و امام ابو یوسف و طحاوی نے رد
 کیا ہے اس لیے اس شعر کی تاویل کرنی چاہیے۔ لیکن تاویل بارود ۱۲۱ ص ۱۲۱

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا دکان
 مستفیضاً ائرا بین الفقہاء ویکون
 مختصاً باہل بلد واہل بیت او
 بطریقہ خاصہ و سواد عمل بہ الصحابۃ
 والفقہاء اولہ وبعلاوہ و متقی کان
 فی المسئلۃ حدیث فلا یتبع فیہا خلا
 اثر من الاثر ولا اجتہاد احد من
 المجتہدین و اذا فرغوا جہدہم
 فی تتبع الاحادیث ولم یجدوا فی
 المسئلۃ حدیثاً اخذوا باقوال جماعۃ
 من الصحابۃ و التابعین کا یتقیہ
 بقوم دون قوم و لا بلد دون بلد
 كما كان يفعل من قبلہم فلا تنفق
 جمہور الخلفاء والفقہاء علی شی
 فہو المقنع وان اختلفوا اخذوا
 بحديث اعلہم علماء اور عہد و رعایا
 او اکثرہم ضبط اور ما اشتهر عنہم
 فان وجدوا شيئاً يتوون فيه قولاً
 فی مسئلۃ ذات قولین فان عجزوا

جب کسی مسئلہ میں ابن کو قرآنی فیصلہ نہ ملتا تو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے
 اس مسئلہ کو لیتے۔ خواہ وہ حدیث
 فقہاء میں مشہور ہو یا کسی خاص شہر کے لوگوں
 میں پائی جاتی ہو یا کسی خاص گھر کے لوگوں
 میں اگرچہ ایک خاص سند سے مروی ہو
 چاہے صحابہ اور فقہائے اس پر عمل کیا ہو
 یا نہ عمل کیا ہو اور جب کسی مسئلہ میں حدیث
 نبوی مل جاتی تو کسی صحابی کے اثر یا مجتہد
 کے اجتہاد کی اتباع نہ کرتے لیکن جب
 کسی مسئلہ میں وہ اپنی قوت انسانی بصری کے
 احادیث تلاش کرتے اور اس مسئلہ میں حدیث
 کے ملنے سے مایوس ہو جائے تو اس وقت
 جماعت صحابہ و تابعین کے قول کو لیتے
 کسی شہر یا قوم کے مقید ہو کر نہ رہتے ہی
 دستور تقان سے پہلے صحابہ و تابعین کا
 پس اگر جمہور فقہاء اور خلفاء کا کسی مسئلہ پر
 اتفاق مل جاتا تو یہ ان کی فتاوت کا باعث
 ہو جاتا اگر ان میں اختلاف پاتے تو ان میں

عز ذلك ايضا تأملوا في عمومات
 الكتاب والسنة وإيماتهما اقتضاهما
 وحلوا نظير المسئلة تدبرها في الجواب
 اذا كانتا متقاربتين بادي الرأي
 لا يعتمدون في ذلك على
 قواعد من الاصول ولكن
 على ما يخلص الى الفهم و
 يثلم به الصدور كما انه ليس
 ميزان التواتر عدد الروايات و
 لا حاله و لكن اليقين الذي
 يعقبه في قلوب الناس كما
 نبها على ذلك في بيان حال
 الصحابة و كانت هذه
 الاصول مستخرجة عن صنيع
 الاوائل وتصريحياتهم

رحمة الله ص ۱۱۹ ج ۱ مطبوعه مصر

جو قرآن و حدیث کا زیادہ جاننے والا ہوتا
 جو زیادہ محتاط ہوتا یا جو زیادہ میں فائق
 ہوتا یا جو ان میں زیادہ مشہور ہوتا جیسے
 خلفاء اربعہ و عشرہ مبشرہ و فقہائے صحابہ
 ان کا قول لیتے اگر ایسا مسئلہ ہوتا کہ اس میں
 دو قول صحابہ و تابعین کے برابر ہیں تو یہ مسئلہ
 ذات قولین رو دو قولوں والا کہلاتا اگر اس سے
 بھی عاجز رہتے تو مجبوری درجہ عمومات
 قرآن اور حدیث میں غور کرتے اور ان
 دونوں کے اشارات اور اقتضادات میں
 غور کرتے اور ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ
 قیاس کرتے جبکہ دونوں مسئلے ظاہر نظر میں
 ہم شکل ہوتے لیکن اس قیاس میں وہ کسی
 قواعد اخراعیہ فقہاء کے پابند نہ ہوتے
 لیکن وہی جو صاف صاف سمجھ میں آئے
 اور جس سے دل کو ٹھنڈک حاصل ہو

جس طرح تواتر کے لیے کوئی عدد و رواۃ کی یا حالت رواۃ کی شرط نہیں ہے صرف
 حصول یقین شرط ہے جو خبر تواتر کے بعد حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اس اجتہاد و
 فقہیت کا حال ہم صحابہ کے ذکر میں کر آئے ہیں یہ طریقہ اجتہاد و ادائل یعنی صحابہ کے

طرز اجتہاد اور ان کی تصریحات سے لیا گیا ہے جو بالکل فطرت کے مطابق ہے، چنانچہ سنن دارمی میں میمون بن مہران سے وارد ہے کہ خلیفہ اول ابو بکر صدیق کے پاس جب کوئی فیصلہ آتا تو پہلے قرآن میں غور کرتے اگر قرآن میں اس کا فیصلہ ملتا تو فیصلہ کر دیتے۔ اگر قرآن میں فیصلہ اس کا نہ ملتا تو حدیثوں میں غور کرتے اگر حدیث سے اس کا فیصلہ ہو گیا تو فہو المراد۔ اگر ان دونوں میں نہ ملا اور وہ ہر طرح عاجز ہو جاتے تو رمنادی کر کے محضر صحابہ میں اس مقدمہ کو پیش کر کے کہتے کہ میرے پاس ایسا مقدمہ پیش ہے کسی کو اس بارے میں کوئی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معلوم ہو تو بتائے بسا اوقات ایسا ہوتا کہ لوگ بیان کرتے کہ ہاں اس باب میں فلاں فیصلہ آپ کا موجود ہے یہ سن کر فرماتے الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا خدا کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو یاد رکھتے ہیں۔ اگر اس طرح رمنادی کرانے پر بھی کوئی حدیث نہیں ملتی تو صحابہوں کو جمع کر کے مشورہ کرتے اگر تمام لوگوں کا کسی امر پر اتفاق ہو جاتا تو فیصلہ کر دیتے۔ لیکن رائے اور قیاس لگانے سے اس قدر کلی نفرت تھی کہ ہرگز کسی طرح گوارا نہ کرتے۔

ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعودؓ کے یہاں ایک مقدمہ پیش ہوا انہوں نے اس مقدمہ میں بہت کوشش کی کہ کوئی حدیث مل جائے تو فیصلہ کر لیں۔ کئی روز تک جواب سے سکوت اختیار کیا آخر مجبور ہو کر فرمایا کہ قیاس کرتا ہوں۔ اگر صحیح نکلا تو من جانب اللہ ہو گا اور اگر غلط ہو تو مجھ سے اور شیطان سے۔ یہ کہہ کر فیصلہ کر دیا۔ بعد فیصلہ ایک صحابی نے جو حاضر نہ تھا کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی فیصلہ فلاں کے مقدمہ میں دیکھا تھا۔ عبداللہ بن مسعود کو یہ سن کر اس قدر مسرت ہوئی کہ عمر بھر ایسی مسرت نہ ہوئی تھی۔

قاضی شریح کے پاس حضرت عمر نے احکام بھیجے کہ اگر تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو قرآن سے فیصلہ کرنا اگر قرآن میں نہ ملے تو حدیثوں میں غور کرنا اور اس سے فیصلہ کرنا۔ اگر حدیثوں میں نہ ملے تو صحابہ کے اتفاق میں دیکھنا اگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق کسی امر پر مل جائے تو ویسا ہی فیصلہ کرنا۔ اگر اس سے بھی مجبوری ہو تو تم کو اختیار ہے جو نسی دو باتوں میں سے پسند ہو اختیار کرو۔ اگر چاہو تو رائے لگاؤ اور اجتہاد کر کے قدم آگے بڑھاؤ۔ اگر چاہو تو پیچھے ہٹو۔ لیکن پیچھے ہٹنا اور رائے و قیاس نہ لگانا یہی خیر ہے کیونکہ قیاس البغض المحلل ہے مایہ ناز نہیں نہ اس پر دین کی بنا ہے، رداری،

جامع ترمذی میں ہے ابو السائب کہتے ہیں کہ ہم لوگ وکیع کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے ایک شخص سے جو رائے اور قیاس کا خوگر تھا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا اور ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اشعار مشدہ ہے۔ شخص مذکور نے کہا کہ ابو حنیفہ ابراہیم نخعی سے ناقل ہیں کہ وہ اس کو مشدہ کہتے تھے۔ ابو السائب کہتے ہیں کہ اس قدر وکیع کو میں نے غصہ ہوتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وکیع نے کہا کہ میں تو اقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہوں اور تو اس کے جنت میں ابراہیم نخعی کا قول پیش کرتا ہے۔ تو اسی قابل ہے کہ قید کر دیا جائے اور جب تک اس قول سے باز نہ آئے رہائی نہ دی جائے۔

جناب شاہ صاحب صحابہ و تابعین کے اس طرز اجتہاد اور ان کے اصول کو قولاً و عملاً دکھلا کر فرماتے ہیں کہ محدثین را امام بخاری اور ان کے اساتذہ نے اپنے اجتہاد و اصول فقہیت کو انہیں صحابہ و تابعین کے اصول فقہیت و طرز اجتہاد پر رکھا ان پر خدا نے آسان کر دیا۔

و بالجملۃ لما ہذا الفقہ علیٰ ہذا القوا^{علما}
 فلم یکن مسئلۃ من المسائل التي تکلم
 فیہا متقیہا والقی قعت فی زمانہم
 الا و جہا فیہا حدیثا من فروعہا متصلا
 او موسلا او موقوفنا علیہا و حنا او صلا
 للاعتبار و وجہا اثرا من آثار الشیخین
 او ساثر الخلفاء و قضاة الامصار و فقہاء
 البلدان او استنباطا من عموم اوجہاد
 او اقتضا فیہا فی اللہ لہم العمل بالسنۃ
 علیٰ ہذا الوجه۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب فقہائے محدثین نے اس قاعدہ مذکورہ بالا پر اجتہاد کی بنیاد رکھی تو کوئی مسئلہ ان مسائل میں سے جو ان سے پہلے واقع ہو چکے تھے یا ان کے زمانہ میں واقع ہوئے ایسا نہیں تھا کہ ان میں کوئی حدیث رسول اللہ علیہ وسلم کی متصل یا مرسل یا موقوفہ صحیح یا حسن یا قابل اعتبار نہ ملی ہو یا کوئی اثر صحابہ خلفائے راشدین یا ان صحابہ کے جو عہدہ قضا پر مامور تھے یا فقہائے

صحابہ کے جو اطراف بلاد میں پھیلے تھے نہ ملے ہوں یا کوئی استنباطی مسئلہ عموم آیت و حدیث یا ایما یا اقتضاء سے ان کو نہ ملا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ پر ان لوگوں کے لیے سنت پر عمل کرنا آسان کر دیا۔

اور امام احمد کے بعد کے محدثین کا ذکر کر کے امام الحدیث اور ان کے تلامذہ کے بارے میں فرماتے ہیں

وكان واسع علم اعنى وانفعه
 تصنيفا واشهره هو ذكر الرجال اربعة
 متقاربون في العصر اولهم ابو عبد الله
 البخارى وكان غرضه تجميع الاحاديث
 الصحاح المستفيضة المنقولة من
 غير هؤلاء استنباط الفقه والسيرة و
 التفسير ومنها انصفت جامع الجمع ووفى
 بالشرط وبلغنا ان رجلا من الصالحين رأى
 رسول الله صلى الله عليه ووفى منامه
 وهو يقول مالك اشتغلت بفقه محمد
 بن ادريس تركت كتابي قال يا رسول
 الله ما كتابك قال صحيح البخارى و
 لعمرى انه نال من الشهرة والقبول
 درجة لا ترام فوقها

حجة اللہ ص ۱۲ مطبوعہ مصر

بڑے وسیع علم والے اور بڑی نافع تصنیف
 والے بڑے مشہور ذکر والے میرے
 علم میں چار شخص ہیں جو سب ہم عصر ہیں اور ان
 ان میں امام ابو عبد اللہ بخاری ہیں ان کی
 غرض تصنیف سے یہ ہے کہ صحیح صحیح حدیث
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو متصل
 اور مشہور ہوں ان کو غیر سے الگ کریں
 اور ان سے مسائل فقہیہ نکالیں اور سیرت
 اور تفسیر کی حدیثوں کو الگ کریں اس لیے
 انہوں نے جامع صحیح تصنیف کی اور جو
 شدید شرائط انہوں نے اس کے جمع کرنے
 میں کی تھی ان کو پورا کیا مجھے خبر سنی ہے
 کہ ایک صالح آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما
 رہے ہیں تم میری کتاب چھوڑ کر محمد بن
 ادريس شافعي کی کتاب کا درس کب تک دیتے رہو گے میں نے عرض کی آپ کی
 کتاب کون سے آپ نے فرمایا صحیح بخاری میری عمر کی قسم اس نے اس قدر
 شہرت حاصل کی کہ اس سے زائد کا قصد نہیں ہو سکتا

محدثین کے طرز اجتہاد و اصول فقہیت و دراج اور ان کی معنویت

فقہیت کو مفصل بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب نے اہل الرائے کے طرز اجتہاد اور ان کی فقہیت کے ڈھنگ بیان کئے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ لوگ اہل الرائے کیوں کہلائے۔

فقہائے اہل الرائے کا طرز اجتہاد و اصول فقہیت

چونکہ فقہائے اہل الرائے میں فطانت اور انتقال ذہن اس قدر تھا کہ جس سے وہ اپنے اساتذہ کے اقوال سے مسائل نکالنے پر قدرت رکھتے تھے اس وجہ سے انہوں نے فقہ کی بنا تخریج پر رکھی اور تخریج کی صورت یہ ہے کہ ہر وہ شخص اس عالم کے مجموعہ کو جو کہ اساتذہ کے اقوال سے خوب واقف ہے اور ترجیح میں صحیح تر نظر رکھتا ہے اور وہ اساتذہ کی رگویا زبان ہے۔ یاد کرے پھر مسئلہ میں اس کے حکم کی وجہ سے سوئے تو جب کبھی اس سے کسی مسئلہ کا سوال کیا گیا یا اس کو خود کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئی تو اس نے اساتذہ کے صریح اقوال کو جو اسے یاد تھے دیکھا اگر ان میں

وكان عندهم من الفطانة والحدس و
سرعة انتقال الذهن من شئ الى
شئ ما يقدون به على تخریج المسائل
على اقوال اصحابهم وكل يسر لما خلق له
وكل حذب يالذ يهرفون فهدوا
الفقه على قاعدة التخریج وذلك ان
يحفظ كل احد كتاب من هولسان
اصحابه واعرفهم باقوال القوم و
احفظ نظر في الترجیح فيتامل في
كل مسئلة وجه الحكم فكما سئل
عن شئ او احتاج الى شئ راي فيما
يحفظ من تصريجات اصحابه فان
وجد الجواب فيها ولا نظر الى عموم
كلامه فاجراه على هذه الصورة

او اشارة ضمنية لكلام فاستنبط منها
 وربما كان لبعض الكلام ايماء او
 اقتضاء يفهم المقصود وربما كان
 للمثلة المصرح بها نظير يحمل عليها
 وربما نظر وافي علة الحكم المصرح به
 بالتحريم او بالسبر والحذف والادوا
 حكمه على غير المصرح به وربما كان له
 كلامان لو اجتمع على هيئة القياس
 الاقتراني او الشرطي ابتجا جواب المسئلة
 وربما كان في كلامه ما هو معلوم بالمشا
 والقسمه غير معلوم بالحد الجامع المانع
 فيرجعون الى اهل اللسان يتكلمون
 في تحصيل ذاتياته وترتيب حد جامع
 مانع له وضبط مبدئه وتعيين مشكلته
 وربما كان كلامه محتملا لوجهين فينظر
 في ترجيح احد المحتملين وربما يكون
 قريبا الدلائل خفيا فيبين ذلك
 وربما استدلل بعض المخرجين من
 فعل ائمه على سكوتهم ونحو ذلك

اس کا جواب مکمل آیا تو خبر ورنہ را نہیں اقول
 سے استنباط شروع کیا ان کے کلام کے
 عموماً کو دیکھا اگر کسی عام کے تحت میں درج
 ہو سکا تو اس عموم کو اس مسئلہ پر جاری کر دیا
 یا کلام کے اشارے ضمنی میں غور کیا اور اسی سے
 استنباط کر لیا کبھی کسی کلام سے کوئی اشارہ
 نکلتا یا اس سے کچھ لازم آتا جو مقصود کو
 سمجھا دیتا کبھی جس مسئلہ کی تصریح ہوتی اس کے
 دوسرے شکل ہوتا جو اس پر قیاس کر لیا جاتا
 کبھی کسی وجہ سے ان کے بتائے ہوئے مسئلہ میں
 علت پیدا کر کے اس علت کو مدار حکم سمجھ
 کر غیر بتائے ہوئے مسئلوں میں وہ حکم جاری
 کر دیا کبھی استاذ کے کلاموں کو ملا کر نتیجہ
 کے طور پر مسئلہ کا حکم نکال لیا کبھی وہ چیز
 جس کی جامع مانع تعریف اساتذہ کے کلام
 میں نہیں تھی گو وہ چیز مثال سے یا تقسیم
 مفہوم ہوتی تھی تکلفات کر کے اس کی
 جامع مانع تعریف مرتب کر دی اور پھر
 اس تعریف کے موافق اس کے تمام افراد کو

وهذا هو التخریج یقال له القول المنخرج
 فلان كذا ويقال على مذهب فلان
 او على اصل فلان اعلى قول فلان جوا
 المسئلة كذا وكذا ويقال لهؤلاء المجتهدون
 في المذهب وعق هذا الاجتهاد على هذا
 الاصل من قال من حفظ المسبوط كان
 مجتهدا ای ان لو یکن له علم بوجوه
 اصلا ولا بحديث واحد (رحمة اللہ علیہ)
 طریقہ پر مراد ہے اس شخص کی جس نے کہا کہ جس شخص نے مسبوط فقہ کی ایک کتاب
 یاد کر لی وہ مجتہد ہو گیا۔ اگرچہ اس کو ذرا بھی روایت کا علم نہ ہو اور نہ ایک حدیث کا
 علامہ ابن خلدون و شاہ ولی اللہ صاحب کے کلام سے چند نتائج نہایت بدیہی
 طور پر اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

ما فقہ کی دو قسمیں ہیں ججائزوں کے دینے والوں کی فقہ، عراقیوں راجل کو فقہ کی فقہ،
 عراقیوں میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ و تابعین کی باطل
 کسی تھی اور اس کا ذوق بھی ان میں کم تھا اس وجہ سے ان کے مسائل کی بنا زیادہ تر رائے
 و قیاس پر رہی ان کا میلان ان کی گردیدگی احادیث و آثار کا قبیح چھوڑ کر رائے و قیاس
 کی طرف رہا اس وجہ سے وہ اہل الرائے کے نام سے مشہور ہوئے۔

اہل ججائز میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ و تابعین کا
 بے حد مذاق تھا وہ ہر مسئلہ کے لیے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ

و تابعین تلاش کرتے اسی لیے وہ لوگ اہل الرائے کے ساتھ شہرت پذیر نہ ہوئے بلکہ وہ لوگ اصحاب الحدیث یا اہل المحدثین یا محدثین کے ممتاز لقب سے ملقب ہوئے۔ عہد عراقیوں میں یہ دستور تھا کہ یہ لوگ اپنے اساتذہ کے تنقیح کئے ہوئے قواعد یا ان کے اقوال کو یاد کر لیتے اور جو مسئلہ پیش آتا انہیں قواعد سے ان کے جوابات طلب کرتے۔ دوسرے فریق اہل مکہ و مدینہ کسی کے قواعد یا رائے کے پابند نہ تھے وہ براہ راست ماخذ قرآن و حدیث سے مسائل کے جواب طلب کرتے۔ ہاں مجبور ہو کر صحابہ کے اتفاق رائے یا ان کے فتاویٰ کو دیکھتے یا اس سے بھی مجبوری ہوتی تو بغض الحلال جہاں کہنیاس کو استعمال کرتے۔

۱۴ اہل عراق کے دلول کا میدان ان کے اساتذہ کی طرف بے طرح تھا اس میں وہ منہم ہو گئے وہ اپنے ائمہ کو انتہا درجہ کا محقق جانتے تھے بلکہ اپنے ائمہ کو اس غلو کی وجہ سے صحابی روہ بھی جلیل القدر صحابی جن کا شمار فقہانے صحابہ میں ہے پر ترجیح دینے کو تیار تھے استنباط مسائل دونوں ہی کرتے۔ طریقہ اجتہاد دونوں میں مروج تھا لیکن محدثین و اہل حجاز کے یہاں صحابہ و تابعین کے طرز اجتہاد و اصول فقہیت سے کام لیا جاتا تھا اور براہ راست قرآن و حدیث سے استدلال و استنباط کیا جاتا۔ اور اہل عراق کے یہاں ان کے اساتذہ کے قواعد اور ان کے اقوال سے تخریج و تخریج کی جاتی۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اہل حدیث کا طریقہ اجتہاد نہایت مشکل تھا جس میں بڑی بڑی صعوبتیں تھیں وہیں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہی طریقہ اجتہاد تھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اکابر تابعین کا

اور امام محمد بن زبجاری نے اسی کو اختیار کیا۔

یہ دعویٰ کہ محمد بن اور ان کے اتباع اصول فقہت نہیں جانتے تھے۔ یا اس سے کام نہیں لیتے تھے نہایت بے غلطی ہے۔ ہم کو حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس دعوے کے ثابت کرنے کے لئے عجیب و غریب باتیں تراشی جاتی ہیں اور یہ دکھایا جاتا ہے کہ اہل کوفہ اس وجہ سے اہل الرائے کہے جاتے ہیں کہ وہ فقہت اور قیاس و اجتہاد سے کام لیتے تھے۔

اگر فقہت اور اجتہاد کی وجہ سے اہل کوفہ اصحاب الرائے کہے جاتے ہیں تو اصحاب الرائے کوئی مذموم لقب نہیں ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہ لقب زمانہ صحابہ سے برابر موقعہ ذم میں استعمال کیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کے لیے سلف کی شہادتیں پیش کریں تو ایک ضخیم کتاب لکھنی پڑے۔

اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق یہ مسلم ہے کہ قرآن کے بعد رکن اجتہاد احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس لیے مجتہد کا فرض ہے کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقصا کرے۔ جو اس میں ناقص ہے اجتہاد میں غیر کامل ہے۔ اس کا قیاس غیر مکمل ہے اس بارے میں ابن خلکان نے امام شافعی اور امام محمد کا ایک دلچسپ مکالمہ نقل کیا ہے۔

امام محمد: سچ کہتا میرے شیخ امام ابو حنیفہ بافضل ہیں یا تمہارے امام مالک امام دارالہجرت امام شافعی، کیا انصاف مد نظر ہے۔ امام محمد: ہاں۔ امام شافعی: آپ خود فرمائیے میرا شیخ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتا ہے یا آپ کا۔ امام محمد: اللہ اکبر۔ آپ کا۔ امام شافعی: سچ کہیے میرا شیخ زیادہ قرآن جانتا ہے۔

یا آپ کا۔ امام محمد، اللہ اکبر۔ آپ کا۔

امام شافعی، پھر قیاس کے سوا کیا رہ گیا۔ اور اصل یہ ہے کہ صحت قیاس بھی
قرآن و حدیث ہی پر موقوف ہے۔

محدثین کے طریقہ اجتہاد کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب امام احمد بن حنبل کا
قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وكان الفقه على هذا الوجه يتوقف

على شئ كثير من الاحاديث و

الاثار حتى سئل احمد بن حنبل

ايكفي للرجل مائة الف حديث

حتى يفتي قال لا قبل خمسمائة الف

حديث قال ارجو۔

گیا۔ اچھا پانچ لاکھ فرمایا امید ہے کہ کافی ہو۔

چونکہ عراقیوں کا اصول نقاہت، و طرز اجتہاد صحابہ و تابعین کے طرز اجتہاد

و اصول نقاہت سے بعید تھا۔ اس وجہ سے فقہائے محدثین و امام بخاری نے

اس کنارہ کشی کی۔

ایک دوسری وجہ اور ہے جس نے امام بخاری و عامر محدثین و ائمہ حجاز کو اہل الہ

کی فقہ سے کلیتہً نفرت و لاوی۔ وہ یہ ہے کہ اہل الہ کے طرز اجتہاد و اصول نقاہت

چونکہ درحقیقت اقوال الرجال سے تخریجات اور انہیں پر تفریعات ہے۔ اور تخریج

میں کئی احتمال خطا کا اور ایک احتمال صواب کا ہوتا ہے اس لیے اہل الہ سے کتا

طرز فقہیت و اصول اجتہاد و نہایت خطرناک امر ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ
 ہے کہ جس طرح مجتہدین قرآن و حدیث کو پیش نظر رکھ کر مسائل کا استنباط کرتے
 ہیں۔ اسی طرح مخزجین اپنے علماء کے اقوال پیش نظر رکھ کر استنباط کرتے ہیں لہذا
 جیسا کہ اجتہاد و محتمل خطا و ثواب ہے اسی طرح تخریج بھی محتمل خطا و ثواب ہے،
 کیونکہ جس طرح مجتہد غیر منصوص واقعہ میں۔ اور نصوص پر غور کر کے اپنے انداز
 و تخمین سے شارع کا منشا معلوم کرنا چاہتا ہے اور اپنی رائے شارع کے
 منشا کی بابت اپنے گمان کے موافق قائم کرتا ہے۔ اور اس رائے میں کبھی مصیب
 ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اسی طرح مخزج غیر مصرح مسئلہ میں اپنے انداز و تخمین
 سے اس عالم کا منشا جس کے قول پر تخریج کر رہا ہے۔ اس کے اور اقوال کے
 قرائن سے معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنی سمجھ کے موافق اپنے گمان سے اس کا
 عندیہ قائم کرتا ہے پس ضرور نہیں کہ وہ ہر جگہ اس کے اصل عندیہ کو پہنچ جائے
 اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے قول کی ہم کچھ علت خیال کرتے ہیں حالانکہ
 اس کے نزدیک کچھ شرائط یا موانع بھی ہوتے ہیں کہ جن تک ہمارا خیال نہیں
 پہنچتا اور ہم بلا لحاظ ان شرائط و موانع کے اس کی رائے ایک امر کی بابت قائم
 کر لیتے ہیں۔ لیکن جب وہی امر اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس رائے کے
 ساتھ متفق نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہم روزمرہ اپنے معاملات
 اور گفتگوؤں میں دیکھتے ہیں۔ الحاصل اجتہاد و تخریج دونوں میں احتمال
 خطا و صواب دونوں کا ہے۔ جب یہ ضمنی بات معلوم ہو چکی تو اصل مدعا کو سونو
 جن اقوال پر تخریج کی گئی جاتی ہے یا تو نصوص صریح سے ثابت ہوں گے

یا اجتہاد و استنباط سے نکالے گئے ہوں گے۔ اس لیے تخریج کی دو صورتیں ہوگی
 یا تو تخریج پہلی قسم پر ہوگی یا قسم ثانی پر۔ قسم اول میں ایک مرتبہ احتمال خطا کا ہے
 اور ایسی تخریج بہت کم ہے قسم ثانی میں دو مرتبہ احتمال خطا کا ہے۔ اول احتمال
 اصل کے اجتہادی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور دوسرا احتمال تخریج کے
 وقت پیدا ہوا۔ خطا کا احتمال جو اصل میں پیدا ہوا تھا وہ فرع کی طرف متعدی ہوگا
 اس لیے کہ اصل اگر صحیح نہیں تو فرع جس کا مدار اسی اصل پر ہے کیسے صحیح ہو سکتی
 ہے۔ گو وہ تفریح و تخریج صحیح ہو اور اصل کو صحیح مانا جائے تو فرع کا صحیح ہونا
 لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ تفریح سے احتمال خطا کا پیدا ہے۔ پس اصل میں جو احتمال
 خطا ہے وہ فرع کی طرف متعدی ہوگا۔ اور اصل کا احتمال صواب فرع کیلئے
 تسکین بخش اور اطمینان دہ نہیں ہو سکتا۔ پس جو مسئلہ اجتہادی مسئلہ پر تخریج
 ہوگا اس میں منجملہ چار صورتوں کے ایک صورت صواب کی اور تین صورتیں
 خطا کی نکلیں گی۔ صواب کی ایک صورت یہ کہ نہ اصل مسئلہ میں اجتہاد کے
 وقت خطا ہوئی اور نہ تخریج مسئلہ میں تفریح کے وقت، اور تین صورتیں
 خطا کی یہ ہیں۔ اصل میں خطا نہ ہوئی تھی مگر تفریح میں ہو گئی۔ اصل میں خطا ہوئی
 گو تفریح میں نہ ہوئی تھی۔ اصل میں خطا ہوئی تھی اور تفریح میں بھی ہوئی اور
 پھر اس تخریبی مسئلہ پر اگر تخریج کی گئی تو خطا کے احتمال اور ترقی پکڑیں گے
 چنانچہ اس درجہ میں منجملہ آٹھ صورتوں کے ایک صورت صواب کی اور سات
 صورتیں خطا کی نکلیں گی اور جس قدر سلسلہ تخریج آگے کو چلے گا، احتمالات
 خطا زیادہ ہوتے جائیں گے۔

دیکھو جناب امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کون اس کام میں فائق ہو سکتا ہے
خود انہوں نے اس زمانہ میں جو بکہ فارغ التحصیل ہو کر استقلال کے ساتھ
اپنی درس گاہ علیحدہ قائم فرمانا چاہتے تھے اس وقت جب حماد کے اقوال پر
تخریج کی تو منجملہ ساٹھ کے کئی مسئلے ایسے ہیں کہ جن میں وہ حماد کے منشا کو پہنچے تھے
اور کئی ایسے ہیں جن میں انہوں نے حماد کے خلاف مرضی تخریج کی جن کو حماد
نے ناجائز رکھا۔ (سیرۃ النعمان)

امام حماد کے زمانہ سے عراق میں تخریجی فقہ کا دور شروع ہوا اور یوں
فیوٹا ترقی پکڑتا گیا یہاں تک کہ کوفہ میں بالخصوص اور تمام عراق میں بالعموم
یہ فن نہایت سرعت سے پھیل گیا اور جس قدر زمانہ گذرتا گیا استحکام کے
اس کا اثر جتنا گیا شدہ تمام عراق کا جولان گاہ اور معراج ترقی تخریجی مسائل
میں دستگاہ حاصل کرنا اور تخریج کے اصول کو ازبر کرنا اور اسی پر تفریعات
نکالنا رہ گیا۔ دوسرے علوم اسلامیہ سے بے پروائی اور بے توجہی ہوتی گئی۔
چند دنوں کے بعد خود اہل کوفہ کو دوسرے علوم اسلامیہ میں اپنے ائمہ کے اقوال
اور تحقیقات پر اعتماد نہ رہا۔ اور تخریجی مسائل پر اس قدر ذوق اور اعتماد بڑھا
کہ اس کے مقابل میں کہیں صحیح حدیثیں ناقابل عمل ٹھہریں۔ کہیں اکابر صحابہ غیر
فقیر اور ناسمجھ قرار دیے گئے۔

لیکن اگر کوئی شخص اس تخریجی استقلال کا نمونہ دیکھنا چاہے تو عراق دہم
میں باب بھی چلا جائے اور کابل، قندھار، غزنی، ہرات وغیرہ کی درس گاہوں
کو ملاحظہ کرے اور وہاں کے بڑے بڑے فقیر مالائیں کو دیکھے۔ آرا الرجال کا

درس جاری ہے۔ انہیں پر تفریح و تخریج ہے۔ اور یہی ان کی معراج ترقی اور
یہی ان کی جولان گاہ ہے۔ وہ علوم قرآنیہ سے ناواقف، اور علوم حدیثیہ سے
بے پروا۔ قدوری سے لے کر تمام کتب فقہ کا درس دیں گے۔ اور کتب فقہ
عزیم پڑھیں گے۔ لیکن قرآن اور حدیث کو ایک روز بھی نہ نظر تحقیق مسائل
نہیں دیکھیں گے۔ ان کے کان تحقیق سے نا آشنا ہیں۔ ان کے دل و دماغ میں
آراء و رایجہاں سے بڑھ کر کوئی با وقعت چیز نہیں۔ وہ فقہائے کوفہ کی رایوں کو
آسمانی وحی سے بھی زیادہ با وقعت جانتے ہیں۔ اگر ان میں کوئی لائق سے لائق
ہو تو اسی قدر کہ مختلف اقوال فقہاء کو راجح و مرجوح کر سکے۔ اور بس۔
اہل الرائے کی وجہ تسمیہ میں جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

المراد من اهل الراي قوم توجهوا
بعد المسائل المجمع عليها بين
المسلمين وبين جمهورهم الى التخریج
على اصل رجل من المتقدمين
فكان الثامره هو حمل المنظر على
المنظر والرد الى اصل من الاصول
دون تتبع الاحاديث والآثار

اہل الرائے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں
کے مسائل متفق علیہا کے بعد کسی شخص
مقدم کے قاعدہ پر تخریج مسائل کی طرف
توجہ کی۔ ان کا اکثر دستور یہی تھا کہ مسئلہ
میں اس کے مشابہ مسئلہ کا حکم لگاتے اور
مسئلہ کو انہیں قواعد کی طرف پھیر دیا
کر لے جاتے رجوان کے اساتذہ کے

نکالے ہوئے تھے اور احادیث نبویہ و اقوال صحابہ کی کھوج تلاش کرتے۔
اتباع اہل الرائے کا اثر عراق پر بے طرح حاوی تھا اسی وجہ سے محدثین
کو سخت تکلیفیں پہنچیں۔ ابو حفص کبیر اور حرث بن ورقانہ کے واقعات حصہ اول

یہاں تک ہم نے علم فقہ اور فقہاء اور ان کے طرز اجتہاد و اصول فقہاء کی تقسیم اور فقہائے محدثین و فقہائے اہل الرائے کی وجہ تشبیہ کی نسبت اجمالاً عرض کیا تاکہ علم فقہ پر جو غلط فہمی کا پردہ پڑا ہوا ہے اٹھ جائے۔ اور یہ واضح ہو جائے کہ امام المحدثین فقہائے اہل حدیث سے ہیں اور امام المحدثین کی علمی زندگی کا ایک بڑا کارنامہ فقہ الحدیث بھی ہے۔ اب ہم اس پر تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اصل مقصد سے پہلے ضرور ہے کہ مختصر طور پر ہم علم

دینیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ غالباً دنیا کے قیام تک ہی برتاؤ رہے گا۔ صوفی صافی امام محی الدین ابن عربی نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ فتوحات مکہ میں لکھتے ہیں کہ امام آخر الزمان کے دشمن ہی ہوں گے اس صدی میں بھی جب ہم شیخ الکل محدث دہلوی مولانا سید نذیر حسین مرحوم کی نسبت دل آزار تحریریں پڑھتے ہیں اور ان کی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں بلکہ اسی طرح ہر صدی کے اعیان اہل حدیث کے حالات پڑھتے ہیں تو ہم کو صد ہا واقعات ملتے ہیں۔ شیخ امکل کے ساتھ سفر حج میں دہلی سے حرمین تک کوئی دقیقہ انداز سانی کا باقی نہیں چھوڑا گیا۔ کفار مکہ کی طرح حج سے روکنے کی فکر کیا کی گئیں۔ اس کے لیے فریب۔ جھوٹ غلط بیانی کوئی بات باقی نہیں رکھی گئی۔ اب دنیا سے جانے کے بعد یہودہ خواب کتابوں میں لکھ کر شائع کئے گئے۔ جو ناب مولوی رشید احمد صاحب ایک بزرگ عالم تھے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ محدثین کی نسبت یہودہ باتیں لکھ کر ان کی بزرگی دکھلائی جائے۔ ہم ان کی سوانح عمری کے بعض اوراق پڑھتے ہیں تو حضرت شیخ الکل کی نسبت بعض ایسی یہودہ باتیں لکھی ہوئی پاتے ہیں جو کسی معمولی شخص کی نسبت بھی نہیں لکھی جاسکتیں۔

جس نے درس قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے دامن میں اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہا ہو۔ جس کے حلقہ درس میں اس کا بازار سی کے زمانہ میں دینیہ برصغور آئندہ)

فقہ کی تاریخ لکھیں۔

فقہ کی تاریخ پر شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک نہایت قابل قدر مضمون لکھا ہے

و بقیہ صفحہ گذشتہ بھی پچاس ساٹھ طلبہ شامل ہوتے ہوں جو شخص قرآن و حدیث کے درس میں ادب سے
زاد ہو تاکہ نہ بد سے جس کا قبضان علم ہندوستان میں تمام اضلاع پنجاب۔ اضلاع ممالک متحدہ اور وہ
اگرہ۔ صوبہ بہار۔ دکن حیدرآباد۔ اضلاع بنگال عرض اقصائے مغرب ہند سے اقصائے مشرق ہند تک
اور ولایت کابل میں غزنی تندرہ باجوڑ قندھار یاغستان کا شجر بخارا سمرقند۔ ہرات اور جزیرہ
حبلشان۔ حجاز۔ سامرد و سنوس۔ نجد تک پہنچا جو جس کی مفصل فہرست شیخ اہل کی سوانح عمری سے
معلوم ہو سکتی ہے۔ تلامذہ میں ایک ایک محدث فقیہ مفسر متبحر اور صدر المذہب میں ممتاز لانا فضل ہوا اس کی
نسبت ایسے دم پرستوں کے تھے لکہ مولانا رشید احمد صاحب کی سوانح عمری کو زینت دینا اور ان کی دوستی
سے کم نہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب کی سوانح عمری لکھنے والے صاحب نے اس سے صرف اپنی بیاد ہی
دہم پرستی ہی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ بلکہ نادانیت کا بھی۔ وہ اس سے ناواقف ہیں کہ شیخ اہل مولانا
سید نذیر حسین محدث و ملوی مرحوم مولانا رشید احمد صاحب کے اساتذہ کے ہم طبقہ ہیں۔ مولوی
رشید احمد صاحب شاگرد ہیں مولانا شاہ عبدالغنی صاحب کے اور مولانا شیخ محمد تقانوی کے۔ شاہ عبدالغنی
صاحب وہ شخص ہیں کہ ۵۰ برس سن میں حضرت شیخ اہل سے کم ہیں۔ جس زمانہ میں حضرت شیخ اہل درس دیتے
تھے اس وقت شاہ صاحب کا ختم ہوا تھا۔ اور مولانا محمد صاحب تقانوی شاگرد ہیں مولانا محمد اسحاق
صاحب کے جن کی خدمت میں شیخ اہل مدتوں رہے۔ اگر ان باتوں سے دیکھ لیں شیخ اہل کی علمی فیاضیوں
سے شہ برابر بھی یہ صاحب واقف ہوتے تو کبھی ایسے بیہودہ خواب نہ نقل کرتے (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

عہ جس بیہودہ خواب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی صحیح تعبیر اور ایک مرید مخلص کے خواب لا الہ الا اللہ شرف علی رسول
کی حقیقت معلوم کرنی ہو تو اخبار المحدث کے فاضل اور نتائج التقلید کی طرف مراجعت کیجئے۔ عبید اللہ رحمانی۔

جس کا اقتباس ہمارے لیے کافی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احکام کی قسمیں نہیں پیدا ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے وضو کرتے تھے۔ اور کچھ نہ بتاتے تھے کہ یہ رکن ہے یا واجب ہے یا مستحب ہے صحابہ آپ کو دیکھ کر اسی طرح وضو کرتے تھے۔ نماز کا بھی یہی حال تھا۔ یعنی صحابہ فرض و واجب وغیرہ کی تفصیل و تہنیت نہیں کیا کرتے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کسی قوم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر نہیں دیکھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی میں تیرہ مسئلوں سے زیادہ نہیں پوچھے۔ جو سب کے سب قرآن میں موجود ہیں۔ البتہ جو واقعات غیر معمولی طور کے پیش آتے تھے۔ ان میں لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفتاء کرتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے اور فرضی صورتوں کا پوچھنا مثلاً بکری اور کتے سے بچہ ہو یا کتیا کے دودھ سے بکری کا بچہ پرورش پانے یا کوئی پاؤں کی طرف سے اسٹے وضو سے تو کیا حکم ہے بہت معیوب جانتے تھے۔

رقیبہ حاشیہ صفحہ گذشتہ افسوس ہے انسان کو تقلید اصم اکلم عمی سادتی ہے۔ اور ہم قلوب لایفقہون بہا کا مصداق کر دیتی ہے۔ ایسے مقام پر پہنچ کر ہم کو حضرت نواب عفران مآب کا یہ شعر یاد پڑتا ہے

بین نواب تا کے شومی تقلید بر غیر و

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ کاشٹھل عمالہ یکن فانی سمعت عمر بن الخطاب
یلتق من سأل عمالہ یکن لکتر الیسا ہی ہوتا کہ لوگوں نے کوئی کام کیا۔ اور آپ کے
اس پر تحسین کی یا اس سے ناراضا مندی ظاہر کی۔ اس قسم کے فتاویٰ اکثر عام مجبوں
میں ہوتے تھے اور لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو محفوظ رکھے تھے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فتوحات کی نہایت وسعت
ہوئی۔ اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ
اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی۔ اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین ابو بکر و عمر کا زمانہ ہے۔
سب سے زیادہ ضرورت اجتہاد کی خلیفہ وقت کو ہوتی۔ کیونکہ خلیفہ وقت کے
فرائض میں تعلیم، عبادت و اجرائے احکام فصل خصوصیات۔ فتوے بتانا، اللہاری
لگان تشخیص کرنی۔ دیوانی۔ فوجداری کے احکام نافذ کرنے، تعزیرات، شہادت
معادہ، وراثت۔ وصیت وغیرہ اس طرح کے تمام امور متعلق ہوتے۔ حضرت
ابو بکر کا زمانہ مسیلمہ کذاب، اور اسود عنسی کے خروج و بغاوت، اور مانعین
زکوٰۃ کی وجہ سے گواہت پر آشوب ہو گیا تھا، لیکن حضرت ابو بکر کی حسن تدبیر
نے اس فتنہ کو جلد فرود کر دیا۔ اور شیرازہ اسلام جو بکھر چلا تھا۔ بات کی بات میں
درست ہو گیا اور حضرت عمر کا زمانہ تو ویکنن ^{عہ} لہم دینہم الذی اذقنی لہم کا
مصدق ہے۔ یہ کئی بار گزر چکا کہ شیخین کے اجتہاد کا دستور تھا کہ پہلے رسول اللہ

عہ جو واقعہ ہو اس کا مسئلہ نہ پوچھا کر دیکھو نہ اسے شخص کو عمر بن الخطاب لعنت کرتے ۱۲

عہ اور اس دین کو جو ان کے لیے پسند کیا ہے زمین میں جمادے گا ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم حدیث تلاش کرتے دکھانے لکھنا ان اذالہدین لہما علو فی
المسئلۃ یستلون الناس عن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس استنباط اور اجتہاد کی وجہ سے صحابہ میں بے شمار اختلاف ہوا۔ لیکن
اس اختلاف سے ٹولیاں نہیں قائم ہوئیں۔ جس طرح آج بھی محدثین میں اختلاف
مسائل ہے۔ لیکن ان کی باہم فرقہ بندیوں نہیں ہیں۔ اختلاف کے وجوہ چند دور
چند ہوئے۔ (۱) ایک صحابی مجتہد کو حدیث پہنچی۔ دوسرے کو نہ پہنچی (۲) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو فعل کرتے سب نے دیکھا۔ لیکن ایک نے سمجھا کہ آپ نے
..... علی سبیل الاستیجاب کیا۔ دوسرے نے سمجھا کہ علی سبیل الابتہ

کیا ہے (۳) یا ایک صحابی کو وہم ہو گیا۔ (۴) یا نسیان ہو گیا (۵) یا علت حکم میں
اختلاف ہوا اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فعل کو کیا یا کوئی
حکم دیا۔ صحابہ نے اپنے اپنے فہم کے مطابق اس فعل یا حکم کی علت جدا جدا
قرار دی (۶) یا کسی نے سمجھا کہ یہ فعل آپ کی خصوصیات میں ہے۔ دوسرے نے
سمجھا کہ اس میں کوئی قرینہ خصوصیت کا نہیں۔

اس تفریق کے لیے جو اصول قرار دیے جاسکتے تھے۔ ان پر تمام صحابہ کا
راہیوں کا متفق ہونا ممکن نہ تھا۔ اس لیے مسائل میں اختلاف آرا ہوا۔ اور اکثر
مسئلوں میں صحابہ کی مختلف رائیں قائم ہوئیں۔ بہت سے ایسے واقعات پیش
آئے جن میں باوجود محض صحابہ میں پیش کرنے۔ اور منادی کر کے حدیث تلاش
کرنے کے بھی کوئی قول یا فعل یا تقریر دربار رسالت کی نہ پائی گئی۔ ان صورتوں
میں استنباط تفریح، حمل النظر علی النظر، اور قیاس سے کام لینا پڑا۔

صحابہ میں جن لوگوں نے استنباط اور اجتہاد سے کام لیا۔ اور مجتہد یا فقیہ کہلائے۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت ہے لیکن ان میں نشتائیں بزرگ ممتاز گنے جاتے ہیں۔ ان میں سے بھی سات بزرگ ایسے تھے جو فتاویٰ میں مرجع خلائق علامہ سخاوی فتح المغیث میں رقم طراز ہیں۔ والکثرون منہم سبعة۔ عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، واہن عمرؓ، واہن عباسؓ، و زید بن ثابتؓ، و عائشہؓ، قال ابن عزمؒ لیکن ان صحیح من فتاویٰ ہم مجلد ضخیم۔

فقہائے صحابہ کا اصل مرکز اور ماویٰ مدینہ تھا۔ البتہ حضرت علیؓ و عبد اللہ ابن مسعودؓ کچھ دنوں تک کوفہ میں رہے۔ حضرت علیؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی سے افتا اور استنباط کی خدمت بجالاتے رہے۔ اور خلفائے راشدین نے ان کو اسی خدمت پر مامور کیا تھا۔ لہٰذا بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم متصدی النشر العلم والفتیاء میں مدینہ سے نکلے اور ۳۸ تک جنگ جمل و صفین و جنگ نہروان میں مشغول رہے۔ بعد اس کے کوفہ میں دو برس اقامت رہی۔ اس میں بھی باغیوں سے چین نہ ملا اور برابر اسی اوصیٰ میں رہے یہاں تک کہ ان کی شہادت ہوئی۔

(۳) عبد اللہ بن مسعودؓ بھی ابتداء سے مدینہ ہی میں رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں عمار کو کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا تو عبد اللہ بن مسعودؓ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ پھر موتوں کے مدینہ ہی میں بلا لیا۔

عہ یعنی برابر حضرت علیؓ نشر علم اور فتویٰ دینے کا کام کرتے رہے۔ اصابعہ ۳

عبداللہ بن عباسؓ بھی برابر مدینہ میں تھے۔ البتہ تھوڑا زمانہ مکہ میں رہے جو کثرت آمد و رفت سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مدینہ ہی میں قیام رہا۔ غرض مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جو مہبط وحی تھا برابر مرکز صحابہ مرجع خلافت نفع علم رہا فقہیت اور اسلامی احکام کی اشاعت یہیں سے ہوئی۔ فقہائے صحابہ کے فتاویٰ ان کے اجتہاد کے کارنامے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نشر یہیں سے ہوا۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ مدینہ مشرفہ در زبان اور امام مالک پیشتر از زمان متاخرین بے شبہ مرجع فضل و محطہ حال علما بودہ است و زمانے بعد زمانے مقتدیاں عظیم الشان کہ ہمہ عالم را قبلہ علم انبیاں بودید اعمی شدند (۳) فقہیت میں جو رتبہ حضرت عمرؓ کا ہے۔ کس سے پوشیدہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فقہ کا تمام فن حضرت عمرؓ کا ساختہ پر دانستہ ہے۔ تو کسی طرح بے موقع نہیں کہا جاسکتا اس فن کے متعلق ان کی قابلیت تمام صحابہ میں مسلم تھی۔ مسند دارمی میں ہے کہ حذیفہ بن الیمان نے کہا کہ فتوے دینا اس شخص کا کام ہے جو یا تو امام ہو یا ناسخ منسوخ جانتا ہو۔ لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کون شخص ہے۔ حذیفہ نے کہا۔ عمر بن الخطابؓ

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ اگر تمام عرب کا علم ایک پہلے میں رکھا جائے اور حضرت عمرؓ کا علم دوسرے پہلے میں تو حضرت عمرؓ کا پہلے بھاری رہے گا۔ علامہ ابواسحاق شیرازی نے جو مدرسہ نظامیہ کے مدرس اعظم تھے فقہاء کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے تذکرہ میں صحابہ و تابعین کے اس قسم کے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں اور

اخیر میں لکھا ہے۔ دلو کا خوف الاطالۃ لذن کونت من فقہہ ما یتخیر فیہ شاہ
ذلی اللہ صا حب نے از الہ الخفا میں حضرت عمر کی نقاہت کے کار نامے
دکھلاتے ہوئے گویا ایک رسالہ ہی مرتب کیا ہے۔

۱۴) عبداللہ بن عباس کی زبیر کی مشہور ہے۔ یہ وہ برگ ہیں کہ خود رسالت
مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ان کی زبیر کی پر خوش ہو کر ان کے لیے دعا
فرمائی تھی اللہ فقہہ فی الدین، حضرت عمر اس زبیر کی کی قدر کرتے۔ اور
اصحاب بدر کے ساتھ برابر بھڑاتے صحیح بخاری میں خود حضرت عبداللہ بن عباس
سے روایت ہے کہ آپ اس نو عمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں۔
اور ہمارے لڑکوں کو جو اس کے مہسن ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے حضرت عمر
نے فرمایا یہ وہ شخص ہیں جن کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔ علامہ ابن عبدالبر
نے استیعاب میں لکھا ہے۔ کان ابن عمر یحب ابن عباس ویقر بہ
(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال احوال کی وادگی عامہ صحابہ
میں جس انداز کی تھی۔ وہ تو بیان سے باہر ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے
جس نے صحاح ستہ اور سنن و مسانید کا مطالعہ کیا ہے لیکن عبداللہ بن عمر
میں ایک خصوصیت خاص یہ تھی کہ یہ سنن کی پابندی میں سخت متشدد تھے۔
جو عام طور پر مشہور ہے۔ ان میں حضرت عمر سے بھی زیادہ بے تکلفی اور رساوا
مزاجی تھی۔

عہ اگر طول کا خوف نہ ہوتا تو حضرت عمر کی نقاہت کے کار نامے اس قدر لکھتا کہ لوگوں کو حیرت ہوتی ۱۲

عہ یہ دعا آپ نے ابن عباس کے حق میں دو مرتبہ کی تھی دفع الباری ۱۲

ایک بار حج کے لیے تشریف لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ کا وقت آگیا۔ حجاج نے خطبہ میں تاخیر کی۔ تو حجاج جیسے ظالم شخص سے کہہ دیا کہ آفتاب تیرا انتظار نہیں کر سکتا۔

ایک بار عین خطبہ میں کہہ دیا عدا واللہ استحل حرم اللہ و خوب بیعت اللہ اسی حق گوئی کی بدولت حجاج نے مسموم آلہ سے ان کے پاؤں میں زخم کر دیا اور اسی سے انتقال فرما گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس قدر مشاہیر باہم مسلمانوں میں ہوئے کسی میں یہ شریک نہ ہوئے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد خلافت بھی ان پر پیش کی گئی۔ لیکن یہ کہہ کر بال دیا کہ میں مسلمانوں کے خون سے خلافت خریدنا نہیں چاہتا۔ ایک بار ایک شامی نے مسئلہ پوچھا کہ حالت احرام میں مچھر مارنا کیسا ہے؟ بے باک فقیہ نے جواب دیا کہ ابن رسول اللہ کو تو بے آب قتل کر داور مچھر مارنے کا مسئلہ پوچھو۔

(۶) زید بن ثابتؓ تو وہ شخص ہیں جن کے متعلق کتابت وحی کی خدمت سپرد کی گئی تھی، بہت ہی ذکی تھے، گیارہ عموں کے مال عمر کے مشرف، باسلام ہوئے، اس ذکاوت کی وجہ سے آنحضرت نے حکم دیا کہ عبرانی زبان سیکھ لو۔ اس لیے کہ یہود سے خط و کتابت کرنی پڑتی ہے اور یہودی کا تبت پر اعتبار نہیں۔ یہ بات کی بات میں عبرانی زبان میں خط و کتابت پر قادر ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو جمع قرآن کی خدمت پر مامور کیا، اور حضرت عثمان نے نقل مصاحف پر شیخ ولی الدین خلیفہ ربیعہ مال مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں، کان احد فقہاء الصحابة

عہ خدا کا دشمن ہے خدا کے حرم کو حلال بنایا اور بیت اللہ کو ڈنمایا ۱۲

اکاجلتنا لقا لثمر بالفرائض، عبداللہ بن مسعود اور یہ باہم مسائل فقہ کا مذاکرہ کیا کرتے۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضل و کمال، فطانت، ذہنی، شجر سے کون ناواقف نہ ہو، بڑے بڑے فقیہ صحابیوں کی غلطیاں نکالتیں اور تسلیم کر دیتیں، ان کے مسائل اجتہادویہ یا استنباط و تفریح میں بہت کم غلطیاں واقع ہوئیں، خدا و خداوند زہیری کے ساتھ حافظہ غضب کا تھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سیمان اللہ، اکثر قرآن کے مطالب کے سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتیں، قرآن سے استدلال، استنباط، توفیق بین الایمان، یہ ان کی خدا واد قابلیت تھی۔ حدیثوں سے اس کا مفصل پتہ چلتا ہے، ایک مرتبہ لڑکپن میں گڑیا کھیل رہی تھیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، عائشہ نے یہ کیا ہے، حضرت عائشہ نے کہا، کیوں حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طفلانہ خیال اور بے ساختہ پن کے جواب پر ہرگز دیا علامہ ولی الدین خطیب لکھتے ہیں کانت فقیہہ، عالمہ، فصیحہ، کثیرۃ الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی فقیہہ، عالمہ، فصیحہ، مومنہ کے علاوہ کثیرۃ الحدیث بھی ہیں۔

(۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فقیہ اور کثیر الفتاویٰ ہیں، حافظ ذہبی لکھتے ہیں، ابوہریرہ الدوسی الیربانی الفقیہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آگے

چل کر لکھتے ہیں۔ دکان من اوعیۃ العلم ومن کبار ائمة الفتوی۔ ان کے علاوہ
حضرت ابو بکر، حضرت عثمان، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، انس بن مالک،
ابو سعید خدری، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عبداللہ بن زبیر، ابو موسیٰ اشعری،
سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، طلحہ،
زبیر، عبدالرحمن بن عوف، عمران بن حصین، ابو بکر، عباؤہ بن صامت، معاذ
بن ابی سفیان، فتویٰ دینے میں ممتاز گئے گئے ہیں۔

یہ بات سیرت سے دیکھی جائے گی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اس کثرت سے تھے، کیونکہ ان کی تعداد ایک لاکھ کئی ہزار تک پہنچتی ہے
باوجود اس کے ان میں صاحب فتویٰ فقیہ ایک سو کئی تھے۔ ان میں بھی ۲
ممتاز گئے جاتے ہیں۔ ان ستائیس میں بھی سات گویا اس خدمت پر مامور تھے۔
اس میں کیا شبہ ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آنحضرت کی
خدمت سے مشرف ہوئے جس نے جس قدر صحبت پائی اسی قدر وہ
فیض علم سے بہرہ اندوز ہوا۔ اور ایک دوسرے سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اقوال افعال احوال کے سیکھنے کا گردیدہ رہا۔ اس طرح گویا
ہر ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا بڑا حصہ یاد رکھتا
اور اس کو روایت کرتا لوگوں کو سکھاتا۔ اس کے مطابق فتویٰ دیتا۔ اور اس
خدمت کو اپنے ذمہ سے جانتا۔ اس پر بھی پسند ہی صحابہ فقیہ اور مجتہد
کے لقب سے شہرت پذیر ہوئے، جو لاکھوں کی تعداد کے سامنے بہت ہی
قلیل ہیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں حدیث

صحیح صاف مصرح موجود ہے اور کوئی دوسری حدیث اس کے معارض نہیں
ان مسائل کے لیے فقط احادیث کا جاننا کافی ہے۔ اس کے برخلاف بہت سے
مسائل ایسے پیش آتے ہیں جن کی نسبت حدیث میں کوئی حکم تبصریح موجود
نہیں۔ بلکہ قواعد استنباط کے ذریعہ حکم مستخرج ہوتا ہے، یا حکم کی تصریح ہے
لیکن اور حدیثیں اس کے معارض ہیں ایسی صورتوں میں اجتہاد اور استنباط کی
ضرورت پڑتی ہے، اور فقہ دراصل اسی کا نام ہے، صحابہ میں بہت سے بزرگ
ایسے تھے جو پہلی قسم کے متعلق فتوے دیتے اور مفتی کہلاتے۔ لیکن دوسرے
قسم کے مسائل کا فیصلہ کرنا انہیں لوگوں کا کام تھا جو اس فن کے امام تھے اور
اس درجہ کے یہی بزرگ تھے۔ ان فقہائے صحابہ کے تعلیم و تربیت یافتہ تابعین
میں بھی سب اس پایہ کے نہ ہوئے کہ فقیہ اور مجتہد کے لقب سے ممتاز ہوں،
لیکن ہاں صحابہ کی اعتبار سے جیسا کہ تابعیوں کی تعداد بہت بڑھی ہوئی ہے
اسی طرح فقہائے تابعین کی تعداد بھی نسبتاً زیادہ ہے۔ علم ہجرت تابعین میں
فقہائے سبعہ مدینہ اجتہاد میں نہایت مشہور ہوئے۔ جن کی نسبت کسی قدیم
شاعر کا قول ہے

اقاویل من فی العلم سبقتہم
روایتہم لیست عن العلم خارجہ

فقل ہم عبید اللہ عروة، قاسم
سعید، ابوبکر، سلیمان خارجہ

را (سعید بن مسیب، سید التابعین کہتے جاتے ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ
و حضرت عمر کے مرویات و فتاویٰ کے مخزن ہیں۔ خطیب نے لکھا ہے، جمع من الفقہ

عہ حضرت ابو ہریرہ کے را ادھی ہیں اور اپنے والد مسیب صحابی سے زیادہ مشہور ہے

لو الحدیث رفقة اور احادیث کے جامع تھے،

(۱۲) عروہ بن زبیر حضرت عائشہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ ابوالزناد کا بیان ہے کہ عروہ فقہانے مدینہ کے مرجع تھے۔ امام زہری و مشام کے شیخ ہیں۔

(۱۳) قاسم بن محمد اکابر تابعین سے ہیں اور یہ بھی حضرت عائشہ کے ساعت پر واثقتہ ہیں اور ثقاہت میں شہرت پذیر ہیں۔

(۱۴) خارجہ بن زید زہری کے شیخ ہیں۔ اپنے والد زید بن ثابت کے علوم کے جامع تھے۔

(۱۵) سلیمان بن یسار۔ ان کی نسبت علامہ خطیب لکھتے ہیں: کان فقیہا

فاحمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی حضرت میمونہ کے غلام تھے

(۱۶) ابوبکر بن عبدالرحمن۔ یہ حضرت عائشہ و ابوسہیرہ کے تعلیم یافتہ امام شعبی، اور امام زہری کے شیخ ہیں

(۱۷) عتید اللہ۔ یہ عبداللہ بن زبیر کے عہد خلافت میں قاضی تھے۔

ابن عباس حضرت عائشہ اور ابن زبیر کے صحبت یافتہ تھے۔

ان کے علاوہ محمد بن سیرین، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، ابن

ابی لیلیٰ، حفصہ بنت سیرین، سالم، ابوالزناد، نافع، اسحاق بن عیینہ، سلیمان

بن حرب، شعبی، کحول، عکرمہ، زہری، طاؤس، مجاہد، عطاء بن یسار، طاؤس

بن کثیر، اوزاعی، یحییٰ بن سعید، علقمہ، اسود، یزید، تابعین میں جن کی ثقاہت

واجب تھا و انہیں تصدق اللہ انہ سے تھی۔ یہ زیادہ روشن ہے۔ اور ان کی ثقاہت

کے کار نامے آج بھی کتابوں میں درج ہیں۔ یہ لوگ فن و روایت، فقہ و علوم کی

تعلیم دیتے ان سے تبع تابعیوں نے روایت حدیث و تفقہ دونوں کی تعلیم پائی
 اس طرح روایت حدیث کے ساتھ تفقہ اور استنباط مسائل و اجتہاد کا سلسلہ
 جاری ہوا جو فقہ مجازی کے نام سے نام زد ہوا۔ مجتہدین اہل حدیث کا سلسلہ
 صحابہ کے زمانہ سے تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد محدثین میں برابر جاری
 رہا۔ اس سلسلہ کو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور علامہ ابن تیم نے
 اعلام الموقعین میں اور ابن حزم نے بہت ہی مفصل اور مکمل لکھا ہے۔ افسوس
 بخوف طول اس سلسلہ کو ہم ترک کرتے ہیں۔ الارشاد میں بھی اس کا استقصا کیا
 گیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فن روایت و حدیث کے
 ساتھ محدثین میں تفقہ و استنباط مسائل و اجتہاد کو برابر ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک
 کہ کتب حدیث کی تدوین اسی فقہی ابواب پر کی گئی۔ چنانچہ امام الحدیث اور
 ان کے تلامذہ نے اپنی اپنی کتابیں فقہی ابواب پر تالیف کیں کم ہی ایسے محدثین
 گذرے ہوں گے جو فن روایت کے ساتھ فقہ الحدیث کا درس نہ دیتے
 ہوں۔ گویا دونوں فن لازم ملزوم ہو گئے۔ ہاں وہ فقہ جو تحریری اصول پر
 اہل الرائے میں مروج تھی۔ اس کا رواج محدثین میں نہ ہو سکا۔ جس کی وجوہات
 گذر چکیں۔ اور بعض وجوہ آگے آتی ہیں۔

فقہ مجازی یا فقہ اہل حدیث وہ فقہ ہے جس کے مسائل اور قوانین یا
 تو صراحتہ قرآن اور مشکوٰۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیے گئے ہیں یا قیاس

۱۔ مصنف مولوی محمد صاحب شاہ پوری۔ یہ اردو میں ایک جامع تالیف ہے جو فقہ الحدیث اور
 فقہ اہل الرائے پر پوری روشنی ڈالتی ہے اور بڑے بڑے نادرا بحث کو شامل ہے ۱۷

علی سے جس کی علت یا توفہی ہے یا نہایت روشن اور کوئی قانون دیوانی فوجداری
 لگان مالگذاری، شہادت، دراشت، معاہدہ وصیت، نکاح، معاملات، بیع
 و اجارہ وغیرہ رحن کی تفصیل صحیح بخاری کے ابواب سے معلوم ہو سکتی ہے
 کا ایسا نہیں جو قرآن و حدیث سے یا اجماع و اقوال صحابہ سے نہ لیا گیا ہو یا فقہ
 علی نہ مستنبط کیا گیا ہو۔ اس فقہ کی خوبی اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے
 کیا جاسکتا ہے کہ حجاز جو مہبط وحی و عہدہ حبر مثل اور مسکن رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اور ماوی و ملجائے صحابہ تھا وہاں اہل الرائے کی فقہ کو رواج نہ ہوا۔
 اسی طرح اندلس مصر شام ان سب جگہوں میں اہل الرائے کی فقہ رواج پذیر
 نہ ہو سکی۔ صاحب سیرۃ النعمان باین عصبیت و سحر نگاری اس کے اعتراض سے
 باز نہ رہ سکے گو اس کی وجوہات کچھ ہی تراشیں چنانچہ لکھتے ہیں عصر ب میں
 تو ان کے مسائل کو چنداں رواج نہ ہوا کیونکہ مدینہ میں امام مالک اور مکہ میں اور
 ائمہ ان کے حریت مقابل موجود تھے اور لکھتے ہیں کہ اندلس پر بدویت غالب
 تھی اس لیے وہاں بھی اہل الرائے کے مسائل کو رواج نہ ہوا۔

امام بخاری اور عموماً اہل حدیث کا طرز اجتہاد چونکہ صحابہ کے طرز اجتہاد کے
 متاثر اور تخریجی طریقہ کو اس میں دخل نہ تھا اس واسطے اس فقہ میں وہ خصوصیات
 پائی جاتی ہیں جو فقہ اہل الرائے میں نہیں پائی جاتیں۔

اولاً تو یہ کہ فقہ اہل الرائے نے رائے اور تخریجی اصول کی پابندی میں
 سینکڑوں صحیح حدیثیں رو کر دیں کہیں پر ایک ہی حدیث کے ایک ٹکڑے کو
 استدلال میں لے لیا اور دوسرے ٹکڑے کو عدم موافقت کی وجہ ترک کر دیا۔

علامہ ابن قیم نے اس کے لیے اپنی بے نظیر کتاب اعلام الموقعین میں ایک باب ہی قائم کیا ہے اور نہایت بسط سے اس بحث کو لکھا ہے جس سے اہل الرائے کی وجہ تسمیہ پر بھی پوری روشنی پڑتی ہے،

دوسرے یہ کہ امام المحدثین اور دیگر محدثین محدثین کو فیض حدیث سے جہاں اور نکات شرعیہ معلوم ہوئے وہیں امور تشریحی اور غیر تشریحی میں امتیاز کرنا بھی معلوم ہوا۔ ایک موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا نذہ اعلم بامور دنیا کہ تم اپنے دنیاوی کاروبار کو خوب جانتے ہو۔ اس سے آپ نے دنیاوی معاملات کو دین سے الگ کر دیا۔ اسی طرح بریرہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ وہ آزاد ہوئیں اور ان کو نکاح سابق کے توڑ دینے کا اختیار دیا گیا۔ تو نکاح انہوں نے توڑ دیا اور اجعتیہ رتیرا شوہر مغیث تیری فرقت میں بدحواس ہے، کاش تو اس سے رجعت کر لیتی بریرہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! تم نے کیا آپ شرعی حکم دیتے ہیں، آپ نے فرمایا نہیں! انہا شقم میں سفارش کرتا ہوں، بریرہ نے کہا جب آپ شرعی حکم نہیں دیتے بلکہ سفارش کرتے ہیں تو مجھے اختیار ہے۔ میں اپنے شوہر کو پس نہیں کرتی۔ صحیح بخاری، اور ایک وقت فرمایا انما ابشر اذا امرتک وبشی من دینک وخذوا به و اذا امرتک وبشی من ائی فانما ابشر یوں تو ہر ایک قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور ہر تقریر و رسالت کی مسلمانوں کے

عہ میں ایک بشر ہوں، جب میں تم کو کوئی دینی بات بتاؤں تو اسے تمام لوگوں کو بتاؤں، کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو میں بھی ایک بشر ہوں ۱۲

لیے گنجینہ مراد ہے۔ لیکن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں امور تشریحی اور غیر تشریحی میں امتیاز فرمایا۔ ایک بات تبلیغ رسالت سے ٹھہری۔ جس کے لئے فرمایا گیا وَمَا نَاكَهُ الرَّسُولُ فخذوه وَمَا تَهَمَّكُمُ عَشْمًا فَانْتَهُوا اور دوسرے کے بارے میں فرمایا إِنَّمَا ظَنَنْتُمْ خَلْفَنَا فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ وَلَكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللَّهِ شَيْئًا فَخُذُوا بِهِ شَاهِدِي اللَّهُ مَعَكُمْ اس کو بہت مفصل بیان کیا ہے۔

گو یہ بات را امور تشریحی اور غیر تشریحی میں امتیاز کرنے، اہل الرائے کو بھی محدثین کی بدولت نصیب ہوئی۔ لیکن فقہائے اہل الرائے کو ان کے اشتغال فی القیاس نے حد اعتدال پر باقی نہیں رکھا اور عامہ مسائل کو انہوں نے اپنے قیاس کے معیار پر سجانچنا چاہا۔ اس وجہ سے جو اذراط و تقریبات کے مسائل مستنبط میں واقع ہوئی محتاج بیان نہیں۔ جس کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

و بعض الفقہاء عند ما خاضوا فی القیاس
تجروا فلیجوا ببعض المقادیر وانکروا
استبدالہا بما یقرب منها وتسامحوا
فی بعض ما نصبوا اشیاء مقامہا مثلاً
ذلک الماء العشر فی العشر
بعض فقہا قیاس میں منہمک ہونے کی
وجہ سے حیرت میں پڑ گئے اس لیے وہ
اپنے قیاس سے بعض مقادیر کے ساتھ
تو بے طرح چمٹ گئے اور اس کے
بدنے کو اس کے ہم جنس سے بھی انکار

کر دیا اور بعض میں اس طرح چشم پوشی کی کہ ایک کو دوسرے کے قائم مقام کر دیا اس کی مثال الماء العشر فی العشر ہے۔

فقہائے محدثین نے اس میں انتہا درجہ کی احتیاط سے کام لیا،
 اور یہ کہ جس طرح سے جو بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 قولاً اور عملاً اور تقریراً ثابت تھی سب کو بلا کم و کاست روایت کر دیا حتیٰ کہ
 ان میں اگر کسی صحابی کی تفسیر یا قول درج تھا تو اس کو بھی الگ پھر چھپا دیا جس سے
 ہر غور کرنے والے ذی فہم کو غور کا موقع ملے۔ اس کے بارے میں آپ نے فرمایا
 قرب مبلغ غیر فقیہ الی فقر مند یعنی بہترے پہنچانے والے غیر فقیہ ہوں گے
 جو اپنے سے زیادہ فقیہ کو پہنچائیں گے۔

ثانیاً یہ کہ اس باب میں انہوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی ان میں بھی وہ صحابہ جو مد قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت
 بہر اندوز رہے۔ جن کے دل دواعی امور تشربی کے اور اک میں نہایت
 بعیرت رکھتے، ان کی تصریحات کی متابعت کی۔

اس کے علاوہ جہاں خود رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق
 فرمایا تھا، اس کے کار بند رہے۔ اس لیے محدثین سے وہ غلطیاں اور وہ افراط
 اور تفریط نہیں واقع ہوئی جو فقہائے اہل الرائے سے واقع ہوئی۔ جناب شاہ
 ولی اللہ صاحب فقہائے اہل الرائے کی افراط و تفریط اور ان کے اپنے قائم
 کردہ قیاسات کو احکام تشریحی اور غیر تشریحی کے قرار دینے میں دکھاتے
 ہوئے لکھتے ہیں۔

وإذا تحققت هذه المقدمات فخر جب تم اس مقدمہ کو معلوم کر چکے تو تمہارے

عندك ان اكثر المقامس المتى نفقز بها
 القوم وبتطاولون لاجلها على معشر
 اهل الحديث يعودوا كالعليه من
 حديث لا يعلمون
 اور پر یہ بات خود بخود واضح ہو گئی ہوگی،
 کہ رد قائل قیاسیہ جن کی وجہ سے تو ہم
 اہل اہل رائے فخر کرتی ہے اور اس کی وجہ
 سے جماعت اہل حدیث پر نہ بان درازگی
 کرتی ہے اور اپنا فخر بتاتی ہے ان پر وبال ہو جاوے گی اس طرح کہ ان کو خبر بھی
 نہ ہوگی۔

را اسب سے اعلیٰ اور مقدم خصوصیت جو فقہ اہل حدیث کو حاصل ہے۔ وہ
 مسائل فقہ کا ان مصالح اور اسرار پر مبنی ہونا ہے۔ جس کو قرآن نے نصاً بتایا ہے
 یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یا آپ کی تقریر سے یا اس
 موقع سے جس محل میں حدیث وارد ہوئی تھی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 اصحاب نے سمجھا تھا۔ بخلاف اہل الرائے کے کہ اکثر مسائل کی بنا ان کے اپنے
 قائم کر وہ مصالح پر ہے یا کسی منظر حرج وغیرہ پر جو اجتہاد کے وقت خیال
 میں آئے۔ اور ان قائم کردہ مصالح پر تخریج و رد تخریج کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے
 اکثر مقامات پر قوانین شریعت سے اس قدر بعد ہو جاتا ہے۔ کہ ایک سمجھ دار
 آدمی حیران ہو کر رہ جاتا۔

احکام شریعیہ کے متعلق اسلام میں شروع ہی سے دو فرقے قائم ہو گئے۔
 ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ احکام تبعیدی احکام ہیں۔ یعنی ان میں کوئی سراور
 مصلحت نہیں ہے۔ مثلاً شراب خوری یا فسق و فجور صرف اس لیے ناپسندیدہ ہیں
 کہ شریعت نے ان سے منع کیا ہے۔ اور خیرات و زکوٰۃ اس لیے مستحسن ہیں

کہ شارع نے اس کی تاکید کی ہے ورنہ یہ افعال فی نفسہ برے یا بھلے نہیں ہیں۔
دوسرے فرقہ کا یہ خیال ہے کہ شریعت کے تمام احکام مصالِح پر مبنی ہیں۔
البتہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کی مصلحتیں بتائی نہیں گئی ہیں۔ پھر وہ لوگ
جو قائل ہیں کہ احکام شریعت کی بنا مصالِح اور اسرار پر ہے ان میں بھی دو فرقے
ہو گئے۔ پہلا وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ جس قدر مسائل و احکام کے مصالِح و
اسرار قرآن میں نصاً بتائے گئے ہیں۔ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے بتائے یا صحابہ نے قرآن سے معلوم کئے وہ تو ٹھیک ہیں۔ بقیہ وہ مسائل
جن کی مصلحتیں نہیں بتائی گئیں۔ ان میں بہت سی مصلحتیں اور اسرار مخفی ہیں۔
ان میں ہم غور کر سکتے ہیں۔ اگر وہ مصالِح ہمارے سمجھ میں آگئے تو ہمارے
یہ شکر کا مقام ہے۔ لیکن ان مصالِح کو ہم اس حکم کی علت قرار دے کر ان سے
مسائل و احکام استخراج کریں اور قانون شریعت بنائیں اس کا منصب کسی کو
نہیں۔ اولاً تو مصلحت خود ایک خیالی چیز ہے۔ اس پر قیاس اور تخریج و تخریج
کہ نایہ ظن و درظن قابل اعتبار نہیں، اس کے مقابل دوسرا ذوق ہے جو اپنی عقل
درائے سے مصلحت و سر قائم کر کے اس کو مسئلہ کی علت قرار دیتا ہے اور اس سے
مسائل کی تخریج کرتا ہے۔ پہلی جماعت فقہائے محدثین کی ہے۔ دوسرا فرقہ
فقہائے اہل الرائے کا ہے۔ فقہائے محدثین نے چونکہ اس باب میں انتہائی احتیاط
برتی اس لیے ان کے مسائل مستخرجہ میں وہ خوبی پائی جاتی ہے۔ جو فقہائے
اہل الرائے کے مسائل مستنبط میں نہیں پائی جاتی۔
فقہ اہل الحدیث کے مسائل کا موازنہ فقہ اہل الرائے سے کیا جائے

(سے حاشیہ برصغیر آئندہ)

تو یہ تفاوت صاف نظر آتا ہے کہ معاملات تو معاملات عبادات میں بھی اہل الرائے نے اپنے قائم کردہ مصالح و مصلحتوں پر ایسا اعتماد کیا کہ عبادات کی ہیئت کثافی میں زمانہ نبوی سے تفاوت آگیا۔ مثلاً نماز چند افعال کے مجموعہ کا نام ہے لیکن اس لحاظ سے کہ نماز کی اصلی غرض کیا ہے۔ یعنی خضوع۔ انظار و تعبد۔ اقرار عظمت الہی۔ دعا۔ یہ چار باتیں کھلی اور ظاہر ہیں۔ گوہر فعل واد میں خاص خاص مصالح اور اسرار ملحوظ ہیں جن کا ذکر باعث تطویل ہے۔ اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں مذکورہ قال اللہ تعالیٰ تَقَشَّعْ رَمْتَهُ جُلُودَ الَّذِينَ يَخْتَفُونَ كَذَّبْتُمْ تَلِينَ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ لِلَّهِ فَتَحْتُمُ الْاَقْوَامَ الْوَحْشِ اس بنا پر نماز میں ایسی حالت ہوتی چاہیے کہ جو ارجح اس وضع سے ہوں کہ گرویدگی و تواضع کے آثار ان سے ظاہر ہوں۔ آواز سے ثنوت اور عبودیت شکی ہو۔ قلب میں خشیت و ذکر الہی بھرا ہو تو البتہ نماز موجب نجات ہو سکتی ہے۔

دقیقہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صاحب سیرۃ النعمان نے مسائل محدثین کا مجتہدات اہل الرائے سے موازنہ کیا ہے اور مجتہدین محدثین کو کہیں مصالح عبادت سے واقف کہیں طرز تمدن اور طریقہ اجتہاد سے نااہل کہیں فقہی ابواب کے امر سے بے خبر قرار دیا ہے اس موازنہ کا حق شخص کو ہے لیکن انہوں نے ایسا کرنے میں وہ اودان کے ہم مشرب نکتہ چینی کا الزام دینے کے لیے طیارہ پلٹے ہیں۔ اس لیے ہم نے بالقصد اس کو ترک کر دیا ورنہ تراجم ابواب صحیح بخاری اور الامم فیہم فیہم کی مبارک کتاب بحسب الامم میں کا حوالہ مقدمہ میں دیا گیا ہے۔ امدد سالہ کتاب الشافعی امام رازی اور اعلام موفین اور نعمانی صاحب کی طرز تحریر ہم لو اس کی اجازت نہ دیتی تھیں اور اصلی موازنہ دلائل شرعیہ میں لازم ہے۔ نہ ہی بالائی باتیں ان کو موازنہ میں کیا دخل جب دلائل شرعیہ کا پہلو محدثین کی جانب قوی ہے تو پھر طرز تمدن یا احتیاط یا مخالفت تیاں کیا وقعت رکھتی ہیں۔ ہا منہ۔

قال الله تعالى قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
 اس کے لیے شارع نے تکبیر، قرات، رکوع، سجود، مقرر کیا۔ لیکن فقہائے
 اہل الرائے نے اپنے قائل کر وہ مصراع و علیل کی بنا پر نماز کا رتبہ اس قدر گھٹا دیا
 کہ اعلیٰ مقصود نماز کا فوت ہو گیا۔ قرات صرف دو رکعت میں فرض ہے۔
 اور وہ بھی اس قدر کہ قرآن کی ایک ہی آیت۔ بعض لوگوں نے اصلی قرآن
 منزل من اللہ کے الفاظ بھی ضروری نہیں قرار دیئے۔ فارسی ہی سہی،
 حالانکہ اس قدر قرات سے مخصوص کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ اظہار
 تعبد۔ نہ عظمت الہی۔ رکوع و سجود کا رتبہ اس قدر کم کر دیا کہ صرف جھکنا اور
 نہ ٹھہرنا فرض ہے اور سجود بھی اسی قدر فرض ہے کہ دو دفعہ سر زمین پر لگا دے
 جس سے مخصوص۔ اظہار تعبد اور عظمت الہی۔ دعا کچھ بھی حاصل نہیں
 ہو سکتا۔ اسی طرح خروج بصنعہ عمداً ہے بخلاف فقہائے محدثین کے۔
 کہ انہوں نے قرات میں قرات فاتحہ لایہی قرار دی۔ کیوں کہ اس میں حمد و
 اظہار تعبد و عظمت الہی۔ و اظہار خشوع و دعاسب کچھ موجود ہے۔ اور
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید مزید اس پر ہے۔ انہیں
 مضامین کی جامعیت سے اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کو صلوة قرار دیا۔ جن
 صحیح مسلم کی روایت وال ہے (قسمت الصلوة بینی بن عیسیٰ نصیفین)
 رکوع سجود کو بھی فقہائے اہل حدیث نے اسی طرح فرض بتایا جس سے اصلی
 فرض نماز کی حاصل ہو۔ یعنی رکوع و سجود میں ٹھہرنا۔ اور ان میں ذکر الہی اور دعا
 کہنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے رکوع و سجود

میں جلدی کی تھی فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس شخص نے رکوع سجود ایسا کیا جس سے اصلی مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ فقہائے محدثین نے اپنی رائے سے مصالح سوچ کر نماز کے ارکان مقرر کئے تھے۔ نہیں، بلکہ ان کے لیے صحیح حدیثیں موجود ہیں ساتھ اس کے ان مصالح کی خوبی پر عقل شہادت دیتی ہے۔

مسائل زکوٰۃ کا بھی یہی حال ہے۔ زکوٰۃ کا اصلی مقصد نبی نوح کی ہمدردی اور اعانت ہے۔ اسی لیے زکوٰۃ کے مصرف میں وہ لوگ خاص کر دیے گئے جو سب سے زیادہ ہمدردی اور اعانت کا استحقاق رکھتے ہیں یعنی فقراء و مساکین۔ عمال زکوٰۃ۔ مؤلفۃ القلوب مقروض۔ مسافر۔ غازی۔ مکاتب چونکہ ان لوگوں کی تصریح خود قرآن میں موجود ہے اس لیے اس امر میں سب مجتہدین کا اتفاق ہے کہ یہی لوگ مصرف زکوٰۃ ہیں۔ لیکن بعض نے اختلاف پیدا کر دیا۔ فقہائے محدثین نے ان سب مصارف کے ذکر کرنے کی یہ مصلحت سمجھی کہ اگر استیعاب مصارف کی تیراٹھاوی جانے لگی تو لوگ جس مصرف خاص میں ان کی خواہش ہوگی اس میں زکوٰۃ خرچ کر دیں گے اور دوسرے بچارے محروم رہ جائیں گے لیکن استیعاب مصارف کو ضروری قرار دیا تاکہ مستحقین میں کوئی محروم نہ ہو۔ لیکن فقہائے اہل الرائے کا ذہن اس طرف نہ گیا اور انہوں نے کہا اپنی خواہش کے مطابق جس کو چاہے دے۔ ان مسائل کے سوا عبادات کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہائے اہل حدیث اور محدثین نے مصالح اور اسرار کو جس خصوصیت اور دقیق نگاہ سے لحاظ کیا انہیں کا حصہ

معاملات کے مسائل میں یہ عقدہ زیادہ حل ہو جاتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ فقہائے اہل الرائے نے اپنے قائم کردہ مصالح پر کس قدر اعتماد کیا ہے حالانکہ یہ نہایت نازک بات ہے۔

(۱۲) ایک دوسری خصوصیت فقہ اہل حدیث کو یہ نسبت فقہ اہل الرائے کے جو حاصل ہے وہ مسائل کا لیسیر العمل ہونے کے ساتھ اعتدال کا جامع ہونا قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے کہ خدا تم لوگوں کے ساتھ آسانی چاہتا ہے سبھی نہیں چاہتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ میں نرم اور آسان شریعت لے کر آیا ہوں بے شبہ اسلام کو تمام اور مذہبوں کے مقابلہ میں یہ فخر حاصل ہے کہ وہ رہبانیت سے نہایت بعید ہے اس میں عبادات شاکہ نہیں اس نے مسائل آسان اور لیسیر التعمیل میں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قوانین شریعت ہوا پرستی سے نہایت دور رکھے گئے ہیں۔ فقہائے محدثین نے اپنے اجتہاد و استنباط میں اس کی نہایت نگہداشت کی، اور ان کے مسائل اجتہاد یہ اس از اط و تقریط و دولوں سے نہایت محفوظ رہے نہ تو وہ ذن مفقود الخیر کے لیے نوٹے برس بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں کہ ذن مفقود الخیر اپنے اوپر نان و نفقہ و معاشرت کی تکلیف گوارا کر کے نوٹے برس تک بیٹھی رہے

اس کے نازک ہونے کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر نے ایک بار فرمایا کہ طوان میں کندھا ہلا کر دوڑنا کفار مکہ کو اپنی قوت دکھانے کی غرض سے تھا جب کفار مکہ نہیں تو اس کی حاجت نہیں لیکن پھر دوڑے کہ شاید اس میں کوئی دوسری مصلحت ہو ثم خشعی عمران کیوں کہ سبب آخر ۱۲ حجۃ اللہ حضرت باپن خداداد تقاہت مصالح میں اپنی رائے پر اعتماد نہ کر سکے ۱۲

اور جب قبر میں پاؤں لٹکائے تو نکاح کی اجازت ملے اولاً تو اس قدر عمر مانا شاذ و نادر ہے تا ثیا جوانی کے وقت سے وہ رنج و کوفت میں رہنا نیت اختیار کرے اور جب قبر میں پاؤں لٹکائے تو عروس بننے کی اجازت دی جائے۔ نہ اس قدر وسعت کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو کسی طرح ایسے الفاظ سکھائے جس کا معنی ایجاب ہو۔ اور وہ عورت نہ سمجھتی ہو۔ اگر اس عورت نے وہ کلمہ دو شخصوں کے سامنے کہا اور مرد نے قبول کر لیا تو یہ نکاح ہو گیا اور عورت قید نکاح میں آگئی خواہ گواہ بھی ان الفاظ کو نہ سمجھتے ہوں۔ اسی طرح نکاح کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی عورت سے بلا علم اس کے اقارب کے خفیہ طور سے دو شخصوں کے سامنے ایسے کلمات کہلائیے یا اور کسی طرح ایجاب قبول کر لیا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی تو نکاح ہو گیا۔ اسی طرح ایسے دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیا جو فاسق ہوں زانی ہوں کسی پاک دامن پر تہمت لگانے میں ان پر حد لگانی گئی ہے اور تائب بھی نہ ہوتے ہوں۔ اسی طرح ایسے دو گواہوں کے سامنے جو نشہ میں چور ہوں جن کو ہوش میں آنے کے بعد علم نکاح نہ ہو اسی طرح کسی کی منکوحہ بی بی پر کسی نے دو گواہ جھوٹے گزار کر ڈگری کرالی ہو۔ اس طرح کے مسائل بہت ہیں جن میں بڑی وسعت سے کام لیا گیا لیکن امام المحدثین و فقہائے اہل حدیث کا اجتہاد اس سے محفوظ رہا۔

(۳) فقہ کا بہت بڑا حصہ جنس سے و نجوی ضرورت میں متعلق ہیں معاملات کا حصہ ہے اور یہی وہ موقع ہے جہاں ہر محنت کی وقت نظر اور نکتہ شناسی کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ امام المحدثین نے تمدن و مصالح عباد کی رعایت کے ساتھ

نصوص قرآنیہ و صحیح صحیح احادیث سے مسائل استنباط کرنے میں کمال سعی کی اور
 ان کو نہایت کامیابی ہوئی۔ امام المحدثین کے زمانہ میں سلطنت عباسیہ نے
 تمدن میں بڑی وسعت پیدا کر دی تھی۔ اور اسلامی سلطنت کا دائرہ نہایت
 وسیع ہو گیا تھا تو مولوں کے میل جول سے ہزاروں صورتیں معاملات کی نئی پیدا
 ہو گئی تھیں اس کے سوا احادیث صحیحہ کے جمع اور منتخب نہ ہونے سے بہت
 مسائل پہلے مجتہدین کے ایسے مروج ہو گئے تھے جو صحیح نہ تھے۔ امام المحدثین
 نے بہت بڑا کام پہلے یہ کیا کہ صحیح صحیح حدیثوں کو منتخب کیا اور عملی طور سے
 یہ دکھا دیا کہ انہیں سے تمام مسائل اور احکام استنباط کئے جا سکتے ہیں ایک
 ہی حدیث سے متعدد مسائل متعدد ابواب میں مستنبط کر کے استنباط کے
 اصول و طریقے بتائے۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ فقہ جو شرعی قانون ہے
 اس کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو محض انسانی رائے ہو اور مجتہد کو اس کے
 ساتھ وہی نسبت ہے جو دنیا کے تمام مقلدین کو ہوا کرتی ہے۔ محدثین لکھتے ہیں
 قول الخرج المؤلف لا لامام البخاری، حدیثا واحدا فی مواضع وبتنبط منه
 فی دل مواضع ما يتعلق بذلك، الموضع من الاحکام الدینیة وقد اکثر مثله
 فی هذا الكتاب وهو ما یدل علی قوۃ اجتهاده فانہ قد استنبط کل جزئی
 من الحدیث مع قلة الصحیح منها یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ امام بخاری
 معصوم تھے اور ان سے خطا اجتہادی نہیں ہوئی ہوگی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ جیسا کہ صاحب سیرۃ النعمان نے لکھا ہے اور اس طرح انہوں نے فقہ حنفی کے ایک بڑے حصے کو
 مسطر سلسبری کے قوانین کے برابر کر دیا ۱۲۷ منہ ۲۵ دیکھو شرح بخاری در رسالہ شاہ ولی اللہ ۱۲۶

علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ ادران کے بعد کے ائمہ اس سے بہری نہیں تو امام الحدیث
 کیوں کہ بری ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہم خوش اعتقادی کی نحویت میں امام بخاری کو
 معصوم بنا کر دوازدہ معصوم کی عدد پوری کرنی نہیں چاہتے۔
 مجتہد گاہ مصیبت دگر خاطر لیکہ ہرچہ دروے نہ خطا حکم ہمیر گزند
 امام بخاری پہلے حدیث کی تنقید کرتے ہیں اور اس کی صحت ہر طرح جانچتے
 ہیں صحت کے یقین ہونے پر بھی احتیاطاً اطمینان کے لیے استخارہ کرتے ہیں۔
 اطمینان ہونے پر حدیث کو اکثر کسی مسئلہ فقہیہ کے تحت میں ذکر کرتے ہیں جس کا
 نام ترجمہ الباب ہے گو اس ترجمہ الباب میں کبھی کسی مجمل آیت کی تفسیر اور تاویل
 صحیح حدیث سے کرتے ہیں کبھی مطلق کی تنقید کبھی عام کی تخصیص کبھی خاص
 کی تعمیم کبھی کسی آیت کے دو احتمالوں میں سے ایک کی تعیین کبھی غیر ثابت احادیث
 و آثار کی تردید کبھی اہل زمانہ کے مرد و جہ رسوم و عادات کو قرآن و حدیث کے
 معیار سے جانچ کر اس کی صحت و غلطی کا اندازہ کرتے ہیں۔ کبھی صحیح حدیث
 کی تائید کبھی کسی ضعیف حدیث کی صحت کی شہادت میں دوسری صحیح حدیث
 پیش کرتے ہیں کبھی ایک حدیث سے دوسری حدیث کے دو احتمالوں میں سے
 ایک کی تعیین کرتے ہیں کبھی دو متعارض حدیثوں کے دو محل دلیل سے بتا
 دیتے ہیں جس سے ظاہری تعارض رفع ہو جاتا ہے جیسا کہ ان کا مفصل
 بیان گذر چکا۔ لیکن زیادہ تر تراجم ابواب میں مسائل فقہیہ کا استنباط ملحوظ ہے
 (۴) اور بہت بڑی خصوصیت جو فقہ اہل حدیث کو حاصل ہے وہ یہ ہے
 کہ عموماً ان کے استدلال میں نصوص کا پہلو قوی ہوتا ہے اور نیز خصوصیت فقہ

اہل حدیث کو صرف احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی بدولت
حاصل ہوئی۔

امام بخاری نے صحیح حدیثوں کو جمع کیا اور ان پر استنباط مسائل کے
لیے مجتہدانہ نظر ڈالی تو اہل الرائے کے بہت سے مسائل خلاف نصوص احادیث
صحیحہ پائے گئے انہوں نے استنباط مسائل کے ساتھ اہل الرائے کے
مسائل پر تعریفیں کیں۔ اس کے علاوہ کبھی وہ اگلے اثر کے اختلافی مسائل
کی ترجیح بھی استدلالی پہلو سے بیان کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
امام احمد شہن کی نگاہ ایک اور اہم کام پر لگی ہوئی تھی۔ جس کا رنگ ان کی
اکثر تالیفات میں پایا جاتا ہے اور اوسط ذہن کا آدمی بھی جس کی نگاہ کسی
قدر وسیع ہو یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ صرف اجتہاد و استنباط مسائل و
ترتیب و تہذیب فقہ اہل حدیث و تدوین و تنقید احادیث ہی ان کا اہم مقصد
نہیں بلکہ ایک ضروری مقصد یہ بھی ہے کہ اہل تخریج کے مسائل قیاسیہ و جو
عجمیوں اور نو مسلموں میں بوجہ نہ ملنے احادیث کے یا کسی دوسری وجہ سے
بزدور و شور مروج ہو گئے تھے عجمیوں کی آنکھیں کھلیں تو انہوں نے اسی کو
پایا اور اس پر ان کا بے طرح جمود ہو چلا جس کے بہت سے اور اسباب تھے
کی جانچ پڑتال کریں۔

امام بخاری نے ایسے وقت میں جبکہ عراق میں جمود و ریگڑ چلا تھا۔
ذماغ و ہمت سے کام لیا۔ اور عجمیوں و اتباع اہل الرائے کے اس عقیدت اور
جمود کے اٹھانے میں بڑی سعی کی۔ احادیث صحیحہ سے جہاں فقہی مسائل اخراج

کئے وہاں بڑا حصہ اپنی تصنیفات کا ان قیاسی مسائل کی تردید میں نذر کیا جو نصوص حدیثیہ کے خلاف اہل الرائے میں مروج تھے۔ اور فی الحقیقت یہ ہمت کی بات تھی۔ کیونکہ اہل الرائے کے مسائل قیاسیہ کی تردید میں بعض سلطنتوں کی شرکت بھی تھی۔ ان کی تردید کرنی سلطنت سے مقابلہ کرنا تھا۔ امام المحدثین نے زیادہ تر تدوین احادیث میں ان کی تعریف اور کنایہ تردید کی۔ والکنایہ ابلغ من التصحیح۔ ہاں بعض تالیفات امام بخاری کی ایسی بھی ہیں جن میں انہوں نے من مناظرہ کے اصول پر ان کی تردید کی ہے جیسے رسالہ قرآنہ خلف الامام۔ اور رسالہ رفع الیدین۔ لیکن زیادہ حصہ تعریف اور کنایہ کا رہا۔ تراجم ابواب میں کنایہ مجتہدین اہل الرائے پر تعریف فرماتے ہیں اور یہ امام صاحب کی اعلیٰ درجہ کی کشادہ دلی ہے۔ اسی بنا پر شارحین صحیح بخاری نے لکھا ہے کہ جامع صحیح کے تراجم ابواب سے وہی شخص پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جس نے قوم کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے صحیح بخاری کے اشکال کا اعتراف قاطبہ علمائے اسلام کیوں کرتے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ مورخین بھی اس کے اعتراف سے باز نہیں رہ سکے اس اشکال کے وجوہات فن حدیث کی تدقیقات اور نکات فقہیہ کی مشکلات کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ امام صاحب کا رخ ایک دوسری طرف ہوتا ہے جس کے لیے وسعت نظر چاہیے۔ اسی لیے اس اشکال میں اضافہ ہو جاتا ہے جہاں امام صاحب نے تراجم ابواب میں تردید کی تصریح کی ہے اس کو تو ہر شخص سبوتاہے لیکن تراجم ابواب کی تعریف اور اعراض پر خود کی نگاہ ڈالنی اور اس کی تہ کو پہنچنا بہت بڑا کمال ہے۔ یہیں وسعت

نظر کی ضرورت کے نقہ حقیقہ کے مطالعہ کے علاوہ امام شافعی کی کتاب الامام مالک کے مذہب کی مدد سے
 مصنف حافظ عبدالرزاق وغیرہ کے تراجم ابواب کا مطالعہ بھی ضرور ہے اسی
 لئے صحیح بخاری پڑھنے والے کے لیے شیخ فن کی ضرورت ہوتی ہے امام
 صاحب کا یہ قول لو نشر بعض استاری ہو کلا لودیفہموا کیف
 صفت الصحیح یعنی یہ لوگ اگر میری کتاب کے بعض نکات سے پر وہ اٹھانا
 چاہیں تو ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ میں نے جامع صحیح کو کون نکات اور تہقیقات
 اور تعریضات پر مبنی کیا ہے۔ اس مقولہ کو صرف نکات حدیثیہ تک محدود رکھنا
 بے انصافی ہے آج کل بعض لوگوں نے ناواقفیت سے امام بخاری کے
 تراجم ابواب اور مسائل فقہیہ پر اعتراضات کئے ہیں اور اس کی ترویج میں
 بہت سعی کر رہے ہیں لیکن خیر سے وہ کوئی نئے اعتراضات نہیں ہیں بلکہ وہی
 سوالات ہیں جن کو شرح صحیح بخاری نے حل کرنے کے لئے لکھا ہے اور
 ان کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ بخوف طوالت ہم ان اعتراضات اور
 ان کے جواب کو حصہ ثالث کے لیے چھوڑتے ہیں لیکن یہاں اس قدر عرض
 کر دینا ضرور ہے کہ کوئی مجتہد ایسا نہیں گذرا جو معصوم ہو اور اس کے مسائل و
 دلائل پر اعتراضات نہ کئے گئے ہوں ایسے لوگوں کو جو امام بخاری کے مسائل
 فقہیہ یا دلائل پر اعتراضات کرتے ہیں کم از کم امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد و مسائل
 فقہیہ اور ان کے دلائل پر غور کرنا چاہیے جن کی تقابلیت اور اجتہاد مسلم ہے
 کہ ان کے وراثت مسائل اجتہاد کی غلطی یا مرجوح و ضعیف ہونے سے یا
 دعویٰ و دلیل میں عدم مطابقت سے یا تقریباً تمام ہونے سے خود ان کے

تلاذہ نے ترک کر دیے پس اگر اس سے تقابہت اور اجتہاد پر دھبہ آتا ہے تو سب سے پہلے امام ابو حنیفہؒ کو اس منصب سے معزول کر کے دوسری طرف رخ کرنا چاہیے۔

امام بخاری کے اجتہاد اور استنباط مسائل و معارف سے بحث کے لیے تو بڑی بڑی مبسوط کتابیں اور ضخیم مجلدات چاہئیں اور شرح صحیح بخاری نے اکثر بحث بھی کی ہے تاہم یہاں پر کچھ عرض کر دیا جاتا ہے۔ امام بخاری انہیں خصوص سے جو عامۃ ذہنوں میں موجود اور حاضر رہتے ہیں مسائل و فقہ نہایت سہل طریقہ سے مستنبط کر لیتے ہیں جو استنباط کے بعد بہت ہی آسان معادوم ہوتے ہیں اور یہ امام بخاری کی صفائی ذہن اور جودت تقابہت کی بڑی قوی دلیل ہے۔ اس کی مثالیں صحیح بخاری میں بھری پڑی ہیں۔

استنباط مسائل فقہیہ میں بلکہ عامۃ صحیح بخاری میں ان کا یہ دستور ہے کہ پہلے قرآن کی آیت سے روشنی ڈالتے ہیں اس کے بعد حدیث مرفوع یا معنی کے آثار یا علمائے تابعین کے فتاویٰ لائے ہیں اور یہ باتیں مجتہد کے لیے نہایت ضروری ہیں ہاں طریقہ استدلال اور طرز استنباط سے بالکل تعرض نہیں کرتے اور یہی موقع اہل علم کے تدبیر و فکر کا ہوتا ہے اس لیے تراجم ابواب کی طرف خاص توجہ کی گئی اور اس کے لیے بہت سی مستقل اور بڑی بڑی تالیفات لکھی گئیں جن کا مفصل بیان گذر چکا۔ سب سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل تراجم ابواب کے اعراض ہیں۔ اعراض تراجم سمجھ میں آنے سے طریقہ استدلال و طرز استنباط کا سمجھنا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ بعض مؤلفین نے اعراض تراجم کی

موضوع بحث ٹھہرایا ہے اور اعراض کے بیان کے لیے مستقل تالیف لکھی۔
یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ صحیح بخاری میں بہت سے تراجم ابواب ضمنی ہیں
جن میں غلاوہ ترجمہ الباب بالا کے امام صاحب کوئی ضمنی فائدہ بتاتے ہیں اصل
ایسے مقامات میں تشبیہ یا فائدہ یا نکتہ ہونا چاہیے۔ لیکن امام بخاری اپنی اس
تالیف میں بجز لفظ باب کے دوسرے لفظ نہیں لاتے اور بجائے قف یا فائدہ
یا تشبیہ کے بھی باب ہی کا لفظ لکھتے ہیں ولا مشاخر فی الاصللاح۔ اور یہ یاد
رکھنا چاہیے کہ امام بخاری کی یہ تالیف قدیم تالیفات میں سے ہے اور قدما
کا دستور ہے کہ وہ اپنی تالیفات میں اپنے مانی الضمیر کو کیف ما اتفق نہایت
سادہ عبارتوں میں ادا کرتے ہیں۔ ان کی تالیفات میں متاخرین کا تکلف عبارتوں
کی قطع و ببرد نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر امام ابو حنیفہ کی طرف فقہ اکبر کی نسبت غلط
خیال کی جاتی ہے کیونکہ اس میں قدما کی تالیفات کا رنگ بالکل نہیں ہے۔
جس نے امام شافعی کی کتاب الام بیان کا رسالہ اصول یا صحیح مسلم کا مقدمہ
وغیرہ دیکھا ہے اس پر یہ بات نہایت واضح ہے۔

امام بخاری استنباط مسائل میں مصارح عباد پر نہایت گہری نظر ڈالتے
ہیں اور ساتھ اس کے وہ استدلال میں نصوص کا پہلو نہایت قوی رکھتے ہیں۔
وہ باب قائم کرتے ہیں۔ لانکاح الابولی۔ یعنی بغیر ولی کے نکاح نہیں ہو سکتا۔
پھر آگے چل کر دوسرا باب قائم کرتے ہیں۔ لانکاح الابریضا یعنی بغیر رضامندی
عورت کے بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور دونوں بابوں کو نہایت شفاف طریقہ

ثابت کیا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ نہ تو عورت مطلق العنان ہے جس سے جی چاہے نکاح کر لے نہ عورت اس طرح مجبور اور مقید ہے کہ ولی جس سے چاہے عقد کر دے اور وہ مجبور ہو کر خاموش رہے۔ حقیقت میں شریعت کا منشا یہی ہے یعنی اعتدال قائم کرنا۔ بعض مجتہدین نے ایک طرف تو بالفہ کو مطلق العنان کر دیا جس سے چاہے اپنا عقد کر لے۔ دوسری طرف یہ کہ اگر کوئی شخص دھوکا سے بھی ایجاب و قبول کے الفاظ کہلاوایوے جس کو عورت کسی طرح نہ سمجھتی ہو تو بھی عورت قید نکاح میں آکر بے اختیار ہو گئی۔

امام بخاری استنباط مسائل میں عبارة النفس کے علاوہ اشارۃ النفس ولالة النفس اور اقتضار النفس سے بھی کام لیتے ہیں اور محل التظیر علی النظر و قیاس سے بھی استنباط مسائل کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ اس کے وہ استحسان قیاس طرد۔ قیاس شبہ کے پاس بھی نہیں جاتے بلکہ قیاس علت یا قیاس ولالت ہی سے کام لیتے ہیں۔

مثال۔ باب قائم کرتے ہیں۔ باب فضل صلوٰۃ الفجر فی جماعتا یعنی باب نماز فجر کی فضیلت کا جماعت میں۔ دلیل میں اس حدیث کو لائے ہیں۔
 والذي ينتظر الصلوة حتى يصلها اعظم اجرا من الذي يصلها ثم ينام یعنی جو شخص انتظار جماعت کرتا ہے کہ نماز جماعت سے پڑھے وہ اجر میں بڑا ہے اس آدمی سے جو نماز پڑھ کر سو رہتا ہے۔ بظاہر تو اس حدیث سے عتبات کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے لیکن جب اس فضیلت کی علت دیکھی جاتی ہے جو کھلی ہوئی ہے، تو یہی حکم و فضیلت، نماز فجر میں بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

اس لیے کہ اس کی علت نیند چھوڑنا اور جاگنے کی مشقت برداشت کرنی ہے اور یہ باجماعت فجر حاصل کرنے میں بدرجہ اولیٰ پائی جاتی ہے کیونکہ کچھ دیر تک نیند روکے رہنا سوئے ہوئے میٹھی میٹھی نیند ترک کرنے کی نسبت بہت آسان ہے۔ علامہ عینی نے مقیس اور مقیس علیہ کی علت کو مختصر لفظوں میں اس طرح لکھا ہے و معلوم ان المشتقة فی الجماعۃ فی الفجر ازید فی علم ازاجہا و اخرہ بلکہ جماعت عشا سے جماعت فجر کی فضیلت بحیثیت دلالت النص زیادہ ثابت ہوئی

کبھی وہ کئی حدیثوں کو ملا کر ایک مسئلہ ثابت کرتے ہیں گو یا وہ مسئلہ کئی مقدمات کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثال۔ باب هل علی من لوثہدا الجمعة غسل من النساء والصبياء وغيرہم قال ابن عمر انما الغسل علی من تجب علیہ الجمعة یعنی کیا جو لوگ جمعہ میں نہ حاضر ہوں جیسے بچے عورتیں وغیرہ راندھے ان پر جمعہ کا غسل واجب ہے یا نہیں۔ اس باب کے سب سے اخیر میں جو حدیث لائے ہیں وہ یہ ہے عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا ماء اللہ مساجدا اللہ یعنی خدا کی لونڈیوں کو یعنی عورتوں کو، خدا کی مسجدوں سے نہ روکو۔ بظاہر اس حدیث کو بچوں عورتوں پر غسل جمعہ واجب ہونے یا واجب نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن جب یہ دیکھو کہ اسی باب میں اس سے پہلے یہی

سہ میرت ہے کہ بعض لوگوں نے ظاہر بینی سے اس حدیث کو عدم مطابقت کی مثال میں پیش کر کے اعتراض کیا ہے ۱۲

حدیث حضرت عمر سے اس طرح آئی ہے۔

زیدنا والذلیل الی المساجد یعنی عورتوں کو رات میں مسجد جانے سے نہ

اور دونوں روایتیں حضرت عمر ہی کی ہیں۔ پہلی حدیث میں رات کی قید

ہے دوسری حدیث مطلق تو دوسری حدیث جو مطلق

ہے اس میں یہی رات کی قید معتبر ہے۔ پس اس حدیث کا مطلب بھی یہ ہوا

کہ خدا کی لوٹدلیوں کو رات میں خدا کی مسجدوں سے نہ روکو لہذا دن کو روکنا ثابت

ہوا اور جمعہ دن کو ہوتا ہے پس جمعہ ان پر واجب نہ ہوا اب اس کے ساتھ ابن

عمر کا یہ اثر ملا جو اسی باب میں مذکور ہے۔

انما الغسل علی من تجب علیہ للجمعة غسل جمعہ انہیں پر ہے جن پر جمعہ ہے

ان تینوں حدیثوں کے ملانے سے ثابت ہوا کہ عورتوں پر غسل جمعہ واجب

نہیں۔ دوسری مثال باب الصدقة قبل العید۔ اس باب کے اخیر میں

جو حدیث لائے ہیں وہ یہ ہے۔

عن ابی سعید الخداری قال کنا

نخرج صدقة الفطری فی عہد النبی

صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفطر

صاعاً من طعام۔

بظاہر اس حدیث کو باب سے تعلق نہیں معلوم ہوتا لیکن اس کے ساتھ

اس سے پہلے جو حدیث مذکور ہے اس کو ملاؤ تو مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے۔

وہ حدیث یہ ہے۔

عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه
سنة اصد بزكاة الفطر قبل خروج
الناس الى الصلوة۔
یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں
کو حکم دیا کہ صدقہ فطر نماز عید کے لیے
نکلنے سے پہلے دے دو۔

اور یہ ظاہر ہے کہ اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم آپ کے حکم کے
مخلاف عمل نہیں کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو سعید خدری جو بیان
کرتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر آنحضرت کے زمانہ میں ایک صاع غلہ دیتے تھے
اس میں قبل نماز عید کے دینا مراد ہے۔ وراصل امام بخاری ایک باب کے
تحت میں دو حدیثیں ایک مقید دوسری مطلق لاکر اصولی مسئلہ کی جانب
اشارہ کرتے ہیں کہ اس مطلق سے بھی مقید ہی مراد ہے۔ گو شارحین نے
اس مثال میں یہ بھی لکھا ہے کہ انام بخاری کی نگاہ یہاں اطلاق لغت پر ہے
یعنی ابو سعید خدری کی حدیث میں جو یوم الفطر کا لفظ ہے اس سے لغتاً
قبل نماز عید مراد ہونا اطلاق اولی ہے اور بعد پراطلاق ثانوی اس لیے
کہ فطر میں ابتداء کا معنی ملحوظ ہے۔ قال فی لسان العرب الفطرة الا ابتداء
انفطر العنب اذا بدت تدرس لان القضيان تنفطر التقاطير اول بنا لوسی اسی سے
فطیر ہے خمیر کا خلات فطیر تازہ گوندے سے ہونے آئے کو کہتے ہیں بخلات خمیر کے
علامہ عینی کہتے ہیں۔ مطابقتہ توخذ من قوله يوم الفطر
کبھی مسئلہ فقہیہ کو لیا عدہ بالطریق الادلی ثابت کرتے ہیں جس کا نام
دلالة النص ہے۔

باب الاستماع فی الخطبۃ یعنی خطبہ جمعہ میں کان لگانا۔

دلیل میں یہ حدیث لائے گا اذا خرج الامم طودا صغفم یتمعوا الذکر یعنی فرشتے

پہلے سے جمعہ میں حاضر ہونے والوں کو دروازہ مسجد پر لکھتے رہتے ہیں۔ اور

جب امام خطبہ کے لیے منبر پر نکلتا ہے تو اپنے اپنے دفتر وں کو لپیٹ کر خطبہ

میں کان لگاتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو بدرجہ اولیٰ کان لگانا چاہیے۔

کبھی عموم اصناف سے مسئلہ نکالتے ہیں۔ مثال:-

باب اخافاتہ العبد یصلیٰ کعتین یعنی جس سے نماز عید کی فوت ہو جائے

وکن لک الذی من کان فی وہ دور کعتیں پڑھ لے اسی طرح عورتیں

البیوت والقریٰ بھی اور جو لوگ اندھے معذورین وغیرہ

گھر میں ہوں یا گاؤں میں۔

دلیل میں یہ ٹکڑا حدیث کالائے هذا عیدنا اهل الاسلام وورسلفظ

فانہا ایام عید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عامۃ کل اہل اسلام کی

طرف عید کی نسبت کی خواہ مرد ہو یا عورت پس عید کا شعار جو نماز ہے

ہر ایک کے لیے ہے جس سے چھوٹ جائے پڑھ لے۔

کبھی عموم الفاظ سے مسئلہ ثابت کرتے ہیں مثال باب بیع المدبر

یعنی مدبر کی بیع جائز ہے۔ استدلال میں یہ حدیث لائے

عن زید بن خالد وابی ہریرۃ انما زید بن خالد اور ابو ہریرہ سے روایت ہے

سمعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یسأل عن امة تنفی ولم تحصن کو فرماتے سنا کہ آپ سے اس لونڈی کے

قال اجلدوها ثم ان زنت

فاجلدوها ثم بيعوها بعد

الثلاثة والرابعة

تیسری بار بیچنے کو فرمایا چوتھی بار۔

یاد رہے میں سوال کیا گیا جو زنا کرتی ہے
آپ نے فرمایا دوسرے لگاؤ اگر دوبارہ زنا
کرے تو دوبارہ دوسرے لگاؤ پھر بیچ ڈالو

اس میں نوٹدہی زانیہ مدبر اور غیر مدبر سب شامل ہے۔ پس اگر مدبرہ

نوٹدہی زنا کرے تو اس کے لیے بھی وہی دوسرے اور آخر میں بیع کا حکم ہے۔

کبھی مسئلہ فقہیہ کے ثبوت میں کسی مختصر حدیث کو درجوان کی شرط کے

مطابق ہے، لا کر اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث انہیں صحابی سے مطول اور مفصل

آئی ہے اور اس میں یہ مسئلہ صراحتاً مذکور ہے لیکن چونکہ ان کی شرط پر نہیں اس لیے

خود جامع صحیح میں اس مفصل روایت کو نہیں لائے اور مختصر حدیث سے

مسئلہ کی صحت کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ مثال باب طول القيام فی

صلوة اللیل۔ یہ باب ہے بیان میں دراندہی قیام کے رات کی نماز میں دلیل

میں یہ حدیث لائے عن عبد یفتان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام للقیام بیئو

فان بالسوا لفظاً ہر اس مختصر حدیث میں طول قیام کا ذکر نہیں لیکن یہی حدیث انہیں

حذیفہ صحابی سے مفصل مروی ہے۔ جس میں حذیفہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے

ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے

سورہ بقرہ شروع کی میں نے خیال کیا کہ آپ سو آیت ختم ہونے پر رکوع

کریں گے لیکن آپ برابر پڑھتے گئے۔ میں نے خیال کیا کہ سورہ کے اخیر تک

اس رکعت میں پڑھیں گے لیکن اس کے بعد آپ نے سورہ نسا شروع کیا

اور ختم بھی کر دیا پھر آپ نے سورہ آل عمران شروع کر دی اور اسے بھی ختم کیا اور آپ ٹھہر ٹھہر کے پڑھتے تھے اور اثنائے قرأت میں جب کوئی تسبیح کی آیت پڑھتے تو پاکی بیان کرتے اور حبیب و عا کی آیت آتی تو دعا کرتے اور تعوذ کی آیت آتی تو تعوذ کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا الحدیث رسولم کبھی مسئلہ کو حدیث سے استنباط کرنے میں اشارہ کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایک مقدمہ خارجہ بھی ہے جو گویا فطری ہے۔ مجتہدین کے ذہن میں ملحوظ رہتا ہے اور غائب نہیں ہوتا۔ اور درحقیقت وہ مسئلہ حدیث اور مقدمہ خارجہ دونوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثال۔ باب ما یتخرج من البعد۔ باب جو چیز سمندر سے نکالی جائے اس میں خمس وغیرہ ہے یا نہیں۔ دلیل میں علاوہ آثار صحابہ و اقوال علمائے تابعین کے یہ حدیث بھی لائے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا من بنی اسرائیل سال بعض بنی اسرائیل از سلفہ الفینار فدفعوا الیہ فخرج فی البعد فلم یجد صرکبا فاخذ خشبۃ فخرھا فادخل فیھا الفینار

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے دوسرے اسرائیلی سے ایک ہزار اشرفی قرض مانگی۔ اس نے دس دیارادار کرنے کے وقت (مقرض سمندر کی طرف نکلا لیکن کوئی جہاز نہ پایا تو ایک لکڑی لے کر سوراخ کیا اور اس میں ہزار اشرفیاں بھر کر سمندر میں ڈال دیا۔ قرض وینے والا سمندر کی جانب نکلا تو ایک لکڑی دیکھی اس کو نکال کر بغرض ایندھن بنانے کے گھر لے گیا پھر اتو اس میں اشرفی پائی الحدیث ۱۲۱۷

فرحی فی البحر فخرج الرجل الذی کان اسلفنا فلا بالخشبة فاخذها
 لاهله خطبا ذکا لحدیث فلما نشر الخطیب وجد المال انتھی،
 اس حدیث سے رحبن کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا،
 معلوم ہوا کہ سمندر سے جو چیز نکالی جائے اس میں کچھ دینا لازم نہیں تھا
 اب حدیث کے ساتھ یہ مقدمہ خارجہ ملا و شرح من قبلنا شرحنا مالوینکر
 ہمارے پہلے کے احکام شرعیہ ہمارے لیے بھی معتبر ہیں جب تک شارع
 کی طرف سے انکار نہ ہو۔ لہذا حدیث اور مقدمہ کے ملانے سے ثابت ہوا کہ
 جو چیز سمندر سے نکالی جائے اس میں خمس و زکوٰۃ نہیں در نہ حدیث بیان
 فرما کر آنحضرت سکوت نہ فرماتے چونکہ یہاں دلیل صحت اور صریح نہ تھی اس لیے
 باب بھی بہت زور دار اور صریح الفاظ میں نہیں قائم کیا۔ اور یہ کمال خوبی ہے
 کبھی امام بخاری ترجمۃ الباب بہت زور دار الفاظ میں قائم کرتے ہیں
 اور متعدد باب ایک ہی مسئلہ کے لیے متعدد عنوان سے قائم کرتے ہیں۔ یہاں
 ہے جہاں کوئی امر بہت زور سے رواج پذیر ہوتا ہے۔ اور اس کے جواز پر
 دلیل شرعی قائم نہیں ہوتی بلکہ اس کے خلاف ہیں دلیل ہوتی ہے۔
 مثال منقضی لہ بحق لخبہ فلا یأخذ کافان تضلنا کواکلا یحل حراما وکلا یحرم
 حلا کاس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلطی اور ناواقفی یا جھوٹے گواہ گزارنے
 یا زور تقریر کے ذریعہ دھوکہ دینے سے حاکم نے ناحق فیصلہ دے دیا تو وہ
 دیا نسا اور عند اللہ صحیح نہ ہو گا۔ اور نہ جن کے لیے فیصلہ دیا گیا اس کو شے
 فیصلہ شدہ میں عند اللہ اور دہیانتا تصرف کا حق ہے اس مسئلہ کو اس حدیث

سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انا انا بشر وانہ یاتینی العلم
 ولعل بعضکم یكون ابلغ من بعض فاحسب انہ صادقاً قضی لہ بذلک فمن قضیت لہ
 بجز مسئلہ خاناہی قطعاً من النار فلیاخذھا اولیٰ ترکھا یعنی آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدمی ہی ہوں یعنی غیب دان نہیں، میرے پاس فریق
 مقدمہ لے کر آتے ہیں شاید تم میں بعض آدمی بعض پر بولنے میں فوقیت
 رکھتا ہو اور حقیقت میں وہ جھوٹا ہو اور صاحب حق کم بول ہو اور میں اس کو
 سمجھ کر فیصلہ دوں تو جس کے لیے میں ایسا فیصلہ دوں گا وہ شے آگ کا ٹکڑا
 ہے جی چاہے لے یا چھوڑ دے۔ یہ استدلال جیسا شفاف ہے ظاہر ہے۔
 قانون شریعت سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو یہ بات کہ اگر کسی
 کے لیے غلطی یا زریب وہی سے حاکم نے کسی چیز کا فیصلہ دے دیا تو عند اللہ
 اور دنیائے بھی مدعی کو حق تصرف حاصل ہو گیا۔ قیاس سے باہر ہے اور اس
 اصل میں جس قدر مفاسد ہیں ظاہر ہیں بقول صاحب سیرۃ النعمان ر اگر اس
 قسم کے مسائل کتابوں میں نہ دیکھے جائیں تو مشکل سے یقین ہو۔

فقہاء کی ایک جماعت میں حیل کا باب بہت وسیع ہو چلا تھا جس کو وہ
 اپنی وقت رائے کا نتیجہ سمجھتے۔ اس میں اس قدر وسعت سے کام لیا گیا کہ
 مسئلہ مسئلہ میں حیلہ کی صورتیں نکل آئیں جو اکثر تخریجی فقہ کی کتابوں میں مذکور
 ہیں نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ زکوٰۃ تک کے ساقط کرنے کا حیلہ نکل آیا امام محمدین
 کی اس طرف خاص توجہ ہوئی اور جامع صحیح میں حیل کی تردید بڑے زور سے
 کی اور ان کی یہ سعی مقبول ہوئی۔ ان فقہاء کے حیل بڑی نفرت کی نگاہ سے

دیکھے گئے۔

اسی طرح امام المحدثین نے استنباط اور اجتہاد کے وقت معاملات کے مسائل میں نہایت دقیق نظر ڈالی اور چونکہ احادیث صحیحہ کا بے بہا خزانہ خدا کی طرف سے ان کو دیا گیا تھا اس لیے بہت سے مسائل مروجہ فقہا کو پھر چھاپا دیا جن کی تفصیل کتاب البیوع کتاب الہبہ کتاب الشہادات۔ صلح۔ اجارات۔ خصوصیات۔ شروط و صایا۔ حوالہ۔ کفالتہ۔ وعیزہ سے ظاہر ہے۔ ان کی مثالیں یہاں تطویل لا طائل ہیں۔ اور اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔

امام بخاری نے استنباط مسائل اور اجتہاد کے اصول بتاتے ہوئے قیاس کی دو قسمیں کی ہیں۔ قیاس صحیح دوسرا قیاس فاسد۔ قیاس صحیح کے لئے اس طرح باب قائم کیا۔ باب من شہد اصلاً معلوماً باصل عبید قد بین اللہ حکمہ ایفہم السائل اس باب کے قائم کرنے میں قد بین اللہ حکمہ ایفہم السائل سے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ قیاس صحیح مثبت حکم اور مثبت مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کا کام صرف حکم کو ظاہر کر دینا ہے جو مسائل یا مجتہد کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ دوسری قسم یعنی قیاس فاسد کے لیے اس طرح باب قائم کیا۔

باب ما ینکر فی ذمہ الوای و یعنی باب رائے اور قیاس کے تکلف و بناؤ
القیاس وقول اللہ تعالیٰ ولا تقف کی برائی اور مذمت کا اور اللہ تعالیٰ کے

عہ باب اس امر کا کہ کوئی شخص کسی اصل معلوم کو کسی اصل مبین کے ساتھ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے تشبیہ سے تاکہ مسائل سمجھ جائے ۱۲ منہ

مالیں نك ید علہ۔

قول کار اور مت چھپے چلو ایسی باتوں کے

جن کا علم تم کو نہ ہو

تفصیل اس کی یہ ہے کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں ایک قیاس صحیح جس کا ذکر قرآن میں بجل مدح کیا گیا ہے جس کا نام اصول فقہ قائم ہونے پر اصولیوں نے قیاس علت اور قیاس دلالت رکھا ہے، قیاس علت کی مثال یہ ہے، إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ كَذُنَّ فَيَكُونُ یہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش حضرت آدم کی پیدائش پر قیاس کی گئی ہے اور مقیس و مقیس علیہ کی علت لفظ کن ہے جو قدرت الہی کا منظر ہے۔

قیاس دلالت کی مثال یہ ہے۔ ویقول الانسان اذا مات لموت اخرجه حيا اولادكوا لانسان انا خلقناه من قبل ولو يك شيئا ما یہاں انسان کی پہلی پیدائش مقیس علیہ کو وال اور دوسری بار زندہ ہونے مقیس کو مدلول قرار دیا دوسرے قسم کے قیاسات میں قیاس طرد قیاس شبہ قیاس استحسان وغیرہ ہیں قیاس شبہ سے اکثر اہل ہوا جیسے قدر یہ۔ معتزلہ جمہیہ رافضیہ وغیرہ کا کام لیتے۔ کفار نے حلت سود میں اور حضرت یوسف کے بہائیوں نے حضرت یوسف کے بھائی بنیامین کے بارے میں قیاس شبہ ہی سے کام لیا۔

عہ مثال عیسیٰ کی آدم کی مثال ہے کہ آدم کو مٹی سے بنا کر ڈرایا کن وہ جا پس وہ ہو گئے، امنہ

عہ کیا کہتا ہے انسان تعجب سے جب میں مرھاؤں گا تو زندہ کر کے قبر سے نکالا جاؤں گا، کیا

نہیں یاد ہے انسان کو کہ میں نے اس کو پہلے پہل پیدا کیا اور وہ کچھ نہ تھا، ۱۲

عہ کفار کہنے کو، انا البیوع مثل الربوبہ حضرت یوسف کے بہائیوں نے کہا ان یسرق نفاذ منق اخذ لہ ۱۳

قیاس طرد و ماوراء النہر لوگوں میں رواج پذیر تھا۔ قیاس استحسان اور مجتہدین
 میں مستعمل تھا۔ امام بخاری کا نشان دو ذوں بابوں کے قائم کرنے سے یہ تھا
 کہ جس مسئلہ میں نص موجود ہے وہاں قیاس سے الگ رہنا چاہیے اور جہاں
 نص موجود نہ ہو مجبوراً قیاس سے کام لیا جاسکتا ہے لیکن اسی قیاس سے جو
 صحیح ہے اور بالاتفاق حجت ہے۔ اسی بنا پر علمائے تاریخ نے مجتہدین اہلسنت
 کی تین قسمیں کی ہیں۔ ایک ظاہریہ جو قیاس کو اصول اجتہاد میں داخل نہیں کرتے
 دوسری جماعت فقہائے محدثین کی ہے جو بوقت نہ ملنے نصوص قرآنیہ
 و حدیثیہ کے قیاس سے کام لیتے ہیں لیکن اسی قیاس سے جو بالاتفاق
 مقبول اور حجت ہے اور پہلے یہ لوگ احادیث کی تلاش میں جان لڑا دیتے
 اس کے بعد قیاس سے کام لیتے۔ لیکن قیاس شبہ قیاس طرد و استحسان
 وغیرہ سے کام نہیں لیتے۔ تیسری جماعت فقہائے اہل الرائے کی ہے
 جن میں قیاس طرد و استحسان کا بھی رواج تھا۔ لیکن یہاں یہ بھی یاد
 رکھنا چاہیے کہ گو علامہ ابن خلدون اور صاحب معارف علامہ
 دینوری و دیگر مورخین نے حضرات امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و
 امام محمد و غیر ہم کو فقہائے اہل الرائے میں شمار کیا ہے لیکن ان ائمہ اور
 اور ان کے معاصرین ائمہ و مجتہدین کا مسلک یہی رہا اور اسی پر خاتمہ
 ہوا کہ حدیث ضعیف بھی قیاس پر مقدم ہے۔ چنانچہ اس کے
 متعلق فتح المغیث کی عبارت گذر چکی۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں
 اعتقادنا واعتقاد کل منصف فی اس خلاصہ اسی قدر ہے کہ ہر منصف

الامام ابو حنیفہ یقرینہ بار وینا انفا
 من کم الراي والتبری عنہ منقذہما
 علی القیاس ان لو عاش حق و انت احاد
 الشریعہ و بعد حیل الحفاظ فی جمہا من
 ابدال و الثغور و ظفر بہا لاخذ بہا و ترک
 کل قیاس قیاسہ کان قل فی مذہبہ کما
 قل فی مذہب غیرہ بالنسبۃ المیراث ما
 کانت ادلۃ الشریعۃ متفرقتہ فی عصوۃ مع
 التابعین تابعی التابعین فی المدائن القری
 و الثغور کثر القیاس فی مذہبہ بالنسبۃ
 الی غیرہ من الائمۃ فکثرۃ تعدد وجودہم
 فی تلك المسائل التي قاس فیہا مبتدیان
 غیرہ من الائمۃ و یحتمل ان الذی اضالی
 الامام ابو حنیفہ انہ قد مر القیاس علی النقص
 ففریدک فی کلام مقلد بہ الذین یلزمون
 العمل بما وجدوا من اقسام القیاس و
 یتروک الذی یشالذی صح بعد موت الامام
 فالامام معذور مقلدہ غیر معذورین انما
 حقیقت امر ہی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے وہ اتباع فقہا جن میں

کا اعتماد جناب امام ابو حنیفہ کے
 بارے میں ان کے اقوال کو پڑھتے
 ہوئے یہ ہے کہ اگر آپ زندہ رہتے
 اور اسناد و بیعت نبویہ جمع ہو گئی ہوتی
 تو جس قدر مسائل میں آپ کے قیاس
 کیا حدیث ملنے پر قیاس ترک
 کر دیتے اور مذہب میں بھی قیاس
 کم ہوتا۔ کیونکہ آپ قیاس کی
 مذمت کرتے اور اس سے براہ
 ظاہر کرتے تھے۔ اور جس نے
 کہا کہ امام ابو حنیفہ قیاس کو
 حدیث پر مقدم کرتے غالباً
 اس نے یہ بات ان کے مقلدین
 میں پالی تو امام کے قیاسی مسئلہ
 کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں
 اور حدیث صحیح کو چھوڑ دیتے
 ہیں۔ پس امام صاحب معذور ہیں
 ان کے مقلدین غیر معذور۔
 امام ابو حنیفہ کے وہ اتباع فقہا جن میں

تقلید جو پیدا ہو گیا، جنہوں نے اپنے طرز عمل سے اہل الرائے کے لقب میں بڑا اثر پیدا کر دیا۔ جنہوں نے مسائل کی بنا تخریج پر رکھی جن کی ذات سے فقہائے محدثین کو تکلیفیں پہنچیں۔ ان فقہاء کے ذمہ امام صاحب نہیں ہو سکتے، وہ فرماتے ہیں، لوکا الروایۃ لقلت بالقیاس اذا صح الحدیث فهو مذہبی، اترکوا قولی بخیر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوالی کو دیکھتے ہوئے امام ابو حنیفہ کا شمار فقہائے اہل حدیث سے ہونا بہت ہی مناسب ہے۔

اصول اجتہاد بیان کرتے ہوئے امام بخاری نے ظاہری المذہب کی تردید کے لیے اس طرح باب قائم کیا۔ باب الحجۃ علی من قال ان احکام النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت ظاہرۃ ان مجموعی باقوں پر لحاظ کرتے ہوئے امام الحدیثین کو ظاہری المذہب کہنا ظاہر بینی اور سخت جسارت ہے امام بخاری نہ ظاہری المذہب تھے نہ اہل الرائے بلکہ مجتہد الحدیث تھے۔ کتاب یعون ملک الوہاب۔

قرأت هذا الكتاب من اوله الى اخره حرفا بحرفا بنظر حدید و تدبر کامل و تفکر صائب۔ فوجدته صحيحا لفظا و كتابا اثر و استدلالا و وقت ارجح لا اللهم ارحم على مؤلفه و ناشره و كاتبه و نادى المؤمنين المسلمين بنداب عال ان تفوزوا بتحصيل هذا الجوهر اللامع من اهل الحدیث کیدی لاهور۔

محمد یعقوب سیالکوٹی (۱۹۶۸)

خاتبات

امام المحدثین کے تلامذہ

محدثین کے نزدیک اسٹادی اور شاگردی کا تعلق نہایت قوی تعلق سمجھا جاتا ہے، اور اس تعلق کا خصوصیت کی نگاہ سے دیکھا جانا کچھ ایشیائی ملکوں تک محدود نہیں ہے، افریقہ، ایشیا، یورپ، شرقاً و غرباً، جنوباً و شمالاً، غرض جس نقطہ کے محدث کا حال پڑھو گے، مورخ خصوصیت کے ساتھ دس پانچ مشاہیر کے نام گنائے گا۔ اور یہ بتا کر اپنا فرض ادا کرے گا کہ اس محدث کے حلقہ دروس میں فلاں فلاں مشاہیر نے تعلیم پائی اور اس کی علمی مجلسوں کی رونق ایسے لوگ تھے۔

محدثین میں یہ تعلق اس قدر وقت کی نگاہ سے دیکھا گیا کہ بڑے بڑے صاحب کمال جن کی جامعیت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہے کسی باکمال شیخ کی طرف بواسطہ منسوب ہونا بھی بڑے مخز کی بات سمجھتے، حافظ ابن حجر کی جامعیت سے کون ناواقف ہے۔ حافظ ذہبی کا نام آتا ہے تو شیخ شیخنا لکھا کرتے ہیں، یہ تعلق عامہ اگرچہ محدثین میں نہایت قوی تعلق سمجھا گیا، تاہم بعض شاگردوں کو مختلف وجوہ سے استاذ کے ساتھ کچھ ایسی خصوصیت ہوتی ہے کہ جہاں استاذ کا نام آتا ہے

ممکن نہیں کہ ان کا نام نہ آئے۔
 ہم اس کتاب کے شروع میں لکھ آئے ہیں کہ امام المحدثین کے
 درس و تدریس کا حلقہ اس قدر وسیع ہے کہ خلیفہ وقت کی حکومت کو
 وہ وسعت حاصل نہیں تلامذہ کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے
 مدتوں بخارا میں درس دینے کے علاوہ بغداد، بصرہ، کوفہ، امام صاحب
 کے درس کے ممنون رہ چکے ہیں اور اس گاہ میں بیس بیس ہزار تک طالبین
 کی تعداد پہنچ جاتی ہے۔

امام زبیری امام صاحب کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ
 امام المحدثین سے نوے ہزار شاگردوں نے صحیح بخاری روایت کی
 ممکن ہے کہ یہ تعداد صحیح ہو لیکن حق یہ ہے کہ صحیح تعداد کا پتہ لگانا
 ایک دشوار امر ہے۔ امام المحدثین کا حلقہ درس فقہ، حدیث، تاریخ،
 تفسیر، نکات اسانید و علل غامضہ، کی ایک جامع درس گاہ ہے، امام المحدثین
 کی درس گاہ کو ایک مکان فرض کرو۔ جس کے متعدد دروازے ہیں
 اور ہر دروازے پر ایک صاحب کمال موجود ہے جو طالبین کی ضرورتوں
 کو پوری کرتا ہے۔ بعض طالبین نکات فقہ کے دلدادہ ہیں تو
 دوسرے صحیح حدیثوں کے شیفہ، کسی کو تفسیر سے شغف ہے
 تو کسی کو تاریخ سے دلچسپی، کچھ لوگ علل غامضہ، اور تدقیقات
 اسانید و رجال کے شدید نظر آ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے لوگ
 بھی شامل درس ہیں جن کو فرق باطلہ کی تردید کا شوق و امن گیر ہے۔

اور علم کلام سے شغف، ایک امام المحدثین کی جامعیت نے سب کو گرد
 کر رکھا ہے۔ ان میں کچھ تلامذہ ایسے باکمال نظر آ رہے ہیں۔ جن کو
 امام المحدثین کی ذات سے خاص قسم کا تعلق ہے جن کے تذکرے کے
 بغیر امام المحدثین کی علمی تاریخ ناقص رہتی ہے، اور آپ کی علمی مجلسوں
 کی گرم جوشی کا صحیح اندازہ بغیر ان کے مشکل ہے۔

امام المحدثین کی خصوصیات زندگی میں اہل بڑی خصوصیت
 فقہ الحدیث کی ترتیب و تدوین اور صحیح حدیثوں کا جمع و انتخاب
 اور ان کی ترویج ہے، یہ ناممکن ہے، کہ اس کام میں جن تلامذہ نے
 کافی حصہ لیا اور امام صاحب کے اس مہتمم بالشان کام کو نہایت سرگرمی
 سے انجام دیا جس سے فقہ الحدیث اور صحیح حدیثوں کا مجموعہ تمام
 دنیائے اسلام میں جاری ہو گیا، انہیں کا ذکر چھوڑ دیا جائے ان
 تلامذہ کے ذکر سے اس کام رفقا الحدیث اور صحیح حدیثوں کا
 انتخاب کی اہمیت اور خوبی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، ساتھ اس کے
 امام المحدثین کی بلند پائے گی بھی ثابت ہوتی ہے کہ جس کے تلامذہ اس
 رتبہ کے ہوں گے وہ خود کس پایہ کا ہو گا۔

شاگرد و کار رتبہ و اعزاز ایشاد کے لیے باعث فخر خیال کیا
 جاتا ہے، اگر یہ فخر صحیح ہے تو اسلام کی تاریخ میں بہت تھوڑے
 لوگ ایسے نظر آئیں گے جو امام المحدثین کے برابر اس فخر کے مستحق
 ہیں۔ اگر امام المحدثین یہ دعویٰ کرتے تو بالکل بجا تھا کہ جو لوگ انکے

شاگرد تھے وہ بڑے بڑے ائمہ اور مجتہدین کے شیخ اور اتناواتھے
انصاف یہ ہے کہ امام صاحب کے بعض شاگرد خصوصاً امام مسلم
امام ترمذی، امام دارمی امام نسائی، اس رتبہ کے لوگ ہیں کہ شاید ہی
کوئی جگہ ایسی ہو جہاں اسلام پہنچا ہو اور ان ائمہ کا فیض وہاں نہ پہنچا ہو
امام المحدثین کے زمانہ میں جو مذہبی علوم نہایت اوج و ترقی پر
تھے وہ فقہ، حدیث اسماء و رجال تھے۔ یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ جو
لوگ ان علوم کے ارکان تھے اکثر امام المحدثین ہی کے شاگرد اور زلمہ
ربان تھے، ان کی شاگردی برائے نام نہ تھی، بلکہ مدتوں ان کے حلقہ
درس میں شامل ہو کر تقریروں کو قلمبند کرتے رہے اور ہمیشہ ان کے
فیض صحبت کا اعتراف کرتے رہے، حدیث و رجال کی نسبت تو کسی کو
انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن فقہ کی نسبت اس دعوے پر لوگوں کو تعجب ہوگا
اور تعجب بجا ہے کیونکہ امام المحدثین کی شاگردی سے جو لوگ مشہور
ہوئے وہ اکثر محدث ہی تھے فقہاء میں سے جو امام صاحب کے شاگرد
ہیں اگرچہ بجائے خود و شہرت عام رکھتے ہیں لیکن ان کی شاگردی کا
تعلق بھی چنداں محقق نہیں، ایک خصوصیت امام صاحب کے ساتھ
یہ بھی ہے کہ آپ کے اکثر تلامذہ فن روایت و روایت فقہ و حدیث کے
جامع تھے

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امام المحدثین کے بالکمال تلامذہ کی
فہرست کے لیے، ان تکلفات کی حاجت نہیں جو عامہ معتقدین اور

مقلدین اپنے ائمہ کی شان بڑھانے کے لیے کیا کرتے ہیں اور بڑے بڑے نقاد اور ماہرین فن کو کسی نہ کسی طرح ان کی شاگردی کے سلسلہ میں لا کر اپنے ائمہ کے تلامذہ کی خانہ پرپی کرتے ہیں، کہیں در اخذ نامہ یا کثرتِ اقوالہ کے لفظ سے جو غیر متشروک ہونے کے موقع پر بولا گیا، تلمذ ثابت کرتے ہیں، کہیں مبالغہ آمیز باتیں بناتے ہیں۔

امام بخاری کے ان تلامذہ کا مختصر تذکرہ جو فنون اسلامیہ، حدیث، تفسیر فقہ، لغت و فنون ادب کے امام تسلیم کئے گئے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج

امام مسلم کی شہرت تبحر علمی، قوت حافظہ، جوہر ترقاہت، محتاج بیان نہیں ہے، فن حدیث میں امام بخاری اور امام مسلم شیخین کہے جاتے ہیں اور جب رواہ الشیخان بلا تخصیص بولا جاتا ہے تو یہی دونوں حضرات مراد ہوا کرتے ہیں، یہ امام بخاری کے ان تلامذہ میں ہیں جو امام بخاری کو یاسید المحدثین کہا کرتے تھے، امام دارقطنی کہتے ہیں لوکا البخاری لما جاء مسالوا ولا راح وماذکوا امام مسلم امام صاحب کائنات قدر ادب کرتے کہ نکات حدیثیہ کے پوچھنے اور حل کرنے میں روکنے لگتے۔ کبھی امام بخاری کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور کہتے مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے قدموں کا بوسہ لوں۔ د عنی اقبل رجلیک یا امیر المؤمنین

عہ امام بخاری کا فیض صحبت نہ ہوتا تو امام مسلم کا کوئی نام بھی نہ لیتا ۱۲

فی الحدیث۔

محمد بن یحییٰ ذہلی سے جب امام بخاری کا ناگزیر قصہ پیش آیا تو باوجود کہ
 تمام شہر امام صاحب سے الگ ہو گیا تھا لیکن امام مسلم اس مسئلہ کی تہ تک
 پہنچ چکے تھے۔ امام صاحب رحمہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ بلکہ امام ذہلی سے
 جس قدر تقریرات لکھ چکے تھے سب کو اونٹوں پر لدا کر واپس کر دیا۔
 نام مسلم۔ ابوالحسین کینت۔ عساکر الدین لقب، ۲۰۲ھ میں ولادت
 ہے، سلسلہ کسب یہ ہے۔ مسلم بن حجاج بن ورد بن کوشاذ۔ چونکہ امام مسلم
 کا سلسلہ سب قبیلہ قشیر سے ملتا ہے اس وجہ سے قشیری کہے جاتے
 انروئے وطن نیشاپوری الاصل ہیں، سفر کی وسعت میں عراق، حجاز،
 شام، مصر، یہ سب داخل ہیں، ان مقامات میں برابر آپ کا دورہ رہتا
 بغداد کئی بار جانے کا اتفاق ہوا، بغداد میں آپ نے درس بھی دیا ہے
 آخر سفر بغداد کا ۲۵۹ ہجری ہے،

اساتذہ اور شیوخ کی تعداد گننا مشکل اور تطویل لا طائل ہے،

یحییٰ بن یحییٰ النیشاپوری، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ،

عبداللہ بن مسلمۃ القعنبی، امام محمد بن اسماعیل البخاری وہ اساتذہ

ہیں جن پر امام مسلم کو فخر اور ناز تھا،

تلامذہ کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا ہے، ابو حامد رازی۔ ابو علی

الترمذی۔ ابوبکر بن خزیمہ، یحییٰ بن صاعد، ابوعوانہ ہمدانی سے پایہ کے لوگ

ہیں۔ مزاج میں استغنا اس قدر تھا کہ کبھی کسی شخص کی فیاضیوں کے دست نگر نہ ہونے۔

۲۵ رجب ۲۶۱ھ علاؤنیشاپور کے شہر نصیر آباد میں ۵۵ برس کے

سن میں وفات پائی۔

امام مسلم کی تالیفات گناتے ہوئے حاکم لکھتے ہیں، کہ مسلم کی تالیفات میں ایک مسند کبیر ہے جو بہ ترتیب رجال ہے، لیکن میرے گمان میں کوئی اس کو امام مسلم سے بقاعدہ محدثین روایت نہیں کرتا، اس کے علاوہ ایک تالیف الجامع علی الابواب ہے، اس کا ایک ٹکڑا میں دیکھا ہے اور کتاب الاسماء والکنی، کتاب التمیز، کتاب العلل، کتاب الواحدان، کتاب الافراد، کتاب الاقران، کتاب سوالات احمد بن حنبل، کتاب حدیث عمر بن شعیب، کتاب الانتفاع باب السباع، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الثوری، کتاب مشائخ شعبہ، کتاب من لیس له الاراد واحد، کتاب المحضین، کتاب اولاد الصحابة، کتاب اوہام المحدثین، کتاب الطبقات، کتاب افراد الشامیین، یہ تالیفات امام مسلم کی مشہور ہیں۔ ان میں اکثر طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی اجمالی فہرست تذکرۃ الحفاظ سے پیش کر دی گئی ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ حافظ ذہبی امام بخاری سے تلمذ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال ابن الشرقي حضرت مجلس محمد بن يحيى الذهلي فقال اكا

من قال لفظي بالقران مخاوتي فلا يحضر مجلسنا فقام مسلم بن الحليس

وکان ینافضل عن البخاری

امام مسلم کی تالیفات میں "صحیح مسلم" سے مسلمانوں کا ایک ایک ایک فرد آگاہ ہے، صحیح مسلم کے حسن قبول اور اس کی جلالت شان کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اہل اصول کا یہ ایک اصولی مسئلہ اصول کی کتابوں میں لکھا جاتا ہے، اہم الروایات، ما اتفق علیہ الشیخان ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ مسلم صحیح مسلم کی بلند پایگی کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ مشارح غرب کو صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح دینے میں کلام ہے۔ وہ صحیح مسلم کو امام بخاری کی جامع صحیح پر ترجیح دیتے ہیں، اس لیے محدثین میں یہ ایک مسئلہ پیش ہو گیا اور بعد تنقیح و باستثنا بعض مشارح غرب و صحیح بخاری کی ترجیح، جمہور مسلمانوں کا مسلک قرار پایا جس کی مفصل بحث گذر چکی،

مقدمہ صحیح مسلم

امام مسلم نے اپنی اس مبارک تالیف صحیح مسلم کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے اس مقدمہ میں وجہ تالیف کے علاوہ فن روایت کے بہت سے فوائد اور اصول بیان کئے ہیں، جیسے روایت کی تقسیم اور ان کے مدارج متفاوتہ رجن میں نہایت دقیق فرق ہے، کی توضیح، روایت میں واقعی اور سچی جمع ہو تو بلا تردو بیان کر دینا چاہیے اور بیان کرنا جائز ہے،

عہ یعنی امام مسلم امام بخاری کی طرف سے مباحثہ کرتے اور بھگڑتے ۱۲

اسناد دینی امر ہے، اور روایت میں نہایت تشدد سے کام لینا چاہیے۔ بلا تحقیق روایت لینے کی ممانعت ہے، ضعفاء سے روایت میں بڑی احتیاط برتنی چاہیے، معنعن روایت بشرط معاشرت زاوی مروی عنہ مقبول ہے۔ لقا کا ثبوت بشرط نہیں، روایت بالمعنی کی بحث، ان اصول کو امام مسلم نے نہایت مفصل اور مدلل بیان کیا ہے اور بعض ان باتوں کا رد بھی کیا ہے جو ان کے مسلک کے خلاف تھیں، یہ اصولی مسائل چونکہ نہایت مہتمم بالشان ہیں، اور ساتھ ہی اس کے مقدمہ کی عبارت نہایت متعلق واقع ہوئی جس کا اغلاق مشہور ہے، اس وجہ سے کہ امام مسلم نے بلا تہذیب و تحریر بطریق متقدمین بلا تکلف اپنے مقصود کا اظہار فرمایا ہے۔ نہ تکرار اسل کا خیال مانع ہوا نہ ایجاز محل کا لحاظ فرمایا کہیں مبتدأ بول کر جملہ معترضہ کی طویل عبارت کے بعد خبر لاتے ہیں، کہیں صلوات اور متعلقات کی تقدیم تاخیر بے ڈھب ہے، غرض کیفیت ما اتفق اپنے مقاصد کا اظہار فرمایا ہے، اور بعض اصولی مسائل میں خلاف کیا ہے اور اس کی مثال دینے میں بڑی طوالت سے کام لیا ہے اس اغلاق اور اصولی اہم مسائل کی وجہ سے اہل علم کی توجہ زیادہ مقدمہ کی شرح کی جانب مبذول رہی، اسی وجہ سے بہت سے لوگوں نے صرف مقدمہ کی شرح لکھی ہے۔

شیخنا المحترم استاذ الالاساتذہ جناب مولانا حافظ عبداللہ صاحب

غازی پور می نے بھی ایک شرح طویل اور نہایت مفید لکھی ہے جس کا

نام "البحر الموحج" ہے ایک دوسری شرح علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق
 عظیم آبادی نے بھی نہایت طویل لکھی ہے، نشانقین کی نکالیں ان دونوں
 مشرحوں کے اشتیاق میں ٹکٹکی لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد شائقین
 کی آرزو پوری کرے اور یہ ہر دو مشرحین طبع ہو کر شائع ہو جائیں ان
 کے علاوہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ قتبہ محمودیہ میں مقدمہ کی چھ شرحیں
 موجود ہیں۔ امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کی ابواب فقہیہ پر بیویوں کو نہیں
 کی، لیکن اس حدیث کی ترتیب اس خوبی سے رکھی کہ گویا کتاب بیوی ہے
 چنانچہ شرح نے بلا تکلف ابواب فقہیہ پر بیویوں کو ڈالا۔
 صحیح مسلم، کا ترتیب صحیح بخاری کے بعد تسلیم کیا گیا۔ اور اس کے وجود
 بہت سے بیان کئے گئے، لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ سہل
 الماخذ اور جوہر ترتیب اور حدیث کے شواہد و متابعات کے
 اکٹھے ہونے کے لحاظ سے صحیح مسلم کو ضرورت ترجیح ہے، صحیح مسلم
 کے متعلق بہت سی تالیفات کا ذکر صحیح بخاری کے مشروح کے

سے افسوس ہے کہ جماعت الحدیث کی غفلت سے یہ دونوں شرحیں اب تک طبع نہ ہو سکیں، عید اللہ
 عنہ مقدمہ کی ایک اور شرح فارسی کلکتہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا نام المطر الثجاج ہے
 اسے جو تالیفات صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ بھی کثیر التعداد ہیں علاوہ
 ان کے جن کا ذکر صحیح بخاری کے ضمن میں گذر چکا۔ مشارق الانوار الجمع میں بھی صحیحین میں اپنے
 طرز کی سب سے جداگانہ تالیفات، علامہ رسی الدین حسن صفائی المتوفی ۶۰۵ھ نے اس کو خاص
 خاص حروف کی ترتیب پر رکھا ہے۔ مثلاً۔ ما۔ ان۔ لا۔ اذا۔ ما۔ یا۔ قد وغیرہ باقی بہت
 صحیحاً

بیان میں گذر چکا جسے اطراف الصحیحین یا الجمع بین الصحیحین یا بحال الصحیحین یا المستدرک علی الصحیحین وغیرہ یہاں انہیں تالیفات کا ذکر کیا جاتا ہے جو صرف صحیح مسلم سے تعلق رکھتی ہیں۔

صحیح مسلم کی شرح کی فہرست اس کے بعد بھی پر معلوم ہو سکتی ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
(۱)	المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن حجاج	حافظ ابو زکریا عیسیٰ ابن شریف النووی الشافعی المتوفی ۴۵۷ھ	مصنف کا بیان ہے کہ اگر لوگوں کی ہمتیں پست نہ ہوتیں تو میں اس شرح کو ایک سو جلدوں میں مکمل کرتا لیکن میں جلدوں میں ختم کر دیا اس شرح کے شروع میں ایک مقدمہ طالبین حدیث کے لئے نہایت مفید ہے

دہلی حاشیہ صفحہ گذشتہ نہ فقہی الباب پر رکھنا سند کی ترتیب پر نام یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اس لئے کہ اس میں صرف قولی حدیثیں ہیں یا احادیث قدسیہ صاحب کشف الظنون نے اس کی شرح و حواشی اور شرح کے حواشی و مختصر مشارق و مرتب مشارق ملا کر انہیں تصنیفیں مفصل گنائی ہیں اور ہر ایک کا مختصر حال بھی لکھا ہے لہذا یہ مختصر فہرست کشف الظنون جلد ۱ اتحاد النبلا سے اور پٹنہ کے کتب خانہ میں جو مختلف کتب خانوں کی فہرستیں ہیں ان سے لکھی گئی ہے اور اس کا مقصد نہیں ہے۔

(۲) مختصر شرح النوری

شیخ شمس الدین محمد
بن یوسف القونوی
المجتبی المتوفی ۷۸۸ھ

(۳) اکمال المعلم فی

علامہ قاضی عیاض
المالکی المتوفی
۵۲۲ھ

شرح مسلم

در حقیقت قاضی صاحب نے علامہ
ماززی کی شرح کی ہے قسطنطنیہ
کے متعدد و کتب خانوں میں اس کا
نسخہ موجود ہے اور قبہ محمودیہ مدینہ
منورہ کے کتب خانہ میں بھی ہے

(۴) المعلم بقرائن

ابو عبد اللہ محمد بن علی
الماززی المتوفی ۵۲۲ھ

کتاب مسلم

اسی کی تکمیل قاضی عیاض نے
کی ہے اس لیے قاضی صاحب نے
اپنی شرح کا نام اکمال المعلم رکھا۔

(۵) المفہوم لما اشکل

ابوالعباس احمد بن
عمر بن ابی ابراہیم تقرطی
المتوفی ۴۵۷ھ

من تلخیص

کتاب مسلم

علامہ موصوف نے پہلے صحیح مسلم
کی تلخیص اور تبویب کی اس کے
بعد اس کی شرح لکھی مولف کا
بیان ہے کہ اس شرح میں علاوہ
توجیہ استدلال کے اعراب کے
نکات بھی بیان کئے ہیں اس کا آغاز
الحمد للہ کیا وجب لکبر یا ۱۰ و جلالہ ۱۰

عہ اس کا قلمی نسخہ دارالعلوم جرمی کے کتب خانہ میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا ۱۲ عبید اللہ

۱۶ اکمال المعتمد

امام ابو عبد اللہ محمد
ابن حلیفہ الوشتانی
اللابی المالکی المتوفی

۸۲۷

یہ ایک ضخیم شرح ہے چار جلدوں
میں ابتدا کا لفظ الحمد للہ العظیم سلطان
ہے مصنف نے لکھا ہے کہ اس میں
قاضی عیاض۔ امام نووی۔ قرطبی۔
مازری۔ ان چاروں کی شرحوں سے
مدولی ہے اور بہت سے فوائد اضافہ
کئے ہیں اور اپنے شیخ محمد بن عرفہ
کے فوائد بڑھائے ہیں م سے
مازری۔ ع سے عیاض۔ ق سے
قرطبی۔ دال سے محی الدین نووی
لفظ شیخ سے شیخ عرفہ مراد ہے
اس کا نسخہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ
ایاصوفیہ دو دیگر کتب خانوں میں موجود
ہے الفاظ غریبہ کی شرح ہے۔

امام عبدالقاسم بن
اسماعیل الفارسی المتوفی

۵۲۹

عماد الدین عبدالرحمن

اس شرح کی کیفیت نہ معلوم

۷ المعتمد فی شرح

غریب مسلک

۸ شرح صحیح مسلم

۷ اس کا قلمی نسخہ دارالعلوم ہرمی کے کتب خانہ میں موجود تھا ۱۷ عبید اللہ

بن عبد العلی المصری ہوسکی

المتوفی

۹ شرح صحیح مسلم

اس شرح کی کیفیت بھی معلوم

شمس الدین ابوالمظفر لوسیف بن قراوی علی سبط ابن الجوزی نہ ہوسکی

المتوفی ۵۵۴ ہجری

۱۰ شرح صحیح مسلم

یہ شرح پانچ شیر حوال کا مجموعہ ہے

معلم الکمال، مفہم، منہاج اور قاضی

علامہ ابوالفرج علی بن مسعود الزواوی المتوفی

۵۴۷

زین الدین زکریا بن محمد انصاری

المتوفی ۹۶۴ کی شرح، علامہ شعری

کتے ہیں کہ اس کا زیادہ تر مسودہ

میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

ایک عمدہ شرح ہے اس کا آغاز

بحمد اللہ الذی سلک باصحاب

الحدیث اوضح نہجہ ہے ابتدا میں

چند فصلیں ہیں جن میں صحیح مسلم کے

شروط ان کی اصطلاحات اور جن

کنیتوں والقباب واسماء میں اشتباہ

واقع ہوسکتا تھا اس کا رفع کیا،

علامہ جلال الدین

سیوطی المتوفی

۹۱۱ ہجری

۱۱ الدیبا ج علی صحیح

مسلم بن الحجاج

عہ نسبت الی زواوۃ لفتح التامی والواوین بینہما الف بلیدین افریقۃ والمغرب ۱۲

الفاظ غریبہ و اعراب مشککہ کا حل
تناقضات کا رفع، اختلافات روایات
کا بیان ادہام کا ایضاح، غرض
استنباط مسائل کی ساری باتیں
موجود ہیں

امام سیوطی کی شرح الایضاح کا
اختصار کیا ہے جو حقیقت میں
اختصار محل ہے مصر میں طبع ہو
چکی ہے۔

اس شرح کا حال بھی معلوم نہ
ہو سکا۔

اس شرح کے تفصیلی حالات سے حسب
کشف الظنون علامہ ابوالطیب
وغیرہ ساکت ہیں

یہ شرح آٹھ حصوں میں صرف نصف
تک پہنچی ہے۔

علامہ مجموعی المتونی
۱۲۹۸ ہجری

امام ابوالقاسم اسماعیل
ابن محمد لاصہبانی
المتونی ۵۳۵ھ

شیخ تقی الدین ابوبکر محمد
الحصنی الدمشقی المتونی
۸۲۹ھ

شیخ شہاب الدین احمد بن
محمد الخطیب القسطلانی
اشافعی المتونی ۹۲۳ھ

۱۲ ونشی الایضاح

۱۳ شرح صحیح مسلم

۱۴ شرح صحیح مسلم

۱۵ منہاج الایضاح

۱۶	شرح حکیم مسلمان	علامہ علی قاری المتوفی ۹۰۹ھ	چار جلدوں میں ہے۔
۱۷	شرح حکیم مسلمان	علامہ عقیف الدین الکازرونی المتوفی ۷۷۸ھ	صاحب کشف الظنون و صاحب سطر نے کچھ مفصل کیفیت نہ بتائی علامہ کازرونی نے صحیح بخاری کی شرح بھی لکھی ہے۔
۱۸	بقیۃ المسلم	شیخ سلیمان افندی	کتب خانہ ایا صوفیہ واقع قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔
۱۹	و غنیۃ المغنیۃ مختصر حکیم مسلمان	المتوفی ۷۷۸ھ ابو عبد اللہ ثمر الدین محمد بن عبد اللہ المصری المتوفی ۷۵۵ھ	صحیح مسلم کا اختصار کیا ہے۔
۲۰	مختصر زوائد	سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن الشافعی المتوفی ۷۷۸ھ	چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب ہے
۲۱	مختصر حکیم مسلمان	امام حافظ زکی الدین عبد العظیم المنذری المتوفی ۷۵۶ھ	علاوہ اختصار کے صحیح مسلم کی تبویب بھی کی ہے۔
۲۲	شرح مختصر حکیم مسلمان	عثمان بن عبد الملک الکروی المصری المتوفی ۷۷۸ھ	علامہ عبد العظیم المنذری کے مختصر مذکور کی شرح ہے۔
۲۳	شرح مختصر	محمد بن احمد الاسنوسی	امام حافظ عبد العظیم المنذری کے

۱۷۱ فتح الیم والار ۱۷۱۷ غالباً کشف الظنون میں یہاں شرح کا لفظ غلطی سے چھوٹ گیا ہے ۱۲

مختصر کی ایک دوسری شرح ہے، نام سے موضوع بحث ظاہر ہے	المتوفی ۱۱۶۸ھ ابوبکر محمد بن علی الاصبہانی	صحیح مسلم اسماء رجال	۲۴
یہ بھی مختصر مندری کی شرح ہے اور طبع ہو کر شائع ہے۔ صحیح مسلم کا بہت لوگوں نے استخراج کیا ہے آٹھ مستخرجات کا ذکر صاحب کشف الظنون نے بھی کیا ہے	المتوفی ۱۱۶۹ھ علامہ نواب صدیق حسین خان المتوفی ۱۳۰۷ھ	صحیح مسلم السراج الوہاج المخروج علی صحیح مسلم	۲۵ ۲۶
کتب خانہ نور عثمانیہ جامع شریفی واقع قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے	ابو عبداللہ محمد المدعو بیوسف اتندی زاوہ المتوفی ۱۱۶۷ھ	عنایت الملک المنعم فی شرح صحیح مسلم	۲۷
علامہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم لکھتے ہیں۔ وہ بالفارسیہ لا یخلو عن فائدہ زائدۃ یعنی فارسی زبان میں یہ شرح ہے اور فائدہ تے خالی نہیں	مولوی ولی اللہ فرخ آبادی	المطوالتحاج	۲۸
یہ بھی فارسی میں ایک شرح ہے۔	یعنی علامہ اولاد شیخ عبدالحق۔	شرح مسلم	۲۹
ایک مطلب خیر ترجمہ ہے	علامہ وحید الزمان نواب	ترجمہ اورد	۳۰

صحیح مسلم و تاریخ نواز جنگ جو طبع ہو کر شائع ہے عہ

(۲) امام ابو عیسیٰ ترمذی

امام ترمذی امام صاحب کے ان تلامذہ میں ہیں جن کی عمر کا اکثر حصہ امام صاحب کے فیض تعلیم کا ممنون رہا۔ اسی لیے امام ترمذی امام بخاری کے ساختہ پر و اختہ کسے جاتے ہیں، بعض محدثین نے امام بخاری کا ان کو خلیفہ بھی لکھا ہے۔
امام ترمذی کی وسعت نظر، کثرت اطلاع، وقت نعم، سیلان ذہن، محتاج بیان نہیں، جس نے جامع ترمذی اہل فن سے پڑھی ہے وہ مذکورہ بالا اوصاف کا اندازہ کر سکتا ہے۔ جامع ترمذی کے مطالعہ سے محدثین کی بے تعصبی

عہ ایک مدت سے صحیح مسلم کی شرح مولوی شیر احمد عثمانی دیوبندی بھی لکھ رہے ہیں جس کی اب تک تین جلدیں نفع الملم کے نام سے شائع ہو چکی ہیں غالباً پانچ جلدوں میں تمام ہوگی۔ متن کا حل اکثر و بیشتر شرح مسلم للنواری سے ماخوذ ہے اور سند و اختلافات و روایات سے متعلق مباحث نفع الباری وغیرہ سے لیے گئے ہیں۔ اختلافی ذروی مسائل میں متعصب جامد مقلدین کی عادت کے مطابق اپنے فرسودہ دلائل ان کے جواب الجواب سے تعرض کئے بغیر جمع کر دیے ہیں۔ اس شرح کے لکھنے کی سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ امام نووی شافعی کی شرح جو صحیح مسلم کے ساتھ طبع ہو کر متداول ہے طلباء حنفیہ کے سامنے نہ رہے۔ تاکہ ان کے ذہن مخالف کی تقریر اور دلائل سے متاثر نہ ہوں۔ شروع میں ایک مطول مقدمہ بھی ملحق ہے۔ جس میں بعض مفید نقول مذکور ہیں و من شروع صحیح مسلم کمال الکمال لابن عبد اللہ محمد بن یوسف السنوسی ولم نقف علی حالہ عبید اللہ عمہ امام ترمذی اور ان کی جامع کے متعلق مفصل اور مبسوط تحقیقی مباحث مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی کے باب ثانی میں ملاحظہ کیجئے۔

اور ان کے دائرہ علمی کی وسعت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے، کہ محدثین مسائل فقہیہ میں ائمہ اسلام کے مذاہب اور ان کے راہیوں سے کس قدر آگاہ تھے اور ان کے ماخذ استدلال سے کس قدر واقفیت رکھتے تھے، امام ترمذی کا بعد روایت حدیث و بہر اخذ فلان طالب حدیث کے لیے کتنا تسکین بخش ہے۔

امام ترمذی کا سن ولادت ۲۶۶ھ ہجری ہے۔ محمد نام، ابو علی کنیت سلسلہ نسب یہ ہے، محمد بن علی بن سورہ بن موسیٰ بن الصفاک السلمی الضریہ ابو عنی الترمذی امام ترمذی کے دادا ترمذی الاصل ہیں کسی وجہ سے ترمذی میں آباد ہو گئے تھے۔ سورہ آپ کے دادا کا نام ہے، امام ترمذی کا سلسلہ نسب بنی سلیم سے ملتا ہے جو بنی غیلان کی ایک شاخ ہے، علی امام ترمذی کے والد کا نام بھی ہے اور امام ترمذی کی کنیت بھی ابو علی ہے، امام ترمذی کا سلسلہ شیوخ نہایت وسیع ہے، امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد، قتیبہ بن سعید، علی بن حجر، محمد بن بشر، یہ لوگ امام ترمذی کے شیوخ میں بالخصوص قابل ذکر ہیں، امام ترمذی کی فقہیت اور تبحر کا اندازہ جامع ترمذی کے تراجم الجاب سے کیا جاسکتا ہے۔ سفر طالب علمی اور نشر علوم کا میدان نہایت وسیع ہے، بصرہ، کوفہ، واسط، رے، نخراسان، حجاز۔ یہ سب امام ترمذی کے سفر کا جولان گاہ ہیں۔

تلامذہ کا سلسلہ بھی بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔

بعض موزن خین کا بیان ہے کہ غلبہ خوفِ خدا سے بہت روتے کثرت

بکا کی وجہ سے آنکھیں جاتی رہیں، دوسرے مورخین اس بیان سے اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ماورنزا داندے تھے ۲۹۰ ہجری میں وفات پائی۔ امام ترمذی کی تصنیفات میں جامع ترمذی، کتاب العلیل بشامل ترمذی مشہور ہیں اور جبکہ شائع ہیں۔ جامع ترمذی کی شہرت اور گیارہ سو برس سے درس میں داخل ہونا اس کے حسن قبول کی کافی دلیل ہے، حقیقت امر یہ ہے کہ جامع ترمذی کو تفصیل مذاہب مجتہدین، و بیان مذاہب صحابہ و تابعین، تنقید رجال، اظہار علل احادیث و تصحیح و تضعیف و تحسین احادیث کے اعتبار سے خصوصیت خاص حاصل ہے جو کسی کتاب میں نہیں، جامع ترمذی کی مدح کے لیے محدثین کا یہ مشہور جملہ کافی ہے کاف للجهتد مغن للمقلد۔

مقدمین نے جامع ترمذی کی مدح میں قصائد لکھے ہیں اور ان قصائد میں ان خصوصیات کا ذکر جو اس کتاب کو حاصل ہیں، مفصل تذکرہ ہے، علامہ قسطلانی اور ایک دوسرے محدث کے قصیدوں کو علامہ علی بن سلیمان جمعی نے اپنی تعلیقات کے مقدمہ میں نقل کیا ہے، علامہ قسطلانی کے قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے

فان الترمذی نقد تصدی لعلوم الشرح مغن للعلوم

امام ترمذی نے علم شرع کے لیے کرباندھی جو تمام علوم سے مستغنی کر دیتا ہے۔ ایک دوسرے محدث کے قصیدہ کا انتخاب مطبوعہ ترمذی کے لوح پر ہے جس کو علامہ جمعی و منقی مالکی نے بتماہا نقل کیا ہے۔ امام ترمذی کا بیان ہے کہ میں نے اس کتاب کو تالیف کر کے علمائے حجاز، عراق، خراسان کے آگے پیش کیا، سب نے پسند کیا، لیکن یہ بات بھی ظاہر کر دینی ضرور ہے کہ امام

ترمذی تحسین احادیث میں متساہل ہیں اسی واسطے ان کی نسبت محدثین کا یہ جملہ مشہور ہے کہ لا تغتر تجسین الترمذی یعنی امام ترمذی کی تحسین حدیث سے دھوکا نہ کھاؤ۔ صحاح ستہ میں جامع ترمذی کا مرتبہ صحیحین کے بعد ضرور تسلیم کیا گیا ہے، اور اس پر محدثین کا اتفاق ہے کہ ترمذی گرجہ پورہ ہر دو سالہ حدیث میں در فضیلت صحیحین مؤخر گیرند؛ لیکن سنن دارمی، سنن ابو داؤد و سنن نسائی، جامع ترمذی میں باہم ایک دوسرے پر فضیلت قائم کرنی بہت مشکل ہے اس کے لیے حکیم گنجوی کا یہ شعر کافی ہے۔

گھر خربہ پاراند و گوہر چہار * فرو شدہ را با فضولی چہ کار
 امام ترمذی کا قول ہے کہ جامع ترمذی کی کل حدیثیں معمول بہا ہیں اور
 (۱) الجمع بین الصلوٰتین بلا عدد (۲) اذا شرب الخمر فاجلدوه وفي الواجبة فاقتلوه
 امام ترمذی کی کتاب العلل، اپنے باب میں بے مثل کتاب ہے فن حدیث کے طالبین کے لیے اس کا حفظ ضروریات میں سے ہے۔ زیادہ تر حصہ اس کا امام بخاری سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جس کو خود امام ترمذی نے لکھا ہے، شمائل الترمذی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشست و برخاست، کھانے پینے، رہنے سہنے، سلام، کلام، لباس کی وضع قطع، کنگھی کرنے، موزے پہننے، اور لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے اور عام اخلاق کی حدیثوں کی جامع کتاب ہے، عاشقان سیرت نبویؐ کے لیے یہ کتاب گنجینہ مراد ہے مسلمانوں کا تو فرض ہے کہ اپنے اخلاق، عادات، لباس، نشست، برخاست، کھانے پینے،

سے امام کا یہ دعویٰ مخدوش ہے تفصیل سفار العلل شرح کتاب العلل میں جو متحد الاحوذی کے آخر میں ملتی ہے، ملاحظہ کیجئے

سلام کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو ہم رنگ بنائیں، جس سے
موجودہ نکتہ دور ہو، اور دنیا اخلاق محمدی کا نمونہ دیکھ کر گرویدہ اسلام ہو جائے
کتاب الشماثل کی مدح میں علامہ جزری صاحب حصن حصین کے

یہ دو شعر نہایت جامع ہیں۔

اخلائی ان شط الحیب و جبہ

فان فاتکوان تبصروہ بعینہ

وعز تلاقیہ و ناء منازلہ

فما فاتکم بالسمع ہذی شمائلہ

جامع ترمذی اور شمائل ترمذی کی مختصر تہذیب ذیل ہے

نمبر	نام کتاب	نام مؤلف	کیفیت
۱	عارضتہ الاحوذی فی شرح الجامع للترمذی	حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ الاشبیلی المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۲۶ھ	اس کا کامل نسخہ قلمی عتیق مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے دوسرے نسخہ قلمی علامہ شیخ رفیع الدین صاحب بہاری کے کتب خانہ میں موجود ہے اور مصر میں طبع بھی ہو چکی ہے لیکن نہایت غلط۔
۲	شرح الجامع للترمذی	حافظ ابو الفتح محمد بن محمد بن سید الناس	دس جلدوں میں صرف دو ٹولٹ تک پہنچی، لائق مؤلف نے اتنی مہلت

سے میرے دوستوں اگر محبوب اور اس کا مکان تم سے دور ہو گیا اور ملاقات مشکل ہو گئی۔ پس آنکھ کی ملاقات

تفسیر نہیں تو اس کے اخلاق و شمائل کا سنا نہیں گیا ۱۳

العیمری الشافعی المتوفی
۳۳۲ھ بحری

نہ پائی کہ اس شرح کو خاتمہ تک
پہنچائیں اس تطویل کی وجہ یہ ہے
کہ فن حدیث ہی تک اس کا دائرہ
محدود نہیں رکھا گیا دوسرے
فنون بھی شامل کر دیئے گئے
علامہ علی لکھتے ہیں لو اتقصد

علی فن الحدیث لکان تاماً تاہم خدا کا شکر ہے کہ ایک دوسرے باہمت بقیہ کی
تکمیل کر دی۔ وہ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین العراقی صاحب الالغیہ
المتوفی ۸۴۲ھ ہیں۔ کامل نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳ شرح الجامع
للترمذی زین الدین عبدالرحمن بن
ابن احمد النقیب الحنبلی بیکن کسی فتنہ میں چل گئی

المتوفی ۳۳۲ھ
۴ العرب الثذی علی
جامع الترمذی سراج الدین عمر بن رسلان
البلیغینی الشافعی المتوفی ۳۵۵ھ
۵ شرح الزوائد
للترمذی علامہ سراج الدین عمر بن
علی الملقن المتوفی ۳۸۰ھ

۶ اللب اللباب فیما
بقول الترمذی شیخ الاسلام حافظ ابن حجر
عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ

<p>قابل قدر کتاب سے مسائل فقہیہ میں امام ترمذی جن حدیثوں کی طرف بلفظ و فی الباب عن فلان فرمایا کرتے ہیں ان کو بالتفصیل مع جرح و تعدیل کے بتایا ہے</p>	<p>علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ</p>	<p>د فی الباب ۷ قوت المغتذی علی جامع الترمذی</p>
<p>مطبوعہ ترمذی کے حاشیہ پر چڑھا دی گئی ہے لیکن ملخص موضوع نے علامہ جلال الدین سیوطی کی شرح سے ایسی تلخیص کی کہ اصل کتاب کا نفع جاتا رہا اور نفع قوت المغتذی لفظ بے معنی رہا</p>	<p>علامہ سید علی بن سلیمان الذہبی اجمعی المغربی المالکی الشاذلی المتوفی ۱۲۹۸ھ ہجری</p>	<p>۸ نفع قوت المغتذی</p>
<p>کوئی مفصل کیفیت معلوم نہ ہو سکی اس کا حوالہ شیخ الاسلام نے فتح الباری میں دیا ہے عمہ</p>	<p>حفظ زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی المتوفی شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی</p>	<p>۹ شرح الجامع للترمذی ۱۰ شرح الجامع للترمذی</p>

عمہ اس کا مفصل حال معلوم نہ ہو سکا ہے عمہ ای فی شرح حدیث حذیفۃ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباطہ قوم
فبال تانما قال ولم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی انہی عنہ ای عن البول تانما شیء کما یسنہ فی ادائل شرح الترمذی
انتہی۔ ومن شرح الترمذی شرح العلامة محمد طاہر الفتنی صاحب مجمع البحار قال فیہ فی تعلیق الترمذی عن شرح
الاحوذی خص الخلل بالاستفاضة لكونه مشتملًا للوحدة وخلوه عن الذکر للقدر ولذا یستغزا واخرج انتہی ۱۲ عبید اللہ

۱۱	شرح الجامع للترمذی	شیخ ابو الحسن بن عبدالہادی السندی المدنی المتوفی ۱۱۳۹ھ	ایک لطیف شرح ہے مولف نے سوم محترم میں تالیف کی تقریباً چالیس جزو میں ہے۔
۱۲	شرح الجامع للترمذی	علامہ ابوالطیب سندی المتوفی ۱۱۰۹ھ	یہ شرح عربی میں قولہ قولہ کر کے ہے طبع ہو چکی ہے۔
۱۳	شرح الجامع للترمذی	علامہ میراج احمد سندی	یہ شرح فارسی میں ہے اور طبع ہو چکی ہے
۱۴	مختصر الجامع للترمذی	نجم الدین محمد بن عقیل الباکا الشافعی المتوفی ۷۶۹ھ	مفصل حال نہ معلوم ہو سکا
۱۵	جائزۃ المشوذی	علامہ بدیع الزمان المتوفی ۱۳۱۰ھ	جامع ترمذی کا اردو میں مطلب خیر ترجمہ ہے
۱۶	مختصر الجامع للترمذی	علامہ نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی الطوفی	اسی مختصر سے حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلانی نے سنہ ۱۱۰۰ھ
۱۷	هدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی	علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی الدیانوی	احادیث کا ایک مجموعہ طیار کیا ہے جو جامع ترمذی میں بسند عالی مروی ہیں ابھی تک تکمیل کو نہ پہنچی اس شرح میں علاوہ تین کے اسابند کے متعلق بڑی بڑی نفیس تحقیقات لکھی گئی ہیں

۱۷ ص ۱۱۱ ایک کرا مطبوع ہوا ہے ۱۲ عبید اللہ بن سبہ الی بالی بس بدیۃ بالشام بین حلب والرقۃ ۱۲ ص ۱۱۱
ہے کہ اس شرح کو علامہ اپنی زندگی میں مکمل نہ کر سکے ۱۲ عبید اللہ بن سبہ بقول حافظ سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ (حاشیہ بر ص ۱۱۱)

۱۸ شرح الشامل للترمذی	شیخ عبدالرزق المنادی المستوفی ۱۰۳۱ھ	ابتداء کا لفظ شامل اہل الفضل فی العلم ہے۔ علامہ منادی کا بیان ہے کہ شارح شامل میں علامہ اسفرائینی کی شرح سب پر فائق ہے لیکن علامہ اسفرائینی نے اس شرح میں احتمالات عقلیہ بہت کام لیا
--------------------------	--	--

دعاشیہ صفحہ گذشتہ) ان کے زمانہ تک جامع ترمذی کی کوئی کامل شرح نہیں لکھی گئی تھی اور غیر مکمل شرح کی یہ حالت
ہے کہ سب کی سب ناپید ہیں خود علامہ سیوطی کی قوت المعتزلی کے وجود کا پتہ نہیں سیوطی کے بعد جو شرحیں
لکھی گئیں ر شرح ابوالطیب سندھی (۱۱۰۹ھ) درراج احمد سرہندی و ابوالحسن بن عبدالہادی سندھی (۱۱۳۵ھ)
و محمد طاہر فتنی (۱۹۸۶) ان میں سے علامہ محمد طاہر فتنی کی شرح ناپید ہے اور علامہ ابوالطیب سندھی اور علامہ
سراج احمد سرہندی کی شرحوں کا صرف کچھ حصہ طبع ہوا ہے اور شرح ابن عبدالہادی اگرچہ پوری طبع ہو گئی ہے
مگر بالکل تشنہ دنا کافی ہے۔

ابن العربی (۵۴۶ھ) کی شرح عارضۃ الاحوذی گو بہت ضخیم اور مبسوط شرح ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ
نے کتاب کے حل طلب مقامات اور محتاج شرح و ایضاً عبارات سے کم تعرض کیا ہے اور بعض اہم امور کو جو
محافظ شرح میں ضروری تھا بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور فقہی مباحث کو کچھ زیادہ طول دیدیا ہے اس لیے
اہل علم صدیوں سے ایسی شرح کے محتاج تھے جو نہ بہت طویل ہو نہ بالکل مختصر۔ ساتھ ہی غیر ضروری مباحث
سے اجتناب کرتے ہوئے اس میں نفس کتاب کی توضیح و شرح کا پورا اہتمام و التزام کیا گیا ہو۔ الحمد للہ کہ علماء کی یہ
دیرینہ قلبی تمنا پوری ہو گئی۔ ارباب علم و فضل کو جس قسم کی شرح ترمذی کا مدتوں سے انتظار و اشتیاق تھا اسکی پہلی
جلد ۱۳۵۵ھ میں تحفۃ الاحوذی کے نام سے طبع ہو کر منصفہ شہر و پراگئی اس کے بعد چند برسوں میں اس کی تیسری
تین جلدیں بھی شائع ہو کر بہت تھوڑی مدت میں دنیائے اسلام میں پھیل گئیں۔ علمائے عرب و عجم نے غیر معمولی
(باقی صفحہ آئندہ)

حالانکہ یہ فن فنون تقلید سے ہے اسی لیے یہ ان کے سقطات سے گنا گیا پھر ابن حجر کی
بتیمی نے ایک طویل شرح لکھی جو اسفرائینی کی شرح سے ماخوذ ہے لیکن ابن حجر نے
اصل کتاب کے ماخذ ہی کو مسخ کر دیا اس کے علاوہ تعصب ان کا ایک طبعی خاصہ
ہے۔ اس لیے یہ دونوں شرحیں چند ان مطبوع نہ ہوئیں تو میں نے دونوں کی تلخیص
کی اور فوائد ضروریہ اضافہ کئے۔ یہ شرح بھی طبع ہو چکی ہے، "کشف الظنون"

دقیقہ صفحہ گذشتہ) طور پر اس پر سپیدی اور قبولیت کی نظر سے دیکھا اس کے متعلق یہ کہنا بائیں درست ہے
ہو اعز شرح الجامع الترمذی ظہور علی وجہ الارضی لہو تراجمیون مثله۔
حضرت مولف علامہ ابوالعلاء عبدالرحمن مبارک پوری نور اللہ مرقدہ و برہ مغنجمہ نے اس مبارک شرح
میں جن مفید اور ضروری امور کا التزام اور لیا گیا ہے ان کا مجموعہ کسی دوسری شرح میں نہیں مل سکے گا ان امور
کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ان میں سے بعض مختصر اور سچ کئے جاتے ہیں۔ جامع ترمذی کے
پر راوی کا ترجمہ بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اور مقدمہ شرح میں تمام راویوں کی فہرست بہ ترتیب ترتیب
تعمی دیدی گئی ہے اور جس راوی کا ترجمہ شرح کے جس صفحہ میں مذکور ہے اس کا نشان دیدیا گیا ہے
۱۲) جامع ترمذی کی تمام حدیثوں کی تخریج کی گئی ہے یعنی اس کتاب کی حدیثوں کو امام ترمذی کے
علاوہ ادب بن محمد بن زانی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے ان کا اور ان کی کتابوں کا نام بتا دیا گیا ہے۔
۱۳) امام ترمذی نے وہ باب کے عنوان سے جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے ان کا مفصل تخریج
کی گئی ہے اور ان احادیث کے الفاظ بھی اکثر مقامات میں نقل کئے گئے ہیں احادیث مشائخ ایسا کے علاوہ
اور دیگر احادیث کی تخریج کا بھی جائزہ لیا گیا ہے ۱۴) تصحیح و تحسن حدیث میں امام ترمذی کا تساہل مشہور
ہے اس لیے ہر حدیث کی تحسین و تصحیح کے متعلق دیگر ائمہ فن حدیث کے اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں اور جن علا
کی تصحیح و تحسین میں امام ترمذی سے تساہل ہوا ہے اس کی تصریح کر دی گئی ہے ۱۵) اسنادی قوی اسکا
کے حل و ایضاح کی طرف خاص طور سے توجہ کی گئی ہے ۱۶) احادیث کی توضیح و تشریح میں بہت کچھ تحقیق
کام لیا گیا ہے اور جن مقلدین، حامدین اور جن اہل ہوائے احادیث ہو یہ کو اپنے مذہب و مسلک پر منطبق کرنے
کے لیے غلط اور وہی تاویل و تقریریں کی ہیں، ان کی تاویلات و تقریرات کی کافی تغلیط و تسموید کر دی گئی
اور احادیث کے صحیح مطالبہ معانی جو سلف صالحین اور فقہاء محدثین کے نزدیک معتقد و مستند ہیں
میان کئے گئے ہیں ۱۷) اختلاف مذاہب کے بیان میں ہر مذہب کے دلائل بیان کر کے مذہب حق و راسخ کو باقی برقرار رکھا

مصنف کا بیان ہے کہ حرم محرم میں بجاہ رمضان مجھے اس کتاب کے دس دینے کا اتفاق ہوا تو میں نے یہ شرح ۹۴۹ ہجری میں شروع کر دی تیسری رمضان کو شروع کی اور ماہ رمضان کو فراغت پائی۔	شیخ شہاب الدین احمد بن الملکی المتوفی ۹۷۳	۱۹ اشرف الوسائل
--	---	-----------------

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ظاہر کر دیا گیا ہے اور اس کی نصرت و تائید کی گئی ہے اور مذاہب موجودہ وغیر صحیحہ کے دلائل کے شافی جواب دیئے گئے ہیں (۸) آثار السنن للشیخ النعمانی وغیرہ کی جابجا لطیف اور قابل دید تنقید کی گئی ہے۔ حضرت الشیخ کو پہلی دو جلدوں کی تبصیر کے بعد صنعت بصارت کی وجہ سے بقیہ دو جلدوں کی تسوید و تبصیر میں معاون کی ضرورت تھی۔ راقم السطور بطور تحدیث نعت کے عرض کرتا ہے کہ آخری دو جلدوں کی تسوید و تبصیر میں اعانت کی غرض سے حضرت کی خدمت میں کامل دو برس رہنے کا شرف و فخر اس کو بھی حاصل ہے۔ رکا حاصل ذلک الشرف والفضل للفاضل العلامة عبد الصمد المبارک کفوری داعی فی اللہ المولوی محمد المسموی اللامہوری، فالحمد للہ علی ذلک

حضرت الشیخ نے شرح مذکورہ کا ایک مبسوط مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جو مستقل طور پر علیحدہ طبع ہو کر شائع ہے یہ مقدمہ دو باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے پہلے باب میں اکتالیس فصلیں ہیں جن میں عام فنون حدیث کتب حدیث ائمہ حدیث کے متعلق نہایت کارآمد اور ضروری فوائد جمع کر دیئے گئے ہیں اور دوسرا باب سترہ فصلوں پر مشتمل ہے جن میں خاص جامع ترمذی اور امام ترمذی کے متعلق بہت ضروری اور غایت درجہ مفید مباحث مذکور ہیں باب ثانی جن نامہ اور قمی نواد پر مشتمل ہے ان کا جاننا جامع ترمذی کے طالب علم کے لیے از بس ضروری ہے ان مباحث کو پڑھے بغیر جامع ترمذی کا پڑھنا اور پڑھانا بے معنی اور لاعاصل ہے مقدمہ میں مختلف مناسبتوں سے ۱۱۵ ائمہ حدیث و تفسیر و فقہ و لغت کے تراجم بھی آگئے ہیں۔ اس کی تمام خوبیوں کا سرسری اندازہ شروع میں طوقہ فرست ہو جاتا ہے جو ۱۱۵ صفحات پر مشتمل ہے مقدمہ کا حجم ۲۴۰ ہے آخر میں نصرت الشیخ کا مختصر ترجمہ ملحق ہے۔

اسی زمانہ میں ترمذی کی ایک شرح الطیب الشذی اور مدرسہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی

۲۰	شرح الشامل للترندی	علامہ سید محمد بن قاسم	قاہرہ سے طبع ہو کر شائع ہے لیکن یہ
		جستوس المتونی سہ	شرح مذاق محدثین کے بالکل خلاف ہے
۲۱	شرح الشامل	مصباح الدین محمد بن	یہ شرح عربی میں ہے اس شرح سے
	للترندی	صلاح ابن جلال	ماہ رمضان ۱۲۹۹ء میں ذرا غت پائی
		اللاری المتونی ۱۲۷۹	ایک دوسری شرح علامہ مصباح الدین
			کی فارسی میں بھی ہے۔

دقیقہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) انور شاہ مرحوم کی تقریر ترمذی بنام العین الشذی اور مولوی رشید احمد صاحب مرحوم گنگوی کی تقریر ترمذی بنام اللوکب الدری شائع ہوئی اول الذکر کی صرف پہلی جلد تا کتاب الطہارۃ شائع ہو کر رہ گئی ثانی الذکر کو جامع ترمذی کا حاشیہ یا شرح کہنا غلط ہے بہتر ہوتا اگر وہ شائع نہ کی جاتی تاکہ صاحب تقریر کے مشہور توت حافظہ اور تبحر علمی کو ٹھیس نہ لگتی اور بھرم قائم رہتا۔ تیسری کو ناشر کے تحشیہ نے کچھ کارآمد بنا دیا ہے۔ اول الذکر کا اکثر حصہ مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کی تقریر ترمذی سے ماخوذ ہے اور علمی غلام کا مجموعہ ہے۔ ان سطور کی تحریر کے بعد جامع ترمذی (مطبوعہ مصر) کی دو جلدیں مطالعہ میں آئیں جو علامہ محمد رشید القاضی الشرعی کی تحقیق و شرح اور تصحیح و تعلیق کے ساتھ ۱۳۵۶ھ میں شائع ہوئی ہیں شروع میں شرح کے علم سے سو صفحوں کا بسوٹا مقدمہ ملحق ہے۔ دوسری جلد کتاب الصلوٰۃ پر ختم ہوئی ہے اور مقدمہ حسب ذیل مباحث پر مشتمل ہے:

(۱) جامع ترمذی کے ان سات نسخوں کی تفصیلی کیفیت جن پر شارح نے اپنے نسخہ کی تصحیح میں اعتماد کیا ہے۔

(۲) تصحیح کتب متعلق ایک عمدہ بحث بعد اس امر کی تصریح و تحقیق کہ التزام صحت، اظہار اختلاف نسخہ، بیان خطا و صواب، تفصیل اصول قلمیہ و مطبوعہ کے ساتھ عربی کتابوں کی بہتر سے بہتر اشاعت کا نین یورپ کی اپنی ایجاد نہیں ہے۔ لکھتے ہیں۔ لم یکن ہولاء الا جانب متکری قواعد التصحیح و انما سبقتم الیہا علماء الاسلام المتقدمون و کتبوا انہا نصوصاً لانیسیۃ نذکر بعضها علی ان ذکر القاری انہما بکروا ہذہ القواعد تصحیح الکتب المخطوطۃ اذ لم یکن المطابع و جدت و لو کانت لدیم لا تو امن ذلک بالعجب العجیب و سخن وارثو محمدیم و عزیزیم و ایمنا انتہت علومہم فلعدنا نحفہ۔ ہمنا لاتمامہ باید و ابہ ص ۲۱

(۳) القاریس المعجمۃ کے ذیل میں اس امر کی تحقیق و تفصیل کہ مستشرقین یورپ کی مطبوعات کو اپنی بہتر سے بہتر

۲۲	زیر العنازل علی الشامل	علامہ سیوطی	مصر میں طبع ہو چکی ہے۔
۲۳	جمع الوسائل	ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۶ھ	ملا صاحب نے اس کے مسودہ سے مکہ مکرمہ میں ۱۰۰۸ھ میں فراغت پائی۔ حق یہ ہے کہ اس سے اعلیٰ شرح شامل ترمذی کی کسی کے قلم سے نہیں نکلی۔
۲۴	تہذیب الشامل	شیخ محمد بن عمر بن حمزہ	ملا علی قاری صاحب کی شرح کو

دقیقہ حاشیہ ص ۱۶۷ گذشتہ مختلف قسم کی متعدد ہرستوں کے ساتھ طباعت میں جو امتیازی مرتبہ حاصل ہے اس میں بھی
علمائے مغرب نے مشرق کی تقلید کی ہے۔ لکھتے ہیں فالشرق شرق والغرب غرب الشرق وانما ابتکار انشاء الغرب وانما تقلید
ثم تنظیم ص ۱۶۷ (۱۶) جامع ترمذی کے زیر بحث نسخہ کی تصحیح میں اختیار کردہ کدوکادش اور سعی و احتیاط
کی توییح۔ علامہ موصوت کی اس سعی بلیغ کی بنا پر با در کیا جاسکتا ہے کہ ان کا یہ مطبوعہ نسخہ جامع ترمذی
کے تمام قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ (۵) احادیث اور ابواب کا شمار
چنانچہ ان کے شمار کے موافق کتاب الطہارت والصلوٰۃ کی احادیث کی تعداد ۱۵۷ اور ابواب کی تعداد
۳۳۴ ہے (۶) جامع ترمذی کی شرح و تعلیق میں جن امور کا لحاظ کیا ہے ان کی تفصیل ہمیں یہ معلوم کر کے
بے حد مسرت ہوئی کہ شارح یورپ کی وسیعہ کاریوں سے باخبر اور بجز عالم ہیں اور تقلید
شخصی سے نفور اور مذہباً اہل حدیث ہیں۔ چنانچہ مقدمہ میں انہوں نے اس کی تصریح
کر دی ہے۔

(۷) ۹ کتابوں کی مدد سے امام ترمذی اور ان کی جامع کے محض حالات لکھے گئے ہیں انہوں
سے مقدمہ کی تحریر کے وقت تحفۃ الاسود می کا مقدمہ طبع نہیں ہوا تھا ورنہ کتاب اور صاحب
کتاب کے متعلق مباحث تشہ نہ رہتے۔

(۸) کتاب پوری ہو جانے کے بعد آخر میں تمام رایوں کی فہرست کے علاوہ دیگر متعدد اور
مثنوع فہرستوں کے اضافہ کا وعدہ کیا ہے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اس کتاب کی جو علمائے حدیث کے لیے بے نظیر علمی تحفہ ہے بقیہ جلدیں
اسی اہتمام کے ساتھ جلد از جلد شائع ہو جائیں ۱۲ عبید اللہ رحمانی۔

<p>مہذب کر کے روم میں خبا کہ سلطان بایزید خاں کے دربار میں تحفہ پیش کیا۔ یہ شرح حامل المتن ہے۔ ابتدا کا لفظ الحمد للہ الذی فضل المصطفیٰ باکرم الشمائل ہے۔</p>	<p>الانطاکی المتوفی ۹۲۳ علامہ عصام الدین ابو سعید بن محمد الاسفرائینی المتوفی ۹۲۳</p>	<p>۲۵ شرح الشمائل</p>
<p>ہجری میں شرح سے ذراغت پائی علامہ موصوف نے اس شرح میں لکھا ہے کہ میں نے شمائل الترمذی کو اپنے شیخ عبداللہ الانصاری المعروف بمخدوم الملک ابن شمس الدین سے روایت کی ہے۔ اسی سے مولانا احمد علی صاحب نے شمائل کو محشی کہا ہے مولانا شمس الحق صاحب کے کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔</p>	<p>مولا محمد الحنفی ۹۲۶ محمد عاشق بن عمر الحنفی المتوفی ۱۰۳۲</p>	<p>۲۶ شرح الشمائل للترمذی ۲۷ شرح الشمائل للترمذی</p>
<p>مفصل حال معلوم نہ ہو سکا۔</p>	<p>احمد بن خیر الدین الایبکی المشہور بخواجہ اسحق افندی المتوفی ۱۱۲۰</p>	<p>۲۸ ترجمہ شمائل بزبان ترکی</p>

عہد میں شرح الشمائل العطر الشذی للعلامة عبد المجید الشرنوبی و شرح الشمائل لعبد الملک بن جہل الدین
بن اسماعیل العسافی المتوفی ۱۲۱۰ عید اللہ رحمانی۔

۳۹	نظم شمال بزبان ترکی	مصطفیٰ بن حسین الحلبی	۱۱۰۸ھ میں نظم سے ذرا نعت پائی گئی
۴۰	بہار خلد	کافی	اور وہ میں دلچسپ نظم ہے اور طبع ہو کہ شائع ہے۔
۴۱	المواہب اللدنیہ علی الشمالی المحمدیہ	علامہ شیخ ابراہیم بھجوری المتوفی ۱۲۶۳ھ	شمالی ترمذی کی یہ ایک مختصر شرح اور مفید ہے ۱۲۵۱ھ ہجری میں جامع ازہر میں تالیف ہوئی اس کا آغاز وہ الحمد للہ المستوجب لکل کمال المنعوت بکل تعظیم وجمال ہے۔

(۳) امام نسائی

صحاح ستہ کے معزز الزوان میں جن لوگوں نے جگہ پائی۔ ان میں امام نسائی بھی ہیں۔ اہل اسلام نے صحاح کے صدر نشینوں میں ان کو بھی تسلیم کیا ہے امام نسائی کی مشہور کتاب سنن نسائی درہم میں داخل ہے اور شرقاً و غرباً محدثین اس کا درس دیتے ہیں۔ امام نسائی کی ولادت ۲۱۵ھ میں ہے۔ نام احمد۔ کنیت ابو عبد الرحمن۔ مشہور لقب امام نسائی ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے احمد بن شعیب ابن علی بن سنان بن دینار۔ شہر نسائیں جو بلاد خراسان کا ایک مشہور شہر ہے اور قریب مرد کے واقع ہے پیدا ہوئے۔ امام نسائی کی ابتدائی تعلیم وہیں

لے نسا مقصود و مدود و دونوں آیا ہے ۱۲

ہوئی ششہ میں اپنی عمر کے پندرہویں سال وطن چھوڑ کر طالب علمی کا سفر اختیار کیا۔ پہلے امام قتیبہ کی خدمت میں بلخ پہنچے۔ وہاں سے فارغ ہو کر حجاز، شام، مصر، جزیرہ کا سفر کیا۔ مصر مدت تک امام نسائی کا قیام گاہ رہا۔ بلکہ جس قدر ان کی یا ان کی تصانیف اور درس کی شہرت ہوئی مصری سے ہوئی تنقید و مجال میں امام نسائی نہایت بلند پایہ تسلیم کئے گئے ہیں۔ حاکم فرماتے ہیں میں نے امام دارقطنی کو دیکھا کہ امام نسائی بخرخ رواۃ، فن حدیث، فن تنقید و احتیاط میں اپنے اقران سے کہیں فائق ہیں۔ علامہ ابو سعید اپنی بے بہا کتاب تاریخ مصر میں لکھتے ہیں کہ امام نسائی مصر میں مدینوں رہے۔ فن حدیث میں امام تھے۔ دکان ثقتہ حافظا امام نسائی نہایت قوی الجثہ تھے۔ چہرہ ہمیشہ گلاب کے پھول کی طرح سرخ رہتا۔ رگوں میں خون کا سیلان بڑی کثرت سے تھا۔ اس وجہ سے بعض کوتاہ بین کہتے تھے کہ وہ نبیند پیتے ہیں۔ ایک دن ناعہ کر کے ہمیشہ روزہ رکھتے اس پر بھی ہمیشہ چارہ بی بیان نکاح میں علاوہ لونڈیوں کے رہتے۔

صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں۔ دکان احداۃ الحفاظ و اعلام الدین

دارکاز الحدیث امام اہل عصرہ و عمدتہم و قد و نہج جو حدیث تعدیلہ معتبرین العلماء بعض اہل علم نے تو حفظ میں امام مسلم کا ہم پلہ بتایا ہے۔ گو یہ قول محقق نہیں تاہم امام نسائی کا پایہ بہت بلند تسلیم کیا گیا ہے۔

شیوخ میں امام بخاری، امام ابو داؤد سجستانی، قتیبہ بن سعید، سمان بن راہویہ، علی بن حجر سلیمان بن اشعث، محمد بن بشار بڑے پایہ کے لوگ ہیں۔

تلامذہ کا سلسلہ کچھ کم وسیع نہیں۔ امام ابو جعفر طحاوی، امام ابو القاسم طبرانی

علامہ ابولشرد ولابی۔ ابوبکر بن السنی۔ امام نسائی کے مشہور تلامذہ ہیں۔ جب وہ
 طرطوس میں پہنچے۔ تو حفاظ حدیث کا بڑا مجمع ہوا۔ اور ان سے استفادہ کیا گیا۔
 ان حفاظ میں امام عبداللہ بھی ہیں۔ جو امام احمد بن حنبل کے صاحبزادہ ہیں۔
 اپنی عمر کے آخری حصہ ۳۰۲ھ ہجری میں مصر سے رخصت ہو کر دمشق پہنچے اور وہاں
 خوارج کے سخت امتحان میں مبتلا ہو گئے اور ان سے یہ سوال کیا گیا کہ حضرت
 علیؑ اور حضرت معاویہؓ میں کس کو فضیلت ہے۔ انہوں نے جواب میں حضرت علیؑ
 کو فضیلت دی۔ اس جواب میں دمشقوں کو غیظ آیا۔ اور ان کو مارنا شروع کیا۔
 کچھ جان باقی تھی کہ لوگ رملہ لے گئے۔ اور ۳۰۴ھ میں وہیں شہادت
 نوش کیا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ بعض مورخین نے مکہ لے جانا اور من الصفا والرف
 دفن ہونا بیان کیا ہے۔ لیکن امام دارقطنی نے دونوں اقوال نقل کر کے رملہ ہی میں
 دفن ہونے کو ترجیح دی ہے۔ علامہ منذری کا قول بھی اس کا موئد ہے۔ امام نسائی
 کی تالیفات میں سنن نسائی مشہور تالیف ہے اس کے علاوہ اور تصانیف بھی
 ہیں۔ علامہ سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ امام نسائی نے پہلے ایک ضخیم کتاب تالیف
 فرمائی تھی جس کا نام سنن الکبریٰ ہے جس کو ایک خاص وضع پر لکھا تھا۔ حاکم وقت
 نے ان سے پوچھا کہ کیا سنن کبریٰ میں کل حدیثیں صحیح ہیں۔ انہوں نے فرمایا نہیں
 فرماؤاٹے وقت نے عرض کی کہ آپ صحیح حدیثوں کو اس سے منتخب کیجئے۔ اس
 لیے آپ نے المجتبیٰ من السنن الکبریٰ کو اسی ضخیم کتاب سے منتخب کیا۔ جو اب صحاح ستہ

لہ رملہ فلسطین بیت المقدس سے ۱۸ میل پر واقع ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام و بن سلیمان کا
 دار السلطنت تھا اور اب غیر آباد ہے ۱۲ عم البدان

کی عمارت کا ایک رکن ہے اور سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔ بعض اہل علم نے بجائے محبتی مجتہبی فرمایا ہے۔ لیکن دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔

سنن نسائی میں اسانید پر کم کلام کیا گیا ہے تاہم پیچیدہ مقامات بھی ہیں محدثین نے اس کی متعدد و شروع لکھیں۔ منجملہ شروع کے ایک شرح علامہ سراج الدین ابن الملقن کی ہے جس کو صاحب کشف الظنون نے ذکر کیا ہے۔ دو حاشیے مشہور علامہ سندھی اور علامہ سیوطی کے طبع ہو گئے ہیں۔ علامہ سندھی نے بہ نسبت علامہ سیوطی کے زیادہ بسط اور حل سے کام لیا ہے۔

جن لوگوں نے قیاسی مسائل رجوع آراء الرجال سے محرج ہیں ان کا مقابلہ فقہ الحدیث سے کیا ان میں امام نسائی بھی ہیں۔

حافظ بن حجر فرماتے ہیں من الکبار الأخذین عند البخاری من الحفاظ مسلم بن حجاج والنسائی والترمذی والابوالفضل احمد بن سلمہ وابن خزیمہ الخ اور تہذیب التہذیب میں بالخصوص امام نسائی کے تلمذ کو امام بخاری سے بہت پر زور دلیل سے ثابت کیا ہے۔

یہ سب سے پچھلے وہ شخص ہیں جنہوں نے امام المحدثین سے صحیح بخاری روایت کی۔ ولادت ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ صاحب فضل و کمال ہیں۔ لوگ صحیح بخاری پڑھنے کے لیے اطراف عالم سے ان کے پاس

۱۰ علامہ ابوالطیب نے ان مقامات کو حل کیا ہے اس کا قلمی نسخہ موجود ہے ۱۲ منہ طبع ثانی کے وقت اس قلمی نسخہ کا حال علامہ کے صاحبزادہ مولوی حکیم محمد ادریس صاحب دریافت کیا گیا تو مولود نے لکھا کہ اس کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں ۱۳ ذریعہ فتح الغار والراء سکون الباء وریائے تیمون کے کنارہ پر ایک آباد شہر ہے اور بخاری ترمذی ۱۴ ابن خلیکان ۱۵ تقدیر الفتح ۱۶

آئے سلسلہ میں وفات پائی۔ نام محمد بن یوسف بن مطر بن صلح بن بشر ہے صحیح بخاری کے متعدد مقامات میں قال الفربری موجود ہے یہ وہ مقامات ہیں جہاں فربری امام المحدثین کی روایت یا سند کے متعلق کچھ نوآمد بتانا چاہتے ہیں۔ یا اس قدر حصہ ان کو بواسطہ پہنچا خود امام صاحب سے نہیں سنا انساب سمعانی،

امام دارمی امام المحدثین کے تلامذہ میں وہ صاحب فضل و کمال (۱۵) امام دارمی ہیں کہ خود امام المحدثین کو ان کی وفات سے بہت بڑا صدمہ ہوا۔ وفات

کی خبر سن کر انالشد پڑھا۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ دیر تک سر نیچے جھکائے رہے اور یہ شعر پڑھا
 ۵ ان عشت تفتح بالاجبة کلسم : وبقارنفسک لا ابالک انفع
 اس واقعہ سے امام المحدثین کی ان کے ساتھ کمال محبت کا ثبوت ملتا ہے۔

امام دارمی سلسلہ میں پیدا ہوئے۔ نام عبداللہ کنیت ابو محمد ہے سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام بن عبدالعزیز التیمی الدارمی علوم اسلامیہ کی دھن میں بڑے بڑے سفر کئے۔ بالخصوص حجاز۔ بلاد خراسان عراق۔ مصر وغیرہ۔ اساتذہ میں امام المحدثین کے علاوہ یزید بن ہارون۔ نصر بن شمیل۔ اور ان کے اقران بڑے پایہ کے لوگ ہیں سلسلہ درس بہت وسیع ہے۔ اور تلامذہ میں محمد بن یحییٰ ذہلی۔ ابو داؤد صاحب السنن عبداللہ بن امام احمد۔ مشاہیر سے ہیں۔ صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں بھی امام دارمی سے روایتیں موجود ہیں۔ وکفی بہ فخرًا۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام دارمی کی تصنیفات میں المسند کتاب التفسیر

اور الجامع ہے۔ لیکن امام دارمی کی مسند دیگر مسانید کی ترتیب راسخا صحابہ پر نہیں ہے، بلکہ ابواب کی ترتیب پر ہے۔ اس لیے بجائے مسند کے سنن یا صحیح کہنا بجائے۔ علامہ عراقی نے تو اس پر ایک خاص بحث لکھی ہے، سنن دارمی باعتبار صحت و علو اسانید و ذکر تعامل صحابہ بڑے پایہ کی کتاب ہے محققین نے بجائے ابن ماجہ صحاح ستہ میں اسی کو داخل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ پہلے پہل ابن ماجہ کو جس نے صحاح ستہ میں داخل کیا علامہ فضل بن طاہر ہیں انہیں کے قول کی متابعت مصنفین اطراف و دیگر اہل علم نے کر لی اور یہ ایک بات مشہور ہو گئی ورنہ بجائے ابن ماجہ کے صحاح ستہ میں سنن دارمی کو داخل کرنا بہت مناسب ہے بڑے بڑے لوگ اس کے قائل ہیں۔ علامہ مغلطائی فرماتے ہیں۔ یعنی ان کی جعل مسند الدارمی ساداً للخمسة بدل ابن ماجہ۔

امام دارمی کی قیامت اور ان کا اتقان سنن دارمی کے تراجم ابواب سے

ظاہر ہے

امام احمد بن حنبل امام دارمی کو اتقن فی العلوم فرما رہے ہیں اور امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں۔ ہوا امام زمانہ ولہ خمسة عشر حدیثا وہی ثلاثیات۔ یعنی دارمی اپنے زمانہ کے

۱۔ کنیت ابو عبد اللہ۔ نام محمد بن حریذ بن ماجہ القزوی ہے۔ ماجہ ان کی ماں کا نام ہے اور اس کی ہا صلی ہے
 ۲۔ تاسے بدلی ہوئی نہیں ہے ۳۲۳ میں وفات پائی سنن ابن ماجہ کی شرح میں حافظ علاء الدین مغلطائی کی شرح
 حافظ سیوطی کی شرح مصباح الزجاجة۔ علامہ علی کی شرح۔ علامہ ومیری کی شرح الیباہ۔ ابن بلقن کی
 شرح زوائد علی الخمسة مسی بما تمس الیہ الحاجة۔ ابن عبد الہادی کی شرح۔ شیخ عبد الغنی دہلوی
 کی شرح استخراج الحجة مشہور شرح میں ۱۲

امام تھے اور پندرہ حدیثیں ان کی تلامذات میں جو تین ہی واسطہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں ۲۵۵ھ میں عرفہ کے دن وفات پائی۔ اور مرو میں دفن ہوئے ان کا تلمذ امام المحدثین سے مرقاة ص ۲۳ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے لکھا ہے

(۶) جزیرۃ الحافظ نام صالح بن محمد جزیرہ ہے ۲۰۵ھ میں ولادت ہوئی بڑے قوی الحافظ تھے۔ بلاد ماوراء النہر میں مدقول زبانی درس

دیتے رہے۔ کتاب پاس بھی نہیں رکھتے۔ اس غضب کا حافظہ تھا کہ کسی نے کبھی حوت گیری یا دھم وغیرہ کا موقعہ نہ پایا۔ یحییٰ بن معین یا امام احمد بن حنبل سعید بن سلیمان۔ ابو نصر تمار۔ جیسے لوگوں کے فیض صحبت و تعلیم سے ممتاز ہوئے ۲۶۶ھ میں شہر بخارا میں متوطن ہوئے وہاں کے حاکم نے ان کی بڑی توقیر و تعظیم کی وار قطنی کہتے ہیں۔ کان ثقة حافظا عارفا ابن عدی جیسے باکمال شخص حافظ جزیرہ کی شان بڑی بتاتے اور بڑی تکریم کرتے۔

ابوسعید کہتے ہیں راہت ابن عدی یغیم امرہ و یعینہ مزاج میں مزاج اور خوش طبعی تھی۔ علامہ ذہبی نے ان کا مستقل تذکرہ لکھا ہے۔ امام المحدثین کے ہم عصر ہیں۔ لیکن اس فضل و کمال و معاضرت کے ساتھ بھی امام المحدثین کی تحقیقات اور نکات حدیثیہ سے مستغنی نہ رہ سکے اور حلقہ درس میں آکر زانوئے تلمذتہ کیا۔ اور برابر استفادہ کیا ۲۹۳ھ میں وفات پائی (تذکرۃ الحافظ)

(۷) فقیہ امام محمد بن نصر مرزی

۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ امام المحدثین کے علاوہ امام اسحاق بن راہویہ یحییٰ بن

کبھی انیرید بن صالح، ہشام بن عمار، صدقہ بن الفضل سے یہ شرف تلمذ سے فقہت کے
 ساتھ آثار صحابہ، مذاہب صحابہ و تابعین کے جامع تھے۔ تا بیفات میں کتاب رفع الیدین
 کتاب تعظیم الصلوٰۃ، کتاب القسامہ، قیام الیل، کاپتہ مورخین بتاتے ہیں، عثمان
 بن جعفر کے واسطہ سے خطیب راوی ہیں، کہ امام ابو نصر کا خود بیان ہے کہ میں
 اپنی ایک لونڈی کے ساتھ مصر سے حج کے لیے بحری سفر سے چلا جہاز عزقاب
 ہوا اتفاقات میں اور میری لونڈی ایک تختہ پر بہ نکلے۔ اور ایک جزیرہ میں
 پہنچ گئے اس جزیرہ میں کسی آدمی کا پتہ نہیں تھا۔ پیاس سے جاں بلب ہوا۔ اور
 تن بتقدیر موت کے خیال میں سو گیا۔ خدا کی قدرت ایک شخص پانی لے کر پہنچ گیا
 اور ہماری جانیں بچ گئیں لیکن ایک ہزار جزا جو ہمارے ساتھ تھے وہ ضائع ہو
 گئے۔ فقہت اور آثار صحابہ کی جامعیت کی وجہ سے جب محمد بن کبھی ذہلی سے کوئی مسئلہ
 پوچھا جاتا، اور محمد بن نصر وہاں موجود رہتے۔ تو ان کی طرف اشارہ کرتے۔ حالانکہ وہ
 بڑے پایہ کے شیخ ہیں۔

فقہ محمد بن نصر کے خصوصیات میں سے یہ ہے کہ سلاطین اور امران کی نہایت
 تعظیم کرتے۔ اسماعیل بن احمد والی خراسان اور اس کا بھائی اسحاق سال میں آٹھ ہزار
 درہم نذر کرتے۔ اہل ہرمقند چار ہزار بھیجتے لیکن صاحب ترجمہ ان رقموں کو علمی
 خدمات میں صرف کر دیتے، اور ایک جہہ بھی ان کے پاس نہ بچتا۔

حافظ ذہبی نے محمد بن نصر اور ابن خزمیمہ کے سفر طالب علمی کا ایک واقعہ باسند

نقل کیا ہے کہ محمد بن جریر طبری، محمد بن نصر، محمد بن اسحاق بن خزمیمہ، محمد بن ہارون الرومائی

سہ قیام الیل طبع ہو چکی ہے اسی میں کتاب رفع الیدین کا ذکر کیا ہے ۱۲

مصر میں کتابت حدیث کے لیے ایک مکان میں جمع تھے۔ خرچ چک گیا۔ فاقہ کی نوبت پہنچی۔ جب فاقہ سے پریشان ہو گئے۔ اور سوال کرنا حلال ہو گیا۔ تو باہم مشورہ کیا گیا کہ سوال کرنا چاہیے، سوال کی ممانعت حدیثوں میں سخت آئی ہے۔ ہر ایک نے دوسرے پر ٹالا۔ یہاں تک کہ فرعون کی نوبت آئی۔ تو فرعون محمد بن اسحاق بن خزیمہ کے نام نکلا۔ مجبور ہوئے تو کہا کہ مجھے اس قدر جہلت دو کہ میں وضو کر کے استخارہ کی نماز پڑھ لوں۔ نماز ہی میں تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ والی مصر کے خواجہ سرالال ٹینیس لیے ہوئے موجود ہیں۔ سواری سے اتر کر پوچھا کہ محمد بن نصر کون ہے لوگوں نے بتایا۔ تو اس نے پچاس اشرفیوں کی ایک تھیلی حوالہ کی اسی طرح ہر ایک کو پکارنا گیا اور دیتا گیا۔ پھر کہا کہ کل والی مصر سو یا ہوا تھا۔ بیدار ہوا تو کہتا ہے کہ میں نے ابھی خواب دیکھا ہے کہ محمد یون سخت بھوکے ہیں۔ اس لیے اس نے سر دست اس قدر بھیجے ہیں اور قسم دیا ہے کہ جب خرچ چک جائے کسی کو بھیج دو۔
۲۹۴ء میں بمقام سمرقند وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ)

(۸) امام ابو حاتم رازی | فن جرح اور تعدیل کے بہت بڑے امام مانے جاتے ہیں ۱۹۰ء میں ولادت ہوئی۔ ان کی خصوصیات زندگی

میں سے یہ ایک مشہور امر ہے کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہمیشہ پیادہ پاسفر کرتے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ایک ہزار فرسخ تک میں نے پیادہ پا چلنے کا شمار کیا۔ اس کے بعد شمار چھوڑ دیا۔ بحرین سے مصر مصر سے رملہ رملہ سے طرس ان سب مقامات میں پیادہ پا چل کر گیا ہوں۔ بصرہ میں ایک بار خرچ چک

۱۲ اس واقعہ سے آج کل کے طالبان حدیث کو عبرت پکڑنی چاہیے

گیا تو کپڑے فروخت کر ڈالے۔ اس پر بھی کئی روز قاتے ہوئے۔ آخر ایک رفیق کو خبر ہوئی تو اس نے آپ کی خدمت و اعانت کی۔ یہ امام المحدثین کے معاصرین میں بڑے صاحب فضل و کمال تھے لیکن امام المحدثین کی تحقیقات اور تدقیقات کے گردیدہ ہو کر امام صاحب سے بہت کچھ استفادہ کیا۔ بجاہ شعبان ۳۷۵ھ وفات پائی۔

(۹) ایرامیم الحسری الامام

فن لغت، ادب، نحو، فقہ کے امام مانے جاتے ہیں۔ خطیب لکھتے ہیں۔
 کان اماما فی العلم واداسا فی الزهد، عارفا بالفقہ، بصیرا بالاحکام، صاحب
 للحديث، مینزل اللعنة علیما بالادب، جماعة للغة، صنف غریبا للحديث وکتبا کثیرة
 علامہ ثعلب ایک بہت بڑے لغوی اور نحوی مانے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ
 میں نے امام حسری کو لغت اور نحو کی درس گاہ سے پچاس برس ہو گئے کبھی ناغہ کرتے
 ہوئے نہیں دیکھا۔ مزاج میں اس قدر استغنا تھا کہ سلاطین کے وظائف اور تحائف
 کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے اور نہ پوستغنا ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو کبھی اس کے کمال
 کی تحصیل اور اشاعت اور حق گوئی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ایسا شخص بے رعب اور
 آزاد ہوتا ہے معتقد باللہ نے جو خلفائے عباسیہ سے ہے۔ ایک بار دس ہزار
 درہم نذرانہ بھیجے۔ حسری نے واپس کر دیا۔ پھر دوبارہ بھیجے لیکن پھر بھی نامنظور کیا۔
 ماہ ذی الحجہ ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ امام المحدثین کی درس گاہ میں حاضر ہوتے اور استفادہ
 کرتے امام المحدثین کی تحقیقات علمیہ سے اس جامعیت پر بھی مستغنی نہ تھے۔ نہ معاصر

کی عار استفادہ سے مانع آتی۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں ابو اسیم حربی کی چند نادر تالیفات مجھے ہاتھ لگی تھیں۔

(۱۰) ابو بکر بن ابی عاصم الحافظ الکبیر

ظاہری المذہب تھے۔ قیاس سے بالکل کنارہ کش رہتے۔ بصرہ میں فتنہ نہ رنج میں کتابیں جمل گئی تھیں۔ پچاس ہزار حدیثیں زبانی روایت کرتے۔

اصبہان میں عرصہ تک قضا کے عہدہ پر مامور تھے ۳۸۷ھ میں وفات پائی۔ ولادت کا سنہ بتایا جاتا ہے۔ ابو موسیٰ مدینی نے ان کی مستقل سوانح عمری لکھی ہے، امام الحدیثین کی درس گاہ میں بائیں ہاتھ فضل و کمال حاضری دیتے تھے۔

(۱۱) ابن خزمیہ صاحب الفقہ والحدیث

حافظ ذہبی نے ان کو امام الاممہ اور شیخ الاسلام کا لقب دیا ہے۔ اور لکھتے ہیں۔ انتہت الیہ الاممہ والحفظ فی عصرہ نجر اسان فقہ اور حدیث دونوں کے جامع تھے تصنیفات کی تعداد حافظ ذہبی نے ایک سو چوبیس بتائی ہے ان کے علاوہ فتاویٰ حدیثیہ کی مقدار سو چوبیس ہے۔ حافظ ذہبی روایت کرتے ہیں کہ صرف بیریہ کی ایک حدیث کی ققامت میں جز میں لکھی۔ اسی سے ان کی ققامت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ابن حبان فرماتے ہیں باریت مشلہ علی صبرہ الارض من بحسن صناعتہ السنن و یحفظ الفاظہا الصحاح و زیادتا کان السنن من عینہ

۱۱۲ ذکرہ الحافظ و مقدمہ الفتح ۱۲۲ ذکرہ الحافظ ۱۱۲ یعنی ابن خزمیہ جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو فن حدیث اعلیٰ درجہ کا جانتا ہو اور اس کے صحیح الفاظ اور زوائد کا حافظ ہو گو یا حدیث ان کے سامنے موجود رہتی ہے۔

حافظہ اس غضب کا تھا کہ علاوہ حدیثوں کے مسائل فقہیہ حدیثیہ اس طرح ازہر تھے جیسے قرآن کی سورتوں
ابن خزیمہ نے امام بخاری کے طرز پر صحیح حدیثوں کو انتخاب کر کے ایک کتاب
لکھی جو آج صحیح ابن خزیمہ کے نام سے مشہور ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ اور جامع صحیح بخاری
میں وہی فرق ہے جو آفتاب و ماہتاب میں ہے مسئلہ استواء میں بڑے تشدد و تھے اور
نہایت مہمان نواز تھے امام ابن خزیمہ باوجود اس فضل و کمال کے امام المحدثین کی درگاہ
میں حاضری دیتے اور استفادہ کرتے اور فرمایا کرتے، ما رأیت تحت اوج السماء علم
بالحدیث من محمد بن اسماعیل البخاری حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں امام
المحدثین کے ان تلامذہ کی فہرست دی ہے جہاں کو امام المحدثین کے ساتھ خصوصیت
خاص حاصل ہے، وہاں ان کا نام بھی پانچویں طبقہ میں لکھا ہے۔

ابن قیم نے بیان کیا ہے کہ امام ابن خزیمہ ائمہ اربعہ کی طرح ایک مذہب کے
امام اور رکن مانے جاتے ہیں ۲۲۹ میں ولادت ہوئی اور ۳۱۱ میں وفات پائی سلسلہ نسب
یہ ہے ابو بکر محمد بن اسماعیل بن خزیمہ بن المغیرہ بن صالح بن بکر السلمی النیسابوری۔

(۱۲) ابو جعفر محمد بن ابی حاتم راقی (کاتب البخاری)

امام بخاری کے خاص تلامذہ میں ہیں صحیح بخاری کے متعدد مقامات میں ان کا
ذکر ذہبی نے کیا ہے یہ امام بخاری کے کاتب اور محافظ دفتر ہیں جہدیت کے جن مکتوبوں
کو محمد بن یوسف ذہبی نے امام بخاری سے بلا واسطہ نہیں سنا ان کو وہ وفاق سے لیا کرتے
ہیں اس لیے صحیح بخاری کے متعدد مقامات میں قال الفربری حدثنا الوفاق عن ابی حاتم مذکور ہے

۱۳۱ ابو عبد اللہ حسین بن اسماعیل البخاری

ان کے اوصاف میں صاحب انساب بمعانی لکھتے ہیں۔ کان فاضلا صادقا وینالقة
صدوقا۔ ۲۳۶ء میں ولادت ہوئی۔ دس برس کے سن سے حدیث کی سماعت شروع کی
اساتذہ میں امام بخاری، احمد بن محمد بن عقیلی اور ان کے معاصرین خاصا امتیاز رکھتے
ہیں۔ تلامذہ میں دارقطنی، طبرانی، ابوبکر بن المقرئ جیسے لوگ خاص قابل ذکر ہیں۔ ان کی مجلس
املا میں دس ہزار طالبین جمع ہو جاتے تھے۔ ۳۳۳ء میں ایک طویل عمر کے بعد وفات پائی۔ یہ
بھی صحیح بخاری کو امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔

۱۳۲ ابوالحسن اسماعیل بن معقل نسفی

ملک مغرب میں ان کی سند سے صحیح بخاری روایت کی جاتی ہے۔ صاحب المصنف
ابن وثیق العیون لکھتے ہیں۔ للمغاربة روایت اخری من جملة ابراهيم بن معقل النسفی عن
البخاری موصوفة فی ذہار سہم غیر ہالاکا علمہا الیوم فی جہتہ الشرقی یعنی ملک مغرب
میں ان کے واسطہ سے صحیح بخاری روایت کی جاتی ہے، اور یہ سندان کی فرستوں وغیرہ
میں موجود ہے لیکن ملک مشرق اس سند سے خالی ہے۔ صاحب انساب بمعانی
لکھتے ہیں۔ وکان من اجلة اصحاب الحدیث ومن ثقاتهم ومن افاضلہم۔
یہ بھی امام بخاری کے ان تلامذہ میں ہیں جنہوں نے صحیح بخاری روایت کی اور ان سے
سلسلہ روایت جاری رہا۔

۱۲ مقدمۃ الفتح امام لابن وثیق العیون

ان کے علاوہ ابو بکر بن ابی الدنیا۔ صاحب تصانیف ابو بکر بزار صاحب تصانیف
 موسیٰ بن ہارون الحمال محمد بن عبداللہ بن المطین ابو بشر وولابی اسحاق بن احمد بن زکریا
 الفارسی محمد بن قتیبہ البخاری ابو بکر الاعمین ابو الفضل احمد بن سلمہ عمر بن محمد البحری۔
 حسین بن محمد القباہی یعقوب بن یوسف بن الاثرم عبداللہ بن محمد بن ناسیہ سہلی بن
 شاذویہ البخاری۔ عبید اللہ بن واصل قاسم بن زکریا المطرز ابو قریش محمد بن جمعہ۔
 محمد بن سلیمان الباغندی ابراہیم بن موسیٰ الجوبیری علی بن عیاش التابعی ابو حامد الاشعری
 ابو بکر احمد بن محمد بن صدوق البغدادی اسحاق بن داؤد الصواف۔ حاشد بن اسماعیل
 البخاری۔ محمد بن عبداللہ بن الجندی۔ محمد بن موسیٰ النهری۔ جعفر بن محمد النیسابوری
 ابو بکر بن داؤد۔ ابو القاسم البغوی۔ ابو محمد بن صاعد۔ محمد بن ہارون الحضرمی۔ وہ
 حفاظ حدیث ہیں جن کے مستقل تراجم لکھے گئے ہیں اور ان کی تصانیف آج بھی
 عالم کو نائدہ پہنچا رہی ہیں یہ لوگ امام بخاری کے تلامذہ میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

مؤلف کا سلسلہ تلامذہ و سلسلہ سند تا امام المحدثین

گرچہ از نیکیاں نیم خود را بہ نیکیاں بستہ ام
 و دریا من آفرینش رشتہ گلد بستہ ام
 اس بے مایہ کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ اس قطار روایۃ حدیث
 میں اپنا نام بھی گنائے اور اپنا سلسلہ محدثین کے ساتھ ملا کر ان کے دامن تقدس
 کو گروا لو کرے لیکن اس وجہ سے کہ اتصال سلسلہ سند ایک سنت قدیمہ
 ہے اور اس سے نلاج دارین کی امید۔ اس لیے یہ ناکارہ بھی اپنے

اسانید کے سلسلے عرض کر دیتا ہے۔

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مسرا

لمیل ہمیں کہ قافیہ گل بودیں است

(۱) عبد السلام عن الشيخ السيد نذیر حسین المحدث الدہلوی فی ۱۳۰۹ھ

عن الشيخ المکرّم فی الآفاق الشاہ محمد اسحاق عن مسند الوقت الشاہ عبد العزیز

عن بقیة السلف الشاہ ولی اللہ عن الشيخ ابی طاهر المدنی عن الشيخ ابراہیم

الکر دی بقیة سند شاہ ولی اللہ صاحب کی مبارک تصنیف الارشاد

الی اصحاحات علم الاسناد اور کتاب الاصحاح لایقانا الہم میں مذکور ہے اس

سلسلہ کے علاوہ تین سلسلے اور ہیں جن سے شیخ اسکل روایت کرتے

ہیں جو المکتوب اللطیف اور مقدمۃ العون میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

(۲) ایضا عن الشيخ حسین بن محسن الانصاری فی ۱۳۰۹ھ فی وہی لما نزل بہ عن

الشیخ حسن بن عبد الباری الابدلی و محمد ناصر المحامدی و احمد بن الشوکافی

کلمہ عن الشوکافی بقیہ سند اتحات الاکابر میں مذکور ہے۔

(۳) ایضا عن الشيخ محمد المصطفیٰ شہر الجوفوری فی ۱۳۱۲ھ عن الشيخ عبد الحق البنا

عن القاضی الشوکافی بقیہ سند اتحات الاکابر میں مذکور ہے۔

ان کے علاوہ اور سلسلے ہیں جو انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةً لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

سيرة البخاری

39

امام الحدیث سید الفقہار محمد بن اسماعیل البخاری کی مفصل سوانح عمری ہے جسے اول
میں لاوت اور زیانہ طغولیت کے لے کر طالب علمی کے سفروں کے مفصل حالات
فراغت کے بعد درس تدریس افتاء عام اخلاق و عبادا، عبادا، و فائیک کے کل حالات
مذکور ہیں جسے ثانی میں ان کی علمی زندگی کے کارنامے، اسلامی خدمات، فقہاہت و اجتہاد
و فتون حدیثیہ تاریخ وغیرہ میں جو آپ کا پایہ ہے، ان پر مفصل بحث ہے، کل تصنیفات
ربانہ خصوصاً صحیح بخاری اور اس کی شرح کا تفصیلی ذکر ہے، ان کے علاوہ بہت سی
مفید تحقیقات قابل دید ہیں، خاتمہ میں مشاہیر تلامذہ جیسے امام مسلم، ترمذی، نسائی
دارمی، ابن خزمیہ، فربری وغیرہ کے مختصر حالات ہیں،

ان حضرت مولانا محمد عبد السلام مبارکیوی اعظم گڑھی

المتوفی ۱۸ رجب سن۱۳۲۲ھ ہجری ۲۴ فروری سن۱۹۲۲ء

المحدیث، اکیڈمی، لاہور